

قصص الأئمة والبريار

عالم فقري



قصص الانبياء

عالم فقري



ادارۃ پیغام قرآن
۴۰۔ اردو بازار ○ لاہور

اللہ تعالیٰ ہمارا مالک اور رزاق ہے

نام کتاب _____ قصص الاولیاء

مصنف _____ عالم فقہی

اشاعت _____ ۲۰۰۵ء

تعداد _____ ۱۱۰۰

زیر اہتمام _____ محسن فقہی

منتظم _____ حسیب فقہی

پریس _____ اصغر پریس، لاہور

قیمت _____ روپے

اس کتاب کو صرف اجازت سے چھاپا جاسکتا ہے

ملنے کا پتہ

شعبہ برادرزادہ بازار لاہور

فہرستِ قصصِ الاولیاء

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	حضرت اویس قرنی کا عشقِ رسول	۱۵	۱۵	رضائے الہی کی ضرورت	۳۰
۲	خرقہ ملنے کا شرف	۱۶	۱۶	رزق ملنے کا یقین	۳۱
۳	دستِ غیب سے روٹی کا ملنا	۱۸	۱۷	ہمدردی کا اجر	۳۲
۴	حضرت اویس قرنی کا زہد	۱۹	۱۸	حضرت امام جعفر صادق کی عظمت	۳۲
۵	حضرت اویس قرنی کی شانِ استغنا	۱۹	۱۹	سمجھانے کا عملی طریقہ	۳۳
۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق	۲۰	۲۰	دکھانے کی ہمدردی کی مذمت	۳۴
۷	حضرت ہرم بن جیان اور حضرت اویس قرنی	۲۱	۲۱	حضرت امام جعفر صادق کی کرامت	۳۵
۸	حضرت حسن بصری کو راہِ معرفت	۲۲	۲۲	اہلبیت کی محبت کی تلقین	۳۶
۹	اللہ پر توکل کی تعلیم	۲۵	۲۳	حضرت امام جعفر صادق اور شفیق بلخی کی باتیں	۳۶
۱۰	بُری نظریں دیکھنے کا خمیازہ	۲۶	۲۴	حضرت حبیب عجمی کی توبہ کا واقعہ	۳۸
۱۱	جنوں میں واعظ	۲۶	۲۵	اللہ پر بھروسہ اور یقینِ کامل	۴۲
۱۲	بدگمانی سے بچنے کی ترغیب	۲۸	۲۶	وصلِ الہی سے دنیا کی محبت کا خاتمہ	۴۳
۱۳	اپنے نفس کو سمجھانے کا واقعہ	۲۸	۲۷	حضرت حبیب عجمی کی بصیرت	۴۳
۱۴	کلمہ پڑھنے پر بخشش	۲۸	۲۷		

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۵۹	حضرت ذوالنون مصری کا استغنا	۴۸	۴۴	رحم اور مغفرت کی دعا	۲۸
	تزکیہ نفس کے لیے نفس کی	۴۹	۴۵	حضرت حبیب عجمی کی کرامت	۲۹
۶۰	مخالفت		۴۵	اللہ کی مزدوری کا اجر	۳۰
۶۱	اصلاح کی انوکھی تجویز	۵۰	۴۶	رضائے الہی	۳۱
۶۲	اللہ کی رضا میں کسی کا دخل نہیں	۵۱		حضرت حبیب عجمی کا روحانی	۳۲
۶۲	ہر حال میں اللہ کی اطاعت	۵۲	۴۶	تعرف	
۶۳	گناہ نادم کرنے کا نسخہ	۵۳	۴۷	حضرت مالک بن دینار کی کرامت	۳۳
۶۳	قرب الہی کی عنایات	۵۴	۴۷	صداقت زبان کا واقعہ	۳۴
۶۴	حقیقی محبت کی شان	۵۵	۴۸	ترک دنیا	۳۵
۶۵	ایک عارف کی مناجات	۵۶	۴۸	صداقت ثابت کرنے کی دلیل	۳۶
۶۶	اللہ کو پاتے والی باتیں	۵۷	۴۹	حضرت مالک بن دینار کی دانائی	۳۷
۶۷	تخت کا چکر لگانا	۵۸	۵۰	تزکیہ نفس	۳۸
۶۷	کرامت سے اجتناب کا درس	۵۹	۵۰	نگاہِ فیض کا اثر	۳۹
۶۸	حضرت بایزید بسطامی کی کرامت	۶۰	۵۱	ایمان در ربیعہ بخشش بنا	۴۰
	ڈاکر زنی اور عبادت کا کیا	۶۱	۵۳	عشق الہی کا صلہ	۴۱
۶۸	تعلق		۵۴	حضرت ذوالنون مصری کی توبہ	۴۲
	حضرت فضیل بن عیاض کے راہ	۶۲	۵۵	حضرت ذوالنون مصری کی کرامت	۴۳
۷۰	راست پر آنے کا واقعہ		۵۶	اللہ سے محبت کی تلقین	۴۴
	حضرت فضیل بن عیاض کی	۶۳	۵۶	اللہ کے کرم کا عجیب انداز	۴۵
۷۱	حق گوئی			حضرت ذوالنون مصری کا	۴۶
۷۲	حضرت بشر حافی کی توبہ	۶۴	۵۷	روحانی تعرف	
۷۵	خدمتِ مریم	۶۵	۵۸	حضرت ذوالنون مصری کا تقویٰ	۴۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۶	اچھے فقراء کی صفت	۷۶	۸۴	نابینا کو بینائی مل گئی	۸۷
۶۷	تقویٰ کی باتیں	۷۷	۸۵	۲۲ برس میں آٹھ مسائل کی تحصیل	۸۷
۶۸	حضرت ابراہیم ادم، اور رفیقے الہی۔	۷۸	۸۶	سنت نبوی پر عمل کا واقعہ	۸۹
۶۹	سال میں دو مرتبہ پھل کی کرامت	۷۹	۸۷	حضرت سہل تستری اور ایک پانچاڑیس زادی۔	۹۱
۷۰	ایک شرابی کی زبان صاف کرنا	۸۰	۸۸	حضرت سہل بن عبداللہ تستری کی کرامت	۹۲
۷۱	سب مچھلیوں کے منہ میں سُوئیاں	۸۰	۸۹	حضرت سہل کی دعا کا اثر	۹۵
۷۲	چھ اچھی عادات	۸۱	۹۰	حضرت سہل کی خنجر سیدہ عورت سے ملاقات	۹۵
۷۳	دنیاوی لالچ کی مذمت	۸۱	۹۱	ایک عورت کی توبہ کا واقعہ	۹۵
۷۴	توکل کی تہت	۸۲	۹۲	بھوک اور صبر کا صلہ	۹۶
۷۵	سونے اور چاندی کو خون سے برآمد ہونا۔	۸۲	۹۳	حضرت سری سقطی کی ایک عارفہ سے باتیں	۹۷
۷۶	مقصد میں کامیابی	۸۳	۹۴	محبت کا صحیح مفہوم	۱۰۱
۷۷	قبولیت دعا کا طریقہ	۸۳	۹۵	حضرت سری سقطی کی دعا سے حصول معرفت	۱۰۲
۷۸	رضائے الہی کا صلہ	۸۴	۹۶	عجب طریقے کا ایشار	۱۰۲
۷۹	اللہ کا راز ہے	۸۴	۹۷	ایک بندے کی موت کا قصہ	۱۰۲
۸۰	حضرت عبداللہ بن مبارک کی توبہ	۸۵	۹۸	روحانی درد سے حج پر پہنچنے کا واقعہ	۱۰۵
۸۱	حضرت عبداللہ بن مبارک کی کرامت	۸۵	۹۹	انداز تبلیغ	۱۰۶
۸۲	ایک بڑھیا کا روحانی مقام	۸۶			
۸۳	خدمتِ خلقی کاج کے برابر ثواب	۸۶			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۰	آل رسول کی عزت کا صلہ	۱۰۷	۱۲۰	حضرت میراں حسین زنجانی کا	
۱۰۱	ادائیگی امانت کا واقعہ	۱۰۷		جتازہ	۱۲۳
۱۰۲	غیبت صغیہ کروانے کا قصہ	۱۰۸	۱۲۱	رائے راجو جوگی کے قبول اسلام	
۱۰۳	شیطان کے دھوکہ سے			کا واقعہ	۱۲۴
	بچنے کی تاکید	۱۰۹	۱۲۲	مسجد کے متعلق علی ہجویریؒ	
۱۰۴	حضرت جنید کی نصیحت	۱۰۹		کی کرامت	۱۲۵
۱۰۵	پاکدامنی کی دلیل	۱۱۰	۱۲۳	حکمت بات	۱۲۵
۱۰۶	حضرت جنید بغدادی کی ذمہ نیت	۱۱۰	۱۲۴	اللہ کے بندوں کی خدمت	
۱۰۷	اللہ کی محبت اور خوف	۱۱۱		کی وجہ	۱۲۶
۱۰۸	لفظی یا معنوی جواب	۱۱۲	۱۲۵	دو بندوں کے مشرف بایمان	
۱۰۹	اخلاص کا درس	۱۱۲		ہونے کا واقعہ	۱۲۶
۱۱۰	یقین پختہ کرنے کا واقعہ	۱۱۳	۱۲۶	کوڑھ کی بیماری سے شفا	۱۲۷
۱۱۱	حیانتِ ابدی	۱۱۳	۱۲۷	ایک عقیدتمند کی روحانی مدد کا	
۱۱۲	نعمتِ خداوندی کو قبول کرنا	۱۱۴		واقعہ	۱۲۷
۱۱۳	سچائی کی جیت	۱۱۴	۱۲۸	اللہ کے بندوں کے ذریعے	
۱۱۴	ایک عارف کے وصال کا واقعہ	۱۱۷		روحانی مدد	۱۲۸
۱۱۵	ایمان کی تکمیل	۱۱۸	۱۲۹	اللہ کے فقیر کی دعا کا اثر	۱۲۹
۱۱۶	عشقِ الہی کا اثر	۱۱۹	۱۳۰	کشف القلوب کا واقعہ	۱۳۰
۱۱۷	نصرانی طبیب کے قبول اسلام		۱۳۱	دستِ غیب سے رزق ملنے	
	کا قصہ	۱۲۰		کا واقعہ	۱۳۱
۱۱۸	روحانی مسئلے کا حل	۱۲۲	۱۳۲	حضرت سید میراں حسین زنجانی	
۱۱۹	مقام ابو حنیفہ	۱۲۳		کی کرامت	۱۳۲

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۵۲	حضرت عثمان حیری کی دعا کا اثر	۱۵۰	۱۲۳	سات شمعیں	۱۲۳
۱۵۳	حضرت ابو دویم کا فقر اور امانت	۱۵۱	۱۲۳	توکل کی انتہا	۱۲۴
۱۵۸	تصوف کیسے ہے؟	۱۵۲	۱۲۴	اصلاح کا نوکھا انداز	۱۲۵
۱۵۹	اخلاص کی تلقین	۱۵۳	۱۲۴	تزکیہ نفس	۱۲۶
۱۶۰	اصلاح کا بہترین انداز	۱۵۴	۱۲۵	چور کی عیادت کا صلہ	۱۲۷
۱۶۱	انتقام کا بدلہ	۱۵۵	۱۲۵	فکر آخرت	۱۲۸
۱۶۱	روحانیت کا اصل راز۔ اللہ	۱۵۶	۱۲۸	قرض کی ادائیگی کا ذریعہ	۱۲۹
	شیخ ابوسعید ابوالخیر کا روحانی	۱۵۷		اللہ کے حضور بچی بن معاذ	۱۳۰
۱۶۲	مرتبہ		۱۲۹	کی التجا	
۱۶۳	الہام اور وسوسے میں فرق	۱۵۸	۱۲۹	پاکباز رہنے کی باتیں	۱۳۱
۱۶۳	خود سری کا بہترین علاج	۱۵۹		صبر کا تعلق ہمت اور شجاعت	۱۳۲
۱۶۳	ظریف کا تیا مطلب	۱۶۰	۱۳۰	سے ہے	
	اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا	۱۶۱		حضرت ابوالحسن نوری کا	۱۳۳
۱۶۵	واقعہ		۱۳۱	جذبہ ایشار	
۱۶۶	صرف ایک خدا کا خیال	۱۶۲		حضرت ابوالحسن نوری کی	۱۳۴
	صاحب معرفت کے وعظ کا	۱۶۳	۱۳۲	کرامت	
۱۶۶	اثر		۱۳۲	تسلیم و رضا	۱۳۵
	حضرت عبدالقادر جیلانی کی	۱۶۴	۱۳۳	چاہت کا جواب چاہت	۱۳۶
۱۶۷	دعا کا اثر		۱۳۴	بلند آواز سے ذکر الہی	۱۳۷
۱۶۷	منفس کی تلاش	۱۶۵		حضرت ابو عثمان حیری کی	۱۳۸
۱۶۸	ایک بوڑھے کی دعا کا قصہ	۱۶۶	۱۳۵	شان فقر	
۱۶۹	حضرت عبدالقادر جیلانی کی کرامت	۱۶۷	۱۳۷	امانت کی واپسی	۱۳۹

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۷۹	علم کی قدر و قیمت	۱۸۴	۱۷۰	مستی اور بے خودی	۱۶۸
۱۸۰	قرب الہی اللہ کی دوستی میں ہے	۱۸۵		حضرت ابوعلی کے کلام میں	۱۶۹
	حضرت شمس تبریزی کی مولانا روم	۱۸۶	۱۷۱	گہرائی۔	
۱۸۰	پر شفقت		۱۷۱	دعا کی عدم قبولیت کی وجہ	۱۷۰
۱۸۱	اطاعت مرید کی آزمائش	۱۸۷	۱۷۲	ابوعلی دقاق کا عمل	۱۷۱
	حضرت شمس تبریزی اور مولانا	۱۸۸	۱۷۲	توکل کی تعریف	۱۷۲
۱۸۳	روم کی ملاقات		۱۷۲	صاحب باطن شخص	۱۷۳
۱۸۴	مجلس وعظ	۱۸۹	۱۷۳	اللہ کے بندے کی موت	۱۷۴
۱۸۵	مجلس سماع	۱۹۰	۱۷۴	اللہ کی رضا کی خواہش	۱۷۵
۱۸۵	مرآت و اخوت	۱۹۱		اللہ اپنے بندوں کے لیے	۱۷۶
۱۸۵	بچوں کی حوصلہ افزائی	۱۹۲	۱۷۴	کافی ہے	
۱۸۶	تواضع و انکساری	۱۹۳		حضرت ابوعلی دقاق سے ایک	۱۷۷
۱۸۶	کتے کے آرام کا خیال	۱۹۴	۱۷۴	سوال	
۱۸۶	دو اشخاص کی صلح کا واقعہ	۱۹۵	۱۷۵	اللہ جانے کون کیا ہے	۱۷۸
۱۸۷	کرامت کے مقابلے میں کرامت	۱۹۶		دعاے حزب البحر کی برکت	۱۷۹
۱۸۷	حضرت ابوالحسن کی کرامت	۱۹۷	۱۷۵	کا واقعہ	
	شیخ ابوالحسن غرقانی رحم اور	۱۹۸	۱۷۶	تسلیم و رضا کی حقیقت	۱۸۰
۱۸۸	سلطان محمود غزنوی		۱۷۷	پانچ خصلتوں کا انعام	۱۸۱
۱۹۰	حدیث کی سند کا روحانی معیار	۱۹۹		ہر کسی کے فعل کو اللہ بہتر	۱۸۲
۱۹۱	وقت کا قطب کون؟	۲۰۰	۱۷۸	جاتا ہے	
۱۹۲	عقیدت کی وضاحت	۲۰۱		اشرف المخلوق بننے کا راز	۱۸۳
۱۹۲	روحانی بیعت کا جواز	۲۰۲	۱۷۸	اطاعت الہی ہے۔	

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۲۱۲	اللہ کے ولی راہِ حق سے آگاہ کرتے ہیں۔	۲۱۹	۱۹۳	بیوی کی کڑوی باتیں برداشت کرنے کا اجر	۲۰۳
۲۱۳	کلامِ الہی کے اثر سے تقدیر بدل گئی۔	۲۲۰	۱۹۴	نفس کی اطاعت کی سزا	۲۰۴
۲۱۵	سخاوت کی ترغیب	۲۲۱	۱۹۵	ولی اللہ کے روکنے کی مصلحت	۲۰۵
۲۱۶	کرامت کی اصلیت	۲۲۲	۱۹۶	مہمان نوازی	۲۰۶
۲۱۹	غلط نظر سے کسی کو دیکھنے کی ممانعت	۲۲۳	۱۹۷	حضرت فرید الدین نے راہِ فقر کیسے اختیار کیا؟	۲۰۷
۲۱۷	ضد کا انجام	۲۲۴	۱۹۸	اللہ کی بخشش کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے	۲۰۸
۲۱۷	اللہ کی رحمت کا واقعہ	۲۲۵	۱۹۹	سلوک کی سات واردیوں کی تمثیلی کہانی	۲۰۹
۲۱۸	گرجے کی تصویریں گر گئیں توکل سے متاثر ہو کر قبولِ اسلام کا واقعہ	۲۲۶	۲۰۰	بیوی کے مشورے سے بچنے کی تاکید کا واقعہ	۲۱۰
۲۲۰	بحالی کرامت کے لیے ترکِ دنیا	۲۲۸	۲۰۱	مرشدِ کامل کی بیعت کا واقعہ	۲۱۱
۲۲۰	دنیا کے تاج و تخت کی قیمت	۲۲۹	۲۰۲	عالم نزع میں ولی اللہ کی توبہ	۲۱۲
۲۲۱	اللہ کی اطاعت سے دو نتمندی آتی ہے	۲۳۰	۲۰۳	ولی تراش	۲۱۳
۲۲۳	عجیب سوال عجیب جواب	۲۳۱	۲۰۴	ولی اللہ کی نگاہ اور توجہ کا اثر	۲۱۴
۲۲۳	ابنِ سابط کی توبہ کا قصہ	۲۳۲	۲۰۵	اصحابِ کہف کی وضاحت	۲۱۵
۲۲۷	روحانی سیر	۲۳۳	۲۰۶	حضرت نجم الدین بڑی کی کرامت	۲۱۶
۲۲۹	ایلِ قبیلہ کو ثواب پہنچانا	۲۳۴	۲۰۷	ایک شہزادی کا فقر	۲۱۷
۲۲۱	اللہ کی مدد کا ایک واقعہ	۲۳۵	۲۰۸	قرب و معرفت کا لباس	۲۱۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۳۶	حضرت جلال الدین تبریزی کی کرامت۔	۲۳۰	۲۵۲	بیوی واپس مل گئی	۲۵۲
۲۳۷	شیخ ابو عبد اللہ سے اللہ والوں کی نصیحتیں۔	۲۳۱	۲۵۳	پیر و مرشد پر پختہ یقین	۲۵۲
۲۳۸	باطنی نعمت	۲۳۳	۲۵۴	قاضی کی چیرہ دستی کا انجام	۲۵۳
۲۳۹	نئے ابدال کا انتخاب	۲۳۴	۲۵۴	گنج شکر کی وجہ تسمیہ	۲۵۴
۲۴۰	روحانی تصرف	۲۳۵	۲۵۵	حضرت علی احمد صابر کا واقعہ	۲۵۵
۲۴۱	ایک ولی اللہ کی حکمت عملی	۲۳۵	۲۵۶	نکاح	۲۵۵
۲۴۲	کرامت حضرت نور محمد بہاروی	۲۳۷	۲۵۷	حضرت علی احمد صابر کی کرامت	۲۵۶
۲۴۳	حضرت خواجہ بہار الدین رح	۲۳۷	۲۵۸	گم شدہ بکری کا واقعہ	۲۵۷
۲۴۴	نقشبندی کا واقعہ بیعت	۲۳۸	۲۵۹	حقیقت فتاویٰ بقا	۲۵۹
۲۴۵	تلاشِ مرشد	۲۳۸	۲۶۰	احترام مرشد کی انتہا	۲۶۰
۲۴۶	آتش پرستوں کا قبولِ اسلام	۲۳۹	۲۶۱	شانِ ولایت	۲۶۱
۲۴۷	ایک مجذوب کی توجہ کا اثر	۲۴۰	۲۶۲	محبت کی خوشبو	۲۶۲
۲۴۸	ایک پداخلاق حکمران کی توبہ	۲۴۰	۲۶۳	زیادتی کا صلہ عاجزی	۲۶۳
۲۴۹	حضرت خواجہ معین الدین رح	۲۴۰	۲۶۴	سچے دل سے اللہ سے جو مانگو ملے گا۔	۲۶۴
۲۵۰	چشتی کی کرامت	۲۴۲	۲۶۵	روحانی طریقے سے کعبے جانے کا واقعہ	۲۶۵
۲۵۱	حضرت بابا فرید کے ماضوں	۲۴۵	۲۶۶	حالِ باطن کو مخفی رکھنا چاہیے	۲۶۶
	جوگی کا قبولِ اسلام	۲۴۵	۲۶۷	شانِ فقر	۲۶۷
	حضرت بابا زریں الدین اور ایک ملا کا واقعہ	۲۴۷	۲۶۸	بارگاہِ قلندر میں	۲۶۸
	حضرت بابا فرید الدین کی دعا سے	۲۴۷	۲۶۹	فقر کی آہ و فغاں سے	۲۶۹
			۲۷۰	عرشِ لرزا ٹھا۔	۲۷۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶۹	حضرت بوعلی قلندر کی حالت	۲۶۸	۲۸۶	بچپن کا روزہ	۲۸۶
۲۷۰	جذب کا قصہ	۲۷۰	۲۸۷	عقیدتِ مُرشد	۲۸۶
۲۷۱	حضرت بوعلی قلندر کا تصرف	۲۷۱	۲۸۸	رزقِ حلال کھانے کی تلقین	۲۸۷
۲۷۲	روحانی بصیرت	۲۷۲	۲۸۹	اللہ کے ولی کا امتحان اچھا نہیں	۲۸۷
۲۷۳	عمر کے دس سال کا ایثار	۲۷۳	۲۹۰	حضرت امام برہی کی روحانی عظمت	۲۸۹
۲۷۴	توکل کرنا سیکھ	۲۷۴	۲۹۱	حضرت امام برہی کی دعا کا اثر	۲۹۰
۲۷۵	آپ کی دعا سے انار بیٹھے ہو گئے۔	۲۷۵	۲۹۲	سکونِ قلبی	۲۹۱
۲۷۶	اصلاحی نصیحت کا اثر	۲۷۶	۲۹۳	تجارتِ نغمہ حلال ہے	۲۹۲
۲۷۷	حضرت کلیم اللہ کا طریقہ طلاق	۲۷۷	۲۹۴	حضرت مجدد الف ثانی کا روحانی تصرف	۲۹۲
۲۷۸	حضرت کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی کی کرامت	۲۷۸	۲۹۵	روحانی عنایات	۲۹۳
۲۷۹	حضرت شہباز قلندر کی کرامت	۲۷۹	۲۹۶	حضرت مجدد الف ثانی کی توجہ کا اثر	۲۹۴
۲۸۰	گمشدہ بیٹے کی تلاش میں مدد	۲۸۰	۲۹۷	حضرت میاں میر کی کرامت	۲۹۵
۲۸۱	مریدوں کو نصیحت	۲۸۱	۲۹۸	گونگے کی زبان درست ہونے کا واقعہ	۲۹۶
۲۸۲	ایک عالم دین کا واقعہ	۲۸۲	۲۹۹	سانپ کی عقیدت مندی	۲۹۷
۲۸۳	حضرت شاہ رکن عالم کی حضرت نظام الدین سے دوستی	۲۸۳	۳۰۰	بہشت کا میوہ	۲۹۷
۲۸۴	حضرت شاہ رکن عالم کی کرامت	۲۸۴	۳۰۱	ہندو جوگی کا قبولِ اسلام	۲۹۸
۲۸۵	روحانی غذا کے چہرے پر اثرات	۲۸۵	۳۰۲	روحانی توجہ کا اثر	۲۹۹
۲۸۶	حضرت شاہ رکن عالم کا روحانی مقام	۲۸۶			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۰۳	بادشاہ کی اصلاح کا ضابطہ	۲۹۹	۳۲۰	حضرت علی ہمدانی کی کرامت	۳۱۴
۳۰۴	ولی اللہ سے تمسخر کرنا اچھا نہیں		۳۲۱	اللہ کے دوست کا امتحان	۳۱۵
۳۰۵	حضرت مخدوم کا تدبیر	۳۰۱	۳۲۲	پیغمبر کی قبر کی خدمت کا صلہ	۳۱۷
۳۰۶	عقیدت مندی کا صلہ	۳۰۲	۳۲۳	ایک فقیر کی روحانی توجہ کا اثر	۳۱۹
۳۰۷	اتباع سنت کی تلقین	۳۰۳	۳۲۴	جادو اور روحانیت کا مقابلہ	۳۱۹
۳۰۸	شیطان کے دھوکے سے بچنے کا طریقہ۔		۳۲۵	غیبی رزق کا واقعہ	۳۲۱
۳۰۹	سفر شکر کا عجیب اندازہ	۳۰۴	۳۲۶	مخمل سماع میں وجد کا قصہ	۳۲۱
۳۱۰	قرض لے کر سخاوت	۳۰۵	۳۲۷	حضرت غوث علی شاہ کی	
۳۱۱	تلاشِ مرشد کا واقعہ	۳۰۶	۳۲۸	مہمان نوازی	۳۲۳
۳۱۲	تیرے عشق نچایا کر کے		۳۲۸	ایک مجذوب کے روحانی	
۳۱۳	تھپا تھپا	۳۰۷	۳۲۹	تصرف کا واقعہ	۳۲۴
۳۱۴	خدا کی بانٹ	۳۱۰	۳۲۹	دشمن سے درگزر کرنے کا	
۳۱۵	اللہ جسے چاہے گناہ سے بچالے۔		۳۳۰	واقعہ	۳۲۵
۳۱۶	جن کی عقیدت مندی کا واقعہ	۳۱۱	۳۳۰	حضرت چراغ دہلوی کے	
۳۱۷	حضرت نواجہ سلیمان تونسوی		۳۳۱	ایشیاد کا واقعہ	۳۲۷
۳۱۸	کارو حانی تصرف	۳۱۱	۳۳۱	حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی	
۳۱۹	دعائے خیر	۳۱۲	۳۳۱	کی دعا کا اثر	۳۲۹
۳۲۰	درد و شریف کا دس گنا اجر	۳۱۳	۳۳۲	مرشد کی اطاعت میں بہتری	
۳۲۱	اللہ پر بھروسے کا اجر	۳۱۴	۳۳۲	ہوتی ہے	۳۳۱
			۳۳۲	حضرت آدم بنوری کا نام پینے سے	
			۳۳۳	جن بھاگ گیا	۳۲۲
			۳۳۴	غلے میں برکت کا واقعہ	۳۲۴

صفحہ	عنوان	نمبر شمارہ	صفحہ	عنوان	نمبر شمارہ
۳۴۶	روحانی بیعت کا واقعہ	۳۴۲		خواب میں حضرت عبدالقادر	۳۳۵
۳۴۸	بیعت مرشد کامل	۳۴۳	۳۳۶	کی زیارت	
			۳۳۶	روحانی توجہ کا اثر	۳۳۶
				ٹھٹھہ شہر فتح ہونے کی	۳۳۷
			۳۳۷	بشارت	
			۳۴۰	آپ کی دعا سے بارش ہو گئی	۳۳۸
			۳۴۱	روحانیت کا کمال	۳۳۹
			۳۴۳	آپ کی دعا سے مٹی سونا بن گئی	۳۴۰
				چشمِ زدن میں مادھو کو گنگا پر	۳۴۱
			۳۴۴	لے جانے کی کرامت	

بیت الخیر
تمت

حضور ﷺ کی پیاری پیاری اور دل و دماغ کو سکون پہنچانے والی دعاؤں کا مجموعہ، کتب احادیث سے دعاؤں والی روایات کو زیر نظر مجموعہ میں یکجا کیا گیا ہے۔

طالبین خیر و برکت و مغفرت کے لیے ایک نادر تحفہ

پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں

مولف: عالم فقیری

انسان کی چوبیس گھنٹے کی زندگی کو رحمتوں، برکتوں اور نورانی بنانے والی مبارک دعاؤں پر مشتمل ایک نایاب کتاب جسے پڑھ کر ہر موقع کی دعا پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا اور وہ ان گراں قدر جامع کلمات سے ہر قسم کی سفلی قوتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ بھی حاصل کرنے کا طریقہ سیکھ لے گا۔

﴿ناشر﴾

ادارہ پیغام القرآن

40 اردو بازار لاہور

۱۔ حضرت اولیس قرنیؓ کا عشق رسولؐ

حضرت اولیس قرنیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ عشق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رحمۃ للعالمینؐ فرمایا کرتے تھے "میں کی طرف سے مجھے محبت کی نسیم آتی ہے۔ کیونکہ وہاں میرا دوست اولیس قرنیؓ رہتا ہے" آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ ستر ہزار فرشتے پیدا کرے گا جن کی اشکال خواجہ اولیس قرنیؓ جیسی ہوں گی۔ اور ان کے جلوس میں خواجہ صاحب کو بہشت کی طرف لے جایا جائے گا۔ ساری کائنات یہ منظر دیکھے گی۔ مگر کوئی شخص پہچان نہ پائے گا کہ اصل خواجہ قرنیؓ کون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح دنیا میں ان کو لوگوں سے پھیلنے رکھا، اسی طرح روز قیامت کو بھی ان کو غیروں کی نگاہوں سے دور اور محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرے دوست میری قبلہ کی نچے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا۔ خواجہ اولیس قرنیؓ کو ماسوائے چند ایک صحابہ کرامؓ کے کسی نے بھی نہیں دیکھا۔

خواجہ اولیس قرنیؓ رضی اللہ عنہم سے پہلے اس دنیا میں تشریف لاپکے تھے خواجہ صاحب عہد طفولیت میں ہی والد کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ اس لیے ان کو بچپن میں ہی محنت مزدوری کرنا پڑی۔ آپ لوگوں کے اونٹ اجرت پر چرایا کرتے تھے اور اس اجرت سے اپنا اور اپنی ضعیف اور نابینا والدہ کا پیٹ پالا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جو تھوڑی سی رقم بچ رہتی اس کو لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی کے شب و روز اسی طرح گزر رہے تھے کہ عین تک اسلام کے نام لیوا پیدا ہو گئے۔ جب آپ کو اسلام اور آنحضرتؐ کے متعلق خبر ملی تو آپ فوراً اسلام لے آئے۔ آپ کے اندر نور ہدایت کی شمع ہدایت تو خدا نے پہلے سے ہی روشن کر رکھی تھی۔ اعلان نبوت اور اشاعت اسلام نے اس شمع ہدایت کو جلا بخشی۔ آپ رسول اللہؐ کے دیوانے اور شیدائی بن گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اولیس قرنیؓ کو اسلام کی دولت سے اللہ تعالیٰ نے خود

روشناس کرایا ہے اور یہ خدا کی رحمت و فضل کا اعجاز ہے کہ وہ میرا نادیدنی عاشق صادق بن گیا۔ خواجہ
 اولیس قرنی کو قریب رسول اور دیدار حبیب کا بڑا اشتیاق تھا۔ مگر آپ کو چشم باطنی کے اشارے سے
 آنحضرتؐ نے مدینہ آنے سے روک رکھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو خواجہ صاحب کی والدہ
 ضعیف اور بصارت سے محروم تھیں، انہیں اکیلا چھوڑنا ناممکن تھا۔ دوسرے ان پر ہر وقت جذب
 طاری رہتا تھا۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواجہ صاحب کو حکم دیا کہ آپ ہر وقت میری
 چشم باطنی کے سامنے ہیں لہذا آپ مدینہ آنے کی بجائے اپنی والدہ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہیں۔
 غزوہ اُحد میں کفار کے حملہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دودانت شہید ہو گئے۔ تمام
 مسلمانوں کو اس بات کا بہت صدمہ ہوا مگر جس عاشق رسول نے اس صدمے کو حقیقی شکل میں محسوس
 کیا اس کو دنیا حضرت خواجہ اولیس قرنی کے نام سے جانتی ہے۔

خواجہ اولیس قرنی فرماتے ہیں: ”جب مجھے معلوم ہوا کہ میرے آقا سردارِ دو عالم کے دودانت
 مبارک شہید ہوئے ہیں تو مجھے یہ بالکل معلوم نہ تھا کہ آنجناب کے کون سے دندان مبارک شہید
 ہوئے ہیں مگر آپ کی موافقت نے مجھے بے چین کر دیا۔ میں نے پہلے ایک دانت توڑا پھر مجھے
 خیال ہوا شاید یہ والا دانت نہ ٹوٹا ہو، پھر دوسرا توڑا، پھر تیسرا توڑا۔ غرضیکہ جوں جوں جنونِ موافقت
 شدت اختیار کرتا گیا، میں دانت توڑتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ سارے دانت توڑ ڈالے: ”اللہ تعالیٰ کو اپنے
 محبوب کے اس عاشق و نگیر کی یہ ادا بڑی پسند آئی اور اس کے لیے کیلے کا درخت پیدا کیا کیونکہ
 ٹوٹے دانتوں کے ساتھ سوئے نرم کیلوں کے اور کوئی چیز کھانا ممکن نہ تھی (سہیل عینی)“

۲۔ خرقہ ملنے کا شرف

صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وقت وصال پوچھا گیا کہ آپ کا خرقہ ہم کس کو
 دیں؟ آپ نے فرمایا اولیس قرنی کو۔ اس مقصد کی بجا آوری کے لیے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ
 عنہ نے رضی اللہ عنہ کو تشریف لے گئے اور جمعہ کی نماز کے خطبے میں کہا: ”مسجد میں نجد سے تعلق رکھنے
 والے جتنے لوگ ہیں سب کھڑے ہو جائیں، چنانچہ اہل نجد کھڑے ہو گئے۔ ان سے پوچھا گیا۔ قرن
 شہر میں کوئی اولیس قرنی نام کا شخص ہے؟ سب نے جواب دیا۔ ہم اولیس قرنی سے بالکل شناسا

نہیں ہیں ہاں البتہ ایک دیوانہ ہے جو کہ لوگوں سے بیزار ہو گیا ہے اور ہر وقت دیوانوں میں رہتا ہے۔ اور آبادی کی طرف بالکل نہیں آتا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے فرمایا۔ وہ کہاں ہے۔ ہمیں اس سے ملو اور۔

عرض کی گئی، وہ وادی عرنہ میں اونٹ چراتا ہے اور رات کو روکھی سوکھی روٹی کھا کر سو رہتا ہے کسی سے بات نہیں کرتا۔ وہ کھانا جو ہم لوگ کھاتے ہیں اس کو پسند نہیں کرتا۔ لوگوں کو خوش دیکھتا ہے تو روتا ہے اور جب لوگ روئے ہوں تو وہ خوش ہوتا ہے۔

جب حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ وادی عرنہ میں پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ خواجہ اولیس قرنی نماز ادا کر رہے ہیں اور ان کے اونٹوں کو فرشتے چرا رہے ہیں۔ جب خواجہ اولیس نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے آپ کو ”السلام علیکم“ کہا، جواب ملا ”علیکم السلام“۔ حضرت علیؓ نے آپ سے نام پوچھا۔ جواب دیا میرا نام اللہ کا بندہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کے بندے تو ہم سب ہیں آپ اپنا خاص نام بتائیے خواجہ صاحب بولے میرا نام اولیس ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر وہ نشان دیکھا جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا تھا کہ وہ نشان اولیس کی شناخت کی علامت ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے جب وہ نشان علامت خواجہ اولیس کے ہاتھ پر دیکھا تو ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا۔ اے اولیس قرنی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور ساتھ یہ مرقع بھی عنایت فرمایا ہے اور وصیت فرمائی ہے کہ آپ امت محمدیہ کی بخشش کے لیے دعا کریں۔

خواجہ اولیس قرنی نے فرمایا اے عمرؓ و علیؓ! آپ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق خاص ہیں اور مجھ سے اولیٰ ہیں۔ دعا تو آپ لوگ کریں، کیونکہ آپ کا مرتبہ خدا کے دربار میں بلند ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے دعا کرتے ہی گھر آپ کو بوجہ وصیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم امت مسلمہ کے لیے دعا فرمائی۔

خواجہ اولیس قرنی نے پھر کہا اے عمرؓ و علیؓ! آپ غور کر لیجئے شاید میں وہ اولیس نہ ہوں، وہ کوئی اور ہوں جس کا ذکر محبوب خدا نے فرمایا ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اے اولیس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق دو نشان بتائے تھے، ایک نشان منہ کے دائیں طرف درم کے برابر ہوگا اور دوسرا نشان دائیں ہاتھ پر ہوگا۔ جیسے سوئے مایند کے نشان، اور وہ دونوں نشان آپ

کے منہ اور ٹانگہ پر موجود ہیں لہذا ہماری بیچان، شناخت اور پہنچ بالکل درست ہے۔

خواجہ اولیس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا سلائیے وہ مرقع مجھے عطا کیجیے۔ تاکہ میں حسب حکم آقا دعا کروں۔ جب ان کو مرقع دیا گیا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ فاصلے پر چلے گئے اور زمین پر سجدہ ریز ہو کر بارگاہ ایزدی میں عرض کی، اے خداوند عالم! میں اس وقت تک یہ مرقع نہ پہنوں گا جب تک تو سرکارِ دو عالم کی ساری امت کو میری سفارش پر بخش نہ دے گا کیونکہ پیغمبر اسلام نے یہ مرقع مجھے عطا کیا ہے اور فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھ تک پہنچانے کے فرائض انجام دے دیے ہیں۔ اب تیرا کام ہے کہ تو میری دعائیں لے اور قبول کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اولیس! ہم نے تیری دعا کی برکت سے چند اشخاص کو تیری سفارش پر بخش دیا ہے۔ آپ نے پھر عرض کی۔ یا باری تعالیٰ! جب تک تو سب کو نہیں بخشے گا میں یہ مرقع نہیں پہنوں گا۔ ندا آئی۔ میں نے کئی ہزار افراد بخش دیے۔ عرض کی مولا! میں سب کو بخشوانا چاہتا ہوں۔ ابھی یہ کہہ سُن ہو رہی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے قریب چلے گئے۔ آپ دونوں کو خواجہ اولیس قرنی نے کہا۔ آپ لوگ یہاں کیوں آگئے ہیں۔ میرا اور خدا کا سلسلہ جاری تھا آپ لوگوں کی آمد نہ ہوتی تو میں نے اس وقت تک یہ مرقع نہیں پہننا تھا جب تک اپنے آقا کی ساری امت کو نہ بخشو لیتا اور مجھے پورا یقین تھا کہ حق تعالیٰ نے میری سفارش پر حضور کی امت کے ہر فرد کو بخش دینا تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۳۔ دستِ غیب سے روٹی کا ملنا

ایک مرتبہ خواجہ اولیس قرنی تین روز سے بھوکے تھے۔ آپ کے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز نہ تھی اور نہ ہی کوئی پیسہ تھا۔ اچانک آپ کو ایک درہم ملا۔ آپ نے خیال کیا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ درہم کسی کا گر پڑا ہو۔ چنانچہ آپ کو درہم کو دیکھ کر پڑا رہنے دیا۔ اور آگے چل دیے۔ پھر آپ نے سوچا کہ اگر کوئی چیز کھانے کو نہیں مل سکتی تو گھاس ہی کھا لیتا ہوں۔ ابھی یہ سوچ رہے تھے کہ ایک بھیڑ کو دیکھا، جو ایک گرم روٹی لارہی تھی۔ بھیڑ نے روٹی لاکر آپ کے آگے رکھ دی۔ آپ نے سمجھا کہ شاید یہ روٹی کسی اور کی ملکیت ہوگی اس لیے آپ نے اس روٹی کو نہ کھری نہ لگایا۔ اس بھیڑ نے زبانِ حال سے

عرض کیا اے اولیس قرنی! جس خدا کا تہ بندہ ہے میں بھی اس کی مخلوق ہوں اور تو خدا پر یقین کر کہ اس نے یہ روٹی خود بھجوائی ہے۔ یہ سنتے ہی خواجہ اولیس قرنی نے روٹی کھانا شروع کر دی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس نے خدا کو پہچان لیا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ اور خدا کو پہچاننے والے ہی عارف و زاہد ہیں۔ غرضیکہ جو شخص اللہ کا بندہ بن جاتا ہے اس پر ہر چیز واضح اور ارفع ہو جاتی ہے تاکہ اس کو دنیا کی کسی چیز کے متعلق جاننے میں دقت نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ یہ بلند مقام صرف اولیس قرنی جیسی شخصیات کو عطا کرتا ہے۔

۴۔ حضرت اولیس قرنی کا زہد

مشہور صحابی ربیع کہتے ہیں کہ جب میں خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ عنہ کی زیارت کو گیا تو میں نے انھیں فجر کی نماز میں مشغول فرمایا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے درود و وظائف میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا، پھر یکے بعد دیگرے تمام نمازوں اور ذکر الہی میں ایسے مگن ہوئے کہ ساری رات گزر گئی۔ میں ان کا بغور مشاہدہ کرتا رہا اس طرح تین دن گزر گئے۔ میں نے دیکھا اور حیران رہ گیا کہ ان تین دن اور راتوں میں حضرت نے نہ کچھ کھایا نہ پیا بلکہ عبادت میں مشغول رہے اور لمحہ بھر کے لیے بھی آرام نہ کیا۔ چوتھی رات آپ تھوڑی دیر کے لیے سوئے اور کچھ کھانا بھی کھایا پھر استغفار کرنے لگے کہ یا الہی! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں نیند اور بھوک کے غلبہ میں مبتلا ہوا۔ ربیع کہتے ہیں کہ خواجہ اولیس قرنی نے راتوں کی تقسیم کی ہوئی تھی۔ ایک رات میں سجدہ کرتے تو پوری رات سجدہ میں ہی گزار دیتے اور اگر رکوع کرتے تو شب بھر رکوع کی حالت میں ہی کھڑے رہتے۔ کسی رات کو قیام میں بسر کرتے۔ غرضیکہ ہر رات کو دوسری رات کی طرح زندہ رکھتے تھے۔ (انوار اولیاء)

۵۔ حضرت اولیس قرنی کی شانِ ستغنیٰ

خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں کوفہ کے گورنر کو لکھوں کہ وہ آپ کا خاص خیال رکھے۔ خواجہ صاحب نے جواب دیا کہ میں خصوصیت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے سخت خلاف ہوں۔ مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں۔ میرا ہاتھ حاجت روا کے ہاتھ میں ہے،

مجھے تیس یا الہی سے غرض ہے وہ میں کر رہا ہوں اور کوئی چیز درکار نہیں۔ اس کے بعد آپ نے کوفہ بھی چھوڑ دیا اور کسی اور علاقہ میں نکل گئے جہاں آپ کو کوئی تماشہ نہ کر سکے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت اویس قرنیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق اس قدر پیدا ہوا کہ انہوں نے مدینہ آنے کا ارادہ کیا۔ اب ادھر انہوں نے ارادہ کیا ادھر آنحضرتؐ کو کسی غزوہ میں شرکت کے لیے مدینہ سے باہر جانا پڑا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرے جانے کے بعد شاید کوئی مہمان آئے۔ اگر وہ یہاں آئے تو اس کی خوب خاطر مدارت کی جائے اور ہر طرح سے حیا رکھا جائے کیونکہ وہ بڑا ہی پارسا انسان ہے اور میرے آنے تک اس کو روکنے کی کوشش کی جائے اور اگر وہ نہ رکنا چاہے تو اس کو مجبور نہ کیا جائے مگر اس کی شکل و صورت یاد رکھ لی جائے۔ یہ ہدایت دے کر رسالت مآبؐ خود تو غزوہ میں شرکت کے لیے روانہ ہو گئے۔ بعد میں خواجہ اویس قرنیؓ مدینہ تشریف لے آئے مگر ان کو جب پتہ چلا کہ حضور سرور کائناتؐ، فخر موجوداتؐ اس وقت مدینہ میں نہیں تو انہوں نے اسی وقت واپسی کا قصد کیا۔ ان کو روکنے کی بڑی کوشش کی گئی مگر وہ نہ رُکے اور نہ ہی کسی قسم کی خاطر کروائی اور واپس لوٹ گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لائے تو آتے ہی انہوں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا، کیا کوئی مہمان آیا تھا؟ امّ المؤمنینؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! ایک شخص جو کہ میں سے آیا تھا اس کی شکل و صورت چرواہوں جیسی تھی۔ آپ کو نہ پا کر وہ ایک لمحہ بھی یہاں نہیں ٹھہرا اور چلا گیا۔ حضورؐ بولے۔ عائشہؓ! پتہ ہے وہ کون تھا؟ عرض کی، حضورؐ! میں بالکل نہیں جانتی۔ فرمایا وہ اویس قرنیؓ تھا جو میرے دیدار کے لیے یہاں آیا تھا۔ اور دیدار کی حسرت دل ہی میں لے کر واپس چلا گیا اور وہ ٹھہر بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کی والدہ جو کہ بڑھی اور آنکھوں سے معذور ہے اس کی نگہداشت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس لیے اس کو ہر حال میں واپس جانا تھا اور یہ وہ شخص ہے جو کہ خدا اور اس کے رسولؐ کا سچا چاہنے والا ہے جس کو صرف ذکر الہی سے غرض ہے اور وہ کسی چیز سے نہ مرعوب ہے نہ متاثر۔ اویس قرنیؓ رضیرا عاشق ہے اور اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جب یہ باتیں سُنیں تو ان کو خواجہ

اولیں قرنیؓ کے مقام پر رشک آنے لگا اور فرمانے لگیں، اے خدا کے حبیب! وہ شخص واقعی کس قدر عظیم ہوگا جس کے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کی تعریف خدا اور اس کا حبیب کرے۔

۷۔ حضرت ہرم بن جیانؓ اور حضرت اولیں قرنیؓ

مشہور تابعی حضرت ہرم بن جیان عبدی خیر التابعین حضرت خواجہ اولیں قرنیؓ سے اپنی پُراثر ملاقات کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

خواجہ اولیں قرنیؓ کو ذمہ میں مقیم تھے۔ میں نے آپ کی تعریف سنی۔ ملاقات کا شوق غالب ہوا۔ اور میں ان کی زیارت کے لیے کوثر پہنچا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ دریلے فرات پر ملیں گے۔ فرات کے کنارہ پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک شخص تنہا بیٹھا، دوپہر کے وقت وضو کر رہا تھا اور کپڑے دھو رہا تھا۔ میں اولیںؓ کے اوصاف سن چکا تھا اس لیے فوراً پہچان گیا ان کا جسم فرہ اور رنگ گدھی تھا۔ سر منڈا ہوا تھا اور داڑھی گھنی تھی۔ بدن پر بہت بال تھے۔ چہرہ بہت بڑا اور مہیب تھا۔ صوف کا پاجامہ پہنے ہوئے تھے اور صوف ہی کی ایک چادر جسم پر تھی۔ میں نے قریب پہنچ کر سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور میری طرف دیکھ کر کہا، اللہ تمہیں سلامت رکھے۔ پھر میں نے معافی کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن انہوں نے معافی کرنے سے گریز کیا اور اپنے پہلے الفاظ دہرائے کہ اللہ تمہیں سلامت رکھے۔ مجھے ان کی حالت پر بڑا ترس آیا اور میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جب میں نے رقت بھرے لہجہ میں کہا کہ اولیںؓ! خدام پر رحمت کرے اور تمہاری مغفرت فرمائے، تو وہ بھی رونے لگے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ہرم بن جیان! خدام پر رحم کرے میرے بھائی! تمہارا کیا حال ہے؟ تمہیں میرا نام و پتہ کس نے بتایا۔ میں نے عرض کیا خدا نے۔ مگر اے اولیںؓ! یہ تو بتاؤ کہ تمہیں میرا اور میرے باپ کا نام کیسے معلوم ہوا، اس سے پہلے نہ میں نے تمہیں دیکھا ہے اور نہ تم نے مجھے۔

حضرت اولیںؓ نے جواب دیا بتانی العلیم الخبیر۔ تمہارا نام مجھے اس نے بتایا ہے جس کے علم و خبر سے کوئی چیز باہر نہیں۔ میری روح نے تمہاری روح کی طرف توجہ کی اور میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا۔ مومنین کی روحیں ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ خواہ صاحبِ روح کا ایک دوسرے سے کوئی تعارف نہ ہو اور نہ وہ کبھی ایک دوسرے سے ملے ہوں۔

میں نے عرض کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث مبارک سُنائیے تاکہ میں اسے یاد کر لوں۔

حضرت اویسؓ نے فرمایا میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرفِ صحبت حاصل نہیں کی البتہ حضورؐ کے صحابہ کرامؓ کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور تم لوگوں کی طرح ان کی زبان سے میں نے بھی حضورؐ کی احادیث سُنی ہیں لیکن میں اپنے اوپر یہ دروازہ کھول کر محدث، مفتی اور قاضی کہلانا پسند نہیں کرتا۔ مجھے خود اپنے نفس کے بہت سے کام ہیں۔ یہ کہہ کر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر رونے لگے۔

میں نے درخواست کی کہ پھر قرآنِ حکیم ہی کی کچھ آیات سنا دیجیئے۔ میرے دل میں آپ کی زبان سے قرآن سننے کا بے اشتیاق ہے۔ میری آپ سے محبت اور عقیدت خدا کے لیے ہے۔ میرے لیے دعا فرمائیے اور کچھ وصیتیں کیجیئے جن کو میں حرزِ جان بنا کر رکھوں۔

میری درخواست سُن کر اویسؓ نے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھا اور بیخِ مار کے رونے لگے۔ پھر فرمایا میرے رب کا ذکر بلند ہے اس کا قول سب سے سچا ہے۔ اس کا کلام سب سے اچھا ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے ان آیات کی تلاوت کی۔

خُذْ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا نَزَّلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنذِرِيْنَ ۝

رحم۔ یہ کتاب جو واضح ہے ہم نے اس کو مبارک رات میں اتارا۔ ہم لوگوں کو ڈرانے والے تھے،

هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ تک پڑھ کر بیخِ مادی اور بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو فرمایا۔

ہرم بن حیان تمہارا باپ مر گیا۔ عنقریب تم کو بھی مرنا ہے۔ کیا نجر جنت میں جلتے یاد و زرخ میں۔

ابن حیان! آدم فوت ہو گئے، تو اُفوت ہو گئیں، ابن حیان! نوحؑ اور ابراہیمؑ خلیل اللہؑ فوت ہو گئے۔

ابن حیان! موسیٰؑ بنی الرحمن فوت ہو گئے۔ ابن حیان! داؤد خلیفۃ الرحمن فوت ہو گئے۔

ابن حیان! محمدؐ رسول الرحمن فوت ہو گئے۔ ابن حیان! ابوبکرؓ خلیفۃ المسلمین فوت ہو گئے۔

ابن حیان! میرے بھائی عمرؓ بن خطاب فوت ہو گئے۔ یہ کہہ کر واعمرؓ راہ کانعرہ لگایا اور ان کے لیے

مغفرت کی دعا کی۔ حضرت عمر فاروقؓ اس وقت تک زندہ تھے اس لیے میں نے کہا خدا آپ پر رحم

کرے۔ عمر بن خطابؓ تو ابھی فوت نہیں ہوئے۔ فرمایا ہاں جو کچھ میں نے کہا ہے اگر تم اس کو سمجھو تو

خود جان جاؤ گے۔ میں اور تم بھی مُردہ ہیں۔ ہونے والی بات ہو چکی ہے۔
 اس کے بعد حضرت اویسؓ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر کچھ اور دعائیں
 پڑھیں اور فرمایا ہرم بن حیان! میری وصیت یہ ہے کہ کتاب اللہ کو منسوبی سے پکڑو۔ صلواتے
 امت کی صحبت اختیار کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود و سلام بھیجتے رہو۔ میں نے
 اپنی اور تمھاری موت کی خبر دی۔ آئندہ کسی ساعت موت سے غافل نہ رہنا۔ واپس جا کر اپنی
 قوم کو بھی نصیحت کرنا اور ڈرانا۔ خبردار! جماعت کا ساتھ کبھی نہ چھوڑنا ورنہ بے دین ہو جاؤ گے
 اور قیامت میں آتشِ دوزخ کا ایندھن بننا پڑے گا۔

پھر انھوں نے دعا کی، الہی! یہ شخص کہتا ہے کہ اس کو تیرے لیے مجھ سے محبت ہے۔ اور
 اس نے تیرے لیے ہی مجھ سے ملاقات کی۔ اس لیے خدا مجھے توفیق دے کہ میں جنت میں اس کا
 چہرہ پہچان جاؤں۔ اور دارالسلام میں میری اس کی ملاقات ہو۔ وہ دنیا میں جہاں کہیں بھی رہے
 اس کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔ اس کو قناعت عطا کر۔ اس کو اپنی نعمتوں کا شکر گزار بنا۔ اور
 اس کو جزائے خیر دے۔

دعا کے بعد اویسؓ نے مجھ سے فرمایا اے ہرم بن حیان! اب میں تجھے اللہ کے سپرد کرتا ہوں
 آج کے بعد میں تم کو نہ دیکھوں گا۔ مجھے شہرت پسند نہیں ہے۔ گوشہ خلوت ہی میرا رفق ہے۔ آئندہ
 مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ مجھے ڈھونڈنے میں تم کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ میں تمہیں ہمیشہ یاد
 رکھوں گا اور تم مجھے یاد رکھنا۔ میرے لیے دعائے خیر کرتے رہنا۔ اچھا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یہ
 کہہ کر وہ ایک سمت کو چلے گئے۔ اس کے بعد میں نے ان کو بہت تلاش کیا لیکن کسی سے ان کے بار
 میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ کوئی ہفتہ ایسا نہیں جاتا جس میں ان کو ایک دو بار میں خواب میں نہ
 دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اویسؓ پر رحمت نازل فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے (کشف المحجوب)

۸۔ حضرت حسن بصریؒ کو راہِ معرفت کیسے ملی؟

فقر کی راہ اختیار کرنے سے پہلے حضرت خواجہ حسن بصریؒ موتیوں اور جواہرات کی تجارت کیا کرتے
 تھے۔ ایک دفعہ جواہرات لے کر ہرقل بادشاہِ روم کے پاس گئے۔ پہلے وزیر سے ملے اور کہا کہ میں

سو داگر ہوں اور جو اہرات کے سلسلے میں بادشاہ سے ملنے کا خواہشمند ہوں۔ وزیر نے کہا کہ کل تو بادشاہ ایک ضروری کام کے لیے شہر سے باہر جائے گا اور ملاقات کی طرف یہ صورت ہو سکتی ہے کہ تم میرے ساتھ چلے چلو۔ جب بادشاہ اپنے کام سے فارغ ہو گا تو تجھے ملا دوں گا۔ حضرت خواجہ حسن بصری نے ہاں میں ہاں ملا دی۔ چنانچہ دوسرے روز ایک گھوڑا زمین سے آراستہ خواجہ حسن کے لیے منگوایا گیا۔ جب مطلوبہ مقام پر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ ایک دیباٹے رومی کا خیمہ ایک میدان میں ایستادہ ہے اس کی طنائیں ریشم کی ہیں اور جن کیلوں سے بندھی ہوئی ہیں وہ سونے کی ہیں۔ ایک فوج کا بڑا دستہ اسلحہ سے لیس خیمہ کا طواف کر رہا ہے۔ فوجیوں کے طواف کے بعد اہل جاہ و حشم نے خیمہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد حکماء، فلاسفوں اور دبیر و منشی حضرات نے خیمہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد کوئی دوسرے قریب کنیزی اور نوڈیاں جن کے قیامت نیز حشمت تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں زر و جواہر کا ایک تھال تھا انھوں نے بھی اپنے پیشروؤں کی طرح خیمہ کا طواف کیا۔ پھر قیصر اور وزراء کی باری آئی۔ انھوں نے خیمے کے اندر کچھ دیر قیام کیا اور پھر چل دیے۔

یہ ساری کیفیت دیکھ کر خواجہ حسن بصری حیران رہ گئے اور وزیر جو ان کا ہمراہ تھا اس سے پوچھا یہ مختلف انواع کے لوگوں کا طواف اور یہ شان و شوکت والا خیمہ یہ سب کچھ کیا ہے اور خیمہ کے اندر کون ہے جس کو یہ اعزاز و مراتب دیے جا رہے ہیں؟ وزیر عرض گزار ہوا۔ قیصر روم کا بیٹا جو کہ صاحبِ جمال بھی تھا اور صاحبِ علم بھی تھا۔ اس کو نہ صرف جنگ کے جملہ امور میں دسترس تھی بلکہ وہ بہترین سپہ سالار تھا۔ اس کا باپ اس سے بہت پیار کرتا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے وہ بیمار پڑ گیا۔ بڑے بڑے طبیب اور ویداس کے علاج کو آئے مگر کوئی حاذق اس کے لیے تریاق حیات مہیا نہ کر سکا۔ آخر کار وہ مر گیا۔ اس کو اسی خیمہ میں دفن کیا گیا ہے اور ہر سال ایک بار اس کی زیارت کو تمام لوگ آتے ہیں۔

حضرت حسن بصری نے پوچھا یہ طواف کا طریقہ کار جو مختلف اوقات میں مختلف طبقے کرتے ہیں اس کی وجہ میں جاننا چاہتا ہوں۔ عرض کی، فوج کے لوگ اس وجہ سے طواف کرتے ہیں کہ اگر شہزادہ کسی ایسی مہم یا مصیبت سے دوچار ہو تا تو ساری فوج اپنی جانیں قربان کر کے شہزادے کی نجات کا سامان مہیا کرتی اور اس کو کوئی آہنچ نہ آنے دیتی۔ دانشور فلسفی اور حکماء اس وجہ سے طواف کرتے

ہیں کہ اگر حکمت و دانش اور خرد شناسی شہزادے کی بلا کو دفع کر سکتے تو ہم اپنی ساری مساعی اس بات پر صرف کر دیتے کہ شہزادے کی بلا دفع ہو جائے۔ خوبصورت لڑکیوں اور مال و زر کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال و زر اور جسم و جان اگر شہزادے کی صحت یا بی میں مدد دے سکتے تو ان سب کو قربان کر دیا جاتا۔

شہزادے کا والد اور وزراء کہتے ہیں اے جانِ پدر اور معزز شہزادے! ہم نے تو فوج، حکماء، بزرگوں اور شفیقوں اور مدبروں کی نجا و نیر حاصل کیں۔ مگر یہ سب کا رگرا اس لیے نہیں ہوئیں کہ اس بات پر کسی کا کوئی بس نہیں تھا۔ موت کے آگے سب بے بس ہیں۔ خواجہ حسن بھری نے جب یہ باتیں سنیں۔ اور ساری صورتحال دیکھی تو اس دن سے اپنے آپ کو مجاہداتِ عبادت میں اس قدر مصروف کیا کہ ستر برس کی عمر میں کبھی بے وضو نہ رہے۔ گوشتہ تنہائی کو اپنا مسکن بنایا اور قسم کھائی کہ جیت تک زندہ ہوں کبھی نہ جنسوں کا بلکہ آخرت کی فکر میں ہمیشہ روتا رہوں گا اور یوں آپ نے اولیاء میں وہ مقام پایا جس پر آج بھی انہیں یاد کیا جاتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۹۔ اللہ پر توکل کی تعلیم

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک چھوٹا سا قافلہ حضرت خواجہ حسن بھری کے ہمراہ بیت اللہ کے حج کو گیا۔ راستے میں سامنے قافلے کو بہت پیاس لگ گئی۔ راہ میں ایک ایسا کنواں نظر آیا جس کا پانی بہت نیچا تھا اور اس تک پہنچنا اور پانی حاصل کرنا بالکل ممکن نہ تھا۔ رسی اور ڈول بھی دستیاب نہ تھا۔ لوگ بہت پریشان ہو گئے کہ اب پانی کیسے حاصل کریں۔ خواجہ حسن بھری نے لوگوں سے فرمایا میں نماز ادا کرتا ہوں تم لوگ پانی پیو۔ آپ نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ ایک دم پانی کنویں کی منڈیر تک پہنچ گیا اور سب نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس قافلہ کے کچھ لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ پانی کسی چیز میں ڈال لیا جائے تاکہ آگے راستے میں پانی کی کمی محسوس نہ ہو۔ ابھی وہ لوگ پانی ساٹھ لے جانے کا انتظام کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ پانی فوراً نیچے اتر گیا۔ خواجہ حسن بھری نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا تم نے نڈیر بھروسہ نہ کیا اور قناعت سے بھی دامن خالی کیا۔ اسی وجہ سے پانی کنویں میں اتر گیا۔ راستے میں ایک جگہ لوگوں کو ٹھوک نے

آستنایا۔ انھوں نے خواجہ صاحب سے اپنی حاجت بیان کی۔ خواجہ صاحب نے ایک کھجور کا درخت دیکھا جس پر کھجوریں لگی ہوئی تھیں۔ آپ نے کھجوروں کو حکم دیا کہ میرے دامن میں آجاؤ۔ کھجوریں درخت سے آپ کے پھیلے ہوئے دامن میں آگئیں۔ آپ نے سب قافلہ والوں کو کھجوریں دیں جو شخص کھجور کھاتا اور حیران ہوتا کہ ہر کھجور کی گٹھلی سونے کی ہے۔ لوگ گٹھلیوں کو مدیتے لے گئے اور فروخت کیا اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ باقی مال خیرات کر دیا۔ خواجہ حسن بھری نے لوگوں سے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو حج کا انعام ان سونے کی گٹھلیوں کی شکل میں دیا ہے لہذا ہمیشہ صبر اور توکل کا دامن تھامے رکھو۔ (تذکرۃ المشائخ ص ۲۳۵)

۱۰۔ بھری نظر سے دیکھنے کا خمیازہ

امام ابو عمر قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس کوئی شخص قرآن مجید پڑھنے آیا۔ آپ نے اس کو پڑھانے میں بخل و خیانت کا ارتکاب کیا۔ اس جرم میں اللہ نے انہیں سارا کلام حکیم بھلا دیا۔ وہ روتے ہوئے خواجہ حسن بھری کے پاس گئے اور سارا معاملہ بیان کیا۔ خواجہ حسن نے فرمایا اے شخص! توجح کو روانہ ہو جا کیونکہ آج کل حج کے ایام ہیں اور جب توجح سے فارغ ہو جائے تو مسجد خیف میں ایک بزرگ محراب میں بیٹھے ہوئے ملیں گے وہ درود و وظائف میں مشغول ہوں گے۔ وہ جب تک اپنے معمولات سے فارغ نہ ہو جائیں تو ان سے بات نہ کرنا۔ جب وہ فارغ ہو جائیں تو تم اپنی حاجت بیان کرنا۔ ان کی دعا سے تمہیں پھر سے سارا قرآن حکیم ازبر ہو جائے گا۔

ابو عمر نے خواجہ حسن کے حکم کی تعمیل کی۔ حج ادا کیا پھر مسجد خیف پہنچے اور مسجد کے محراب میں ایک بارعب بزرگ کو دیکھا۔ بہت سارے لوگ اس کے گرد بیٹھے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد سفید پاکیزہ لباس والا ایک شخص وہاں آیا۔ سب لوگ اس کے گرد بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بائیں ہوئیں۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ سفید لباس والا شخص وہاں سے چلا گیا۔ دوسرے لوگ بھی چلے گئے۔ جب وہ بزرگ تنہا رہ گئے تو ابو عمر ان کے پاس پہنچے اور بعد از سلام ان کو اپنا سارا مسئلہ بیان کیا۔ پھر دعا کی درخواست کی، ان بزرگ نے آسمان کی طرف دیکھا اور دعا فرمائی۔ ابھی انھوں نے دعا

ختم بھی نہ کی تھی کہ ابو عمرؓ کو دوبارہ سارا قرآن مجید زبانی یاد ہو گیا۔ ابو عمرؓ اتنے خوش ہوئے کہ ان بزرگ کے قدموں میں گر گئے۔ انھوں نے ابو عمرؓ کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور پوچھا تمہیں میرے پاس کس نے بھیجا ہے جواب دیا، خواجہ حسن بصریؒ نے۔ بزرگ بولے، خواجہ حسن بصریؒ نے ہمارا پردہ فاش کیا ہے۔ ہم ان کا راز افشا کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر انھوں نے ابو عمرؓ سے کہا، ابھی تم نے سفید پوشاک والے شخص کو دیکھا تھا عرض کی جی ہاں دیکھا تھا۔ فرمایا وہ خواجہ حسن بصریؒ تھے جو روزانہ بصرے سے ظہر کی نماز پڑھ کر مکہ پہنچتے ہیں یہاں ہم لوگ وعظ و نصیحت اور درس دیتے ہیں اور جب عصر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو واپس بصرے چلے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ جن لوگوں کے امام ہوں ان کو تم سے دعا کروانے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جن سے ہم خود سیکھتے ہیں وہ جن کے پاس ہوں ان کا ٹھکانہ ہی بہت بلند اور اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے (تذکرۃ الاولیاء)

۱۱۔ جنتوں میں واعظ

ایک شخص نماز فجر کے لیے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی مسجد میں گیا اور مسجد کا دروازہ اندر سے بند پایا۔ اندر سے خواجہ حسن کے دعا مانگنے کی آواز آرہی تھی۔ اور بہت سے لوگوں کے آمین کہنے کی صدا بھی آرہی تھی۔ اس شخص نے خیال کیا کہ شاید خواجہ کے اجاب مسجد میں آئے ہوئے ہیں۔ وہ کچھ دیر انتظار میں باہر ٹھہرا رہا۔ کافی انتظار کے بعد جب صبح ہونے کا وقت قریب پہنچا تو اس نے مسجد کے دروازے کو ہاتھ سے دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا حالانکہ پہلے بند تھا۔ اندر خواجہ حسن بصریؒ کے علاوہ اور کوئی بھی نہ تھا اس شخص نے نماز پڑھی اور بعد میں خواجہ صاحب سے پوچھا کہ حضور! میں نے تو مسجد کا دروازہ بند پایا تھا اور آپ کی دعا اور ایک باجماعت آمین کی صدا سنی تھی۔ مگر جب کچھ دیر کے بعد دروازہ کھلا تو اندر آپ کے علاوہ کسی کو بھی نہ دیکھا۔ یہ کیا ماجرا ہے خدا را کچھ تو فرمائیے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے اس شخص کو تنبیہ کی کہ خاموش رہ اور یہ بات کسی کو مت بتانا۔ یہاں ہر روز فجر کی نماز سے پہلے جن اور پیروں کی ایک جماعت میرے پاس درس لینے اور وعظ سننے آتی ہے اور آخر میں باقاعدہ دعا ہوتی ہے۔ آج بھی وہ مخلوق آئی ہوئی تھی اور انھوں نے ہی دروازہ بند کر رکھا تھا۔ اور جب وہ باہر نکلے تو تمہیں خبر تک نہ ہوئی۔ (حزینۃ الصبیاء جلد دوم)

۱۲۔ بدگمانی سے بچنے کی ترغیب

ایک مرتبہ ایک حبشی دریا کے کنارے ایک عورت کو اپنے قریب بٹھائے شراب نوشی میں مشغول تھا۔ شباب اور شراب کے نشے میں وہ اپنے ارد گرد سے بے خبر تھا۔ حضرت حسن بصریؒ کا اس طرف سے گزر ہوا تو انہوں نے اس کو سخت ملامت کی۔ ابھی آپ کی بات جاری تھی کہ دریا کی دوسری طرف سے ایک کشتی آتی ہوئی دکھائی دی۔ کچھ ہی دیر کے بعد کشتی گرداب میں پھنسی اور پھر ڈوب گئی۔ مال و اسباب اور سوار تمام کے تمام غوطے کھانے لگے اسی وقت وہ حبشی دریا میں کودا اور اس نے پہلے سواروں کو پھران کے اسباب کو پانی سے نکال باہر کیا۔ یہ سارا واقعہ خواجہ حسن بصریؒ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اسی وقت توبہ کی اور عہد کیا کہ آئندہ کسی ذلیل سے ذلیل شخص کو بھی کمتر نہیں سمجھیں گے۔ (نزہۃ البساتین)

۱۳۔ اپنے نفس کو سمجھانے کا واقعہ

ایک دن خواجہ حسن بصریؒ نے اپنے ملازم کو کہا کہ میرے لیے باندر سے نان اور مچھلی لا۔ جب وہ لایا اور سامنے رکھی تو آپ نے فرمایا معاذ اللہ گتہ کار بندے کو ایسا لذیذ کھانا کھانے سے کیا سرکار تو کرنے کہا حضور! میں تو آپ کے ارشاد پر نان اور مچھلی لایا تھا۔ آپ نے نعرہ لگایا اور رونے لگے چالیس دن تک کوئی چیز نہ کھائی اور فرمایا کہ اے میرے نفس! میں نے تجھے سزا دی کہ تو نے لذیذ کھانے کی خواہش کی تھی۔ اس طرح آپ نے تزکیہ نفس کے لیے اپنے نفس کو سمجھایا کہ اللہ کی راہ میں چلنے کے لیے اللہ جو عطا کرے اسے قبول کرو، خود خواہش نہ کرو۔ (خزینۃ الاصفیاء، جلد دوم)

۱۴۔ کلمہ پڑھنے پر بخشش

شمعون نامی مشہور آتش پرست خواجہ حسن بصریؒ کا پڑوسی تھا۔ وہ ستر برس تک آتش پرستی کا آخری عمر میں وہ بیمار پڑ گیا۔ کئی روز گزر گئے، عمدہ علاج اور تدبیر بھی اسے صحتیاب نہ ہوئی۔ خواجہ حسن بصریؒ اس کی عیادت کو گئے، عیادت کے بعد آپ نے اس کو

نصیحت کی۔ تم نے ایک عمر کفر و شرک میں گزار دی ہے۔ اب تم اپنے انجام کو پہنچنے والے ہو تو اسلام لے آؤ۔ شاید خدام پر مہربان ہو جائے۔

شمعون نے جواب دیا خواجہ صاحب! مجھے مسلمانوں کی تین عادات سخت ناپسند ہیں۔ ان کی بدولت میں اسلام سے دور رہا ہوں اور اب بھی مجھے اس میں کوئی کشش نہیں محسوس ہوتی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: ”تو بیان کرو کہ کنسی ناپسندیدہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے تو اسلام کا منکر ہے؟“ اس نے جواب دیا اول یہ کہ مسلمان دنیا کو بُرا کہتے ہیں جبکہ شب و روز دنیا کے مٹلاشی اور متوالے ہیں دوم موت پر یقین کامل رکھتے ہوئے بھی موت کے لیے کوئی عملی سامان تیار نہیں کرتے۔ سوم یہ کہ خدا کے دیدار اور خدا کو حاصل کرنے کے بھی متمنی رہتے ہیں اور ہر وہ کام بھی کرتے ہیں جو خدا کو پسند نہیں۔

خواجہ حسن بھری نے جواب دیا تمہاری گفتگو بڑی اچھی ہے اس میں حق شناسی کی دلیلیں ہیں مگر یہ بتا کہ تو نے صرف ان باتوں کی وجہ سے ستر برس آتش پرستی میں برباد کر لیا ہے جب کہ ایک مسلمان اگر کچھ نہ کرے کم از کم خدای دصلا نیت پر یقین تو رکھنا ہے اور اس بات سے اس کو خدا کا قرب تو ملے گا تیرا خیال بلب سے تو نے آتش کو پوجا ہے تو آگے جا کر تو آگ سے محفوظ رہے گا اور ہم لوگوں نے آتش پرستی نہیں کی تو ہمیں آگ جلا دے گی؛ یہ کہہ کر خواجہ صاحب نے فرمایا ایک آگ جلائی جائے میں اور شمعوں دونوں اپنا ہاتھ آگ میں رکھ دیں گے۔ دیکھتے ہیں آگ آتش پرست کو جلائی ہے، یا خدا پرست کو؛ یہ کہہ کر حلتی آگ میں خواجہ صاحب نے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ مگر خدا کے فضل سے آگ نے آپ کو کوئی سزہ نہ پہنچایا۔ شمعوں نے یہ روح پرورد منظور دیکھا تو اس کا دل ہدایت الہی سے نور ہو گیا اور فوراً خواجہ حسن بھری کے آگے ہاتھ جوڑ کر بولا: ”حضرت! اسی وقت کلمہ پڑھا ہے۔ کفر و شرک میں ایک عمر بسر کی ہے۔ چند سالس باقی ہیں، کیا خبر یہ گھڑی پھر نصیب ہو کہ نہ ہو۔ اس کے ساتھ یہ مطالبہ کیا کہ اگر میں خدا پر ایمان لے آؤں تو کیا آپ مجھے گارنٹی دے سکتے ہیں کہ میں عذاب الہی سے بچ جاؤں گا؟“ خواجہ صاحب نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں تمہیں لکھ کر دیتا ہوں کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو خدا تمہیں ضرور بخش دے گا۔ چنانچہ ایک اقرار نامہ تیار کیا گیا جس پر خواجہ حسن بھری اور دیگر عادل حضرات کے دستخط بطور گواہ کے رقم کیے گئے۔ پھر شمعوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ ادھر وہ مسلمان ہوا ادھر اس کی

روحِ قفسِ عنقریب سے پرواز کر گئی۔ خواجہ صاحب نے اس کو غسل دیا، کفنا یا اور وہ عہد نامہ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور اس کو اپنے ہاتھوں قبر میں اتار دیا۔ رات کو خواجہ صاحب کو ایک پل کے لیے بھی نیند نہ آئی۔ ساری رات نوافل میں ادا کی اور خدا کے آگے عرض کرتے رہے، اے رب کریم! میں تو خود ایک گنہگار آدمی ہوں۔ میں کسی کی بخشش کی کیا ضمانت دے سکتا ہوں۔ میں نے ایک دعویٰ کر دیا ہے اب تو میری لاج رکھنے والا ہے ورنہ قیامت کے روز میں اس شخص کو کیا مزد کھاؤں گا۔ جس نے میری ضمانت پر کلمہ پڑھا۔ اسی بے کلی میں خواجہ صاحب کی آنکھ لگ گئی۔ خواب نظر آیا، کیا دیکھتے ہیں کہ شمعوں کے سر پہ تاج ہے اور وہ مکلف لباس میں بلوس جنت کے باغات میں سیر کر رہا ہے۔

خواجہ صاحب نے فرمایا اے شمعون! سنا تیرا کیا حال ہے؟ شمعون بولا اے حسن بھری! میں بتانے کے لیے وہ زبان اور الفاظ نہیں رکھتا کہ خدا نے مجھ پر کیا کیا مہربانیاں کی ہیں، مجھے میرے گناہوں کی معافی دی مجھے بہشت کے محلات میں اتارا، مجھے اپنا دیدار کروایا اور وہ انعامات دیے کہ بس میں کچھ بھی بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ پھر اس نے وہ عہد نامہ حضرت حسن بھری کو واپس کر دیا اور کہا۔ اب آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں، آپ ہر ضمانت سے سبکدوش ہیں۔

جب خواجہ حسن بھری کی آنکھ کھلی تو حیران رہ گئے کہ وہ اقرار نامہ آپ کے ہاتھ میں تھا جو آپ شمعون کو دے کر قبر میں اتار آئے تھے۔ آپ فوراً سجدے میں گر گئے اور عرض کی اے مالک کون و مکان! تیری ذات کتنی مہربان اور غفور الرحیم ہے۔ ایک آتش پرست کو جس نے ستر سال تیری نافرمانی کی اور فقط ایک مرتبہ کلمہ پڑھا، تو نے اتنی نافرمانیوں کو بے معنی کر دیا اور اس کو نہ صرف بخش دیا بلکہ اس کو بلند و بالا درجات بھی عطا فرمائے۔

آواز آئی۔ حسن بھری! تو نے ہمارے بھروسے پر وعدہ کیا اور ایک گمراہ کو سیدھی راہ پر لایا۔ پھر ہم تمہیں کیونکر سوا کرتے۔ ہمیں تو تمہارا بھرم رکھنا منظور تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۵۔ رضائے الہی کی ضرورت

حضرت خواجہ حسن بھری فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بد طبقہ کے لوگوں سے راہِ دریم پیدا کرتا ہے تو دراصل یہ اس کی اپنی برائی اور شرارت کا نتیجہ ہے کیونکہ اگر اس کی سرشت میں بھلائی ہوتی تو وہ

از خود نیک و ظاہر لوگوں کی صحبت کی طرف راغب ہوتا۔ چنانچہ ہر برس آدمی کو کسی دوسرے شخص یا صحبت پر الزام لگانے کی بجائے اپنے آپ کو ملامت کرنا چاہیے کہ وہ اپنی نااہلیت و نالائقی کے سبب برائی کے کنویں میں گرا۔ ان لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ وہ صوفیاء کے گرد اپنی خواہشوں کے حصول کے لیے جمع ہو جایا کرتے ہیں اور نام نہاد صوفی بھی بن جاتے ہیں۔ ان میں سے کئی توجہ طلب براری نہ ہو تو اپنی راہ لیتے ہیں اور صوفیاء کرام کے منکر بھی ہو جاتے ہیں مگر جو لوگ خدا کی رضا کی خاطر اولیاء کرام کے ہاں حاضر ہوتے ہیں وہ نہ صرف صوفیاء کی نظر میں مقبول و منظور ہو جاتے ہیں بلکہ خداوند کریم بھی ان کو برگزیدہ مقام عطا فرماتا ہے اور یہی فرق ہے نیک اور بد لوگوں میں کہ انھیں دنیاوی مقاصد کا حصول کرنا ہوتا ہے جبکہ نیک لوگوں کو آخرت کی دولت، بزرگان دین کی نظر کرم اور رسول اللہ کی شفاعت اور اللہ کی رضا درکار ہوتی ہے۔

۱۶۔ رزق ملنے کا یقین

خواجہ حسن بصری ایک روز حبیب عجمی کے گھر کھانا کھا رہے تھے۔ کھانے میں جو کی روٹی اور نمک تھا۔ خواجہ حسن بصری نے کھانا شروع کیا تو اچانک ایک سائل آگیا۔ حبیب عجمی نے خواجہ صاحب کے آگے سے روٹی اٹھا کر فقیر کو دے دی۔ خواجہ حسن بصری کو یہ بات اچھی نہ لگی اور فرمایا، حبیب! تم میں شائستگی تو ہے مگر علم سے بالکل خالی ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مہمان کے سامنے سے روٹی اٹھا کر دنیا اخلاقیات کے خلاف ہے اور اگر خیرات کرنی ہی تھی تو ادھی روٹی بھی دے سکتے تھے وہی کافی ہوتی۔

حبیب عجمی خواجہ صاحب کی بات سن کر خاموش ہو گئے۔ اور کوئی جواب نہ دیا بلکہ دروازے پر نظریں جمائے رکھیں۔ چند ہی لمحوں کے بعد ایک شخص ایک خوان لے کر حاضر ہوا۔ اور حبیب عجمی سے کہا۔ اس خوان میں مختلف انواع کے کھانے ہیں اور اس کے علاوہ یہ پانچ سو درہم ہیں، کھانے آپ کے اولاد کے مہمان کے واسطے ہیں اور رقم صرف آپ کے اخراجات کے لیے

حبیب عجمی نے دونوں چیزیں لے لیں اور خواجہ حسن بصری سے فرمایا کہ اب کھانا تناول فرمائیں انھوں نے کہا آپ بھی ساتھ شریک ہوں۔ چنانچہ حبیب عجمی بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔

دونوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد حبیب عجمی نے خواجہ صاحب سے کہا۔ آپ میرے استاد اور سپر مہرشد ہیں اس لیے آپ کے آگے دہانے کی مجھے مجال نہیں مگر ایک بات ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ضرور تمہیں اجازت ہے۔ حبیب عجمی بولے۔ یا حضرت یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر رزق کے سلسلے میں یقین کامل رکھنے کا نتیجہ ہے اور یہ بات مجھے آپ کی صحبت ہی سے ملی ہے۔ (انوار اصفیاء)

۱۷۔ ہمدردی کا اجر

روایت ہے کہ ایک غریب اور مفلس شخص کا گھوڑا ایسی ہو گیا اس نے حضرت خواجہ حسن بھری سے عرض کیا آپ نے قیمت دریافت کر کے چار سو دینار میں اسے خرید لیا۔ رات کو اس شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کا گھوڑا دوسرے گھوڑوں کے ساتھ بہشت کی چراگاہ میں چر رہا ہے۔ اس نے پوچھا یہ کس کے گھوڑے ہیں۔ بتایا گیا یہ تیرے تھے مگر اب ان کا مالک حسن بھری ہے۔ خواب سے بیدار ہونے پر وہ شخص حسن بھری کے پاس آیا اور کہا کہ میں کل والا سودا منسوخ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرے خواب سے میرے خدا نے مجھے پہلے ہی آگاہ کر دیا ہے۔ وہ واپس چلا گیا۔

انگلی رات خواجہ حسن بھری نے خواب میں دیکھا کہ عالی شان محل اور دلفریب منظر ہے۔ پوچھا، اس محل کا مالک کون ہے جو اب ملا جو شخص بیع منسوخ کرے یہ اس کا محل ہے۔ بیدار ہونے پر آپ نے اس آدمی کو بلایا اور بیع منسوخ کر دی۔ (انوار اصفیاء)

۱۸۔ حضرت امام جعفر صادق کی عظمت

خلیفہ منصور نے ایک شب اپنے وزیر کو حکم دیا کہ جعفر صادق کو میرے روبرو پیش کرو تاکہ میں ان کو قتل کر دوں۔ وزیر نے عرض کیا کہ دنیا کو خیر باد کہہ کر جو شخص عزت نشین ہو گیا ہو اس کو قتل کرنا قرینِ مصلحت نہیں لیکن خلیفہ نے غضبناک ہو کر کہا کہ میرے حکم کی تعمیل تم پر ضروری ہے۔ چنانچہ مجبوراً جب وزیر جعفر صادق کو نینے چلا گیا تو منصور نے غلاموں کو ہدایت کر دی کہ جس وقت میں اپنے سر سے تاج اتاروں تو تم فی الفور صادق کو قتل کر دینا لیکن جب وزیر کے ہمراہ آب تشریف لائے

تو آپ کی عظمت و جلال نے خلیفہ کو اس درجہ متاثر کیا کہ وہ اضطراری طور پر آپ کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا اور نہ صرف آپ کو صدر مقام پر بٹھایا بلکہ خود بھی مؤدبانہ آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کی حاجات اور ضروریات کے متعلق دریافت کرنے لگا آپ نے فرمایا کہ میری سب سے اہم حاجت و ضرورت یہ ہے کہ آئندہ پھر کبھی مجھے دربار میں طلب نہ کیا جائے تاکہ میری عبادت و ریاضت میں خلل واقع نہ ہو۔ چنانچہ منظور نے وعدہ کر کے عزت و احترام کے ساتھ آپ کو رخصت کیا لیکن آپ کے دیدار کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ لرزہ بر اندام ہو کر کئی تین شب و روز بے ہوش رہا لیکن بعض روایات میں ہے کہ تین نمازوں کے قضا ہونے کی حد تک غشی طاری رہی۔ بہر حال خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر وزیر و غلام حیرت زدہ رہ گئے اور جب خلیفہ سے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ جس وقت جعفر صادق میرے پاس تشریف لائے تو ان کے ساتھ ایک اتنا بڑا اژدھا تھا جو اپنے جبرٹوں کے درمیان پورے چبوترے کو گھیرے میں لے سکتا تھا اور وہ اپنی زبان میں مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے فدائی گستاخی کی تو تجھ کو چبوترے سمیت نکل جاؤں گا۔ چنانچہ اس کی دہشت مجھ پر طاری ہو گئی اور میں نے آپ سے معافی طلب کر لی۔ (رغزیتہ الاصفیاء جلد اول)

۱۹۔ سمجھانے کا عملی طریقہ

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے بارے میں آپ کا نظریہ بہت واضح اور ٹھوس تھا ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کے پاس آکر اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ خدا کا دیدار کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا تھا کہ تو مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتا، پھر تو نے کس لیے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ تجھے خدا دکھایا جائے۔ اگر کوئی باطن کی نگاہ سے دیکھے تو اسے ہر شے میں خدا نظر آئے گا۔

وہ شخص بھی آسانی سے ٹلنے والا نہ تھا اس نے حضرت امام جعفر صادق سے کہا، حضرت موسیٰ کا معاملہ اور تھا لیکن یہ تو امت محمدی ہے جس کے بارے میں ایک شخص کہتا ہے ”رائی قلبی ربی“ یعنی میرے قلب نے اپنے پروردگار کو دیکھا اور دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ ”لو اعبد رباً لعمارة“ یعنی میں ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جو مجھے نظر نہیں آتا۔

اس شخص نے یہ باتیں سن کر حضرت امام جعفر صادق نے حکم دیا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے دریائے زحلہ میں ڈال دیا جائے چنانچہ جب اس شخص کو ہاتھ پاؤں باندھ کر دریائے زحلہ میں ڈال دیا گیا۔ اور پانی نے اس کو زار پر پھینکا تو اس نے حضرت امام جعفر صادق سے بہت التجا کی مگر آپ نے اس کی ایک نہ سنی اور دریائے اپنی کو حکم دیا کہ اس شخص کو خوب چھی طرح غوطے دیے جائیں۔ دریائے زحلہ کے پانی نے آپ کے حکم کے مطابق جب اس شخص کو کئی مرتبہ پانی میں غوطے سے دیے اور وہ برب جان ہو گیا تب وہ گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طلبگار ہوا۔ حضرت امام جعفر نے جب یہ دیکھا کہ خدا کے دیدار کا مطالبہ کرنے والا راہِ راست پر آ گیا ہے تو آپ نے اسے پانی سے باہر نکلوا دیا۔

تھوڑی دیر بعد پانی سے نکلنے کے بعد جب اس شخص کے حواس قدرے درست ہوئے اس وقت حضرت امام جعفر نے اس سے دریافت فرمایا اب بتاؤ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ پیر و مرشد! جب تک میں دو سردوں کی اعانت کا طلبگار رہا اس وقت تک تو میرے سامنے ایک جاب کا پردہ تھا لیکن جب میں اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا تو میرے دل میں کچھ ایسی روشنی اور سکون پیدا ہوا جس سے میری ساری اضطرابیں کیفیت جاتی رہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ کون ہے جو حاجتمند کے پکارتے پر اس کا جواب دے۔

اس پر امام جعفر صادق نے اس شخص سے فرمایا اب بندے جب تک تو نے اللہ تعالیٰ کو نہ پکارا، اس وقت تک تو بھوٹا تھا لیکن اب تمہارا دل ایمان کی روشنی سے منور ہو چکا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۲۰۔ دکھاوے کی ہمدردی کی مذمت

جس دور میں حضرت امام جعفر صادق نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور تارک دنیا ہو گئے تو اس وقت حضرت ابوسفیان ثوری نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا۔ امام صاحب! آپ نے تارک دنیا ہو کر لوگوں سے بڑی نعمت چھین لی ہے وہ آپ کے فیوض و برکات سے محروم ہو گئے ہیں، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ان کی خاطر گوشہ نشینی ترک کر کے انھیں دوبارہ اپنی صحبت سے فیض یاب فرمائیں۔ حضرت ابوسفیان ثوری کی ساری بات سن کر آپ کے ہونٹوں پر ایک پُر معنی مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند لمحے خاموشی اختیار کرنے کے بعد آپ نے حضرت ابوسفیان ثوری کو اپنے دو اشارہ پر کھڑے کر کے جن کا ترجمہ کچھ اس طرح سے

ہے ”کسی جانے والے انسان کی وفابھی چلی گئی اور لوگ اپنے خیالات میں غرق ہو گئے اگرچہ وہ طاہری طور پر ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں نہ ہریے سانپوں اور بھپوڑوں کا نہ ہر بھرا ہوا ہے۔“ گویا آپ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس نفسا نفسی اور افترا نغزی کی دنیا میں انسان کو انسان کے دکھ درد سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ وہ محض دکھاوے اور دنیا داری کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں وہ نہ ہریے جانوروں سے بھی خطرناک ہیں اور کسی بھی وقت ایک دوسرے کی ہلاکت، تباہی اور بربادی کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوسفیان ثوری خاموشی سے واپس چلے گئے۔ (رزہ البساتین)

۲۱۔ حضرت امام جعفر صادق کی کرامت

حضرت بیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے اللہ میں حج کیا جب میں نے عصر کی نماز مسجد حرم میں ادا کی اور کوہ ابرقیس پر چڑھا تو وہاں ایک شخص کو بیٹھا دعا مانگتے دیکھا۔ وہ شخص یوں دعا مانگ رہے تھے ”یارب یارب“ پھر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس شخص نے پھر اللہ کو یاد کیا ”یا حی یا قیوم! پھر انہوں نے کہا ”الہی میں انگور کھانا چاہتا ہوں، خدایا مجھے انگور کھلا دے“ میری دونوں چادریں پھٹ گئی ہیں۔ مجھے نئی چادریں عطا کر دے۔“ راوی کا بیان ہے کہ ابھی اس شخص کی دعائیں التجائیں ختم بھی نہ ہونے پائی تھیں کہ میں نے ایک انگوروں کا بھرا ہوا ٹوکرا دیکھا۔ حالانکہ اس وقت روئے زمین پر انگور کا وجود کہیں نہ تھا اور دو چادریں دکھیں کہ جن کی مثال میں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھی تھی۔ اس شخص نے قدرت کے اس عطیے کو دیکھ کر انگور کھانے چاہے۔ میں نے کہا میں بھی آپ کا شریک ہوں، انہوں نے پوچھا کیونکر؟ میں نے جواب دیا کہ جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آمین کہہ رہا تھا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا آگے آئیے اور شوق سے کھا لیں۔ میں آگے بڑھا اور انگور کھائے۔ میں نے اپنی عمر میں ایسے لذیذ انگور کبھی نہیں کھائے تھے ہم نے پیٹ بھر کر انگور کھائے مگر ٹوکرا اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ اس شخص نے فرمایا کہ ان کو کل کے لیے اٹھانہ رکھو اور نہ انہیں چھپاؤ۔ اس شخص نے ایک چادر خود لے لی اور دوسری مجھے دیدی۔ میں نے کہا یہ آپ ہی رکھ لیں مجھے ضرورت نہیں۔ میری خواہش پر اس شخص نے ایک چادر تہ بند کے طور پر خود باندھ لی اور دوسری ادر لے لی۔ پھر دونوں پرانی چادریں ہاتھ میں لیے پہاڑ سے اترے۔

صفا مردہ کے درمیان ایک شخص نے ان سے سوال کیا: "اے فرزندِ رسول اللہ! میں تنگابوں، یہ مجھے اڑھا دیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو اڑھلے ہیں۔ اس شخص نے وہ دونوں چادریں سائل کو دیدیں یہ دیکھ کر میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ سائل نے جواب دیا کہ یہ سیدنا حضرت امام جعفر صادقؑ تھے۔ (مرآة الاسرار جلد اول ص ۲۰۴)

۲۲۔ اہلبیت کی محبت کی تلقین

حضرت امام جعفر کی تمام زندگی حق پرچ کے بول بالا کے لیے جہاد کرنے ہوئے گزر گئی۔ مثلاً ایک مرتبہ جب امام شافعی کے مخالفین نے ان پر رافضیت کا الزام لگایا تو آپ نے اس پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کس قدر ناسف آمیز بات ہے کہ اہل بیت ہی کی محبت کی وجہ سے حضرت امام شافعیؒ کو رافضی کا خطاب دے کر قید و بند کی صعوبتوں میں ڈال دیا گیا۔ جس کے متعلق امام صاحب خود ہی اپنے ایک شعر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "اگر اہل بیت سے محبت کا نام رخص ہے تو پھر پورے عالم اسلام کو میری رافضیت پر گلاہ رہنا چاہیے۔" اور اگر بالفرض اہل بیت اور صحابہ کرام سے محبت کرنا ارکانِ ایمان میں داخل نہ ہوتی بھی ان سے محبت کرنے اور ان کے حالات سے باخبر رہنے میں کیا حرج واقع ہوتا ہے اس لیے ہر اہل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس طرح دل و جان سے سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب سے آگاہی حاصل کرتا ہے اسی طرح حلقے راشدین اور دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت کے مراتب کو بھی ان کے مقام اور مرتبے کے مطابق افضل و اعلیٰ تصور کرے (تذکرۃ الاولیاء)

۲۳۔ حضرت امام جعفر صادق اور شفیق بلخی کی باتیں

حضرت شفیق بلخی فرماتے ہیں۔ میں ۱۲۹ھ میں بارادہ حج گھر سے چلا۔ قادسیہ میں اترا۔ میں لوگوں کی زینت اور ان کی کثرت دیکھ رہا تھا کہ ایک جوان خوب رو بہ نظر پڑی۔ نفیس لباس پہنے تھا اوپر سے اونچی چادر اور ٹہے ہوئے پاؤں میں جوڑی، لوگوں سے الگ بیٹھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا، یہ جوان صوفی ہے لوگوں پر بار ہوگا۔ میں اس کے پاس ضرور جاؤں اور اسے دھمکاؤں۔ میں اس کے قریب گیا۔ جب اس نے مجھے متوجہ پایا، کہا اے شفیق! گمان کرنے سے بچو، بعض گمان گناہ ہے اور مجھے

چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے اپنے جی میں کہا یہ بڑا کام ہے اس نے جو میرے جی میں تھا کہہ دیا اور میرا نام لیا
 یہ تو کوئی مرد صالح معلوم ہوتا ہے میں اس سے ضرور ملوں گا اور میں اس سے بدگمانی معاف کراؤں گا
 میں اس کے پیچھے جلدی کر کے چلا مگر نہ پایا اور میری نظر سے غائب ہو گیا۔ جب ہم مقام واقعہ میں اترے
 اس کو نماز میں پایا۔ اس کے اعضاء کانپ رہے تھے اور آتسو جاری تھے۔ میں نے کہا یہ تو وہی میرا دوست
 ہے اس سے مل کر میں اپنا تصور بدگمانی کا معاف کراؤں گا۔ میں نے کچھ دیر صبر کیا اور وہ فارغ ہو کر بیٹھا
 میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جب مجھے آتے دیکھا کہا اے شفیق یہ آیت پڑھ: **وَرَأَى لَٰغِقَارًا مِّنْ جَنَّ**
تَابِ الْخَبْثِ بَٰكُوْنًا تُوْبًا كَرِيْمًا اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرنے اور ایمان پائے تو میں اس کے گناہ بخش
 دیتا ہوں۔ پھر مجھے چھوڑ کر چلتا ہوا۔ میں نے کہا یہ جوان ضرور ابدال ہے۔ میرے دل کی بات دو مرتبہ
 بیان کر دی۔ جب ہم منیٰ میں اترے، میں نے اسی جوان کو دیکھا ہاتھ میں کوزہ لیے پانی کے واسطے کنویں
 پر کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ سے کوزہ کنویں میں گر پڑا، میں اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس جوان نے آسمان کی
 طرف نظر اٹھائی اور کہا خداوندائے میرے مالک! سردار! تو خوب جانتا ہے میرے پاس سولے اس کے
 اور کچھ نہیں، مجھ سے یہ گم نہ کرنا۔ شفیق فرماتے ہیں خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر تک
 اُبل آیا۔ اس جوان نے اپنا کوزہ لے کر پانی سے بھرا اور وٹو کر کے نماز کے لیے کھڑا ہوا۔ بعد ازلے
 نماز ایک ریت کے ٹیسے کی طرف گیا اور بالو اٹھا کر کوزے میں بھرتا تھا اور بلا بلا کر بار بار پیتا تھا۔ میں اس
 کے پاس گیا اور سلام کیا، اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا اپنا جھوٹا مجھے عنایت کیجئے۔ کہا اے شفیق!
 خدا کی نعمتیں ظاہری و باطنی ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں، اپنے پروردگار کے ساتھ نیک گمان رکھو۔ پھر
 مجھ کو کوزہ دیا۔ میں نے اس میں سے پیا۔ سٹو اور شکر اس میں گھلے ہوئے تھے۔ خدا کی قسم! اس سے
 لذیذ اور خوشبودار کبھی کوئی چیز میں نے نہ پی ہوگی۔ میری بھوک پیاس جاتی رہی اور کسی دن تک وہاں
 ٹھہرا رہا، کھانے پینے کی خواہش نہ ہوئی، پھر راہ میں مجھے وہ جوان نہ ملا یہاں تک کہ قافلہ مکہ معظمہ میں
 داخل ہوا۔ ایک رات متسل پانی کے قہر کے آدمی رات کے وقت میں نے نماز پڑھنے دیکھا۔ نہایت
 عاجزی سے نماز پڑھتا تھا، رونے کی آواز سنی جاتی، اسی حالت میں تمام رات گزر گئی۔ جب صبح ہوئی
 اپنے مہلتے پر بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا، پھر کھڑے ہو کر نماز فجر ادا کی اور سلام پھیر کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور
 حرم سے باہر نکلا۔ میں اس کے ساتھ ہوا اس کے خادم و غلام نظر آئے۔ اثنائے راہ میں جس وضع سے

تھا یہاں اس کے خلاف پایا۔ لوگ گرد جمع ہو گئے اور سلام کرتے تھے۔ میں نے ایک شخص سے جو اس کے قریب تھا دریافت کیا یہ جو ان کون ہے؟ کہا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔ مجھے سخت تعجب ہوا کہ بیشک یہ عجیب و غریب کرامات ایسے ہی سید کے ہیں۔ (ذمیرۃ البساتین)

۲۲۔ حضرت حبیب عجمی کی توبہ کا قصہ

حضرت حبیب عجمی ابتدا میں بڑے مالدار تھے آپ کا ذریعہ معاش سود خوری تھا آپ لوگوں کو قرض دے کر اس پر سود وصول کر کے اپنی بسر اوقات کرتے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ کی بیوی نے کہا، آج گھر میں کوئی پیسہ نہیں، کوئی انتظام کیجئے۔ حبیب عجمی گھر سے نکلے اور اپنے ایک مقروض کا دروازہ کھٹکھٹایا توئے اتفاق کہ گھر کا مالک گھر پہنچا تھا اس کی بیوی نے بتایا کہ اس کا شوہر گھر پر نہیں ہے۔ حضرت حبیب عجمی نے کہا مجھے شوہر نہیں اپنی سودی قسط درکار ہے۔ اس پر مالک کی بیوی نے جواب دیا، جب شوہر گھر پر نہیں تو آپ سودی قسط کس طرح مل سکتی ہے۔ اس پر حبیب عجمی نے پھر کہا کہ مجھے تمہاری کسی بات سے سروکار نہیں، اگر تم مجھے میری قسط نہ دو گے تو میں وقت کے نافع کرنے کا ہر جانہ بھی وصول کروں گا۔ قرضدار شخص کی بیوی نے کہا جب ہمارے پاس کوئی پیسہ ہی نہیں تو پھر سودی قسط کہاں، اور ہر جانے کی رقم کہاں۔ ہم سے ہی کچھ نہیں سکتے۔ حبیب عجمی نے دروازے پر ٹھوکر مار کر کہا۔ میں خالی ہاتھ تو نہ باؤں گا، کچھ نہ کچھ تو لے کر ہی جاؤں گا۔

قرضدار کی بیوی کو بڑا غصہ آیا اس نے سوچا عجیب خسیس قسم کا انسان ہے جب میں اپنی مجبوری اور معذوری بیان کر رہی ہوں پھر بھی قرض لے گیا ہے۔ اس نے جان چھڑانے کے لیے کہا ہم نے کل ایک بکری ذبح کی تھی اس کا گوشت وغیرہ تو ختم ہو چکا ہے اس کی سری پڑی ہے وہ لینی ہے تو لے لو۔ وہی دے دو۔ حبیب عجمی نے کہا۔ عورت نے فوراً سری حبیب عجمی کی طرف بڑھادی۔ وہ سری لے کر گھر کو چل دیے اور زیور سے جا کر کہا آج ہر جانے میں سری ہی ملی ہے اس کو ہی آج پکاؤ۔

حضرت حبیب عجمی کی بیوی نے کہا کہ خالی سری سے تو کام نہیں چل سکتا۔ اس کے لیے ایندھن کاڑی، مرچ مصالحہ اور دیگر اشیاء کی بھی ضرورت ہے اور یہ چیزیں بھی نہیں ہیں۔ حضرت حبیب عجمی نے کہا فکر مت کرو میں یہ چیزیں بھی سود میں لے آتا ہوں۔ فوراً باہر گئے اور دیگر تمام چیزیں بھی سود میں

لے آئے۔ بیوی نے سالن پکانے کے لیے ہانڈی چولھے پر رکھ دی۔ اور اس میں سری کا گوشت پختے لے لیے رکھ دیا۔ کچھ دیر کے بعد سالن تیار ہو گیا اور بیوی نے کہا کہ سالن پک گیا ہے لہذا کھانا کھا لیں۔ عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا گیا تو درپر ایک فقیر کھڑا بھیب کا طالب تھا۔ فقیر کو دیکھ کر حبیب عجمی سخت بہم ہوئے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ ایک رسول کرنے والے کا گھر ہے اور میں جو خود لوگوں سے سارا دن رقمیں وصول کرتا ہوں تو مجھ سے رسول کرنے آ گیا ہے۔ کچھ شرم کر اور اپنا راستہ تاپ۔ فقیر نے عاجزانہ انداز میں التجا کی کہ جناب مجھے بھوک لگی ہے بخدا مجھے کچھ کھانا کھلائیں۔ حبیب عجمی بولے جاؤ ایک بار تو کہہ دیا ہے کہ کھانا نہیں ملے گا۔ اس پر فقیر نے کہا اے حبیب عجمی! میں بھی تمہارا شاگرد ہوں۔ جس طرح تو لوگوں کے دروازوں پر اکر کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کچھ لیے بغیر دہاں سے نہیں ٹلتا، میں بھی یہاں سے کچھ لیے بغیر نہیں جاؤں گا۔ اس پر حبیب عجمی دوبارہ کہنے لگے کہ میں نے تو لوگوں کو قرض دیا ہوتا ہے اس کا سود طلب کرتا ہوں۔ تم نے مجھے کیا دیا ہوا ہے جو مجھ سے بیتے آیا ہے۔ مگر فقیر نے لگا کہ مالداروں کے مال و زر میں اہل احتیاج کا بھی حصہ ہوتا ہے اور میں اپنا حصہ وصول کرنے آیا ہوں اور رسول کر کے جاؤں گا۔

حبیب عجمی غصے سے بولے۔ یہاں سے چلا جا۔ میں اب بھی تیرا لحاظ کر رہا ہوں ورنہ کوئی اور ہوتا تو اس سے کاغذ پر دستخط کر دیا کرتے وقت کے زیاں کی قیمت وصول کر لیتا۔ فقیر کہنے لگا کہ اے حبیب عجمی! تمہارا دم تو کجی سے ویسے ہی نکلا جا رہا ہے۔ میں نے تم سے کوئی مال رزق تو نہیں مانگا۔ میں تو فقط کھانے کے لیے کچھ مانگ رہا ہوں۔ حبیب عجمی نے سنت روئی سے کہا اے! ہنجا فقیر! میں نے تمہیں بتایا ہے کہ میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا اگر میں تمہیں کچھ مال سے بھی دوں تو تم اس سے ماہر نہیں ہو سکتے مگر میں غریب ضرور ہو جاؤں گا۔ اگر میں تمہیں کھانے کے لیے کچھ کھانا دوں تو تمہارا پیٹ نہیں بھرے گا اور میں خواہ مخواہ بھوکا رہ جاؤں گا۔

اس پر فقیر کو بھی غصہ آ گیا اور کہنے لگے کہ اے حبیب عجمی! اگر مجھے کھانا پینے سے تو بھوکا رہ جائے گا تو مجھے کھانا مت دے مگر ایک بات یاد رکھ جب اللہ کسی کو بھوکا رکھنے کا ارادہ کرے تو وہ شخص کبھی پیٹ نہیں بھر سکتا، اور آج تو خدا کے حکم سے بھوکا ہے گا۔

فقیر کی بات سن کر حبیب عجمی پر تو کوئی اثر نہ ہوا مگر ان کی بیوی کا دل ہیچ گیا اور اس نے یہ

خواہش کی کہ فقیر کو کھانا دے دیا جائے مگر وہ اپنے شوہر کے آگے بے بس تھی۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ جیب عجمی کچھ کھانا فقیر کو دے دیں مگر جیب عجمی پر حرم و طمع کا غلبہ تھا۔ انہوں نے بیوی کو بھی مطعون کیا اور فقیر کو بھگا دیا۔ فقیر تو خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ تھا جو انسانی روپ میں آیا تھا۔ اس نے جب یہ بددعا دی کہ اگر تو مجھے کھانا نہیں دے گا تو خود بھی نہیں کھا سکے گا۔ اس کی اس بات کو جھٹلانے کے لیے جیب عجمی نے اپنی بیوی سے کہا لاؤ کھانا میں ابھی اس فقیر کو کھانا کھا کر دکھاتا ہوں۔ بیوی نے سالن نکالنے کے لیے جب دیگچی کا ڈھکنا اٹھایا تو حیران رہ گئی کہ دیگچی شوہر کے اور سالن کی بجائے خون سے بھری پڑی تھی اس نے جیب عجمی کو بلا کر سارا معاملہ سنایا اور دکھایا۔ پہلے تو جیب عجمی نے سالن کے زنگ و بو پر غور کیا اور جب ان کو اطمینان ہو گیا کہ یہ واقعی خون ہے تو پھر ان کا بھی ماتھا ٹھنکا۔ اب بیوی کو بہنے کا موقع ملا اس نے کہا تم نے ہمیشہ بھیلی سے کام لیا اپنی بوس کے لیے لوگوں کا خون چوسا۔ قرض کی تہوں پر تمہیں چڑھا کر لوگوں کی زندگیوں کو اجیرن کیا اور آج اسی سائل کو جو غالباً خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ تھا، اس سے نہایت بٹا رو یہ اختیار کیا اور خدانے اس خون سے جو تم لوگوں کا چوتے ہو ہمارا سالن بدل دیا ہے۔

جیب عجمی کی حالت تو پہلے ہی پریشان کن تھی۔ اوپر سے بیوی کی جلی کٹی باتوں نے جلتی پر تیل کا کلام کیا اور وہ فقیر کو ڈھونڈنے کے لیے بھاگے مگر وہ تو نامعلوم کہاں غائب ہو گیا تھا۔ اسی پریشانی میں مگر واپس آئے تو بیوی نے کہا اب میرا ایک مشورہ مان لو پوچھا جلدی بتاؤ۔ میں سخت بے کل و بے قرار ہوں نامعلوم مجھے کونسی منزل ملنے والی ہے۔ اس پر بیوی نے کہا میری بات مانو تو اپنا سارا قرضہ جو تم نے لوگوں سے لینا ہے ایک دم صاف کر دو۔ تمہاری اس سخاوت اور دریا دلی کی خبر سن کر فقیر خود بخود نمودار ہوا آئے گا۔

جیب عجمی کہنے لگے کہ مگر میں پھر ساری زندگی روپے پیسے کے بغیر کس طرح گزاروں گا۔ اس پر بیوی نے جواب دیا کہ یہ کونسی مشکل بات ہے۔ اتنی مدت تم نے عیش سے زندگی بسر کی ہے اب باقی زندگی میں محنت و مشقت کرنا، تجارت کر لینا پیسہ کسی طرح بھی تم کما سکتے ہو۔ اب جیب عجمی سوچوں میں غرق ہو گئے، گناہ و ناکاروبار دولت و محنت اور عیش و عشرت چھٹنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ جوں جوں کاروبار کو چھوڑنے کی سوچتے دل و دماغ میں الجھن بڑھتی بارہی تھی مگر پھر چنانچہ جیب عجمی کے دل میں سودی کا دعبار سے نفرت و کراہت پیدا ہو گئی۔ اسی وقت پاک و ساف ہو کر مصلے پر آگئے۔ غافلوا

کر کے سجدے میں گر گئے اور عرض کی، اے خدا! مطلقاً! میں گنہگار اور سیاہ کار ہوں۔ زندگی بھر نسیلیوں اور بد اعمالیوں کا شکار رہا ہوں۔ ان سے لا تعلق ہونا چاہتا ہوں۔ میری مدد فرما کیونکہ میری عقل کمزور ہے لہذا مجھے عقل کے حوالے کرنے کی بجائے تو خود میری دستگیری اور راہ نمائی فرما۔ میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تمام سودی کاروبار ختم کر دوں گا اور اپنے سارے قرضے لوگوں کو معاف کر دوں گا۔

دعا ختم ہوئی، حبیب عجمی کے دل و دماغ سکون و اطمینان سے پُر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے فیصلے پر قائم رکھنے کا حوصلہ دیا اور گناہگاری ترک کرنے کی ہلایت دی۔ آپ نے فوراً اپنی بیوی کو بتایا میں تمہارے سامنے اپنے گناہوں سے تائب ہو کر فعال زندگی گزارنے کا اقرار کرتا ہوں تو میری گواہ رہنا۔ بیوی بڑی خوش ہوئی اور بولی، آپ نے زندگی کی حقیقت کو پایا، گناہگاری ترک کر دی اور استغفار کے ذریعہ صراطِ مستقیم اختیار کی۔ میں آپ کی قیامت تک گواہ رہوں گی۔ یسن کر حبیب عجمی کا چہرہ تشریف اور تسلی کے نور سے چمک اٹھا۔ وہ فوراً گھر سے باہر نکلے اور بلند آواز سے لوگوں کو بتاتے چلتے کہ میں نے جس کسی سے قرض لینا ہے وہ مجھ سے قرض کی معافی کی فارغ خطی لکھوالے۔ جب لوگوں نے سنا کہ حبیب عجمی اپنی فطرت و عادت کے برخلاف اعلان کر رہے ہیں تو اکثر نے یہ کہا کہ حبیب عجمی لوگوں کے خون پھوٹنے کے نئے طریقے کا اعلان کر رہے ہیں۔ گلی کے لڑکوں نے آپ کو دیکھا تو ایک دوسرے کو خبردار کرنے لگے، "حبیب عجمی کے قریب مت جانا کیونکہ اس کے قریب جانا جہنم کی آگ کو پھونکنے کے برابر ہے۔"

یہ باتیں سن کر حبیب عجمی کو بڑا دکھ ہوا مگر کسی کو کیا کہتے۔ یہ سب ان کی اپنی بد اعمالیاں تھیں کسی پر کیا دوش دیا جاسکتا تھا۔ روتے روتے وہ خواجہ حسن بھری کی مجلس کی طرف چلے۔ وہاں پر موعظ بھی آپ کے حسب حال تھا جس نے آپ کے ذہن کے بند در پچوں کو کھول دیا اور بعد میں خواجہ حسن بھری کی رُوح پر درُ تقریر اور نصیحتوں نے آپ کی کاپیٹل زبردی اور آپ نے بیوی کے علاوہ خواجہ حسن بھری کو بھی اپنی توبہ کا گواہ بنا لیا اور خدا سے وعدہ کیا کہ وہ سوجیسے مکروہ کاروبار کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گے اور لوگوں سے اپنے سارے قصوروں کی معافی مانگیں گے۔

خواجہ حسن بھری نے آپ کے فیصلے اور استغفار کو بڑا مبارک اور آپ کے حق میں دعا کی حبیب عجمی خواجہ حسن بھری کی دعا لیتے واپس کہ لوٹے۔ راستے میں آپ کو ایک شخص ملا جو آپ کا ترندار تھا۔ آپ نے اس سے کہا "چلو میرے ساتھ میرے گھر میں کاغذ پر تمہیں تمہارے ترندے سے فارغ خطی کاغذ" ترندار

بولا اگر میں آپ کے گھر گیا تو آپ وہاں میرے ساتھ بڑا سلوک کریں گے۔ میں تو برکت نہ جاؤں گا۔ جیب عجمی بولے، بیشک تم میرے ساتھ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ مجھے اپنے گھرے چلو وہاں جا کر میں تمہیں فارغ خطی لکھ دیتا ہوں۔ مگر وہ شخص بالکل نہ مانا اور بولا آپ میرے گھر جا کر وہاں خود غل مچا کر مجھے محلے بھر میں رسوا کریں گے۔ آپ رونے لگے اور خدا سے عرض کی لے خدا! میں اتنا سی بے اعتبار ہو چکا ہوں کہ میری نیکی پر بھی لوگ یقین نہیں کرتے۔ آپ نے اس قرضدار سے کہا تو جا اور کاغذ یہاں لے آ۔ میں تمہیں یہاں پر ہی فارغ خطی لکھ دیتا ہوں۔ اب اس شخص کو غور اس اعتبار پیدا ہوا اور وہ آپ کے ساتھ گھر چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ راستے میں پھر گلی کے لڑکوں سے جیب عجمی کا سامنا ہوا۔ لڑکے آپ کو دیکھ کر بولے، ہٹ جاؤ، کہیں ہماری اڑائی ہوئی گرد جیب عجمی پر نہ پڑ جائے اور ہم گناہ کار نہ ہو جائیں۔ یہ بات سن کر قرضدار بڑا متعجب ہوا۔ جیب عجمی اسی وقت سجدے میں گر گئے عرض کی یا مولا کریم! تیری قدرت کے بھی عجیب نمونے ہیں۔ ادھر میں نے توبہ کی ہے اُدھر تو نے میری نیک نامی کے اعلان کرنا شروع کر دیئے ہیں اسی وقت آپ نے اپنے تمام قرضداروں کو فارغ خطی لکھ کر دینا شروع کر دی اور اعلان کر دیا کہ میرا کوئی بھی مقروض جہاں بھی ہو وہ مجھ سے فارغ خطی لکھو لے۔ تمام قرضداروں کو فارغ خطیاں لکھ کر دینے کے بعد آپ نے اپنا تمام اثاثہ لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ جب سارا کچھ بانٹ چکے تو ایک سائل آ گیا اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ رہا تھا آپ نے اس کو اپنا کرتہ دے دیا۔ ابھی وہ سائل موجود ہی تھا، کہ ایک اور آ گیا۔ آپ نے اس کو اپنی بیوی کی چادر دے دی۔ اور اپنا دامن دنیاوی دولتوں سے بھارتویا۔ (اولیاء کرام)

۲۵. اللہ پر بھروسہ اور یقین کامل

خواجہ حسن بھری اور آپ کے درمیان بڑا گہرا تعلق تھا۔ ایک روز آپ اپنے گھر میں جو چوراہے پر واقع تھا دہاں غسل کے لیے چلے گئے۔ آپ کے کپڑے گھر سے باہر کی طرف دیوار پر لٹکے ہوئے تھے اور خواجہ حسن بھری کا ادھر سے گزر ہوا اور ان کو آپ کے لباس کی خوشبو آئی اور وہ ٹھہر گئے، کہ ان خوشبو بھری کپڑوں کو کوئی چور نہ اٹھا کر لے جائے اور کاتی دیر کھڑے رہ کر جیب عجمی کے لباس کی نگرانی رتے سے۔ جب جیب عجمی واپس آئے تو کپڑوں کے پاس خواجہ حسن بھری کو کھڑے پایا، اور

پوچھا آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں؟ جواب ملا، یہاں سے گزر رہا تھا، دیوار پر آپ کے کپڑے دیکھے تو اس خیال سے دک گیا کہ کہیں کوئی چور آکر آپ کے کپڑے نہ اٹھالے۔ اس کے بعد خواجہ حسن بھری نے پوچھا کہ آپ نے یہ کپڑے کس کے بھروسے پر دیوار پر لٹکا دیئے تھے، اگر چوری ہو جاتے تو؟ حبیب عجمی نے جواب دیا کہ اگر کپڑے چوری ہو جاتے تو جس نے یہ کپڑے لیے تھے وہ اور دے دیتا۔ دوسرے یہ کہ میرے کپڑوں کی نگرانی کے لیے جس نے آپ کو بھیجا ہے اسی کے بھروسے پر میں کپڑے یوں چھوڑ کر چلا گیا تھا خواجہ حسن بھری لا جواب ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۸)

۲۶۔ وصل الہی سے دنیا کی محبت کا خاتمہ

حبیب عجمی نے ایک مرتبہ ایک کینز خریدی اور اس کو گھر میں بھیج کر اپنے حجرے میں عبادت کی غرض سے چلے گئے اور عبادت میں اس قدر مشغول رہے کہ اپنا ہوش بھی نہ رہا۔ بیس سال عبادت و ریاضت میں گزارنے کے بعد اچانک ایک روز ان کو یاد آ گیا کہ میں نے ایک کینز خریدی تھی۔ آپ نے گھر میں پہنچ کر تو اسی کینز کو دیکھا مگر یہ بھول گئے تھے کہ یہ والی ہی میری کینز ہے۔ اس سے کہنے لگے اے خاتون! ذرا آپ میری کینز کو میرے پاس بھیج دیجئے۔ کینز نے جواب دیا حضرت! آپ کس کینز کو بلو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا آپ میری بیوی سے جا کر پوچھیں۔ وہ آپ کو کینز کے متعلق بتا دے گی۔ کینز نے عرض کیا اے حبیب عجمی! کیا آپ میرے ساتھ مذاق تو نہیں کر رہے کیونکہ آپ کے سامنے تو کینز کھڑی ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ کینز کو میرے پاس بھیجو۔ حبیب عجمی نے کہا میں آپ سے ہرگز مذاق نہیں کر رہا بلکہ میں ایک مدت سے کسی کے ساتھ ہی مذاق نہیں کیا۔ آپ کو میں نے بالکل نہیں پہچانا کہ آپ ہی میری کینز ہیں بلکہ میری تو یہ حالت ہے کہ میں اکثر لوگوں کی پہچان بھول گیا ہوں اور کئی لوگ اس بات کی شکایت کرتے ہیں مگر میں نے جب سے خدا کو پہچانا ہے بندوں کا خیال میرے دل سے نکل گیا ہے۔ آپ نے اسی وقت کینز کو آزاد کر دیا۔ (رہزہ البساتین)

۲۷۔ حضرت حبیب عجمی کی بصیرت

ایک روز حبیب عجمی ایک جگہ تشریف فرما تھے اور عبادت میں مشغول تھے۔ وہاں سے امام شافعیؒ

اور امام احمد بن حنبل کا گزر ہوا۔ حبیب عجمی کو دیکھ کر امام احمد بن حنبل سے امام شافعی بولے، حبیب واصل باللہ ہیں، ان سے سوال کرنا فضول ہے، ان کا منسلک ہم سے مختلف ہے لہذا ان کو سوالوں سے بے گمان کرنا دانشمندی نہیں۔ امام احمد بن حنبل پر امام شافعی کی بات سے کوئی اثر نہ کیا اور انہوں نے ایک سوال کر دیا اور پوچھا اے حبیب عجمی! اگر کسی شخص کی پانچ غاروں میں سے ایک نماز قضا ہو جائے مگر وہ شخص بھول چکا ہو کہ کونسی نماز قضا ہوئی تھی تو پھر وہ اس صورت میں کونسا راستہ اختیار کرے گا۔ حبیب عجمی نے جواب دیا کہ اس شخص کو سارے دن کی تمام نمازیں ادا کرتی ہوں گی کیونکہ وہ خدا کی فرض عبادت سے اتنا غافل کیوں ہوا اور اتنی بڑی غلطی کے ارتکاب کی اتنی مزا تو بے حد ضروری ہے۔ امام احمد بن حنبل خاموش ہو گئے مگر امام شافعی کو بہت خوشی ہوئی اور فرمایا میں نے تمہیں بتایا تو تھا کہ حبیب عجمی سے کوئی ایسا ویسا سوال نہ کرنا جس سے تمہیں سبکی ہو۔ کیونکہ جس مرتبے پر حبیب عجمی فائز ہیں وہاں بڑے بڑے اولیاء نہیں پہنچ سکے تو پھر ہمارا بھلا کیا مقام ہے۔ (انوار اصفیاء ص ۳۵)

۲۸۔ رحم اور مغفرت کی دعا

ایک دن حبیب عجمی ایک پھانسی گھر کے قریب سے گزر رہے تھے اسی وقت ایک قاتل کو پھانسی دی جانے والی تھی۔ پھندا اس شخص کے گلے میں ڈال دیا گیا تھا آپ کو دیکھ کر اس قاتل نے عرض کی، اے حبیب عجمی! میں بڑا سیاہ کار اور گناہگار ہوں میرے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ آپ نے خدا سے عرض کی، اے مالک ملک! اس شخص نے مجھے کوئی نیک بزرگ سمجھ کر دعا کی درخواست کی ہے اس پر رحم فرما اور اس کی خطاؤں کو معاف فرما۔ آپ دعا کر کے آگے روانہ ہو گئے، اس قاتل کو پھانسی مل گئی اور وہ مر گیا جب اس کی نعش اٹھائی جا رہی تھی تو اندر رہا ہمدردی جلا نے کہا اس بیچارے کو حبیب عجمی کی اچھی دعا لگی کہ یہ اگلے جہان جا پہنچا۔ اسی رات جلا نے خواب میں دیکھا کہ وہ خونِ قاتل ایک بہت بڑے باغ میں انتہائی خوش و خرم بیٹھا ہے اور اس کے ارد گرد کا ماحول اس قدر دلکش ہے کہ نظروں کو خواہ مخواہ جلا نے محسوس ہو رہی ہے۔ جلا نے اس قاتل سے پوچھا، تو اس قدر خوش کیوں ہے۔ اس نے جواب دیا، یہ سب حبیب عجمی کی دعا کا اثر ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر خصوصی مہربانی فرمائی۔ اگلے روز جلا حبیب عجمی کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سو بطنی کی معافی مانگی، آپ نے اس کو معاف کر دیا اور اس کو نصیحت

بھی کی اور اس کے لیے دعا بھی کی۔ (مرآة الاسرار ص ۲۲۶)

۲۹. حضرت حبیب عجمی کی کرامت

ایک عورت فریاد رزاری کرتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں بہت ہی مضطرب ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس اور کیا ہے؟ اس نے کہا کہ دو درہم ہیں۔ آپ نے اس سے وہ دو درہم لے کر خیرات کر دیے اور دعا کر کے فرمایا کہ جاؤ تمہارا بچہ آگیا۔ چنانچہ گھر پہنچ کر جب اس نے دیکھا تو واقعی اس کا بچہ گھر پر موجود تھا۔ اس کو گلے لگا کر پوچھا کہ تو کہاں چلا گیا تھا۔ رٹ کے نے کہا کہ میں تو کرمان میں تھا اور میرے استاد نے گوشت لانے کے لیے بازار بھیجا راستہ میں اچانک ایسی آندھی آئی کہ جو مجھے بیان تک اڑا کر لے آئی اور میں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ اے ہوا اس کو گھر پہنچا دے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۳۰. اللہ کی مزدوری کا اجر

ایک مرتبہ بیوی نے کہا کہ خورد و نوش کے لیے کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہیے تو آپ مزدوری کرنے کے لیے گھر سے نکلے لیکن دن بھر عبادت میں مشغول رہ کر جب گھر پہنچے تو بیوی نے سوال کیا کہ کیا لائے ہو آپ نے جواب دیا کہ جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کم والا ہے اور اس کے کم ہی کی وجہ سے مجھ میں اجرت طلب کرنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن اس نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ دس یوم کے بعد جب تم کو سزدت ہوگی تو پوری اجرت دیدوں گا۔ پھر جب دس دن کے بعد آپ کو خیال آیا کہ آج گھر پہنچا کر کیا جواب دوں گا تو ایک طرف تو اپنے تصور میں غرق چلے جا رہے تھے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ایک بوری آٹا ایک ذرع شدہ بکری گھی، شہد اور تین سو درہم ایک غیبی شخص کے ذریعہ آپ کے گھر پہنچا دیے اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا کہ حبیب سے کہہ دینا کہ اپنے کام کو ترقی دیں جس کے صلہ میں ہم اس سے بھی زیادہ مزدوری دیں گے۔ چنانچہ جب آپ گھر کے دروازے پر پہنچے تو گھر میں سے کھانے کی خوشبو آرہی تھی۔ اندر جا کر بیوی سے سورت حال دریافت کی تو اس نے پورا واقعہ اور پیغام آپ تک پہنچا دیا۔ یہ سن کر آپ کو خیال آیا کہ جب صرف دس یوم کی عدم توجہی کی ریاضت کا اللہ تعالیٰ نے یہ نعم ایسا عطا فرمایا ہے تو اگر

زیادہ دل جمعی کے ساتھ عبادت کروں تو نہ بلنے کیا انعامات حاصل ہوں گے۔ چنانچہ اسی دن سے دنیا کو چھوڑ کر اس درجہ عبادت میں غرق ہو گئے کہ مستجاب الدعوات کے درجہ تک پہنچے اور آپ کی دعاؤں سے مخلوق کو بہت نفاذ حاصل ہوا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۳۱۔ رضائے الہی

ایک مرتبہ حسن بصری مغرب کی نماز کے وقت آپ کے یہاں پہنچے لیکن آپ نماز کے لیے کھڑے ہو چکے تھے اور حسن بصری نے جب یہ دیکھا کہ آپ الحمد کی بجائے الہمد پھوٹی ہوئے، قرأت کر رہے ہیں تو یہ خیال کر کے کہ آپ چونکہ قرآن کا لفظ صحیح ادا نہیں کر سکتے اس لیے آپ کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے چنانچہ انہوں نے علیحدہ نماز پڑھی لیکن اسی رات کو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا تو آپ نے عرض کیا کہ یا اللہ! تیری رضا کا ذریعہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ تو نے ہماری رضا پائی لیکن اس کا مقام نہیں سمجھا۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کونسی رضا تھی؟ ارشاد ہوا کہ اگر تو نماز میں حبیب عجمی کی اقتدا کرتا تو تیرے لیے تمام عمر کی مالروں سے بہتر تھا کیونکہ تو نے اس کی ظاہری عبادت کا تصور تو کیا لیکن اس کی نیت نہیں دیکھی جبکہ ولی کی نیت سے تلفظ کی صحت کم درجہ رکھتی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۳۲۔ حضرت حبیب عجمی کا روحانی تصرف

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حسن بصری، حجاج بن یوسف کے سپاہیوں سے چھپتے ہوئے حضرت حبیب عجمی کی عبادت گاہ میں پہنچ گئے اور حبیب سپاہیوں نے حبیب عجمی سے معلومات حاصل کیں تو انہوں نے صاف بتا دیا کہ حسن عبادت گاہ کے اندر ہیں لیکن پورے عبادت خانے کی تلاشی کے باوجود بھی حضرت حسن کا سراغ نہ مل سکا اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ سات مرتبہ سپاہیوں نے میرے اوپر ہاتھ رکھا لیکن مجھے نہ دیکھ سکے۔ پھر سپاہیوں نے حضرت حبیب سے کہا کہ حجاج تم کو دروغ گوئی کی سزا دے گا آپ نے فرمایا کہ حسن میرے سامنے عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے لیکن اگر وہ تمہیں نظر نہیں آئے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ چنانچہ دوبارہ پھر تلاشی لی لیکن ان کو نہ پا کر واپس آ گئے۔ حضرت حسن نے باہر نکل کر حضرت حبیب سے کہا کہ آپ نے تو استاد کی حق کا بھی کچھ پاس نہیں کیا اور صاف صاف انہیں میرا پتہ بتا دیا

انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ میں نے سچ سے کام لیا اس لیے آپ محفوظ رہے اور اگر میں دروغ گوئی سے کام لیتا تو پھر یقیناً ہم دونوں گرفتار کر لیے جاتے۔ یہ سن کر حضرت حسن نے پوچھا کہ آخر تم نے کیا منتر پڑھ دیا تھا کہ جس کی وجہ سے میں سپاہیوں کو نظر نہ آسکا۔ آپ نے فرمایا کہ دو مرتبہ آیۃ الکرسی اور مرتبہ قل ہو اللہ احد اور دو مرتبہ آمن الرسول پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ حسن کو تیرے حوالے کیا تو ہی ان کی حفاظت کرنا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۳۳۔ حضرت مالک بن دینار کی کرامت

ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے جب کشتی عین منجھدار میں پہنچ گئی تو طوح نے ان سے کرایہ طلب کیا۔ بزرگ نے فرمایا کہ میرے پاس تو تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے اگر ایسی ہی بات تھی تو مجھے کشتی میں سوار کرنے سے پہلے کہہ دیا ہوتا۔ تاکہ میں سفر کے لیے کوئی اور وسیلہ تلاش کر لیتا۔ ان کی بات سن کر کشتی کا مالک سخت بدتمیزی اور بدکلامی پر اتر آیا۔ اس نے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ کشتی والا کوئی بہت ہی ظالم اور سنگدل انسان معلوم ہوتا تھا اس نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ جب آپ کی غشی دور ہوئی تو اس نے آپ سے دوبارہ کرایہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم نے کشتی میں سفر کرنے کا معاوضہ ادا نہ کیا تو میں تمہیں دریا کی طوفانی موجوں کے سپرد کر دوں گا ابھی اس طوح نے اپنی بات بھی مکمل نہ کی تھی کہ اچانک کچھ مچھلیاں منہ میں ایک ایک دینار دبائے پانی کے اوپر کشتی کے پاس آئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے دینار لے کر کرایہ ادا کر دیا۔ ادھر طوح یہ ساری صورت حال دیکھ کر تھر تھرا کانپنے لگا اور فوراً آپ کے قدموں میں گر کر معافی طلب کرنے لگا مگر آپ کشتی میں سے دریا میں اتر گئے اور پانی پر چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ (مرآة الاسرار جلد اول ص ۲۲۹)

۳۴۔ صداقت زبان کا واقعہ

حضرت مالک بن دینار ایک مرتبہ شدید بیماری کے بعد جب صحت یاب ہوئے تو کسی ضرورت کے تحت انتہائی مشکل سے گرتے پڑتے بازار تشریف لے گئے جس اتفاق سے اس وقت سامنے سے

بادشاہ سلامت کی سواری آہ سی تھی۔ سواری کو راستہ دلوانے کے لیے پہریداروں نے لوگوں کو ادھر ادھر ہٹانے کے لیے ایک شور بلند کیا۔ حضرت مالک بن دینار اس قدر کمزوری محسوس کرے تھے کہ انہیں راستے سے ہٹنے میں تھوڑی سی تاخیر ہو گئی۔ چنانچہ ایک پہریدار نے آپ کو اس زور سے کوڑا مارا کہ تکلیف کی حالت میں آپ کے منہ سے اس پہریدار کے بارے میں یہ کلمہ نکل گیا کہ خدا کرے کہ تیرے ہاتھ کٹوا دیے جائیں۔ کرنا خدا کا کیا ہوا کہ چند ہی روز بعد کسی جرم کی پاداش میں اس پہریدار کے ہاتھ کٹوا دیے گئے تاہم آپ کو اس کی یہ حالت دیکھ کر انتہائی قلق ہوا اور آپ نے دل میں کہا کہ کاش کرب کی حالت میں میرے منہ سے پہریدار کے بارے میں یہ کلمہ نہ نکلا ہوتا۔ (مخزن نیتہ الاصفیاء جلد ۵ ص ۲۱)

۳۵۔ ترک دنیا

حضرت مالک بن دینار دنیا داری سے ہمیشہ دور رہتے تھے۔ یہاں کی رنگینیوں اور دلکشیوں کو دیکھ کر مالک بن دینار سپا یک قسم کا خوف طاری ہو جایا کرتا تھا۔ منقول ہے کہ بصرہ میں کوئی امیر آدمی فوت ہو گیا اور اس کی وسیع جائداد اور مال و دولت کی وارث اس کی اکلوتی لڑکی ٹھہری جو کہ انتہائی خوبصورت اور قیامت خیز شخصیت کی مالک تھی۔ ایک دن اس لڑکی نے حضرت ثاقب بنانی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ وہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ حضرت ثابت بنانی نے پوچھا کہ تم کس سے نکاح کرنے کی آرزو مند ہو؟ اس پر لڑکی نے جواب دیا، میری خواہش ہے کہ مالک بن دینار سے میرا نکاح ہو جائے کیونکہ وہ پرہیزگار دیندار اور ذکاوت الہی میں معروف رہنے والے انسان ہیں۔ میں ان سے اس لیے شادی کرنا چاہتی ہوں تاکہ دینی کاموں میں وہ میری معاونت کر سکیں۔

چنانچہ حضرت ثابت بنانی نے اس لڑکی کا پیغام مالک بن دینار تک پہنچا دیا جس پر آپ نے فرمایا کہ میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور چونکہ عورت کا شمار بھی دنیا میں ہوتا ہے اس لیے طلاق شدہ عورت سے نکاح جائز نہیں ہے۔ (مرآة الاسرار جلد اول ص ۲۳۱)

۳۶۔ صداقت ثابت کرنے کی دلیل

حضرت مالک بن دینار کے بارے میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ کسی لمحہ سے آپ کا مناظرہ ہو گیا۔

آپ بھی اپنے مقتدی کو حق سچ سے تعبیر کرنے رہے اور ملحد بھی اپنے موقف کو درست ثابت کرنے پر تیار رہا۔ یہ صورت حال دیکھ کر لوگوں نے فیصلہ کیا کہ آپ کے اور اس ملحد کے ماتحتوں کو آگ میں ڈالا جائے لہذا جس کے ماتحت آگ سے محفوظ رہیں گے اس کو حق سچ پر تصور کیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ دونوں میں سے کسی کے ماتحت کو بھی نقصان نہ پہنچا۔ اس پر طے یہ پایا کہ ملحد اور مالک ابن دینار دونوں ہی حق سچ پر ہیں۔ مگر آپ اس صورت حال سے بہت افسردہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے کہ اے باری تعالیٰ! میں نے پورے ستر سال تیری عبادت و ریاضت میں گزار دیے مگر تیرے لیے ایک ملحد کے برابر قرار دیا۔ اس پر غیب سے آواز آئی کہ اے مالک! تمہارے ماتحت کی وجہ سے ایک ملحد کا ماتحت جلنے سے بچ گیا ہے کیا تمہیں اس کی خوشی نہیں ہے۔ اگر وہ تنہا اپنا ماتحت آگ میں ڈال دیتا تو یقیناً وہ جل جاتا۔ (خزینۃ الامنیاء جلد ۵ ص ۲۰)

۳۷۔ حضرت مالک بن دینار کی دانائی

خود شناسی کے ساتھ ساتھ آپ کو لوگوں کو پرکھتے اور ان کے باطن کو بھی سمجھنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی مثلاً ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار کسی مریض کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر جب آپ نے دیکھا کہ مریض قریب المرگ ہے اور زندگی کے آخری سانس گن رہا ہے تو اپنے اسے کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی، لیکن جب وہ کلمہ پڑھنے کے بجائے بار بار ”دس اور گیارہ“ کہتا رہا تو آپ نے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے جب ایک مرتبہ پھر کلمہ پڑھنے کے لیے کہا تو مریض نے نقابت کے عالم میں بتایا کہ جب وہ کلمہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے سانس آگ کا سپاڑ آجاتا ہے اور آگ کے شعلے اس کی جانب لپکتے ہیں۔ حضرت مالک بن دینار نے مریض کے پاس کھڑے دوسرے لوگوں سے پوچھا، کیا یہ شخص سو کا کاروبار کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا اعلیٰ حضرت! یہ تو بالکل سچ ہے لیکن آپ نے کیسے جانا؟ اس پر حضرت مالک بن دینار نے فرمایا کہ جس شخص کو دمِ آخر دشواری نظر آئے تو سمجھ لو کہ وہ کم تولنے والا اور بھوکھانے والوں میں سے تھا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۲۳)

۳۸۔ تزکیۃ نفس

حضرت مالک بن دینار چالیس سال تک بصرے میں قیام فرماتے تھے لیکن آپ کو خرما کھانے کی رغبت نہ ہوئی۔ جس وقت اس کے متعلق استفسار کیا جاتا آپ فرماتے کہ اہل بصرہ! میرا پیٹ خزانہ کھانے سے کچھ کم نہیں ہو گیا اور نہ ہی خرما کھانے سے تمہارا پیٹ کچھ بڑھ گیا۔ جب چالیس سال گزر گئے تو ایک روز آپ کے نفس میں خرما کھانے کی خواہش عود کر آئی۔ آپ نفس کو سمجھاتے کہ میں تیری اس آرزو کو پورا نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا جیسے کوئی کہہ رہا ہو خرما کھاؤ اور اپنے نفس کو نہ دباؤ، جب آپ نے اپنے نفس سے کہا کہ ایک ہفتہ روزہ رکھ اور دن اور رات کو کچھ نہ کھا اور تمام رات قیام کر۔ اس کے بعد میں تیری آرزو پوری کروں گا۔ نفس نے اقرار کیا اور ایک ہفتہ تک بوجہ ارشاد عمل کیا۔ مدت ختم ہو جانے کے بعد آپ نے خرما خریدا اور مسجد میں آگئے کہ نوش فرما سکیں۔ اتنے میں ایک لڑکے نے اپنے باپ کو آواز دی کہ ایک یہودی نے خرما خریدا ہے اور اسے کھانے کے لیے مسجد میں گیا ہے۔ باپ نے کہا کہ یہودی کا مسجد میں کیا کام اور ایک لکڑی اٹھا کر مسجد کے اندر داخل ہوا اور وہاں جب حضرت کو دیکھا تو پاؤں پر گر پڑا اور معافی طلب کرتے ہوئے بولا کہ اے خواجہ معاف کرنا۔ ہمارے محلے میں سولے یہودیوں کے دن کو اور کوئی نہیں کھاتا۔ حضرت بہت شرمندہ ہوئے اور خرما نہ کھایا۔ (دمرأة الاسرار جلد اول ص ۲۳۰)

۳۹۔ نگاہ فیض کا اثر

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اگر نظر کرم ہو جائے تو بڑے بڑے گنہگار اور پاپ کرنے والے بھی نیکو کار اور پرہیزگار بن جاتے ہیں۔ روایت ہے کہ ایک بد معاش قسم کا نوجوان حضرت مالک بن دینار کے پڑوس میں رہتا تھا اور شرفاء اس نوجوان کے ہاتھوں خاصے پریشان تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے اس کے مظالم کی شکایت کی مگر آپ نے جب اس نوجوان کے پاس جا کر اسے نصیحت کی تو وہ آپ کے ساتھ خاصی گستاخی سے پیش آتے ہوئے بولا کہ میں حکومت کا آدمی ہوں اور کسی کو میرے کاموں میں دخل دینے کی قطعی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں اپنے اچھے بے فعل کا خود ذمہ دار ہوں۔ حضرت مالک

ابن دینار نے جب اس سے فرمایا کہ میں بادشاہ سے تیری شکایت کروں گا تو اس نے جواب دیا کہ بادشاہ بہت رحمدل اور نرم مزاج ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ میرے خلاف کسی کی بات سننا گوارا نہیں کریگا۔ مالک بن دینار نے کہا کہ اگر بادشاہ نے تمہارے خلاف شکایت نہ سنی تو میں اللہ تعالیٰ سے تیری شکایت کروں گا۔ اس پر نوجوان نے فخریہ انداز میں مسکرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو بادشاہ سے بھی زیادہ رحیم و کریم ہے نوجوان کی یہ بات سن کر مالک بن دینار واپس لوٹ آئے لیکن چند ہی روز بعد جب لوگوں نے دوبارہ اس نوجوان کے مظالم کی شکایت کی تو آپ پھر اس نوجوان کو نصیحت کرنے تشریف لے گئے لیکن اتنے میں غیب سے ندا آئی کہ میرے دوست کو پریشان مت کرو۔

غیب کی یہ ندا سن کر حضرت مالک بن دینار حیرت زدہ رہ گئے اور انہوں نے اس نوجوان سے جا کر کہا کہ میں اس غیبی آواز کے متعلق تجھ سے پوچھنے آیا ہوں جو میں نے راستے میں سنی ہے۔ نوجوان یہ سن کر خود بھی حیرت زدہ رہ گیا اور پھر ایک مہم ارافے کے ساتھ پر عزم انداز میں کہنے لگا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اپنی تمام دولت خدا کی راہ میں قربان کرتا ہوں۔ چنانچہ کچھ ہی دن بعد وہ نوجوان اپنا پورا اثاثہ خیرات کر کے نامعلوم سمت کی جانب روانہ ہو گیا۔ پھر ایک مرتبہ مالک بن دینار جب مکہ معظمہ پہنچے تو انہوں نے اس نوجوان کو وہاں انتہائی کمزور اور قریب المرگ حالت میں دیکھا جو اس وقت سجدے میں پڑا کہہ رہا تھا "مخدا نے مجھے اپنا دوست فرمایا ہے اس لیے میں بھی اس کے احکام پر اپنا تین من دھن سب کچھ قربان کروں گا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کی رضا اور خوشنودی صرف عبادت سے ہی حاصل ہوتی ہے اور آج سے میں کوئی بھی ایسا کام کرنے سے سچی توبہ کرتا ہوں جو اس کی تسلیم و رضا کے خلاف ہوگا" پھر حضرت مالک ابن دینار نے دیکھا کہ اتنا کہنے کے بعد وہ نوجوان اسی وقت اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲)

۴۰۔ ایمان ذریعہ بخشش بنا

مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں کچھ لوگ دیکھے جو جنازہ لیے جا رہے تھے اور سولے حاملین جنازہ کے اور کوئی شخص جنازہ کے ہمراہ نہ تھا۔ میں نے ان لوگوں سے اس کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگے کہ یہ شخص بہت بڑا گناہ گار تھا۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اور

قبر میں اتارا اور وہاں سے آگے ایک جگہ ساری میں لیٹ گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور اس کی قبر شق کی اور ایک ان میں سے قبر کے اندر داخل ہوا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ اس کو اہل نار میں کچھ لیجئے۔ کیونکہ اس کا کوئی عضو گناہ سے محفوظ نہیں ہے۔ اس ساتھی نے کہا بھائی جلدی نہ کرو اس کی آنکھوں کو دیکھو، کہا میں نے خوب دیکھا وہ نظر بد اور حرام سے پُر ہیں۔ کہا کانوں کو دیکھ اور آزما۔ کہا وہ بھی فواحش و منکرات کے استماع سے پُر ہیں۔ کہا اس کی زبان پر غلہ کر کہنے لگا وہ بھی ارتکابِ محرمات سے پُر ہے۔ کہا اس کے ہاتھوں کو دیکھ، کہا وہ بھی تناولِ حرام اور شہوات سے پُر ہیں۔ کہا اس کے پاؤں کو دیکھ، کہا وہ بھی میں نے دیکھے کہ امور مذمومہ سے اور ناپاک جگہ کی طرف دوڑنے سے پُر ہیں۔ پھر کہا اے بھائی! جلدی نہ کر اب مجھے اترنے دے۔ چنانچہ دوسرا فرشتہ اترا اور ایک ساعت اس کے پاس رہا۔ پھر کہا اے بھائی! میں نے اس کا قلب دیکھا کہ ایمان سے پُر ہے لکھ دے کہ یہ مرحوم وسیع دے کیونکہ حق تعالیٰ کا فضل اس کی خطا اور گناہوں کو دھو دے گا۔ اور یہ دو شعر پڑھے

لما راوہ مبعدا عن طاعتی : حکموا باقی لاجود برحمتی
 حلمی اجل ولن یضیق علی الوری : من ذایجتہ او امری و مشیتہ
 ترجمہ: جب لوگوں نے بندہ کو میری عبادت سے دور رہتے دیکھا تو حکم لگا دیا کہ میں اپنی رحمت سے اسے نہ بخشوں گا۔ حلم میرا بہت بڑا ہے اور مخلوق پر حلم کا دروازہ تنگ نہیں ہے۔ میرے احکام اور مرضیات کو کون پورا کر سکتا ہے۔

(مؤلف کہتے ہیں) یہ کیفیت اس شخص کو عنایتِ خداوندی سے حاصل ہوئی اس پر غرہ نہ کریں کیونکہ سب گنہگاروں کو یہ بات حاصل نہیں ہے گنہگار اس خطرہ سے بالکل محفوظ نہیں ہیں کہ مشیتِ ایزدی سے کیا حال درپیش ہو۔ بلکہ ہر ایک صالح اور نیک آدمی کو بھی یہ اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ کیسا ہو۔ ہم خدا تعالیٰ سے حسنِ خاتمہ اور دنیا و آخرت کی عافیت و مغفرت کے لیے دعا کرتے رہیں وہ ہمارے اور ہمارے اجاب اور جملہ مسلمان بھائیوں کے لیے دین سلامت رکھے۔ آمین!

(نزہۃ البساتین)

۲۱۔ عشق الہی کا صلہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لیے بیت اللہ جاتا تھا کہ ایک شخص سے ملاقات ہوئی، اس کے پاس نہ تو کوئی توشہ تھا نہ پانی تھا اور نہ سٹری۔ پا پیادہ ذوق و شوق میں لہلہ کر رہا تھا۔ میں نے اسے سلام کیا، اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں نے پوچھا، اے جوان! تو کہاں سے آتا ہے؟ کہا اسی کے پاس سے۔ میں نے کہا، کہاں جاتا ہے؟ کہا اسی کی طرف۔ میں نے کہا توشہ کہاں ہے؟ کہا اسی کے ذمہ۔ میں نے کہا بھلا پانی اور توشہ کے بغیر راستہ کیونکر کٹے گا، تیرے پاس تو کچھ نظر نہیں آتا۔ کہا ہاں! میں نے گھر سے نکلتے وقت پانچ حرف توشہ کے لیے لائے ہیں۔ میں نے کہا وہ کون سے ہیں؟ کہا قول خدا کضیحص۔ میں نے کہا ان کے معنی؟ کہا کاف کے معنی کافی، کا کے معنی ہادی۔ تے کے معنی جگہ دینے والا، رع کے معنی عالم، ص کے معنی صادق۔ جس کا مصاحب اور ساتھی کافی، ہادی، جگہ دینے والا، عالم اور صادق ہو وہ بریاد نہ ہوگا اور نہ اسے خوف ہوگا اور نہ وہ سفر کا توشہ اور پانی لینے کا محتاج ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو اپنا کردہ اتار کر پہنانا چاہا۔ اس نے اتکار کیا اور کہا اے شیخ! دنیا کے کُتے سے ننگا رہنا بہتر ہے۔ دنیا کی حلال چیز میں حساب ہوگا اور اس کے حرام میں عذاب۔ جب رات ہوئی تو اس جوان نے اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے کہا اے وہ خدا کے کیم جسے طاعت خوش آتی ہے اور گناہ اس کا کچھ نقصان نہیں کرتا، جو تجھے خوش آئے مجھے بخش اور میرے گناہ جو تجھے نقصان نہیں پہنچاتے بخش دے۔ جب لوگوں نے احرام باندھ کر لبیک کہی۔ میں نے اس سے کہا تم لبیک نہیں کہتے، کہا اے شیخ! میں ڈرتا ہوں کہ میں تو لبیک کہوں اور جواب میں وہاں سے لا لبیک ولا سدیک“ ہو (میں تیری بات نہیں سنتا اور نہ تیری طرف دیکھتا ہوں) یہ کہہ کر چل دیا پھر میں نے منی کے سوا اور کہیں نہیں دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا میرا دوست وہ ہے جسے میرا خون گرانا پسند ہے۔ اس کے واسطے میرا خون حل اور حرم میں حلال ہے۔ خدا کی قسم اگر میری روح کو معلوم ہو کہ کس سے تعلق ہے تو سر کے بل اس کے واسطے کھڑی ہو جائے اسے طاعت کرنے والے اس کی محبت میں مجھے طاعت نہ کرے کیونکہ جو خوبی اور حسن میں اس میں دیکھتا ہوں اگر تو دیکھ پلے تو ہرگز نہ بچے بلکہ میری طرح اس کے عشق میں جان و دل قربان کر ڈالے۔ لوگوں نے تو

عید کے دن بکری اور مینڈھے قربان کیے اور میرے دوست نے میری جان کی قربانی کی پھر کہا خلو خدا! لوگوں نے قربانیاں کیں اور تجھ سے تقرب حاصل کیا۔ میرے پاس تو کوئی چیز بھی نہیں کہ جس کے ذریعہ سے تقرب حاصل کروں۔ ہاں ایک جان ہے جو تیری راہ میں قربان کرتا ہوں، تو میری طرف سے اسے قبول فرما، پھر زور سے ایک چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر پڑا۔ ناگاہ ہاتھ غیبی نے آواز دی۔ یہ خدا کا دوست ہے خدا کا مقتول ہے، خدا کی تلوار سے قتل ہوا ہے۔ مالک کہتے ہیں میں نے اس کی تجہیز و تکفین کر کے اسے دفن کیا اور اس رات نہایت درجہ پریشان سویا۔ خواب میں دیکھ کر اس سے پوچھا کہ عدل نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا، کہا وہ معاملہ کیا جو بدر کے شہیدوں کے ساتھ کیا بلکہ ان سے بھی زیادہ دیا۔ میں نے کہا زیادتی کی وجہ! کہا وہ لوگ تو کافروں کی تلوار سے ملے گئے اور میں عدلے جبار کی محبت میں۔ خدا اس سے راضی ہو۔ (زہرۃ البساتین)

۴۲. حضرت ذوالنون مصری کی توبہ

حضرت ذوالنون مصری کے تائب ہونے کا واقعہ عجیب و غریب ہے اور وہ یہ کہ کسی شخص نے آپ کو اطلاع دی کہ فلاں مقام پر ایک نوجوان عابد ہے اور جب آپ اس سے نیاز حاصل کرنے پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک درخت پر اٹا لٹکا ہوا اپنے نفس سے سلسل یہ کہہ رہا ہے کہ جب تک تو عبادت الہی میں میری ہمنوائی نہیں کرے گا میں تجھے یونہی اذیت دیتا رہوں گا حتیٰ کہ تیری موت واقع ہو جائے۔ یہ واقعہ دیکھ کر آپ کو اس پر ایسا ترس آیا کہ رونے لگے اور جب نوجوان عابد نے پوچھا کہ یہ کون ہے جو ایک بے حیا معصیت کا رپڑ ترس کھا کر رو رہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اس کے سامنے جا کر سلام کیا اور مزاج پر کھانسی کی۔ اس نے بتایا کہ چونکہ یہ بدن عبادت الہی پر آمادہ نہیں ہے اسی لیے یہ مزاج سے رہا ہوں۔ آپ نے کہا کہ مجھے تو یہ گمان ہوا کہ شاید تم نے کسی کو قتل کر دیا ہے یا کوئی گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہے اس نے جواب دیا کہ تمام گناہ مخلوق سے احتلاط کی وجہ سے جہنم لیتے ہیں اس لیے میں مخلوق سے رسم و راہ کو بہت بڑا گناہ تصور کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو واقعی بہت بڑے زاہد ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تم کسی بڑے زاہد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے کے پہاڑ پر جا کر دیکھو۔ چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو ایک نوجوان کو دیکھا جس کا ایک پیر کٹھا ہوا باہر پڑا تھا اور اس کا جسم کپڑوں کی خوراک بنا ہوا تھا اور

جب آپ نے یہ صورتحال معلوم کی تو اس نے بتایا کہ ایک دن میں اسی جگہ معروف عبادت تھا کہ ایک خوبصورت عورت سامنے سے گزری جس کو دیکھ کر میں فریب شیطانی میں مبتلا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا اس وقت ندا آئی کہ اے بے غیرت! تیس سال خدا کی عبادت و اطاعت میں گزار کر آج شیطان کی عبادت کرنے چلا ہے۔ لہذا میں نے اسی وقت اپنا ایک پیر قطع کر دیا کہ گناہ کے لیے پہلا قدم اسی پیر سے بڑھایا تھا۔ پھر بتائیے کہ آپ مجھ گنہگار کے پاس کیوں آئے ہیں اور اگر واقعی آپ کو کسی بڑے زاہد کی جستجو ہے تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جائیے لیکن جب بلندی کی وجہ سے آپ کو پہنچانا ناممکن ہو گیا تو اس نوجوان نے خود ہی ان بزرگ کا قصد شروع کر دیا۔ اس نے بتایا کہ پہاڑ کی چوٹی پر جو بزرگ ہیں ان سے ایک دن کسی نے یہ کہہ دیا کہ روزی محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ بس اس دن سے انھوں نے یہ عہد کر لیا کہ جس روزی میں مخلوق کا ہاتھ ہو گا وہ میں استعمال نہیں کروں گا۔ اور جب بغیر کچھ کھائے کچھ دن گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی کھوپڑیوں کو حکم دیا کہ ان کے گرد جمع رہ کر انہیں شہد جیسا کرتی رہیں۔ چنانچہ ہمیشہ وہ شہد ہی استعمال کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ذوالنون نے درس عبرت حاصل کیا اور اسی وقت سے عبادت و ریاضت کی طرف توجہ ہو گئے۔ (خزینۃ الامنیاء جلد ۵ ص ۴۸)

۴۲. حضرت ذوالنون مصری کی کرامت

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کشتی پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ کشتی کے مسافروں کو حضرت سے تعارف نہ تھا۔ اس کشتی میں ایک سوداگر بھی تھا۔ اتفاقاً اس کا ایک موتی گم ہو گیا اس نے غلط فہمی سے حضرت ذوالنون پر یہ الزام لگا دیا کہ موتی انھوں نے لیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ماشا وکلا! موتی میں نے نہیں لیا۔ وہ سوداگر کہنے لگا کہ موتی آپ ہی نے لیا ہے اور گستاخی سے پیش آنے لگا۔ حضرت ذوالنون نے اس وقت آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کیا۔ الہی! تو جانتا ہے کہ میں اس الزام سے بری ہوں۔ یہ کہنا ہی تھا کہ ہزاروں مچھلیاں دریا سے اپنے اپنے منہ میں ایک ایک موتی لے کر نکل آئیں۔ آپ نے ان میں سے ایک موتی لے کر اس سوداگر کو دے دیا۔ کشتی کے لوگوں نے حضرت کی جب یہ شان اور کرامت دیکھی تو سب آپ کے قدموں پر گر پڑے اور معافی چاہنے لگے۔ ”فون“ پھلی کو کہتے ہیں۔ آپ کی اسی کرامت کی وجہ سے آپ کا نام ذوالنون مشہور ہو گیا۔ (مرآة الاسرار ص ۲۸۶)

۲۴۔ اللہ سے محبت کی تلقین

حضرت ذوالنون مہری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہوا۔ جب جنگل میں پہنچا تو مجھے شدت کی پیاس لگی۔ میں قبیلہ مخزوم میں چلا گیا۔ وہاں میں نے ایک چھوٹی سی حسین و جمیل خوبصورت لڑکی دیکھی۔ وہ گنگنا کے اشعار پڑھ رہی تھی۔ میں اس کے اس فعل کو دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ وہ ابھی پنجی تھی۔ میں نے اس لڑکی سے کہا اے لڑکی! کیا تجھے ایسے اشعار پڑھتے شرم نہیں آتی، اس نے کہا چپ رہ اے ذوالنون! میں نے رات شرابِ محبت خوشی کے ساتھ نوش کی ہے اور صبح کے وقت مولا کی محبت میں غمورا ٹھی ہوں۔ میں نے کہا اے لڑکی! میں تجھے عقلمند پاتا ہوں مجھے کچھ نصیحت کر۔ لڑکی نے کہا اے ذوالنون! سکوت کو لازم پکڑو اور دنیا سے تھوڑی روزی پر راضی رہو تو تم جنت میں اس جی و قیوم کی زیارت کرو گے جو کبھی نہیں مرتا ہے۔ میں نے کہا تیرے پاس کچھ پانی ہے۔ لڑکی نے کہا میں تجھے پانی بتاتی ہوں۔ میں نے گمان کیا کہ وہ مجھے پانی کا کنواں یا چشمہ بتائے گی۔ میں نے کہا بتاؤ۔ لڑکی نے کہا لوگ قیامت کے دن چار فرقی ہو کر پانی پئیں گے۔ ایک فرقے کو ملائکہ پلائیں گے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے وہ شراب سفید ہوگی اور اپنے پینے والوں کو لذت بخشگی اور ایک فرقے کو دار و ثلہ جنت پانی پلائیں گے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں، اس شراب میں تسنیم کا پانی ملا یا جائے گا۔ اور ایک فرقے کو حق جل جلالہ پلائیں گے اور وہ لوگ بندگانِ خاص ہوں گے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں شرابِ طہور انھیں پلائیں گے۔ پس تم دنیا میں اپنا رازہ کسی پر اپنے مولا کے سوا ظاہر نہ کرو تاکہ آخرت میں حق تعالیٰ تمہیں اپنے ہاتھ سے پلائیں۔

۲۵۔ اللہ کے کرم کا عجیب انداز

حضرت ذوالنون مہری ایک مرتبہ دریائے نیل کے کنارے بغرض سیر تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک آپ کو ایک بچھو نظر آیا آپ نے ادھر ادھر دیکھ کر ایک پتھر اٹھایا اور ارادہ کیا کہ اس موذی جانور کو ہلاک کر دیں لیکن بچھو جلدی سے بھاگ کر دریا کے کنارے پہنچا۔ اتنے میں دریا سے ایک مینڈک نکلا اور بچھو اس کے اوپر سوار ہو گیا۔ مینڈک دریا میں تیرتا ہوا دوسرے کنارے پہنچا۔ ان تمام واقعات کو

دیکھ کر حضرت ذوالنون مہری کے دل میں مزید مشاہدے کا اشتیاق پیدا ہوا اور آپ بھی ان کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ جیب مینڈک نے دریا کا سفر طے کیا اور اپنے سوار بچھو کو دوسرے کنارے پر لے جا کر اترا تو آپ نے دیکھا کہ خشکی پر پہنچتے ہی بچھو نے تیزی سے بڑھنا شروع کیا۔ آپ بھی اس کے ساتھ ساتھ بڑھے پھر ایک جگہ پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ ایک ویران اور ٹھیل مقام پر ایک شخص شراب کے نشے میں زمین پر اپنی سادھ بڈھ پسرانے سو رہا ہے اور اس کے اوپر ایک بہت سی خوفناک سیاہ اژدھا چھن کھولے موت کی تصویر بنا اس کے سر کے اوپر رقص کر رہا تھا۔ بچھو تیزی کے ساتھ اس کے پاس پہنچا اور اس اژدھا کے اوپر اس طرح ڈنگ مارا کہ اس کے اثر سے اژدھا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ بچھو اس کے بعد نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

آپ نے جیب یہ واقعہ دیکھا تو اس شخص کو جگایا۔ جیب وہ خواب سے بیدار ہوا اور اپنے سامنے ایسے بھیانک اژدھے کو خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا تو آپ سے اس کی وجہ دریافت کی، آپ نے اسے تمام واقعہ کہہ سنایا۔ یہ سن کر وہ شخص سجدے میں گر گیا اور اللہ تعالیٰ سے رجوع ہو کر گڑا گڑانے لگا کہ اے اللہ! جیب تو اپنے نافرمانوں پر اس قدر مہربان ہے تو اپنے اطاعت گزاروں کے ساتھ کس قدر لطف و کرم سے پیش آتا ہوگا۔ تیری عزت و جلال کی قسم! اب آئندہ تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس کے وہ ایک شعر پڑھا ہوا چلا گیا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

دلے سونے والے! خدا تیری برائے بڑی چیز سے نگہبانی کرتا ہے جو اندھیرے میں چلتی ہے۔
ایسے بادشاہ کی طرف سے آنکھیں کیوں نہ کھولتی ہیں جو عمدہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔“

۴۶۔ حضرت ذوالنون مہری کا روحانی تصرف

ایک دن حضرت ذوالنون مہری چند ساتھیوں کے ساتھ دریائے نیل میں کشتی پر جا رہے تھے اس وقت دستوں کے مطابق کشتیوں کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ مہریوں کا دستور تھا کہ وہ کشتیوں میں سوار ہوتے اور جیب کوئی دوسری کشتی قریب آتی تو اس میں سوار ہو کر گانے بجانے کا شغل کرتے اور خوب شور و غل مچاتے۔ چنانچہ کوئی کشتی حضرت ذوالنون مہری کی کشتی کے قریب آئی اور اس میں سوار گانے بجانے والوں نے خوب شور و غل اور ہنگامہ کیا تو حضرت ذوالنون مہری کے شاگردوں نے عرض کیا یا شیخ! ان

کے لیے یہ دعا کیجئے کہ اے اللہ تعالیٰ ان سب کو غرق کر دے تاکہ ان کی ہنگامہ آرائی سے لوگوں کو نجات حاصل ہو۔ حضرت ذوالنون مصری کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی یا اللہ! جس طرح تو نے ان لوگوں کو دنیا میں خوشیاں بخشی ہیں اسی طرح اس جہاں میں بھی ان کو خوشی و مسرت عطا فرما۔ شاگردوں نے یہ دعا سنی تو حیرت زدہ ہو گئے اور جب وہ کشتی اور زیادہ قریب آئی اور ان کی نظریں حضرت ذوالنون مصری پر پڑیں تو بے اختیار رونے لگے، انہوں نے اسی وقت ساز و غیرہ توڑ دیے اور تائب ہو گئے (کشف المحجوب)

۴۷. حضرت ذوالنون مصری کا تقویٰ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ متقدمین اولیاء اللہ میں نہایت بلند پایہ اور خدادیدہ بزرگ ہیں۔ آپ کا طریقہ عبادت اور مجاہدہ نفس عقل بشری سے بالاتر تھا اس لیے اہل مصر آپ کو زندقہ کہتے تھے اور آپ کی ولایت کے قائل نہ تھے۔ دربار خلافت میں حضرت کے حالات کی شکایت کی گئی اور خلیفہ متوکل عباسی کے حکم سے آپ پابجولال مصر سے بغداد لائے گئے، اثنائے راہ میں ایک عورت نے آپ کو ہدایت کی ذوالنون! خیر دار! حکومت کے ظلم سے نہ ڈرنا۔ خلیفہ بھی تیری ہی طرح خدا کا ایک عاجز بندہ ہے اور بندہ کا بندے سے ڈرنا کیا معنی؟ بندہ ہر وقت مجبور ہے، وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

آپ دربار خلافت میں پیش کیے گئے تو خلیفہ نے آپ کو جیل خانے بھیجنے کا حکم دیا۔ چالیس شبانہ روز آپ اسیر زندان رہے اس دوران میں حضرت بشر حافی کی ہمیشہ ہر روز ایک روٹی لے جا کر آپ کو پیش کرتی رہیں۔ جس دن آپ کو باہر نکالا گیا تو محافظ زندان نے وہ چالیس روٹیاں آپ کے حکم سے فقراء کو تقسیم کیں۔ جس وقت یہ خبر حضرت بشر حافی کی بہن کو پہنچی کہ حضرت ذوالنون مصری نے میری دعوتِ مستونہ کو رد کر دیا اور ایک دن بھی وہ روٹی نہیں کھائی تو انھیں بچہ صدمہ ہوا، دل شکستہ اور آزرده خاطر حاضر خدمت ہوئیں اور فرمایا۔ حضرت آپ کو علم ہے کہ یہ روٹیاں کسبِ حلال کی تھیں اور خدا گواہ ہے کہ اس کے ذریعے آپ پر کوئی احسان کرنا بھی مقصود نہ تھا۔ پھر آپ لے آئیں کیوں قبول نہیں کیا۔ حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا وہ روٹیاں بیشک حلال تھیں میں جانتا ہوں مگر وہ داروغہ جیل کے ناپاک ہاتھوں کے ذریعے آئی تھیں اس لیے میرے لیے حلال نہ تھیں۔ یہ تھا اولیاء اللہ کا تقویٰ۔

بشری حیثیت سے چالیس روز تک کچھ نہ کھانے سے کمزوری و ناتوانی اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ

جب آپ کو زنداں سے نکالا گیا تو آپ فرط تقاہت سے زمین پر گر پڑے۔ سر پھیٹ گیا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اس طعہ پر اظہار ہوا کہ حضرت ذوالنون کے کپڑوں پر کوئی پھینٹے بھی خون کی نہ تھی۔ اسی طرح زمین پر بھی کوئی قطرہ خون نظر نہ آتا تھا۔ جس قدر خون مبروح پیشانی سے نکلا، قدرت نے اپنے دامن رحمت میں جذب کر لیا۔

حضرت ذوالنون کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا تو دربار عام میں خلیفہ نے آپ سے چند سوالات کیے۔ آپ نے نہایت فصاحت و خطابت اور جرأت و دلیری سے خلیفہ بغداد کے سوالات کا جواب دیا اور اس طرح خلیفہ اور درباری لوگوں پر رقت طاری ہو گئی۔ خلیفہ متوکل عباسی نے اسی وقت آپ کے دست اقدس پر بیعت کی اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو مصر واپس بھیج دیا گیا۔

سچ فرمایا گیا ہے ”مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ اللَّهُ لَهُ“ (جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے) ایک طرف دشمنان حق اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کی ایذا ہی اور توہین کے درپے ہیں اور نقص و کینہ کے سفلی جذبات سے مجبور ہو کر حکومت سے شکایت کرتے ہیں اور سزا دلوا کر آتش حسد کو ٹھنڈا کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی یہ ہے کہ اپنے ولی کی آزمائش تحمل و توکل کے بعد یہ عزت افزائی فرمائی گئی ہے کہ حکومت کے مقتدر اعلیٰ کو حضرت ذوالنون مصری کے قدموں پر جھکا دیتی ہے۔۔۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۷۳)

۴۸ حضرت ذوالنون مصری کا استغنیٰ

حضرت شیخ ذوالنون مصری کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جس کو ترکہ پداری میں ایک ہزار دینار ملے تھے وہ دینار حضرت شیخ کی نزدیکی اور عرض کیا مجھے مرید کر لیجئے اور یہ دینار خانقاہ کے درویشوں میں تقسیم فرما دیجئے۔ چنانچہ شیخ نے اس کو مرید کیا اور وہ تمام دینار فقراء کو تقسیم کر دیے۔ ایک دینار بھی حضرت شیخ نے دوسرے دن کے لیے باقی نہیں رکھا۔ چنانچہ اس مرید نے آج سرد پھر کر کہا اب ہزار دینار کب میسر ہوں گے۔ کاش! مجھے آج ہی اسے ہی دینار میسر آجائیں تو میں اخراجات خانقاہ کے لیے شیخ کی خدمت میں پیش کر دوں۔

حضرت ذوالنون مصری نے اس کی اضطرابی دعا کو سنا اور فرمایا یہ میں درہم لے کر عطاری کی دکان پر

جاؤ اور فلاں دو خرید لاؤ۔ اس نے تعمیل حکم کی، توشیح نے فرمایا۔ اس دو کو ہاون دستہ میں کوٹ کر روغن میں گوندھواو تین گولیاں خر مہرہ کے برابر بناؤ اور سوئی سے گولیوں میں سوراخ کر کے میرے پاس لے آؤ وہ حسب ارشاد گولیاں بنا کر لایا۔ شیخ نے ان گولیوں کو اپنے دست مبارک سے کچھ کلمات گولیوں پر دم کیے۔ تینوں گولیاں تین باقت سرن بن گئیں۔ حضرت شیخ نے اس مرید سے فرمایا ان گولیوں کو بازار لے جاؤ۔ فروخت نہ کرنا۔ صرف قیمت معلوم کر کے واپس آجاؤ۔ مرید گولیوں کو لے کر جوہریوں کی دکان پر گیا۔ انھوں نے ہر باقت کی قیمت ایک ہزار دینی بخوشی منظور کی لیکن فروخت نہ کرنے کا حکم تھا اس لیے قیمت معلوم کر کے گولیاں شیخ کی خدمت میں واپس لے آیا تو آپ نے فرمایا ان گولیوں کو پھر ہاون دستہ میں ڈال کر کوٹ دو اور چھوٹے چھوٹے ریزے کر کے دریا میں ڈال دو۔ اور فرمایا اللہ والے درویش دولت دنیا کے بھوکے نہیں ہوتے بلکہ ان کے لیے بھوکا رہتا ہی معراج کمال ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۷۱، خزینۃ الاصفیاء جلد ۵ ص ۵۰)

۲۹ تیز کیہ نفس کے لیے نفس کی مخالفت

حضرت ذوالنون مصری کی تمام عمر اپنے نفس کے خلاف جنگ کرتے ہوئے گزری۔ آپ کا کہنا تھا کہ نفس سے صلح کرنے والا شخص خدا کا دوست نہیں ہو سکتا۔ عام انسانوں کی طرح آپ کو بھی لذیذ کھانوں کی خواہش تھی لیکن کبھی اپنی خواہش پوری نہ کی۔ ایک مرتبہ عید کی شب جب میرے نفس نے تقاضا کیا کہ آج تو کوئی لذیذ غذا ضروری چاہیے تو فرمایا کہ اگر تو درکوت میں قرآن مکمل کر لے تو میں تیری خواہش پوری کر دوں گا۔ نفس نے آپ کی یہ شرط منظور کر لی اور ختم قرآن کے بعد جب آپ لذیذ غذا میں لے کر گئے تو پہلا ہی نغمہ اٹھا کر ہاتھ گھنچ لیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اور جب لوگوں نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ پہلے ہی نغمے پر نفس نے خوش ہو کر کہا کہ آج دس برس کے بعد تیری خواہش پوری ہو رہی ہے۔ چنانچہ میں نے ہاتھ سے نغمہ چھوڑ کر کہا کہ میں تیری خواہش کبھی پوری نہ ہونے دوں گا لیکن اسی وقت ایک شخص عمدہ کھانے کی دیگ لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بہت مفلس اور بیل پوچھا والا ہوں مگر آج صبح عید کی وجہ سے میں نے لذیذ کھانا پکھایا اور سو گیا۔ چنانچہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو عشر میں مجھ سے ملنے کا آرزو مند ہے، تو یہ کھانا

ذوالنون کو دے آ۔ اور میرا یہ پیغام پہنچانے کے وقتی طور پر اپنے نفس سے صلح کر کے اس کھانے کے دو ایک ققمے چکھ لے حضور کا یہ پیغام سن کر میں نے دس سال کے دوران پہلی مرتبہ تھوڑا سا اچھا اور لذیذ کھانا چکھ لیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۷۲)

۵۰. اصلاح کی انوکھی تجویز

آپ کے ایک عقیدتمند نے جس نے چالیس پتے کھینچے۔ چالیس حج کیے اور چالیس برس تک جاگتارہ ما۔ غرض یہ کہ اتنی عبادت و ریاضت کے باوجود آج تک اللہ تعالیٰ مجھ سے ہم کلام نہیں ہوا وہ نہ کبھی رموزِ خداوندی مجھ پر منکشف ہو سکے لیکن نعوذ باللہ یہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ نہیں بلکہ اپنی بدنصیبی کا اظہار ہے۔

آپ نے اس ارادت مند سے فرمایا کہ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھاؤ اور عشا کی نماز پڑھ کر بغیر آرام سے سو جاؤ۔ مرید نے آپ کے حکم کی تعمیل میں پیٹ بھر کر کھانا تو کھایا مگر دل میں نماز کو ترک کرنا گوارا نہ کیا اس لیے نماز پڑھنے کے بعد سو گیا اور خواب میں حضور اکرم کی زیارت ہوئی۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ناامید ہونے والا نامراد ہوتا ہے تم یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ تیری چالیس سالہ ریاضت کا صلہ ضرور دے گا لیکن ذوالنون کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دینا کہ تمہیں شہر بھر میں اس لیے ذلیل کریں گے کہ تو پھر کبھی ہمارے دوستوں کو فریب میں مبتلا نہ کر سکے۔ اس مرید نے جب اپنا خواب حضرت ذوالنون مصری کو سنایا تو ان کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلک پڑے لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ کیا کوئی مرشد کسی کو نماز نہ پڑھنے کا حکم دے سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرشد کی حیثیت طبیب کے برابر ہوتی ہے اور کبھی کبھار طبیب کو زہر سے بھی مرین کا علاج کرنا پڑتا ہے۔ اور چونکہ آپ کو بخوبی معلوم تھا کہ میرے کہنے سے مرید ہرگز نماز ترک نہیں کر سکتا۔ اس لیے آپ نے ایسا حکم دیا اور اس کے علاوہ طریقت کی راہوں میں ایسے احوال بھی آجاتے ہیں جو بظاہر شریعت کے منافی ہوتے ہیں لیکن وہ درحقیقت اپنی جگہ بالکل درست ہوتے ہیں۔ جس طرح حضرت خضر کو رط کے قتل کا حکم دیا گیا لیکن منشا نے خداوندی یہی تھا گویا یہ بات اپنی جگہ مستم ہے کہ خلاف شرع کوئی کام نہ کیا جائے۔ لیکن راہ طریقت میں ایسے احوال عموماً پیش آتے ہیں جس سے کسی طور بھی انکار ممکن نہیں (تذکرۃ الاولیاء ص ۷۲)

۵۱۔ اللہ تعالیٰ کی رضا میں کسی کا دخل نہیں

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ سفر کے دوران میرا ایک برف پوش صحرا سے گزر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک آتش پرست ہر طرف اناج بکھیرنے میں معروف ہے۔ آپ کے دریافت کرنے پر اس آتش پرست نے بتایا کہ ایسی حالت میں پرندوں کو چونکہ کہیں سے دانا ذکا میسر نہیں آتا اس لیے میں ثواب کی نیت سے دانا بکھیر رہا ہوں۔ اس پر میں نے اسے کہا کہ اللہ کے ہاں غیر کی روزی ناپسندیدہ ہے لیکن اس نے عرض کیا کہ میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ میری نیت کو دیکھ رہا ہے اس کے بعد میں نے اس آتش پرست کو ایام حج کے دوران بڑی دیوانگی کے عالم میں بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور طواف کے بعد اس نے مجھ سے کہا آپ نے دیکھا کہ میں نے پرندوں کے لیے جو دانا ذکا بکھیرا تھا۔ اس کا پھل مجھے کتنی بہتر شکل میں ملا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں نے پرجوش لہجے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تو نے چالیس برس تک آگ پوجنے والے کو تو اناج کے چند دانوں کے عوض اڑناں فوٹی کرتے ہوئے اتنی بڑی نعمت سے کیوں سرفراز فرمایا۔ اس پر غیب سے آواز آئی کہ ہم اپنی مرضی کے مختار ہیں اور ہمارے معاملات میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں (تذکرۃ الاولیاء ص ۷۴)

۵۲۔ ہر حال میں اللہ کی اطاعت

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں انطاکیہ کے ایک پہاڑ پر جا رہا تھا کہ ایک دیوانی سی لڑکی صوف کا جیب پہنے ہوئے نظر پڑی۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب دے کر کہا تم ذوالنون ہو۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا تو نے مجھے کس طرح پہچانا؟ کہا محبوب حقیقی کی معرفت سے۔ پھر کہنے لگی۔ ذوالنون! میں یہ دریافت کرتی ہوں کہ سخا کیا چیز ہے۔ میں نے کہا سخاوت داد و دہش ہے۔ کہا یہ تو دنیا کی سخاوت ہے، دین کی سخاوت کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سعی کرنا۔ کہا جیب بندہ طاعت میں سعی کرتا ہے تو محبوب حقیقی قلب پر متجلی ہوتا ہے لیکن اس وقت پاہیے کہ تو اس سے کچھ نہ مانگے، ذوالنون بیس برس سے میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس سے ایک شے طلب کروں مگر اس سے شرم آتی ہے

کہ بڑے مزدور کی طرح ہوجاؤں گی کہ جیب وہ کام کرتا ہے تو فوراً ہی اجرت مانگ لیتا ہے اس لیے میں تو اس کی تعظیم اور جلال کی وجہ سے کام کرتی ہوں۔ یہ کہا اور روانہ ہوئی۔ (زینتہ البساتین)

۵۳۔ گناہ ختم کرنے کا نسخہ

ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک طبیب کو دیکھا کہ اس کے ارد گرد عورتوں اور مردوں کا بیشمار مجمع ہے اور وہ ہر ایک کو مناسب دوا بتاتا ہے۔ میں نے بھی اس کے پاس جا کر سلام کیا اور کہا آپ مجھ کو ذنوب کی دوا بتائیے۔ اس نے تھوڑی دیر میں جھکایا پھر سر اٹھا کر کہا اگر میں بیان کروں تو سمجھو گے؛ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ۔ کہا اول یہ اجتہاد جمع کر لو:۔ بیخ صبر، برگ شکوہ، ہلیہ تواضع، بلیدہ خشوع، روغن بنفشہ، بیبیت، خلی بیبیت، تمر ہندی، مکینت، گلاب صدق، ان سب اجزاء کو لے کر احکام کی دیگچی میں ڈال کر آبِ احکام سے تر کر کے اس کے نیچے نارِ اشتیاق و سوزش روشن کرو اور کفچہ غلٹ سے ہلاؤ کہ اس پر حکمت کا کھٹ آجائے جب صفائے فکر سے نوب صاف ہو جائے تو اس کو جامِ ذکر میں رکھو اور پھر رضا کی چھلتی سے چھان کر اس میں خمیرہ انابت اور عمل میں حل کر کے مقل اور ملاؤ۔ پھر حانوتِ خلوت میں جا کر بیو۔ اور آبِ وفا سے کلی کر لو اور خوف اور گریگی کی مسواک کرو اور اوپر سے قناعت کا سیب کھا لو اور اپنے لبوں کو اعراضِ ماسوی اللہ کے رومال سے صاف کر لو۔ یہ شربت انشاء اللہ گناہوں کو بالکل زائل کر دے گا اور اللہ تعالیٰ اپنا قرب عطا فرما دے گا۔

۵۴۔ قربِ الہی کی عنایات

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوہِ لبنان کے ایک غار میں ایک بندگان کو دیکھا کہ ان کا سر اور داڑھی بالکل سفید اور سر کے بال غبارِ آلود میں اور وہ نہایت لاغر ہیں اور نماز میں مشغول ہیں جیب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دے کر پھر نیت باندھ لی اسی طرح معتزک برابر نماز میں مشغول رہے پھر ایک پتھر کے سہارے بیٹھ گئے اور سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھنے لگے اور مجھ سے کچھ بات چیت نہ کی میں نے خود ہی عرض کیا کہ حضرت میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے قرب سے مانوس فرمائے۔ میں نے کہا کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا بیٹا جسے اللہ تعالیٰ اپنے قرب سے مانوس کر دیتا ہے اسے چار خصلتیں عطا فرماتا ہے۔ عزت بغیر خاندان، علم بے طلب، غنا بغیر مال، انس بے جماعت۔ یہ کہہ کر زود سے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے اور پورے تین دن بعد افاقہ پایا اٹھ کر وضو کیا اور مجھ سے پوچھ کر سب فوت شدہ نمازوں کی قضا کی اور مجھ سے سلام کر کے رخصت ہونے لگے۔ میں نے عرض کیا حضرت میں تو تین دن اسی امید پر پڑا رہا کہ شیخ اور کچھ نصیحت فرمائیں گے اور مجھے اس وقت رونا آگیا۔ فرمایا اپنے مولا کو دوست رکھ اور اس کے بدلہ کسی کی چاہت نہ کر کیونکہ اللہ کو دوست رکھنے والے ہی تمام بندوں کے سر تاج اور اللہ کے برگزیدہ اور اس کے خالص بندے ہیں پھر ایک چیخ ماری اور جان بحق ہو گئے۔ کچھ دیر بعد عابدوں کی ایک جماعت پہاڑ سے اتری اور تجہیز و تکفین کرنے میں مشغول ہو گئی، دفن سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ان سے پوچھا، صاحبو! اس شیخ کا کیا نام تھا؟ کہا کہ شیبان مصاب رحمہ اللہ تعالیٰ و نفعنا بہ۔

(نزہۃ البسائین)

۵۵۔ حقیقی محبت کی شان

ذوالنون مہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی اسرائیل میں ایک عورت سے ملا جو بالوں کا ایک کرتہ پہنے اور اون کی اوڑھنی اور طے ہوئے تھی اور ہاتھ میں ایک لوبہ کا عصا تھا۔ میں نے قریب جا کر سلام کیا، سلام کا جواب دے کر کہا، مردوں کو عورتوں سے کیا مطلب ہے۔ میں نے کہا تمہارا (دینی) بھائی ذوالنون ہوں، کہا مہربان، میں نے پوچھا تم یہاں کس شغل میں ہو، کہا میرا شغل کیا پوچھتے ہو۔ میری حالت تو یہ ہے کہ جب کسی ایسے شہر میں میرا گنہہ بوتل ہے کہ وہاں میرے محبوب حقیقی کی مخالفت اور نافرمانی ہوتی ہو تو وہاں کارہننا مجھے گراں گزرتا ہے کہ پھر کوئی اور پاک جگہ ڈھونڈتی ہوں اور وہاں جا کر اپنے قلب سے جو شدت شوق سے سوختہ و گداختہ ہو رہا ہے مناجات کرتی ہوں۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کہا کہ تم تو محبوب حقیقی کی باتیں خوب کرتی ہو بھلا یہ تو بتاؤ کہ محبت کی حقیقت کیا ہے کہا سبحان اللہ! تم ایسے طیل القدر و اعظا اور حکیم ہو کہ مجھ سے محبت کی حقیقت دریافت کرتے ہو۔ سنو محبت کی شان یہ ہے کہ جب وہ شروع ہو جاتی ہے تو محب کو ایک دائمی الم اور قلق لگ جاتا ہے۔

شدہ شدہ کثرتِ محبت سے اہل محبت کی ارواح غایتِ سفائی پر پہنچ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی محبت کے مزید انجام سے سیراب کرتا ہے جسے وہ خوب مزے لے کہتے ہیں۔ یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑی۔ پھر جب ہوش میں آئی تو یہ اشعار پڑھے:-

أُحِبُّكَ سُبَّانَ حُبِّ الْمَوَايِ ۞ وَحُبًّا لِوَلَدِكَ أَهْلًا لِّذَاكَ
فَمَا الَّذِي هُوَ حُبُّ الْمَوَايِ ۞ ذَنْبٌ كَرٌّ شَعَلْتُ بِهِ عَن سِوَاكَ
وَمَا الَّذِي أَنْتَ أَهْلٌ لَهُ ۞ فَكَشَفْتُكَ لِلْحُجُبِ حَتَّى أَرَكَ
وَلَا حُدُفِي ذَا وَلَا ذَاكَ لِي ۞ وَنَلَقْتُ لَكَ الْحَمْدُ فِي ذَا وَذَاكَ

یعنی اے محبوبِ حقیقی! مجھے آپ سے دو قسم کی محبت ہے اس واسطے کہ آپ محبوب بننے کے اہل ہیں پہلی قسم کی محبت جس کا اقتضا مجھ میں ہے اس کا اثر تو ذکر ہے کہ جس سے آپ نے اپنے ماسوی سے مجھے علیحدہ کر دیا ہے اور وہ دوسری قسم کی محبت کہ جس کے آپ اہل ہیں اس کا ثمرہ یہ ہے کہ آپ حجابِ سامنے سے اٹھادیں تاکہ میں آپ کو دیکھوں اور دونوں قسم کی محبت میں میرا کچھ کمال نہیں اس لیے میری کوئی اس میں حمد نہیں بلکہ ہر سورت میں آپ ہی کے لیے حمد اور ستودگی ثابت ہے۔

(نزہۃ البسائین)

۵۶. ایک عارف کی مناجات

ذوالنون مہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک روز بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور حالت یہ تھی کہ سب لوگوں کی آنکھیں بیت اللہ کی طرف لگ رہی تھیں اور اسے دیکھ دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھر رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص بیت اللہ کے مقابل ہو کر اس معنوں کی دعا کرنے لگا۔ اے میرے پروردگار! میں تیرا مسکین بندہ اور تیرے در سے بھاگا ہوا اور دھتکارا ہوا ہوں۔ اے اللہ! میں ایسی چیز کا سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کی محبت و قرب کا زیادہ ذریعہ ہو اور ایسی عبادت مانگتا ہوں جو آپ کو زیادہ پسند ہو اور اے اللہ! میں آپ سے آپ کے برگزیدہ بندوں اور انبیاء کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنی محبت کا پیالہ مجھے پلا دیجیے اور میرے دل سے اپنی معرفت کے لیے جہل کے پرورے اٹھا دیجیے تاکہ میں شوق کے بازوؤں سے آپ تک اٹھ کر عرفان کے باغوں میں آپ سے مناجات کروں

اس دعا کے بعد وہ شخص اتنا رویا کہ آنسوؤں سے زمین کی کنکریاں تر ہو گئیں۔ پھر ہنسا اور وہاں سے چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہویا اور اپنے جی میں کہا کہ یا تو یہ شخص کوئی عارف ہے یا مجنون۔ القصد وہ مسجد حرام سے نکل کر مکہ مکرمہ کے ویرانہ کی طرف ہویا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ تمہیں کیا ہوا کیوں ایسے ہو؟ جاؤ! میں نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ کہا عبد اللہ۔ میں نے پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ کہا عبد اللہ کا۔ میں نے کہا یہ تو میں جانتا ہوں کہ ساری خلقت عبد اللہ ہے (اللہ کے بندے) اور ابن عبد اللہ (اللہ کے بندے کے بیٹے ہیں) میں آپ کا خاص نام دریافت کرتا ہوں، کہا میرے باپ نے میرا نام سعد بن رکھا ہے۔ میں نے کہا جو مجنوں کے نام سے مشہور ہے؟ کہا ہاں وہی۔ میں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کے وسیلہ سے تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے فرمایا کہ وہ اپنے اللہ کی طرف ایسے چلتے ہیں جیسے وہ چلتے ہیں اور وہ خدا کی محبت کو نصب العین کیے ہوئے اور لوگوں اور تمام دنیا کی چیزوں سے ایسے الگ ہوئے ہیں کہ جیسے کسی کے دل میں آگ لگی ہوئی ہو۔ (نہ ہتہ البساتین)

۵۷۔ اللہ کو پانے والی باتیں

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰ! اس پرندہ کے مانند زندگی بسر کرو جو تہا بہتیل ہے، دخت پر سے اپنی روزی کھاتا ہے اور خالص پانی یا تہر کا پانی پیتا ہے اور جبilat ہو جاتی ہے تو کسی غار میں پناہ گزین ہوتا ہے کیونکہ اسے مجھ سے انس اور میرے نافرمانوں سے نفرت ہے۔ اے موسیٰ! میں نے اپنے اوپر قسم کھائی ہے کہ کسی بدعی عمل کا عمل پورا نہ ہونے دوں گا اور جو غیر سے امید رکھتا ہے اس کی امید منقطع کر دوں گا اور جو میرے سوا پر تکیہ کرے گا اس کی پیٹھ توڑ دوں گا اور جو میرے غیر سے انس کرتا ہے اس کو وحشت میں ڈالوں گا۔ جو غیر سے محبت کرے اس سے اعراض کروں گا اے موسیٰ! میرے بعض بندے ہیں کہ اگر وہ مجھ سے سرگوشی کرتے ہیں تو میں کان لگا کر سنتا ہوں۔ اگر پکارتے ہیں تو ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اگر میری طرف آتے ہیں تو میں ان کو اپنے قریب کرتا ہوں اور تقرب ڈھونڈتے ہیں تو موصلت عطا کرتا ہوں اور ان کی کفایت کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے سر پرست بتاتے ہیں تو ان کی سر پرستی قبول کرتا ہوں۔ اگر خالص محبت کرتے ہیں تو میں بھی ویسی ہی محبت کرتا ہوں، عمل کرتے ہیں تو

جزا دیتا ہوں، میں ہی ان کے امور کا مدبّر ہوں اور ان کے قلوب کا نگہبان ہوں اور ان کے احوال کا متولی ہوں۔ میں نے ان کے دلوں کی تسکین صرف اپنے ذکر ہی سے کی ہے۔ اسی سے ان کی بیماریوں کی شفا ہے اور ان کے دلوں میں روشنی ہے۔ میرے سوا کسی سے انس نہیں پکڑتے اور میرے پاس ہی اپنے دل کی منزل بناتے ہیں اور ان کو چین بھی نہیں آتا سوائے میرے۔ اے اللہ! تو ہم کو بھی ان کے ساتھ ملا دے یا رب العالمین آمین! (نزہۃ البسائین)

۵۸۔ تخت کا چکر لگانا

حضرت ابو جعفر عور نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت ذوالنون مصری کی مجلس میں موجود تھا اور آپ جمادات کی فرمانبرداری کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھے کہ جمادات اہل اللہ کے اس درجہ فرمانبردار ہوتے ہیں کہ اگر ہمیں اس سامنے والے تخت سے یہ کہدوں کہ پورے مکان کا چکر لگالے تو وہ ہرگز دریغ نہیں کر سکتا۔ یہ کہتے ہی سامنے والا تخت پورے مکان کا چکر لگا کر پھر اپنی جگہ قائم ہو گیا، یہ واقعہ دیکھ کر ایک نوجوان نے روتے روتے اپنی جان دیدی اور آپ نے اسی تخت پر غسل دے کر دفن کر دیا۔

۵۹۔ کرامت سے اجتناب کا درس

لوگوں نے جب حضرت بایزید بسطامی سے یہ سوال کیا کہ آپ کا مشدکون ہے؟ فرمایا کہ ایک بوڑھی عورت، اس لیے کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں تھا کہ ایک بڑھیا سر پر آٹا رکھے ہوئے ملی اور مجھ سے کہنے لگی کہ یہ آٹا میرے مکان تک پہنچا دو۔ اسی دوران مجھے ایک شیر نظر آ گیا اور میں نے آٹا اس کی کمر پر رکھ کر بڑھیا سے کہا کہ جاؤ یہ تمہارے گھر پر پہنچا دے گا لیکن تم یہ بتاتی جاؤ کہ شہر میں جا کر لوگوں سے کیا کہو گی؟ بڑھیا نے کہا کہ میں یہ کہوں گی کہ آج جنگل میں میری ملاقات ایک خود نما ظلم سے ہو گئی۔ آپ نے پوچھا کہ مجھے خود نما ظلم کا خطاب کیوں دیا؟ بڑھیا نے کہا کہ شریعت نے شیر کو مملکت نہیں بنایا اور تم ایک غیر مملکت کی پشت پر اپنا بوجھ لاد رہے ہو۔ یہ ظلم نہیں تو پھر کیا ہے اور دوسرا عیب تمہارے اندر یہ ہے کہ تم خود کو لوگوں پر صاحب کرامت ظاہر کرنا چاہتے ہو اور اسی کا نام خود نمائی ہے۔ چنانچہ میں نے بڑھیا کی بات سے ایسی نصیحت و عبرت حاصل کی کہ ہمیشہ کے لیے ایسی چیزوں کے اظہار سے توبہ کر لی

بس اس وجہ سے میں اس بڑھیا کو اپنا مرشد تسلیم کرتا ہوں اور اب میری یہ حالت ہے کہ ہر کرامت پر میں اللہ تعالیٰ کی تصدیق کا طالب ہوں اور اس تصدیق کے لیے اس دن سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے جس پر سبز حروف میں یہ کلمات تحریر ہوتے ہیں: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، توح نوح نبی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ پانچ شہادتیں میری کرامت کی شاہد ہیں۔"

۶۰۔ حضرت یازید بسطامی کی کرامت

حضرت ابو تراب نجفی کا ایک اردو متداپنی ریاضت کے اعتبار سے بہت بلند تھا اور آپ اس سے یہ فرمایا کرتے کہ حضرت یازید بسطامی کی صحبت تیرے لیے زیادہ سود مند ہوگی لیکن وہ عرض کرتا کہ میں تو یازید کے خدا کو دن میں سو مرتبہ دیکھتا ہوں مان سے بھلا مجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے حضرت ابو تراب نے فرمایا کہ ابھی تک تو نے اپنے پیمانے کے مطابق خدا کا دیدار کیا ہے لیکن ان کی توجہ کے بعد ایسا دیدار ہوگا جس طرح دیدار کا حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مختلف طریقوں سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ محشر میں ایک خاص تجلی تو حضرت صدیق اکبر پر ڈالے گا اور ایک تجلی پیدی مخلوق پر یہ سننے کے بعد اس مرید کے قلب میں حضرت یازید کا اشتیاق دیدار پیدا ہوا اور اپنے مرشد کے ہمراہ جس وقت آپ کے مکان پر پہنچا تو آپ کہیں سے پانی بھرنے گئے ہوئے تھے اور جب یہ دونوں ان کی تلاش میں چلے تو دیکھا کہ آپ ایک ہاتھ میں گھڑا اور ایک ہاتھ میں پوشین لٹکے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن اس مرید پر آپ کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ لرزہ براندام ہو کر زمین پر گر پڑا اور وہ دم نکل گیا اور جب حضرت ابو تراب نے کہا کہ آپ نے تو ایک ہی نظر میں کام ختم کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے اندر کشف کا ایک خاص مقام باقی رہ گیا ہے جو اس وقت اس کو حاصل ہوا۔ لیکن وہ برداشت نہ کرتے ہوئے جان بحق ہو گیا۔ جس طرح مصر کی عورتیں حسن یوسف کی تاب نہ لا کر اپنی انگلیاں تراش بیٹھی تھیں۔

۶۱۔ ڈاکہ زنی اور عبادت کا کیا تعلق؟

ایک مرتبہ کوئی مالدار قافلہ سفر کو روانہ ہوا۔ قافلے میں شامل ایک شخص کے پاس بہت زیادہ دولت

اور میرے جواہرات تھے۔ چنانچہ اس نے لیٹروں کے خوف اور ڈر سے یہ سوچ کر کہ اگر رقم بچ جائے تو اچھا ہے اس رقم کو میرا میں کسی جگہ دفن کرنے کا فیصلہ کیا۔ ابھی وہ شخص اپنی دولت دہانے کے لیے جگہ ہی تلاش کر رہا تھا کہ اچانک وہ اپنے قریب ہی ایک بزرگ (حضرت فضیل بن عیاض) کو مصیبتی بچھا کر تسلیہ پڑھنے دیکھ کر قدرے مطمئن ہو گیا اس نے اپنی رقم ان بزرگ کے پاس بطور امانت رکھ دی اور خود جب وہ دوبارہ قافلے میں پہنچا تو پورا قافلہ لیٹروں کی نذر ہو چکا تھا۔

چنانچہ وہ امیر شخص جب ان بزرگ سے اپنی امانت واپس لینے کے لیے پہنچا تو وہاں ایک عجیب و غریب منظر دیکھ کر حیران رہ گیا اس نے دیکھا کہ وہ بزرگ تمام لیٹروں کے درمیان بیٹھے مالِ غنیمت آپس میں تقسیم کر رہے ہیں۔ اب تو وہ امیر بہت سٹپٹا یا اس نے دل میں سوچا میں کتنا احمق ہوں کہ اپنی دولت اس شخص کے پاس امانت رکھوا دی جو خود لیٹروں کا سردار ہے مگر حضرت فضیل نے اسے اپنے قریب بلوا کر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو۔ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا، اپنی رقم کی واپسی کے لیے حاضر ہوا تھا۔ حضرت فضیل نے کہا کہ جس جگہ رکھ کر گئے تھے وہیں سے اٹھا لو جب وہ شخص اپنی رقم واپس لے کر چلا گیا تو آپ کے ساتھیوں نے آپ سے پوچھا کہ یہ رقم باہمی تقسیم کرنے کی بجائے آپ نے واپس کیوں لوٹا دی۔ حضرت فضیل نے فرمایا۔ ساتھیو! اس نے مجھ پر اعتماد کیا تھا اور میں اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اس واقعہ کو ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ آپ کے ساتھی لیٹروں نے ایک دوسرے قافلے کو لوٹ لیا جس میں بہت مال و متاع ہاتھ آیا۔ اہل قافلہ میں سے کسی نے لیٹروں نے دریافت کیا کہ کیا تمہارا کوئی سرغنہ ہے؟

لیٹروں نے جواب دیا، ہمارا سردار تو یقیناً ہے لیکن اس وقت وہ دریا کے کنارے عبادت و ریاضت میں مصروف ہے۔ اس شخص نے کہا، یہ وقت تو کسی نماز کا نہیں ہے۔ ماہز نوں نے کہا کہ ذرا تو اقل پڑھ رہے۔ اس شخص نے پھر سوال کیا کہ جب تم لوگ کھانا کھاتے ہو تو کیا وہ تمہارے ساتھ مل کر کھاتا کھاتا ہے؟ لیٹروں نے جواب دیا کہ ہمارا سردار دن میں روزہ رکھتا ہے۔ اس شخص نے پھر کہا کہ یہ تو رمضان کا مہینہ نہیں ہے۔ ڈاکوؤں نے کہا کہ وہ نقلی روزے رکھتا ہے۔ ڈاکوؤں کی زبانی ان کے سردار کے بارے میں اس قسم کی باتیں سن کر قافلے کا شخص بہت حیران ہوا اور وہ حضرت فضیل کے پاس جا کر عرض کرنے لگا کہ صوم و صلوات کے ساتھ رہنمائی کا کیا تعلق ہے؟ آپ نے اس شخص سے دریافت کیا، کیا تو نے قرآن مجید پڑھا ہے؟

اس شخص نے جب اثبات میں جواب دیا تو حضرت فضیل نے قرآن پاک کی ایک آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ تھا۔
 ”یعنی دوسروں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے عمل صالح کو اس کے ساتھ
 خلط ملط کر دیا ہے۔“

آپ کی زبانی قرآنی آیات سن کر وہ شخص مجروحیت رہ گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۴۷)

۶۲. حضرت فضیل بن عیاض کے راہِ راست پر آنے کا واقعہ

حضرت فضیل بن عیاض کے راہِ راست پر آنے اور حق گوئی کو اختیار کرنے کا واقعہ بھی بڑا عجیب و غریب
 ہے جس نے آپ کی پوری زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ جنگل میں رات کے وقت کسی
 قافلے نے آکر پڑاؤ ڈالا۔ اس قافلے میں ایک شخص تلاوت کر رہا تھا جس کا ترجمہ تھا۔
 ”کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے خوفزدہ
 ہو جائیں۔“

اس آیت قرآنی کا حضرت فضیل بن عیاض پر اس قدر اثر ہوا کہ جیسے کسی نے آپ کے دل میں کوئی
 نشتر اتار دیا ہو اور آپ نے انتہائی رقت آمیز لہجے میں خود سے کہا: ”فضیل! آخر تم یہ فارت گری اور
 لوٹ مار کب تک جاری رکھو گے۔ اب وہ لمحہ آ گیا ہے کہ تو اللہ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چل پڑے۔“
 کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ زار و قطار رونے لگے اور پوری کیسوٹی کے ساتھ عبادت و ریاضت
 میں مصروف ہو گئے اور ایک ایسے ریگستان میں جا پہنچے جہاں ایک قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا جب آپ
 پڑاؤ کے قریب پہنچے تو آپ کے کانوں میں قافلے میں شامل ایک شخص کی آواز پڑی وہ کہہ رہا تھا۔

”اس راستے میں فضیل ڈاکے ڈالتا ہے اس لیے ہمیں اب راستہ تبدیل کر دینا چاہیے۔“

فضیل بن عیاض یہ سنتے ہی اس شخص کے سامنے چلے گئے اور فرمایا لوگو! اب آپ بے فکر ہو
 جائیں کیونکہ میں نے ماہرنی سے پکی توبہ کر لی ہے۔ پھر آپ ان تمام لوگوں سے معافی کے خواستگار ہوئے
 جہاں کے باغی ٹھپکے تھے۔ تمام لوگوں نے تو آپ کو معاف کر دیا مگر ایک یہودی نے آپ کو معافی دینے
 سے انکار کر دیا اور یہ خرد پیش کی کہ اگر تم سندنے والی پہاڑی کو یہاں سے ہٹا دو تو میں تمہیں معاف
 کر دوں گا۔

یہودی کی شرط قبول کرتے ہوئے حضرت فضیل بن عیاض نے وہاں سے مٹی بٹانا شروع کر دی۔ اس اتفاق سے اسی وقت ایسی تیز آندھی چلی کہ دیکھتے ہی دیکھتے پوری پہاڑی صفا ہستی سے غائب ہو گئی۔ چنانچہ یہ دیکھتے ہوئے یہودی نے آپ کو سچے دل سے معاف کر دیا۔

یہودی نے عرض کیا کہ میں نے یہ تہیہ کر رکھا تھا کہ جب تک تم میرا ٹوٹا ہوا مال واپس نہیں لوٹاؤ گے میں تمہیں معاف نہیں کروں گا لہذا اس وقت میرے تکیہ کے نیچے اشرفیوں کی ایک تھیلی رکھی ہوئی ہے وہ آپ اٹھا کر مجھے دیدیں تاکہ میری قسم کا کفارہ ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے یہودی کے تکیہ کے نیچے سے تھیلی اٹھا کر اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس کے بعد یہودی نے مزید ایک شرط پیش کی۔ اس نے کہا پہلے مجھے معاف کرو پھر میں تمہیں معاف کروں گا آپ نے کلمہ پڑھا کہ یہودی کو مسلمان کر لیا۔ یہودی نے اسلام لانے کے بعد فضیل بن عیاض سے کہا، میرے مسلمان ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ تورات میں پڑھا تھا کہ اگر سچے دل سے تائب ہونے والا خاک کو بھی چھو لے تو وہ کندن بن جاتی ہے لیکن مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا اور آج جبکہ میری تھیلی میں مٹی بھری ہوئی تھی جب آپ نے اس تھیلی کو اٹھا کر میرے ہاتھ میں تھمایا تو وہ سونا بن گئی۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ واقعی دین اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ یہ کہہ کر وہ یہودی ناراہ و قطار رونے لگا اور اس نے خدا اور اس کے رسول سے نوا لگائی۔ یوں فضیل بن عیاض نے سیدھے راستے پر آتے ہی سب سے پہلے ایک یہودی کو مسلمان کر کے اپنے ولی اللہ ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۶۳۔ حضرت فضیل بن عیاض کی تہی گونی

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر فضل بن ربیع کے ساتھ حج کیا۔ ارکان حج کی ادائیگی سے فراغت ہوئی تو ہارون نے فضل سے کہا کہ میں یہاں کسی مرد خدا رسیدہ سے ملنا چاہتا ہوں، کسی کا نام بتاؤ جس سے مل کر مجھے فائدہ ہو۔ فضل نے حضرت عبدالرزاق صنعانی کا نام بتایا جو بڑے رحم دل اور مرجع خلائق تھے۔ چنانچہ ہارون الرشید ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد خلیفہ نے وزیر سے کہا، ان سے پوچھو اگر ان پر کسی کا قرض واجب ہو تو یہ بتلائیں، ادا کر دیا جائے گا۔ فضل بن ربیع نے حضرت سے دریافت کیا تو حضرت نے جواب میں قرض کی رقم بتلا دی اور خلیفہ ہارون الرشید نے فضل کو اس رقم کی

ادائیگی کا حکم دیا۔

لیکن جوہنی ہارون الرشید ان کے مکان سے نکلا تو اس نے اپنے وزیر فضل بن ربیع سے کہا کہ فضل! مجھے اس ملاقات سے سیری نہیں ہوتی۔ میں کسی اور مرد فقیر سے ملنا چاہتا ہوں فضل بن ربیع نے غور کیا۔ بہت غور و فکر کے بعد اس نے حضرت سفیان بن عیینہ کا نام لیا جو اپنے وقت کے مشہور اولیاء اللہ اور محدثین میں سے ہیں۔ ہارون الرشید ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابتدائی گفتگو کے بعد ہارون الرشید نے پھر فضل بن ربیع سے اسی طرح کہا کہ معلوم کرو کہ ان کو کسی کا کوئی قرض ادا کرتا تو نہیں ہے۔ یہاں بھی وہی اثبات میں جواب ملا۔ ہارون الرشید نے اپنے وزیر فضل بن ربیع کو حکم دیا کہ وہ رقم حضرت کو ادا کر دی جائے۔

خلیفہ ہارون الرشید اس مرتبہ بہت افسردہ خاطر ہوا اور برائی کے لہجے میں فضل بن ربیع سے کہا کہ میں تم سے کسی مرد خدا کی ملاقات کی خواہش بیان کرتا ہوں، کیا یہ سر زمین عرب اہل اللہ سے یکسر خالی ہو گئی ہے؟ فضل بن ربیع بہت گھبرایا اسے جن علماء و صلحاء کے متعلق معلوم تھا اس نے تو ان ہی میں سے دو بہترین اولیاء اللہ کے نام لیے تھے۔ آخر خلیفہ کا حکم تھا، تعمیل کرنا ضروری تھا لیکن کوئی ایسی گرامی قدر شخصیت اب اس کے ذہن میں نہیں آ رہی تھی جو خلیفہ کے اپنے معیار پر بالکل ہی پوری اتر جائے آخر جب خلیفہ نے دوبارہ اس سے کہا تو اس نے حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کی ذات گرامی کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت فضیل نے خرقہ اراوت حضرت عبدالواحد بن زید سے پہنا ہے۔ حضرت زید نے حضرت خواجہ حسن بصری سے اور آپ نے مولائے کائنات شیر خدا امیر المؤمنین حضرت علیؑ سے خرقہ اراوت پہنا ہے۔

جس وقت ہارون الرشید اور فضل بن ربیع آپ کے حجرہ مبارک پر پہنچے تو رات ہو چکی تھی اور آپ کے حجرہ مبارک سے قرآن مجید پڑھنے کی دلکش آواز آ رہی تھی اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

ہارون الرشید نے اس آیت کو سنتے ہی کہا کہ بس یہی کافی ہے۔ لیکن پھر بھی فضل نے حجرے کا دوازہ کھٹکھٹایا اور آواز آئی کون ہے؟ فضل بن ربیع نے کہا امیر المؤمنین ہارون الرشید۔ تو حضرت نے اندر سے ہی جواب میں فرمایا مَنَاجِي لِرَبِّ الْمُؤْمِنِينَ ہمارا امیر المؤمنین سے کیا تعلق ہے، ہارون الرشید نے خود ہی جواب دیا۔ میں آپ سے اپنے لیے دعا کرنے آیا ہوں۔ آپ سے اپنے نفس کی اصلاح چاہتا ہوں اور یہ کام

آپ کو ضرور کرنا ہوگا۔ حضرت خواجہ نقیہ بن عیاض نے فوراً چراغ کھل کیا اور حجرے کا دروازہ کھول کر آپ ایک کونے میں کھڑے ہو گئے۔ ہارون الرشید نے حجرے میں پہنچ کر آپ کو ڈھونڈا اور اس کا ہاتھ اتفاقاً حضرت خواجہ کے ہاتھ پر پڑا تو آپ نے بڑے ہی درد مند لہجے میں فرمایا:-

”آہ! آج تک اس ہاتھ سے زیادہ نرم ہاتھ میں نے کوئی نہیں دیکھا اور یہ ہاتھ واقعی بہت ہی نازک ہے بشرطیکہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے۔“

ہارون الرشید رونے لگا۔ روتارہا یہاں تک کہ بیہوش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آیا تو بولا کہ ”مجھے کچھ اور نصیحت کیجئے“

حضرت خواجہ نے فرمایا اے امیر المؤمنین! تیرے جدِ امجد نے جو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، ایک قوم پر حکومت کرنے کی درخواست کی تھی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ”اے عم محترم! خدا کی فرمانبرداری میں آپ کا ایک سانس ان ہزار برسوں سے کہیں بہتر ہے جن میں خلقِ خدا آپ کی اطاعت کرے۔“ لَإِنَّ أَوْلَمَارَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَدَامَةٌ

ہارون الرشید نے کہا: ”مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیے۔“

حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا: ”یہ تیرا چہرہ بہت خوبصورت، دلکش اور آباد ہے لیکن مبارک تیرا چہرہ کہیں دوزخ کی آگ میں ٹھلس کر نہ رہ جائے اس لیے تجھے خدا ترسی اور اس سے پہلے اس کی حق گزاری کرنی چاہیئے۔“ ہارون الرشید نے نصیحتیں سن لیں تو عرض کیا کہ ”اگر آپ کو کسی کا قرض ادا کرنا ہو تو بلا تکلف فرمادیجئے۔“

حضرت خواجہ نقیہ بن عیاض نے فرمایا کہ ”اے خدا کا بہت بڑا قرض دینا ہے جس کے ادا کرنے میں مشغول ہوں۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم اور توفیق سے اسے ادا کرے۔“ آپ کی یہ باتیں سن کر ہارون الرشید رونے لگا۔ روتے روتے اس کی بچی بندھ گئی۔ پھر جب سنبھلا تو اس نے بڑے ہی دہشتناک انداز میں ایک ہزار طلائی دیناروں کی تھیلی آپ کے سامنے رکھ دی تو حضرت خواجہ نے بہم ہو کر فرمایا: ”میری نصیحت کا کیا یہی بدلہ ہے۔ افسوس کہ میری نصیحت کی باتیں تجھے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکیں۔ میں نے تجھے نصیحت کی، دنیا کی بجائے خدا کی طرف آنے کو کہا اور تو مجھے مصیبت و بلا میں پھنساتا ہے۔ خدا کی بجائے دنیا کی طرف مجھے گھسیٹنا چاہتا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر۔“ ہارون الرشید روتا ہوا آپ کے حجرے سے

باہر نکل آیا اور اپنے وزیر فضل بن ربیع سے کہا کہ حضرت خواجہ فضل بن عیاض مرد کامل ہیں، صاحب دہل، باخدا اور خدا رسیدہ ہیں اور جب تک دنیا میں ایسے مقدس لوگ موجود رہیں گے اس دنیا میں بسنے والوں پر خدا کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی۔ (کشف المحجوب)

۶۴. حضرت بشر حافی کی توبہ

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ اپنی پہلی زندگی میں ایک بہت بڑے شرابی تھے۔ آپ ایک مرتبہ شراب کے نشے اورستی کے عالم میں کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے ایک کاغذ کا ٹکڑا دیکھا جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ حضرت بشر نے اس کاغذ پر اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھ کر تعظیماً اسے اٹھالیا۔ اور عطر خرید کر اسے معطر کیا اور پھر اسے ایک بلند جگہ پر رکھ دیا۔ اسی رات ایک بزرگ نے خواب میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ جاؤ بشر حافی سے کہہ دو کہ تم نے میرے نام کو معطر کیا اس کی تعظیم کی اور اسے بلند جگہ پر رکھا ہم بھی تجھ کو پاک کریں گے اور دنیا و آخرت میں تمہیں بزرگی عطا فرمائیں گے اور بلند مقام عطا فرمائیں گے۔ ان بزرگ کے دل میں سوچا کہ بشر تو ایک شرابی اور فاسق شخص ہے۔ شاید میں نے یہ خواب غلط دیکھا، چنانچہ انہوں نے وضو کیا اور نفل پڑھے اور پھر سوئے۔ دوسری بار انہوں نے پھر وہی خواب دیکھا اسی طرح تین مرتبہ یہی نظر آیا اور یہی آواز سنی کہ یہ ہمارا پیغام بشر حافی کی طرف ہے۔ جاؤ اسے ہمارا یہ پیغام پہنچا دو۔

چنانچہ صبح ہوئی تو وہ بزرگ حضرت بشر کی تلاش میں نکلے۔ ان کو پتہ چلا کہ وہ شراب کی مجلس میں بیٹھے ہیں تو وہ وہیں پہنچے اور بشر کو آواز دی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ شراب کے نشے میں بے ہوش پڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم لوگ اسے جا کر کسی طرح یہ بات سنا دو کہ تمہارے نام ایک ضروری پیغام آیا ہے۔ اور پیغام لانے والا باہر کھڑا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ گئے اور حضرت بشر سے جا کر کہہ دیا کہ اٹھو باہر چلو تمہارے نام کوئی پیغام آیا ہے۔ حضرت بشر نے فرمایا کہ ان سے جا کر پوچھو کہ وہ کس کا پیغام لائے ہیں۔ وہ بزرگ فرماتے۔ لگے کہ میں خدا تعالیٰ کا پیغام لایا ہوں، کیا خبر کہ پیغام عتاب آمیز ہے یا عتاب آورہ۔ پھر باہر آئے اور پیغام جنتی سن کر سچے دل سے توبہ کی اور اس بلند مقام پر جا پہنچے کہ مشاہدہ حق کے غلبہ کی شدت سے برہنہ پارہ ہنسنے لگے اور کبھی جوتا پاؤں میں نہ پہنا اور اسی لیے آپ ”حافی“ کے نام سے مشہور ہو گئے کہ حافی

تنگے پاؤں والے کو کہتے ہیں۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ جوتی کیوں نہیں پہنتے؟ تو فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے زمین کو تمھارا بچھونا بنایا ہے۔ پس بادشاہ کے پچھلے ہوئے بچھونے پر جوتی پہنتے جانا بے ادبی ہے۔ (مرآة الاسرار: تذکرۃ الاولیاء)

۶۵۔ خدمتِ مریض

بغداد میں ایک تاجر رہتا تھا جو ہمیشہ بزرگانِ دین کی برائی کرتا تھا۔ ایک شیخ فرماتے ہیں کچھ عرصہ بعد میں نے اسے بزرگانِ دین کی صحبت میں بیٹھے دیکھا اس تاجر نے اپنا سارا مال و متاع ان بزرگانِ دین کی خدمت میں خرچ کر دیا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تم تو بزرگانِ دین اور صوفیاء کرام سے بغض رکھتے تھے، پھر یہ انقلاب کیسا؟ تاجر نے جواب دیا میں جو کچھ ان لوگوں کے متعلق سوچا کرتا تھا وہ غلط تھا شیخ نے پوچھا کہ تم نے یہ کیوں کر جانتا؟ تاجر نے جواب دیا میں نے ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی۔ میں نے بشر کو دیکھا کہ سرعت کے ساتھ جامع مسجد سے نکل کر جا رہے تھے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ دیکھو اس شخص کو جو بہت بڑا صوفی مشہور ہے اور ایک لمحہ مسجد میں نہیں ٹھہرتا، یہ کہاں جاتا ہے؟

اس نے بازار میں نانباتی سے نرم نرم روٹیاں خریدیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ سوئی ہیں اور نرم نرم روٹیاں خریدتے ہیں۔ پھر کبابی سے ایک درہم کے کباب خریدے۔ میرا غصہ اور زیادہ ہوا، وہاں سے وہ حلوائی کی دکان پر آیا اور ایک درہم کا فائدہ خریدا۔ میں نے سوچا کہ جب یہ کھانے بیٹھے گا تو اس پر عیش تلخ کر دوں گا۔ اس نے جنگل کا راستہ لیا۔ مجھے خیال آیا کہ اسے سبزہ زار کی تلاش ہے۔ وہاں بیٹھ کر کھائے گا۔ چنانچہ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہویا۔ وہ عسکرک چلتا رہا عصر کے وقت ایک گاؤں میں پہنچا اور ایک مسجد میں داخل ہوا۔

مسجد میں ایک مریض تھا اس کے سر ہانے بیٹھ کر بڑی مروت سے اسے کھلانے لگا۔ میں گاؤں دیکھنے کے ارادے سے مسجد سے باہر نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹا تو انھیں نہ پایا۔ میں نے اس مریض سے پوچھا کہ بشر کہاں ہیں؟ اس نے کہا وہ بغداد کو لوٹ گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ بغداد کا یہاں سے کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے کہا چالیس فرسنگ یعنی پانچ منزل۔ میں نے کہا انا اللہ ورتنا اللہ را جعون میں نے اپنے اوپر یہ کیا مصیبت ڈالی۔ نہ میرے پاس اتنے دام ہیں کہ کوئی سواری کر ایہ پر کروں نہ اتنی طاقت

سے ہاتھی دوہر چلی سکوں۔ اس مریض نے کہا ان کے واپس آنے تک یہاں قیام کرو۔ چنانچہ آئندہ جمعہ تک وہاں پڑا رہا۔ بشرطیں اسی وقت پہنچے اور ان کے پاس مریض کے لیے اسی طرح کی خوراک تھی۔ جب مریض کو کھانا کھلا چکے تو اس نے کہا اے ابو نصر! یہ شخص تمہارے ساتھ گزشتہ جمعہ آیا تھا اور ہفتہ بھر سے یہاں مقیم ہے اسے کھانے پر پہنچا دو۔ سو داگر کہتا ہے کہ انہوں نے غصے سے مجھے گھورا اور کہا تو کیوں میرے ساتھ آیا تھا؟ میں نے کہا خطا ہو گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا اٹھو چلو۔ میں ان کے پیچھے مغرب تک چلا۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ تیرا محلہ کونسا ہے؟ میں نے کہا فلاں محلہ ہے۔ اس پر فرمایا اچھا جاؤ پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔ جیب سے میں نے توبہ کی اور ان کی صحبت اختیار کی (روض الیاسین ص ۱۱۸)

۶۶۔ اچھے فقراء کی صفت

حضرت بشر حافی فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک گروہ آیا اور سلام کیا، انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا ہم شام کے رہنے والے ہیں آپ کو سلام کرنے آئے ہیں اور سچ کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا خدا تمہارا حج قبول فرمائے۔ انہوں نے کہا آپ بھی ہماری ہمراہ تشریف لے چلیں تاکہ آپ کی صحبت میں ہم سب حج ادا کریں۔ انہوں نے انکار کیا، انہوں نے امرار کیا۔ پھر فرمایا جب تمہاری یہی خوشی ہے تو میں تین شرطوں پر منظور کرتا ہوں، اپنے ساتھ کوئی چیز ازہ قسم تو شہ سفر نہ لے چلیں، نہ ہم کسی سے راہ میں سوال کریں اگر کوئی ہم کو کچھ دے وہ بھی نہ لیں۔ انہوں نے کہا نہ ساتھ کچھ لے جائیں نہ سوال کریں یہ تو ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی دے اور باوجود ضرورت کے نہ لیں اس کی قدرت ہم کو نہیں۔ بشر حافی نے فرمایا شاید تم گھر سے اپنے توشوں پر بھروسہ کر کے چلے ہو۔ خدا تعالیٰ پر توکل نہیں ہے، تم سب چلے جاؤ اور مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو۔ پھر فرمایا فقیروں میں اچھے تین فقیروں ہیں۔ ایک وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور اگر دیا جائے لیتا بھی نہیں۔ یہ فقیر روحانیوں میں سے ہے۔ پاکباز روحانیوں کے ساتھ ہے۔ دوسرا فقیر سوال نہیں کرتا اگر کوئی دے تو لے لیتا ہے۔ اس فقیر کے واسطے حضرت قدس میں دسترخوان بچھائے جائیں گے۔ تیسرا فقیر سوال کرتا ہے اور اگر دیں بقدر کفایت لے لیتا ہے اس کا کفارہ اس کا صدق ہے یعنی حاجت کے سوال کرتا ہے اور حاجت سے زیادہ نہیں لیتا۔

روایت ہے کہ حضرت بشر حافی کے پاس ایک جماعت صوفیوں کی آئی، سب گدڑی پوش تھے۔

آپ نے کہا اے لوگو! اللہ سے ڈو، یہ لباس ترک کرو کیونکہ اس لباس سے تم پہچانے جلتے ہو، سب خاموش رہے مگر ایک جوان ان میں سے بولا قسم خدا کی قسم اس کو ضرور پہنیں گے ضرور پہنیں گے یہاں تک کہ تمام دین خدا کے واسطے ہو جائے۔ آپ نے کہا خوب کہا اے جوان! تمہارے ہی جیسے اس کے پہننے کی صلاح رکھتے ہیں۔ (نزہۃ البساتین)

۶۷. تقویٰ کی باتیں

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے عرقہ کے دن ایک شخص کو دیکھا کہ خدا کی محبت کے غلبہ میں رو رہا تھا اور نہایت شدت سے پکار کر کہہ رہا تھا پاک ذات ہے وہ اگر ہم اسے سجدہ کریں، اور سر و آنکھوں کو کانٹوں اور سوئیوں پر رکھیں تو اس کی نعمتوں کا حق دس میں سے ایک نہ ادا کر سکیں خداوند! ہم نے کس قدر خطائیں کیں اور تجھے اس وقت یاد نہ کیا اور تو اے مالک! ہم کو پوشیدہ یاد کرتا ہے۔ ہم نے جہالت سے گناہ کیا اور تجھ سے اپنی دانست میں پھپھایا اور تو ہمارے ساتھ مہربانی سے پیش آیا اور ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائی، کہتے ہیں وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ جب میں نے نہ دیکھا لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ ابو عبیدہ بن جراح خاصانِ خدا میں سے ہیں۔ ستر برس ہوئے کہ انھوں نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو بولے میں شرماتا ہوں کہ اپنا منہ اپنے محسن کی طرف کروں۔ تعجب ہے کہ نیک فرمانبردار ہو کر باوجود حسن طاعت کے عجز و انکسار کے اور نہ فرمان تہر و سرکشی سے پیش آئے اور اپنے گناہوں سے نہ شرمائے۔ خداوند! اپنے دیدار سے محروم نہ کرنا اور اپنے نیک دوستوں کی برکت سے ہم کو نفع دارین عطا فرماتا۔ اور انھیں بزرگوں کے ساتھ ہمارا حشر کرنا۔ (نزہۃ البساتین)

۶۸. حضرت ابراہیم بن ادھم اور رضائے الہی

جب آپ نے بیخ کی سلطنت کو خیر باد کہا تو اس وقت آپ کا ایک بہت چھوٹا سا بچہ تھا اور جب اس نے جوانی میں پوچھا کہ میرے والد کہاں ہیں؟ تو والدہ نے پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد بتایا کہ وہ اس وقت مکہ معظمہ میں مقیم ہیں۔ اس کے بعد اس لڑکے نے پورے شہر میں منادی کرادی کہ جو

لوگ میرے ہمراہ سفر حج پر چلنا چاہیں میں ان کے پورے اخراجات برداشت کروں گا۔ یہ منادی سن کر تقریباً چار ہزار افراد چلنے پر تیار ہو گئے جن کو وہ لڑکھاپنے ہمراہ لے کر والد کے دیدار کی تمنا میں کعبۃ اللہ پہنچ گیا اور جب اس نے مشائخین حرم سے اپنے والد کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ تو ہمارے مرشد ہیں اور اس وقت اس نیت سے جنگل میں لکڑیاں لینے گئے ہیں کہ فروخت کر کے اپنے اور ہمارے کھانے کا انتظام کریں۔ یہ سنتے ہی لڑکا جنگل کی جانب چل پڑا اور ایک بوڑھے کو سر پر لکڑیوں کا بوجھ لاتے دیکھا۔ گو فرط محبت سے وہ بیتاب تو ہو گیا لیکن بطور سعادت مندی اور ناواقفیت کے خاموشی کے ساتھ آپ کے پیچھے بازار پہنچ گیا اور جب وہاں جا کر حضرت ابراہیم نے آواز لگائی کہ کون ہے جو پاکیزہ مال کے عوض پاکیزہ مال خریدے۔ یہ سن کر ایک شخص نے روٹیوں کے عوض میں لکڑیاں خرید لیں جن کو آپ نے اپنے ارادت مندوں کے سامنے لے جا کر رکھ دیا اور خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ اپنے ارادت مندوں کو ہمیشہ یہ ہدایت فرمایا کرتے کہ کبھی کسی عورت یا بے ریش لڑکے کو نظر بھر کر نہ دیکھنا اور خصوصاً اس وقت بہت محتاط رہنا جب ایام حج کے دوران کثیر عورتیں اور بے ریش لڑکے جمع ہو جاتے ہیں اور تمام افراد اس ہدایت کے پابند رہتے ہوئے آپ کے ہمراہ طواف میں شریک رہتے لیکن ایک مرتبہ حالت طواف ہی میں آپ کا لڑکا سامنے آ گیا اور بے ساختہ آپ کی نگاہیں اس پر جم گئیں اور فراغت طواف کے بعد آپ کے ارادت مندوں نے عرض کیا کہ اللہ آپ کے اوپر رحم فرمائے آپ نے جس سے باز رہنے کی ہمیں ہدایت کی تھی اس میں آپ خود ہی ملوث ہو گئے۔ کیا آپ اس کی وجہ بیان کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو تمھارے علم میں ہی نہیں ہے کہ جب میں نے بلخ کو خیر باد کہا تو اس وقت میرا چھوٹا سا بچہ تھا اور مجھے یقین ہے کہ یہ وہی بچہ ہے۔ پھر اگلے دن آپ کا ایک مرید جب بلخ کے قافلہ کی تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہی لڑکا وہاں حرم کے خیمہ میں ایک کرسی پر بیٹھا تلاوت قرآن کر رہا ہے اور جب اس نے آپ کے مرید سے آمد کا مقصد دریافت کیا تو مرید نے سوال کیا کہ آپ کس کے صاحبزادے ہیں؟ یہ سنتے ہی اس لڑکے نے روتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے والد کو نہیں دیکھا لیکن کل ایک بوڑھے لکڑہارے کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ شاید یہی میرے والد ہیں اور اگر میں ان سے پوچھ گچھ کرتا تو اندیشہ تھا کہ وہ فرار ہو جاتے کیونکہ وہ گھر سے فرار میں اور ان کا ام گرامی ابراہیم بن ادہم ہے۔ یہ سن کر مرید نے کہا چلیے میں ان سے آپ کی ملاقات کرادوں اور اپنے

بہراہ آپ کی بیوی اور لڑکے کو لے کر بیت اللہ میں داخل ہو گیا اور جس وقت بیوی اور بچے کی آپ پر نظر پڑی تو فوراً محبت سے بے تابانہ دونوں لپٹ گئے اور روتے روتے بے ہوش سے ہو گئے۔ اور ہوش آنے کے بعد جب حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے، تو لڑکے نے جواب دیا اسام! پھر سوال کیا کہ کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے۔ لڑکے نے اثبات میں جواب دے دیا۔ پھر پوچھا کہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ تعلیم حاصل کی ہے، لڑکے نے کہا کہ جی ہاں! یہ سن کر فرمایا کہ الحمد للہ! اس کے بعد جب آپ جلنے کے لیے اٹھے تو بیوی اور بچے نے اصرار کر کے آپ کو روک لیا۔ جس کے بعد آپ نے آسمان کی جانب چہرہ اٹھا کر کہا کہ الہی اغثنی! یہ کہتے ہی آپ کے صاحبزادے زمین پر گر پڑے، اور فوت ہو گئے اور جب اراد مندوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ جب میں بچے سے ہم آغوش ہوا تو فوراً جذبات اور فطرت محبت سے بیتاب ہو گیا اور اسی وقت یہ دہرائی کہ ہم سے دوستی کے دعوے کے بعد دوسرے کو دوست نہ کہتا ہے۔ یہ ندا سن کر میں نے عرض کیا کہ یا اللہ! یا تو لڑکے کی جان لے لے یا پھر مجھے موت دیدے۔ چنانچہ لڑکے کے حق میں دعا قبول ہو گئی اور اگر اس پر کوئی اعتراض ہو تو میرا یہ جواب ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے زیادہ تخمیر خیز نہیں کیونکہ انھوں نے بھی تعمیل حکم میں اپنے بیٹے کو قربان کر دینے کی ٹھان لی تھی۔ (تذکرۃ المشائخ ص ۲۲)

۶۹. سال میں دو مرتبہ پھل کی کرامت

حضرت محمد مبارک صوفی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابراہیم بن ادھم کے ہمراہ بیت المقدس کے سفر میں دوپہر کے وقت ایک انار کے درخت کے نیچے نماز ادا کی۔ اس وقت درخت میں سے دہرائی کہ میرا پھل کھا کر عزت افزائی کی جائے۔ چنانچہ آپ نے دو انار توڑ کر ایک مجھے دیا اور ایک خود کھایا۔ لیکن اس وقت وہ درخت بھی چھوٹا تھا اور انار بھی تیز تھے۔ مگر جب ہم بیت المقدس سے لوٹے تو وہ بہت قد آور ہو گیا تھا اور انار بھی بہت شیریں تھے اور سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ اس کرامت کی بنا پر اس درخت کو رمان العابدین کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء)

۷۰۔ ایک شرابی کی زبان صاف کرنا

حضرت ابراہیم بن ادہم کا ایک راستے سے گزر رہا جہاں ایک شرابی کبے ہوش پڑے دیکھا اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی حضرت ابراہیم بن ادہم نے اس کی زبان دھوئی اور فرمانے لگے کیسی زبان کر یہ آفت پہنچی جو اللہ کا ذکر کرتی تھی جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے ابراہیم بن ادہم کے سلوک کا ذکر کیا تو وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور توبہ کی۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کو خواب میں بشارت ہوئی کہ تو نے ہمارے واسطے اس کی زبان پاک کی، ہم نے تیری وجہ سے اس کا قلب پاک کیا۔
(روضۃ الریاضین ص ۱۱۷)

۷۱۔ سب مچھلیوں کے منہ میں سوئیاں

حضرت ابراہیم ادہم جب سلطنت چھوڑ کر طاعت الہی میں مشغول ہو گئے تو حضرت کے ایک صاحبزادے نے آپ کو بجد تلاش کیا آخر ایک دفعہ دیکھا کہ حضرت دریا کے کنارے درخت کے سارے بیٹھے ہوئے اپنا خرقدہ سی رہے تھے۔ صاحبزادے نے سلام کے بعد عرض کیا، یہ کیسی زندگی آپ نے اختیار کر رکھی ہے اس تنہائی اور وحشت سے کیا حاصل؟ حضرت ابراہیم ادہم خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ جب شہزادے نے دیکھا کہ آپ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا تو اس نے غصے سے سوئی حضرت کے ہاتھ سے لے کر دریا میں پھینک دی اور کہا۔ یا تو آپ مجھے سوئی نکال کر دکھائیں یا پھر گھر چل کر سلطنت سنبھالیں۔ حضرت نے فرمایا بیٹا سوئی اب کس طرح نکل سکتی ہے لیکن جب شہزادہ کسی طرح راضی نہ ہوا تو حضرت نے مچھلیوں کو سوئی لانے کا حکم دیا۔ شہزادے نے دیکھا کہ مچھلیاں ہزاروں سوئیاں منہ میں لیے حاضر ہو گئیں تو اس نے کہا میں تو وہی سوئی چاہتا ہوں جو میں نے پھینکی ہے اتنے میں ایک بہت بڑی مچھلی نے نمودار ہو کر کہا کہ میں اس سوئی کو حضرت خضر کے لیے بطور تبرک لیے جا رہی تھی، حضرت کا احترام میں واپس لائی ہوں۔ شہزادہ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا اور عرض کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں مائل ہونے کی کوشش کی تھی، مجھے معاف کیجئے اور اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دیجئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا بیٹا تم واپس جاؤ جو اپنے پروردگار عالم کی یاد میں محو ہو اسے کسی چیز سے سروکار

۷۲۔ چھاپھی عادات

حضرت ابراہیم بن ادھم کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی ارادت مند نے آپ سے درخواست کی کہ کوئی نصیحت کیجئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ چھ عادات اپنالو۔ اول یہ کہ جیب تم ارتکابِ معصیت کرتے ہو تو خدا کے نذوق کو مت استعمال کرو۔ دوم اگر معصیت کا ارادہ ہو تو خدا کی مملکت میں سے نکل جاؤ۔ سوم ایسی جگہ جا کہ گناہ کرو جہاں خدا نہ دیکھ رہا ہو۔ اس پر جیب لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ وہ کونسی جگہ ہے جہاں پر خدا نہیں دیکھ سکتا۔ جبکہ وہ اسرار و قلوب تک سے آگاہ ہے تو فرمایا کہ یہ کیا انصاف ہے کہ اس کا نذوق استعمال کر۔ اسی کے ملک میں رہو اور اسی کے سامنے گناہ بھی کرو۔ پھر آپ نے چوتھی نصیحت یہ کی کہ فرشتہ اجل سے توبہ کا وقت طلب کرو۔ پنجم مشکر نکیر کو قبر میں مت آنے دو اور چھٹی نصیحت آپ نے یہ کی کہ جیب جہنم میں جلنے کا حکم ملے تو انکار کرو۔ آپ کی یہ نصیحتیں سن کر سائل نے عرض کیا کہ یہ تمام چیزیں تو ناممکنات میں سے ہیں۔ کسی انسان کے لیے ان پر کاربند رہنا ممکن نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر یہ تمام چیزیں ناممکنات میں سے ہیں تو پھر گناہ مت کرو۔ روایت ہے کہ یہ سنتے ہی وہ شخص تائب ہو کر اسی وقت آپ کے سامنے اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۶۱)

۷۳۔ دنیوی لالچ کی مذمت

حضرت ابراہیم ادھم ہر قسم کے دنیاوی لوب لالچ سے بے نیاز تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے نذرانے کے طور پر آپ کو ایک ہزار درہم پیش کیے مگر آپ نے یہ کہہ کر اس پیشکش کو ٹھکرا دیا کہ میں فقروں سے کچھ نہیں لیتا۔ درہم دینے والے نے عرض کیا کہ میں تو بہت امیر ہوں۔ اس پر حضرت ابراہیم نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تجھے مزید دولت کی آرزو نہیں ہے؟ جس پر درہم دینے والے شخص نے اثبات میں سر ہلایا۔ آپ نے اس شخص سے کہا کہ تو یہ رقم لے جا کیونکہ تو فقروں کا سردار ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

۷۴۔ توکل کی حقیقت

حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بیابانوں کی خاک چھانتا ہوا جب نواب عراق میں پہنچا تو میں نے ایسے ستر فقراء کو دیکھا جو راہ مولیٰ میں اپنی جان نچلا کر چلے تھے لیکن ان میں ایک ایسا فرد باقی تھا جس میں زندگی کے کچھ آثار موجود تھے اور جب میں نے اس واقعہ کی نوعیت دریافت کی تو اس نے کہا کہ اے ابراہیم! بس خراب اور پانی کو جزو حیات بنا کر آگے جانے کی سعی نہ کرو ورنہ مجبور ہو جاؤ گے اور قربت کا تصور بھی پھوڑ دو۔ ورنہ اذیت اٹھاؤ گے کیونکہ کسی کی تاب و طاقت نہیں کہ سلامت روی کی حالت میں گستاخی کا ترکیب ہو سکے۔ اور اس دوست سے بھی ڈرتے رہو جو چراغ کو کفار و روم کی مانند بذریعہ جنگ تہ تیغ کر دیتا ہے اور ہم اس بیان میں یہ عہد کر کے کہ خدا کے سوا کسی سے سروکار نہیں رکھیں گے۔ محض توکل علی اللہ کے سہارے مقیم ہو گئے اور جب قطع مسافت کرتے ہوئے بیت اللہ کے قریب پہنچے تو حضرت خضر سے مشرف نیاز حاصل ہو گیا اور ہم نے آپ کی ملاقات کو مبارک فال تصور کرتے ہوئے اپنی سعی کے بار آور ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا لیکن اسی وقت ننلا آئی کہ اے عہد شکنو! اے فریب کارو! کیا تمہارا یہی عہد تھا کہ مجھ کو فراموش کر کے دوسروں سے راہ و دم بٹھاؤ۔ سن لو کہ میں تمہیں اس جرم کی سزا میں موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ چنانچہ اے ابراہیم ادھم یہ تمام فوت شدہ لوگ اسی کے قبر کا شکار ہو گئے اور اگر تم بھی خیریت چاہتے ہو تو ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا اور حضرت ابراہیم نے حیرت زدہ ہو کر اس شخص سے پوچھا کہ تم کیسے زندہ بچ گئے تو جواب دیا کہ ابھی نیم پختہ ہوں اور اب انہیں کی طرح پختہ ہو کر جان دینا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بھی جان بحق ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۷۵۔ سونے اور چاندی کانٹوں سے برآمد ہونا

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھم نے کنویں سے ڈول نکالا تو ڈول سونے سے لبریز تھا آپ نے اسے پھینک کر پھر ڈول ڈالا تو چاندی سے بھرا ہوا نکلا اور تیسری مرتبہ موتیوں سے۔ اس وقت آپ نے کہا یا اللہ! میں تو پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے پانی کا خواستگار ہوں۔ میری نگاہوں میں سیم و زر کی

۷۶. مقصد میں کامیابی

کسی نے حضرت ابراہیم ادھم سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو کبھی اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی ہے، حضرت ابراہیم ادھم نے فرمایا دو مرتبہ مجھے اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی ہے۔ ایک اس وقت جب میں ایک کشتی میں سفر کر رہا تھا اور مجھے کسی نے شناخت تک نہ کیا کیونکہ میں نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بال بڑھے ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں کشتی کے سارے مسافر میرا مذاق اڑاتے رہے کشتی کے مسافروں میں ایک مسخرہ بھی تھا۔ وہ الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہوا میرے قریب آتا اور میرے سر کے بال نوچتا، اکھاڑتا اور میرے ساتھ بیہودہ مذاق کرتا اس کے اس طرح کہنے سے میری مراد پوری ہوئی اور اپنے بوسیدہ کپڑوں سے مجھے بے انتہا خوشی ہوئی۔ یہاں تک کہ میری خوشی انتہا کو پہنچ گئی جب اس مسخرے نے اٹھ کر مجھ پر پیشاب کر دیا اور دوسری بار اس وقت مجھے مقصد میں کامیابی ہوئی جب میں ایک گاؤں میں تھا اور وہاں بڑے زور کی بارش ہو رہی تھی۔ موسم بھی سردی کا تھا۔ سردی سے میرا جسم ٹھنڈا سا گیا اور میرے جسم پر گدھی تھی وہ بھی بھیگ گئی تھی۔ میں نے سردی اور بارش سے بچنے کے لیے ایک مسجد کی طرف رخ کیا لیکن مسجد میں مجھے ٹھہرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ پھر دوسری مسجد کی طرف چلا گیا لیکن وہاں بھی نہ ٹھہرنے دیا گیا۔ اس کے بعد میں تیسری مسجد میں گیا اور وہاں بھی میرے ساتھ وہی سلوک ہوا۔ میں عاجز آ گیا اور سردی میری برداشت سے باہر ہو گئی آخر کار تنگ آ کر میں ایک حمام کی بھٹی کے آگے بیٹھ گیا اور اپنا بھیگا ہوا لباس سکھانے کے لیے آگ کے سامنے کر دیا اس کوشش میں آگ اور دھواں مجھ پر پڑا جس سے میرے کپڑے اور چہرہ سیاہ ہو گئے۔ اس رات بھی میں نے اپنی مراد پالی۔ (کشف المحجوب)

۷۷. قبولیتِ دعا کا طریقہ

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت ابراہیم بن ادھم سے دعائیں قبول نہ ہونے کی شکایت کی تو فرمایا کہ تم خدا کو پہچانتے ہوئے بھی اس کی اطاعت سے گریزاں ہوا اور اس کے قرآن و رسول سے واقف ہوتے

ہوئے بھی ان کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہوتے اور اس کا مذاق کھا کر بھی اس کا شکر نہیں کرتے، جنت میں جانے اور جہنم سے نجات پانے کا انتظام نہیں کرتے۔ ماں باپ کو ذبح کر کے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ ابلیس کو تقسیم جانتے ہوئے بھی اس کی معاذرت نہیں کرتے۔ اجل کی آمد کا یقین رکھتے ہوئے اس سے بے خبر ہو اور اپنے عیوب سے واقف ہوتے ہوئے بھی دوسروں کی عیب جوئی کرتے رہتے ہو، پھر بھلا تو سوچو کہ ایسے لوگوں کی دعائیں کیسے قبولیت حاصل کر سکتی ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۷۸۔ رضائے الہی کا صلہ

حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنی زندگی میں ہی تمام مال درویشوں کو تقسیم کر دیا تھا۔ ایک دن آپ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ کے پاس جو کچھ بھی تھا اس کی تواضع پر خرچ کر دیا اور کہا مہمان حق تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے، جہاں تک ہو سکے اس کی خدمت کرنی چاہیے۔ آپ کی اہلیہ اس بارہ میں آپ سے جھگڑنے لگی۔ آپ نے فرمایا ایسی عورت جو نیک کام میں مجھ سے جھگڑا کرے اسے گھر میں نہ رہنا چاہیے۔ آپ نے اس کے حق مہر کا انتظام کر کے اسے طلاق دے دی۔ حق تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک سردار کی لڑکی آپ کی مجلس وعظ میں آئی۔ اس کو آپ کی باتیں ایسی اچھی معلوم ہوئیں کہ گھر آ کر اس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ میرا نکاح کر دیا جائے۔ باپ نے اپنی بیٹی کو چچا سے ہزار دینار دے کر اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔ پھر آپ نے خواب دیکھا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے عورت کو ہمارے لیے طلاق دی۔ اب یہ عورت تجھ کو اس کے عوص میں عطا کی گئی ہے تاکہ تو جانے کہ کسی کو ہمارے ساتھ معاملہ کرنے میں زریاں نہیں ہوتا۔ (افضل الاخلاق)

۷۹۔ اللہ کا سارے

حضرت عبداللہ بن مبارک کا وقت وفات قریب پہنچا تو آپ نے اپنا تمام مال درویشوں کو تقسیم کر دیا۔ ایک مرید آپ کے سر ہانے تھا اس نے کہا کہ شیخ! آپ کی تین بیٹیاں ہیں۔ اور آپ دنیا سے آنکھیں بند کر رہے ہیں۔ ان کے لیے بھی کچھ چھوڑ دیجیے، ان کی تدبیر آپ نے کیا فرمائی ہے آپ نے ارشاد کیا میں نے ان سے یہ کہہ دیا ہے وَهُوَ يَتَوَقَّى الصَّالِحِينَ یعنی اہل صلاح کا

کار ساز وہی بنے پس جیب کسی کا کار ساز اللہ ہو وہاں عبد اللہ کی کیا ضرورت ہے (افضل الاخلاق)

۸۰. حضرت عبداللہ بن مبارک کی توبہ

حضرت عبداللہ بن مبارک کے ابتدائی حالات زندگی میں مذکور ہے کہ آپ ایک عورت پر اس درجہ شیفتہ و فریفتہ تھے کہ کسی پہلو چین نہ آتا تھا سردی کا موسم تھا۔ ایک رات محبوبہ کے مکان کی دیوار کے ساتھ صبح تک لگے کھڑے رہے۔ جیب صبح کی اذان ہوئی تو آپ نے خیال کیا کہ عشا کی اذان ہوئی ہے لیکن فوراً ہی آدمیوں کی آمد و رفت اور روشنی نمودار ہونے پر معلوم ہوا کہ میں ساری رات محبوبہ کی دیوار سے لگا کھڑا رہا ہوں اور وقت میں ایک مخلوق کا اس قدر انتظار کرتا رہا، پھر اپنے آپ سے کہنے لگے، مبارک کے بیٹے! شرم کر ہو اٹھے نفسانی کی خاطر تو نے ساری رات گزاری۔ اگر نماز میں ساری رات کھڑا رہتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ فوراً توبہ کی اور عبادت الہی میں مشغول ہو گئے اور یہاں تک درجہ حاصل کر لیا کہ ایک روز آپ کی والدہ نے دیکھا کہ آپ ایک درخت کے نیچے سو رہے ہیں اور ایک سانپ زگس کی شاخ منہ میں بیٹھ ہوئے زگس رانی کر رہا ہے۔ (دشت المحبوب)

۸۱. حضرت عبداللہ بن مبارک کی کرامت

حضرت سہیل بیشتر آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے ایک مرتبہ چلتے ہوئے کہتے لگے کہ اب میں کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا اس لیے کہ آج چھت پر سے آپ کی کنیزیں مجھے اے سہیل! اے سہیل! کہہ کر آواز دے رہی تھیں اور یہ بات میرے لیے بارہ خاطر ہو گئی۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ نے کہا کہ آؤ سہیل کی نماز جنازہ ادا کریں چنانچہ اسی دن ان کا انتقال ہو گیا اور تجہیز و تکفین کے بعد جب لوگوں نے سوال کیا کہ موت سے پہلے ہی آپ کو ان کی موت کا علم ہو گیا تھا۔ فرمایا کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ تیری چھت پر سے کنیزیں مجھے اے سہیل! کہہ کر آواز دے رہی تھیں حالانکہ میرے یہاں کوئی لوٹدی نہیں ہے۔ اور وہ یقیناً خورس تھیں جو آواز دے رہی تھیں۔ اسی وجہ سے میں نے ان کی موت کا یقین کر لیا (تذکرۃ الاولیاء)

۸۲. ایک بڑھیا کا روحانی مقام

حضرت عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ بغرض حج روانہ ہوا لیکن راستے میں اتنی تاخیر ہو گئی کہ صرف چار یوم حج میں باقی رہ گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں حج سے محروم رہ جاؤں گا لہذا کیا شکل اختیار کرنی چاہیے۔ اسی فراق میں ایک بڑھیا نے آکر مجھ سے کہا کہ میں ہمراہ چل میں تھے عرفات تک پہنچائے دیتی ہوں۔ چنانچہ میں چل پڑا اور حیب راہ میں کوئی دریا آجاتا تو وہ کہتی کہ آنکھیں بند کر لو اور حیب میں اس پر عمل کرتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ میں صرف کم کر تک پانی میں چل رہا ہوں اور حیب دریا عبور کرتا تو وہ کہتی کہ آنکھیں کھول دو۔ غرضیکہ اسی طرح اس نے مجھے عرفات تک پہنچا دیا اور قرعت حج کے بعد بڑھیا نے کہا کہ چلو میں اپنے بیٹے سے تمہاری ملاقات کروں اور حیب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک بہت ہی کمزور سا نوجوان نورانی صورت کا بیٹھا ہوا ہے اور ماں کو دیکھتے ہی قدموں پر گر کر کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں کو اللہ تعالیٰ نے میری تہمیز و تکفین کے لیے بھیجا ہے کیونکہ میری موت کا وقت بہت ہی قریب ہے۔ یہ کہتے ہی وہ فوت ہو گیا اور میں نے غسل دے کر اسے قبر میں اتار دیا لیکن بڑھیا نے مجھ سے کہا کہ اب تم رخصت ہو جاؤ کیونکہ میں اپنی زندگی بیٹے کی قبر پر گزارنا چاہتی ہوں اور آئندہ سال جب تم آؤ گے تو میں تمہیں نہ مل سکوں گی لیکن میرے لیے ہمیشہ دعاؤں خیر کرتے رہنا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۸۳. خدمتِ خلقِ کالج کے برابر ثواب

ایک مرتبہ آپ فراغتِ حج کے بعد بیت اللہ میں سو گئے اور خواب دیکھا کہ دو فرشتے باہم باتیں کر رہے ہیں اور ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ اس سال کتنے لوگ حج میں شریک ہوئے اور کتنے افراد کالج قبول ہوا۔ دوسرے نے جواب دیا کہ چھ لاکھ آدمیوں نے حج ادا کیا لیکن ایک فرد کا بھی حج قبول نہیں ہوا مگر دمشق کا ایک موحی جو حج میں شریک تو نہیں ہوا لیکن خدا نے اس کالج قبول فرما کر اسے طفیل میں سب کالج قبول کر لیا۔ یہ خواب دیکھ کر بیداری کے بعد موحی سے ملاقات کرنے دمشق پہنچے اور ملاقات کے بعد حیب اس کا نام و نسب دریافت کر کے حج کا واقعہ دریافت کیا تو اس نے اپنا

نام پیشہ بیان کرنے کے بعد جب آپ کا نام پوچھا تو آپ نے بتا دیا کہ میں عبداللہ بن مبارک ہوں۔ یہ سنتے ہی وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا اور ہوش میں آنے کے بعد اس طرح اپنا واقعہ بیان کیا کہ بہت عرصہ سے میرے قلب میں حج کی تمنا تھی اور میں نے اس نیت سے تین سو روپے جمع کر لیے تھے لیکن ایک دن میرے پڑوسی کے یہاں سے کھانا پکینے کی خوشبو آئی تو میری بیوی نے کہا کہ اس کے یہاں سے تم بھی مانگ لاؤ تاکہ ہم بھی کھالیں۔ چنانچہ میں نے اس سے جا کر کہا کہ آج آپ نے جو کچھ پکایا ہے ہمیں بھی عنایت کریں لیکن اس نے کہا کہ وہ کھانا آپ کے کھانے کا نہیں ہے کیونکہ سات یوم سے میں اور میرے اہل و عیال فاقہ کشی میں مبتلا تھے تو میں نے مردہ گدھے کا گوشت پکایا ہے۔ یہ سن کر میں خوفِ خداوندی سے لرز گیا اور اپنی تمام جمع شدہ رقم اس کے حوالے کر کے یہ تصور کر لیا کہ ایک مسلمان کی امداد میرے حج کے برابر ہے۔ حضرت عبداللہ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ فرشتوں نے خواب میں واقعی سچی بات کہی تھی اور اللہ درحقیقت قضا و قدر کا مالک ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۸۴۔ نابینا کو بینائی مل گئی

حضرت عبداللہ بن مبارک کا واقعہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں بعض لوگوں نے ایک نابینا سے کہا کہ عبداللہ بن مبارک تشریف لائے ہیں جو کچھ طلب کرنا چاہے طلب کر لے چنانچہ اس نے آپ کو مہرہ کر یہ دعا کہنے کی درخواست کی کہ میری بھارت واپس آجائے اور جب آپ نے دعا فرمائی تو فوراً ہی اس کی بھارت واپس آگئی (مرآۃ الامراء جلد اول ص ۲۷۲)۔

۸۵۔ تینتیس برس میں آٹھ مسائل کی تکمیل

حضرت حاتمِ اصم کو جب اپنے مرشد حضرت شفیقِ بطنی کی خدمت میں رہتے ہوئے ۳۲ برس نذر گئے تو ایک دن حضرت شفیقِ بطنی نے ان سے پوچھا، حاتم میرے پاس رہتے ہوئے کتنا مرصع ہو گیا مرض کی ۳۲ برس۔ حضرت شفیق نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اتنی طویل مدت اور صرف آٹھ مسئلے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری عمر ایسے مسائل گئی۔ حضرت حاتم نے عرض کی کہ اے استاد محترم میں جو بولنے سے طبعاً نفرت کرتا ہوں، فی الواقع میں صرف آٹھ مسائل ہی حاصل کر سکا۔ حضرت

شفیق نے فرمایا اچھا تو وہ کون سے آٹھ مسائل میں، ذرا میں بھی سنوں حضرت حاتم نے عرض کی:-
 پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک شخص کسی خاص شے کو محبوب رکھتا ہے جو
 تادم مرگ اس کے ساتھ رہتی ہے جب اس کا رشتہ حیات منقطع ہو جاتا ہے تو وہ اپنی محبوب
 شے سے جدا ہوتا ہے لیکن میں نے حسنا کو اپنا محبوب بنا لیا ہے جو مرنے کے بعد بھی میرے
 ساتھ رہیں گی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے اس آیت **وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ**
عَنِ الْهَوَىٰ فَيَأْتِ الْجَنَّةَ بِهَا الْغَاوِيٰ پر غور کیا اور اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پانے
 کی عادت ڈالی، یہاں تک کہ وہ حق تعالیٰ کی اطاعت میں راسخ ہو گیا۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کی حالت دیکھ کر حسد کرتے
 ہیں۔ چنانچہ میں نے اس بارے میں حق تعالیٰ سے رہنمائی چاہی تو اس کے کلام میں یہ پایا۔ **لَحْسُو**
قَسَبْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ ہم نے تقسیم کیا ہے لوگوں میں ان کی
 ضروریاتِ معاش کو، اس حکم الہی کو میں نے ذہن نشین کر لیا اور حسد سے یکسر کنارہ کش ہو گیا۔
 جب قسمت اللہ کے یہاں سے ہے تو پھر خلق سے عداوت کیسی؟

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے ہر شخص کو دیکھا کہ وہ کسی نہ کسی چیز پر بھروسہ کرتا ہے کوئی مال پر
 بھروسہ کرتا ہے کوئی زمین پر کوئی تجارت پر، کوئی ہنر پر کوئی صحت بدنی پر لیکن جب میں نے اللہ
 کا کلام دیکھا تو اس میں یہ پایا **وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ** (جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا
 ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے)۔

پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حسب و نسب، مال و منال، اور
 جاہ و منصب پر نازاں ہیں۔ میں نے ان چیزوں پر غور کیا تو بے کار محض معلوم ہوئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا ہے **إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ** اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے
 جو زیادہ پرہیزگار ہے، چنانچہ میں نے تقویٰ اختیار کیا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہتر قرار پاؤں۔

چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ہر شخص روٹی کے ایک ٹکڑے کے لیے اپنے
 نفس کو ذلیل کرتا ہے اور ایسے ایسے کام کر گزرتا ہے جو ناجائز ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا واضح

ارشاد ہے۔ وَمَا مِنْ حَاطَبَةٍ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا رَكُونِي جَانِدًا نَحْسِي جِسْمِي كَارِزْقِ اللَّهِ تَعَالَى
 کے ذمہ نہ ہو۔ میں نے یہ یقین کر کے کہ میں بھی اس مخلوق میں شامل ہوں جس کا رزق اللہ تعالیٰ
 کے ذمے ہے حصولِ رزق کے لیے ادھر ادھر دوڑتا بھاگتا ترک کر دیا اور حق تعالیٰ کے حقوق
 ادا کرنے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ جس شخص کے پاس کوئی قیمتی چیز ہے وہ
 اس کو سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے اور مقدور بھر اس کی حفاظت کرتا ہے لیکن جب میں نے
 کلام اللہ کو دیکھا تو اس میں یہ پایا: مَا عِنْدَكَ كُفْرٌ يَنْقُذُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ مِمَّا تَحْتَسِبُ
 پاس جو کچھ ہے وہ سب ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی ہے گا پس اپنی
 دانست میں جس چیز کو میں نے قیمتی پایا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیا۔ تاکہ اس کے پاس
 موجود ہے۔

آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ زمین پر فساد برپا کرتے ہیں اور ایک
 دوسرے کا گلا کاٹتے ہیں۔ میں نے کلام الہی کی طرف رجوع کیا تو اس میں یہ پایا: إِنَّ
 الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا وَإِلَىٰ تَمَائِدِهِمْ يَدْعُوا حِزْبًا لَّيَكُونُوا
 مِنْ أَصْحَابِ الشَّعِيرِ (شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھو۔ وہ اپنے گروہ کو اس
 کی طرف بلاتا ہے تاکہ رفتاری ہو جائے۔) چنانچہ میں نے صرف شیطان کو اپنا دشمن سمجھ لیا اور باقی
 سب مخلوق کی عداوت ترک کر دی۔

حضرت شفیق یعنی نے یہ شکر فرمایا اے حاتم! اللہ تجھ پر فضل کرے۔ میں نے تمام کتب سماوی
 پر غور کیا تو ان سب کی اصل یہی آٹھ مسئلے ہیں۔ دوسرے سب مسائل انھی آٹھ مسئلوں کی شاخیں
 ہیں (واقعات صوفیہ ص ۷۷)

۸۶۔ سنت نبوی پر عمل کا واقعہ

ایک مرتبہ نے کے قاضی القضاة محمد بن مقاتل بیمار ہو گئے۔ حضرت حاتم امم بھی اس زمانہ
 میں رہے گئے ہوئے تھے ان کو خبر ہوئی کہ وہ سنت نبوی کی پیروی میں قاضی صاحب کی عیادت

کہو گئے ان کی قیام گاہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک عالیشان محل کے سامنے کھڑے ہیں جس کا دروازہ بہت بلند و بالا ہے اور اس کے پیچھے ایک فراخ ڈیور بھی ہے۔ حاتم حیران ہو کر لوے اللہ اکبر ایک عالم کے دروازے کا حال؟ اجازت ملنے پر مکان کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت باغ ہے۔ جس میں جا بجا پانی کے فوارے چل رہے ہیں۔ نوکر چاکر ادھر ادھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ مکان کے برآمدے کے سامنے قیمتی پرشے لٹک رہے ہیں۔ حاتم کی حیرت میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا جب وہ قاضی صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ ایک مکلف گدے پر آرام فرما رہے ہیں۔ حاتم کو دیکھ کر مسند پر بیٹھ گئے اور حاتم سے کہا تشریف رکھیے۔

لیکن حاتم نے سُنی ان سُنی کر دی اور کھڑے رہے۔ قاضی صاحب نے بیٹھنے پر اصرار کیا لیکن وہ انکار کرتے رہے۔ آخر قاضی صاحب نے پوچھا کیا آپ کسی ضرورت سے تشریف لائے ہیں؟

بہ ہاں!

قاضی صاحب نے کہا ”تو فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“

حاتم نے کہا ”ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں“

قاضی صاحب نے کہا ”پوچھیے۔“

حاتم: آپ نے علم کن لوگوں سے حاصل کیا؟

قاضی صاحب: بڑے بڑے معتبر اور فاضل اساتذہ سے۔

حاتم: آپ کے اساتذہ نے کس سے علم حاصل کیا تھا؟

قاضی صاحب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے۔

حاتم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم کیسے آیا تھا؟

قاضی صاحب: اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ آپ کو دیا تھا۔

حاتم: تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس جو ذخیرہ علم ہے یہ وہی ہے نا جسے آپ کے

اساتذہ نے صحابہ کرام سے حاصل کیا اور صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اور حضور

نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا اس میں کہیں یہ جبروی گئی ہے کہ اللہ کے

نزدیک اسی کا درجہ بلند ہوگا جس کا عالیشان مکان ہو اور اس سے اللہ کا سامان عیش و تنعم ہیا ہو۔

قاضی صاحب: نہیں نہیں! میں نے تو ایسی بات کہتی ہے اور نہ پڑھی ہے۔
 حاتم: اچھا تو پھر آپ کو اس کا علم سچی ہے یا نہیں کہ جو لوگ دنیا کی لذات اور آسائش سے
 رُخ پھیر کر آخرت کے لیے زاہد راہ اکٹھا کرنے میں مشغول رہیں گے اور غریب اور مساکین سے زیادہ محبت
 کریں گے اور ہر وقت آئندہ زندگی کو پیش نظر رکھیں گے خدا کے نزدیک انھی کا درجہ بلند ہوگا اس کے
 ساتھ ہی حاتم کہ جلال آیا اور وہ پُرجوش لہجہ میں بولے: آپ نے اپنے آپ کو کن لوگوں سے زندگی سے
 مطمئن کر رکھا ہے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے، حضورؐ کے صحابہؓ کی زندگی سے
 صلحائے امت کی زندگی سے یا فرعون و ہامان کے انداز کی زندگی سے آپ کے قلب نے اطمینان
 پایا ہے؟

قاضی صاحب حضرت حاتم کی تقریر سن رہے تھے اور ان پر ایک رنگ آتا تھا ایک جانا تھا اور
 فرطِ ذممت سے ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے جب حاتم نے تقریر کرتے کرتے فرمایا کہ
 ”اے علمائے سوہ! تم جیسے لوگوں کو جب ایک جاہل دنیا دار مسلمان دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ جب علماء اس
 حال میں ہیں تو میرا حال ان سے برا نہیں“ تو قاضی صاحب نے ہاتھ سے دامن صبر و ضبط چھوٹ گیا۔
 اور وہ ناراضہ رونے لگے پہلے ہی بیمار تھے اب بیماری میں اضافہ ہو گیا۔ ادھر حاتم نے تقریر ختم کی اور
 ان کو اسی حال میں چھوڑ کر گھر سے باہر نکل آئے۔

قاضی محمد بن مقاتل سحت یاب ہوئے تو ان کی طبیعت میں انقلاب آچکا تھا۔ کچھ عرصہ بعد وہ
 اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے کر مکہ معظمہ چلے گئے اور نہایت سادگی سے زندگی گزارنے لگے یہاں تک کہ
 مکہ معظمہ ہی میں انھوں نے وفات پائی۔ (واقعات - وفیہ ص ۳۵)

۸۷ حضرت سہل تستری اور ایک باخدا رئیس زاوی

شیخ سعدی نے اپنی مشہور و معروف نثر ”مجلس چکانہ“ میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت
 سہلؒ طبابت کا پیشہ کرتے تھے جب انھوں نے فقرا و نیاز کیا تو ایک عرصہ تک دیانہات و مجاہدات
 میں مشغول رہے یہاں تک کہ ان کو کثرت سے رویائے سارح رونے لگیں اور ایک دو مرتبہ ایسی معاملہ
 میں شکت بھی ہوا۔ حضرت سہلؒ کے دل میں یہ خیال لڑا کہ دو مرتبہ ولایت پانامز ہو گئے ہیں۔ ان کا

یہ خیال آہستہ آہستہ بخیر کی حد تک پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے خاص بندوں کا گمراہ ہونا پسند نہیں ہے چنانچہ حضرت سہل کے دل سے ولایت کا زعم دور کرنے کے لیے ان کو الہام کیا گیا کہ تم خراسان جاؤ وہاں کے ایک رئیس کی بیٹی جنون میں مبتلا ہے اس کا علاج کرو۔ حضرت سہل یہ الہام ہوتے ہی خراسان کے لیے چل پڑے خراسان پہنچ کر انھوں نے لوگوں سے اس رئیس کا پتہ دریافت کیا تو انھوں نے ایک عالی شان محل کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت سہل محل کی طرف گئے تو دیکھا کہ وسیع و عریض قصر ہے جس کے سامنے ایک دلکش باغ ہے اور اس میں کچھ آدمی گلگشت میں مصروف ہیں۔ حضرت سہل نے ان سے کہا کہ میں طبیب ہوں اور اس رئیس کی دیوانی بیٹی کا علاج کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم اس رئیس سے میرا تعارف کرو تو تمھارا احسان ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص نے غور سے حضرت سہل کی طرف دیکھا اور کہا میاں! معلوم ہوتا ہے تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ آخر موت کو خود دعوت دینے میں کیا تمک ہے۔ ذرا اس قصر کی دیوار سے اندر جھانک کر تو دیکھو۔ حضرت سہل نے اس دیوار کی پری طرف نظر ڈالی تو بیسیوں کٹے ہوئے سر نظر آئے۔ واپس آکر ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ تجھ سے پہلے کئی طبیب آئے جنھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس لڑکی کا علاج کریں گے۔ رئیس نے اس شرط پر ان کو اپنی بیٹی کا علاج کرنے کی اجازت دی کہ اگر علاج کامیاب نہ ہو تو ان کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ چنانچہ یہ کٹے ہوئے سر اٹھی طبیبوں کے ہیں جو اپنے تمام نسخے آزمانے کے باوجود علاج میں ناکام ہے۔ اگر تم بھی اپنا سر کٹوانا چاہتے ہو تو ہمیں تعارف کرانے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ ستر سہل نے کہا کہ مجھے سب کچھ منظور ہے۔ بس اس رئیس کے پاس مجھے لے چلو۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت سہل کو قصر کے اندر لے گئے اور رئیس سے ان کا تعارف کرایا۔ رئیس اس وقت چند آدمیوں کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا اس نے حضرت سہل کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جائیں۔

جب وہ آدمی چلے گئے تو رئیس نے حضرت سہل سے پوچھا کہ آپ یہاں کس مقصد کے لیے آئے ہیں؟ اس کے جواب میں سنت سہل نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ تمھاری ایک لڑکی ہے جو جنون کے عارضہ میں مبتلا ہے۔ میں اس کے علاج کے لیے آیا ہوں۔ رئیس نے کہا کہ پہلے میرے محل کی دیوار کے اندر تو نگاہ ڈالو۔ اس پر حضرت سہل نے کہا کہ میں نے سب کچھ دیکھ لیا ہے۔ رئیس ان کا جواب سن کر بہت حیران ہوا اور سمجھا کہ یہ کوئی بڑا بلند پایہ طبیب ہے جو پہلے طبیبوں کا حشر دیکھ کر بھی

علاج پرنٹلا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے زنا نخل نے میں پیغام بھیجا کہ شہزادی کو تیار کریں، ایک طبیب اسے دیکھنے آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اندر سے آواز آئی کہ لڑکی طبیب سے ملنے کے لیے تیار ہے۔ چنانچہ رئیس نے حضرت کو اپنے ساتھ لیا اور حرم سرا میں داخل ہوا۔ جب دونوں لڑکی کے کمرے کے قریب پہنچے تو لڑکی نے کینز کو آواز دی اور کہا کہ میرا نقاب لاؤ تاکہ میں پردہ کر لوں۔ رئیس کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس سے پہلے کتنے ہی طبیب آئے لیکن لڑکی نے کسی سے پردہ نہیں کیا۔ اس طبیب میں معلوم نہیں کیا بات ہے کہ لڑکی نقاب کی ضرورت محسوس کر رہی ہے۔ وہ اپنے خیالات کو ضبط نہ کر سکا اور لڑکی کے سامنے ان کا اظہار کر ہی دیا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ وہ مرد نہیں تھے، مرد یہ ہے جو اب آیا ہے۔ رئیس لڑکی کا جواب سن کر سٹپٹا گیا اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔

حضرت سہل لڑکی کے قریب گئے اور سلام علیکم کہا۔ رئیس زادی نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پسر خاص کا لفظ استعمال کیا اس نے حضرت سہل سے کہا اے لڑکی تو نے کیسے سمجھا ہے کہ میں پسر خاص ہوں؟ اس پر رئیس زادی نے کہا، جس نے تم کو یہاں بھیجا اس نے مجھ کو بھی متنبہ کر دیا ہے، تمہیں اللہ نے ایسی نعمت سے نوازا ہے جس سے رورح کو تسکین ملتی ہے۔ اسی وجہ سے میں خجالت محسوس کر رہی ہوں۔ رئیس یہ گفتگو سن کر عالم تحریر میں کھو گیا اور ساکت و صامت دیکھنے لگا کہ اب کیا ہوتا ہے۔ ادھر حضرت سہل سمجھ گئے کہ لڑکی کو خون نہیں بلکہ کچھ اودشہ ہے۔ انھوں نے قرآن حکیم کی ایک آیت پڑھی کہ شاید اس میں علاج ہو اور لڑکی کو سکون میسر ہو جائے۔ رئیس زادی نے جو یہی آیت سنی، غمش کھا کر گر پڑی۔ تھوڑی دیر بعد جب ہوش میں آئی تو حضرت سہل نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ تجھے سرزمین اسلام میں لے جاؤں۔

رئیس زادی: سرزمین اسلام میں کیا شے ہے جو یہاں نہیں ہے۔

حضرت سہل: ارض اسلام میں کعبہ معظم ہے۔

رئیس زادی: نادان! اگر تو کعبہ کو دیکھے تو اسے پہچان لے گا،

حضرت سہل: ہاں!

رئیس زادی: میرے سر کے اوپر نگاہ کرو۔

حضرت سہل نے اوپر نظر اٹھائی تو ایک عجیب منظر دکھائی دیا۔ ان کی نظر کے سامنے کعبہ اللہ موجود

تھا جو لڑکی کے سر کے گرد طواف کرتا معلوم ہوتا تھا۔ حضرت سہل یہ نظارہ دیکھ کر ششدر رہ گئے اور پھر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے تو رئیس زادی سے پوچھا کہ تم نے یہ مرتبہ کس طرح حاصل کیا؟

رئیس زادی: نادان! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص اپنے پاؤں کے ساتھ کعبہ جاتا ہے وہ کعبہ کا طواف کرتا ہے اور جو اپنے دل کے ساتھ کعبہ جاتا ہے کعبہ اس کا طواف کرتا ہے اور تجھے یہ بھی جان لینا چاہیے کہ تو ابھی خدا سے ایک قدم دور ہے اگر تمہاری خواہش ہو تو میں تمہارے لیے اس راز کو فاش کر دیتی ہوں۔ جلد بتاؤ جانا چاہتے ہو یا نہیں؟

حضرت سہل: میری جان تم پر قربان! جلد کہو ورنہ میں دیوانہ ہو جاؤں گا۔

رئیس زادی: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (جس نے اپنے نفس کو جان لیا اس

نے رب کو پہچان لیا)

رئیس زادی کا جواب سن کر حضرت سہل تسری کے سارے حجابات دور ہو گئے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ اس دنیا میں اللہ کے بہترے لیے بندے ہیں جو ان سے کہیں بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ چنانچہ ان کے دل سے اپنی ولایت اور برائی کا خیال یکسر جاتا رہا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے ذریعہ ان کو تنبیہ کے گراہ ہونے سے بچا لیا۔ (مجلس پنجگانہ)

۸۸۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تسری کی کرامت

ناز جو سے قبل کوئی بزرگ ملاقات کے لیے آئے تو دیکھا کہ آپ کے نزدیک ایک سانپ کھڑی مائے ہوئے بیٹھا ہے اور جب وہ بزرگ اجازت لے کر قریب پہنچے تو فرمایا کہ جو حقیقت آسمان سے ناواقف ہوتا ہے وہی زمین کی چیزوں سے خوف کھاتا ہے پھر آپ نے ان بزرگ سے پوچھا کہ ناز جو کے لیے کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا مسجد جامع تریہاں سے ۲۴ گھنٹے کی مسافت کے فاصلے پر ہے۔ یہاں کو آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور چشم زدن میں مسجد کے اندر داخل ہو گئے اور ناز کے بعد لوگوں پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ مخلص صاحب ایمان تو بہت قلیل ہیں البتہ کلمہ گو بہت زیادہ ہیں۔

(ذکر الاولیاء)

۸۹. حضرت سہل کی دعا کا اثر

عمر دہشت ایک مرتبہ ایسا علیل ہوا کہ اطباء نے جواب سے دیا چنانچہ اس نے عالم یاس میں آپ کو بلا کر دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ دعا اسی کے حق میں اثر انداز ہوتی ہے جو تائب ہو چکا ہو لہذا پہلے تم توبہ کر کے قیدیوں کو رہا کر دو اور جب اس نے حکم کی تعمیل کی تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ جس طرح تو نے اپنی تافرمانی کی دولت اس کو عطا کی اسی طرح میری عبادت کی عظمت بھی اسے دکھا دے یہ کہتے ہی وہ تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا اور بہت سی دولت بطور نذرانہ پیش کرنی چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ پھر کسی مرید نے راستہ میں عرض کیا کہ اگر آپ نذرانہ قبول کہتے تو میں قرض سے سبکدوش ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے زر دیکھنا ہے تو سونے دیکھ۔ اور جب اس نے نظر اٹھائی تو ہر سمت سونا ہی سونا نظر آیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ خدا نے جس کو یہ مرتبہ عطا کیا ہو اس کو دولت کی تمنا کیسے ہو سکتی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۹۰. حضرت سہل کی ایک خدارسیدہ عورت سے ملاقات

ایک مرتبہ بیان میں آپ کو ایک بہت ہی بد حال بڑھیا ملی چنانچہ جب آپ نے اس کی اعانت کرنی چاہی تو اس نے ہاتھ اٹھا کر ٹھٹی بند کر لی اور جب مٹھی کھولی تو اس میں سونا تھا۔ پھر اس نے آپ سے کہا کہ تم توجیب سے رقم نکالنے ہو لیکن مجھے غیب سے ملتی ہے اور یہ کہہ کر اچانک غائب ہو گئی۔ اور جب آپ نے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرنا شروع کیا تو دوران طواف دیکھا کہ کعبہ خود اس بڑھیا کا طواف کر رہی ہے اور جب آپ اس کے نزدیک ہوئے تو اس نے کہا کہ جو اختیاری طور پر یہاں پہنچتا ہے اس کے لیے طواف کعبہ ضروری ہے لیکن جو اضطراری عالم میں آتے ہیں کعبہ خود ان کا طواف کرتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۹۱. ایک عورت کی توبہ کا واقعہ

حضرت معروف کرخی دجلہ کے کنارے پر و منو کے لیے تشریف لے گئے۔ اپنا قرآن شریف اورد کپڑا

دربیا کے کٹائے پر رکھا، ایک عورت آئی، قرآن شریف اور کپڑا اٹھا کر لے چلی۔ حضرت بھی اس کے پیچھے گئے اور اسے ایک تنہا جگہ پر بٹھا پکڑا تاکہ اس کی ہتک نہ ہو۔ اور فرمایا تو مت ڈر، اے عورت! میں معروف کرخی ہوں، اے بہن! تیرا کوئی بیٹا ہے جو قرآن پڑھے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت نے دوبارہ دریاقت فرمایا کیا تیرا کوئی خاوند ہے؟ عورت نے جواب دیا نہیں۔ حضرت نے فرمایا تیرا کوئی بھائی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت نے فرمایا تو تو قرآن شریف مجھے دے دے اور کپڑا تیرا ہے مجھے حلال ہے، دنیا و آخرت میں تجھ پر میری طرف سے کوئی گرفت نہیں۔ اس بات سے عورت بہت شرمندہ ہوئی اور کہا میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہوں، پھر کبھی ایسا نہ کروں گی۔ حضرت اس کی توبہ سے بہت خوش ہوئے اور اس کے واسطے دعا فرمائی اور دونوں اپنے اپنے راستے پر روانہ ہوئے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۵۰)

۹۲۔ بھوک اور صبر کا صلہ

حضرت معروف کرخی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک خوبصورت نوجوان دیکھا ان کی خوبصورت زلفیں تھیں اور سر پر ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور بدن پر کتان کا ایک کڑتہ تھا۔ اور پاؤں میں تسمہ دار جوتا تھا۔ میں اسے دیکھ کر تعجب ہوا۔ ایسے جنگل میں اس کا یہ لباس تھا۔ میں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، چچا صاحب۔ میں نے پوچھا لے جوان! تو کہاں کا رہنے والا ہے؟ کہا دمشق کا رہنے والا ہوں۔ میں نے کہا، کب سے وہاں سے نکلے ہو؟ کہا آج ہی چاشت کے وقت، مجھے تعجب ہوا کیونکہ اس جگہ سے جہاں میں نے اسے دیکھا تھا دمشق کئی منزل پر تھا۔ میں نے کہا، کہاں جاؤ گے؟ کہا مکہ معظمہ کو انشاء اللہ تعالیٰ، میں سمجھ گیا کہ وہ اٹھایا ہوا جا رہا ہے اور اسے رخصت کر کے چلا گیا۔ تین سال تک میں نے اسے نہ دیکھا ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھا اس شخص کے معاملے میں فکر کرتا تھا کہ نہ معلوم میرے جدا ہونے کے بعد اس کا کیا حال ہوا۔ تو ناگاہ دروازہ پر دستک دینے کی آواز آئی۔ میں نکل آیا تو وہی شخص تھا۔ میں نے سلام کیا اور اس کو گھر لے آیا اس وقت وہ شخص ننگے سر اور ننگے پاؤں تھا اور بدن پر مکمل کا کڑتا تھا میں نے پوچھا کیا خبر ہے؟ کہا لے استاد! مجھے اپنے فعل اور معاملے کی اللہ تعالیٰ اطلاع نہیں کرتے ہیں، کبھی میرے ساتھ ملاحظت اور نرمی ہے، کبھی مجھ پر اپنی ہیبت طاری کرتے ہیں، کبھی مجھ کو بھوکا

رہتے ہیں کبھی کھلانے ہیں، کاش مجھ کو اپنے ادبیاد کے اسرار پر مطلع فرماتے، پھر جو چاہتے کرتے اور بہت روئے حضرت معروف کنخی فرماتے ہیں کہ اس کی باتوں سے مجھے بھی رونا آیا اور میں نے کہا میرے بعد تم پر کیا ماجرا گذرنا کچھ بیان کرو۔ کہا افسوس اسے ظاہر کروں وہ چاہتا ہے کہ پوشیدہ رکھوں۔ ہاں پہلا کام جو میرے ساتھ میرے مولا و مالک نے کیا وہ یہ ہے کہ مجھے تیس دن تک بھوکا رکھا۔ اس کے بعد میں ایک کھیرے کے کھیت پر ایک گاؤں میں پہنچا، دیکھا تو خراب کھیرے کھیت میں سے چن کر پھینکے گئے تھے میں ان میں سے چن چن کر کھا رہا تھا۔ اتنے میں کھیت کا مالک آیا اور ایک کورالے کر میری پشت پر مارنے لگا اور کہتا جاتا تھا بے چور! تیرے سوا کھیت کو کسی نے خراب نہیں کیا ہے۔ میں کئی روز سے تیری تلاش میں ہوں اب میں نے تجھے پکڑ لیا ہے۔ وہ مجھے مار رہا تھا کہ اتنے میں ایک سوار گھوڑا دوڑتا ہوا اس کے سر پر آپہنچا اور کورالے اس کے ہاتھ سے چھین کر کہا کہ اولیاء اللہ پر حملہ کرتا ہے اور اٹھیں مار کر ان کی امانت کرتا ہے اور اٹھیں چور کہتا ہے۔ جب کھیت والے نے یہ حال دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور جتنی خاطر اور عزت ممکن تھی سب اس نے میرے ساتھ کی اور معافی چاہی۔ جبکہ میں اس کے پاس چور سے دلی بن گیا۔ اتنا جملہ کہنے پائے تھے کہ دروازہ کے ٹھوکنے کی آواز آئی اور وہی کھیت والا آیا اپنا سارا مال فقرا پر تقسیم کر دیا۔ وہ شخص بڑا مالدار تھا اور اس جوان کے ساتھ بویا۔ دونوں حج کو گئے اور جنگل میں دونوں نے دفات پائی۔ (زنبق البساتین)

۹۳۔ حضرت سری سقطی سے ایک عارف کی باتیں

حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ ایک شب مجھ کو نیند نہ آئی نہایت درجہ بے چین ہوا۔ میں آنکھ تک نہ بند کر سکا۔ باوجودیکہ اس شب کو تہجد سے بھی محروم رہا۔ جب فجر کی نماز پڑھ چکا تو گھر سے نکلا کسی طرح مجھ کو قرار نہ تھا۔ پھر میں جامع مسجد میں ٹھہر گیا۔ ایک واعظ کا وعظ سنتے رگتا کہ کچھ دل کو راحت ہو۔ میں نے اپنے دل کو پکڑ لیا کہ سختی اس کی بڑھتی جاتی ہے میں وہاں سے چل دیا۔ دوسرے واعظ کے پاس ٹھہرا وہاں بھی دل کا اضطراب نہ کم ہوا۔ پھر میں نے اپنے جی سے کہا دل کے طیبوں کے پاس جاؤں اور جو لوگ محب کو محبوب کی راہ بتلاتے ہیں ان سے ملوں۔ پھر بھی میرے دل کو قرار نہ ہوا اور سختی بڑھتی گئی پھر میں نے کہا اب میں کو توالی میں جاؤں۔ وہاں لوگوں کو سزا پاتے دیکھ کر شاید

کچھ بھرت ہو۔ مگر دماغ بھی دل کی سختی کم نہ ہوئی۔ پھر میں نے کہا چلوں قید خانے کو، شاید ان لوگوں کو جو بنلاٹے مذاب ہیں دیکھ کر دل ڈسے۔ جب میں قید خانہ میں داخل ہوا اپنے دل کو پایا کھل گیا اور میرا سینہ کشادہ ہوا۔ ایک لونڈی خوبصورت قیمتی اور مہنی اور مہنی نظر آئی اس کے پاس سے عطر کی خوشبو آتی تھی۔ پاک نظریک دل تھی۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی، پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جب مجھ کو دیکھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں کہ بغیر گناہ کیے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال کر گردن میں لٹکادی۔ اور ان ہاتھوں نے نہ کبھی خیانت کی نہ چوری کی۔ میرے پہلو میں جگر ہے میں جانتی ہوں وہ جل گیا۔ قسم تیرے حق کی اے دل کی مراد میں سچی قسم کھاتی ہوں اگر تو میرے دل کے ٹکڑے کٹالے تیرے حق کی قسم بے کنجی تجھ سے نہ پھرے گا۔ شیخ سری فرماتے ہیں کہ میں نے داروغہ سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ کہا لونڈی ہے۔ دیوانی ہو گئی ہے اس کے مالک نے یہاں قید کیلے تاکہ درست ہو جائے۔ جب اس لونڈی نے داروغہ کا کلام سنا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ شیخ سری فرماتے ہیں میں نے اس سے وہ باتیں سنیں جنہوں نے مجھے یہ چین کر دیا۔ مجھ کو غم دیا، جلایا، رُلایا۔ جب لونڈی نے میرے آنسو دیکھے، کہا اے سری! یہ تمہارا رونا اس کی صفت سن کر ہے کیا حال ہو اگر تم اس کو پہچان لو۔ پھر ایک ساعت وہ بیہوش رہی۔ جب ہوش آیا میں نے کہا اے لونڈی! جواب دیا بیک اے سری! میں نے کہا مجھ کو تیرے کیسے پہچانا؟ کہا جب سے مجھ کو معرفت حاصل ہوئی جاہل نہیں رہی، اور جب سے خدمت کی سست نہ ہوئی۔ اور جب سے وصل ہوا جلد نہ ہوئی اور درجے والے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا تجھ سے سنا کہ تو محبت کرتی ہے تیرا دوست کون ہے؟ کہا جس نے اپنے محبوب کے ساتھ مجھ کو معرفت دی اور اپنی بڑی عطا کے ساتھ سخاوت کی۔ وہ دونوں کے پاس ہے۔ محبوب کے طلبگار کا دوست ہے۔ سنتا ہے جانتا ہے، پیدا کرنے والا، حکمت والا، سخی، اکیم، بخشنے والا، رحیم ہے۔ میں نے پوچھا یہاں تجھ کو کس نے قید کیا؟ کہا حاسدوں نے باہم مدد کی اور قول و قرار کیا۔ پھر وہ باواز بند چلائی، اور بیہوش ہو گئی۔ میں نے خیال کیا کہ اس نے زندگی ختم کر لی۔ پھر وہ ہوش میں آئی۔ شیخ سری فرماتے ہیں کہ میں نے قید خانہ کے داروغہ سے کہا اس کو چھوڑ دو۔ اس نے چھوڑ دیا۔ میں نے کہا جہاں تیرا دل پناہ ہے چلی جا، کہا اے سری! میں کہاں جاؤں اسے چھوڑ کر میرا کہاں راستہ ہے۔ میرے دل کے

دوست نے اپنے مملوک کو میرا مالک بنا دیا۔ اگر میرا مالک راضی ہو گا چلی جاؤں گی ورنہ میری کروں گی۔ میں نے کہا خدا کی قسم! یہ تو مجھ سے زیادہ عقلمند ہے۔ میں اسی حال میں اس سے باتیں کر رہا تھا کہ اس کا مالک آگیا۔ داروغہ سے پوچھا، تحفہ اس کی لوٹدی کہاں ہے؟ کہا اندر ہے اور اس کے پاس شیخ سری سقلی بیٹھے ہیں۔ مالک یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اندر آیا اور مجھ کو مر جھا کہا اور میری تعظیم کی۔ میں نے کہا یہ لوٹدی یہ نسبت میرے تعظیم کی زیادہ مستحق ہے۔ اس کی کیا حرکت تجھ کو ناپسند ہے۔ کہا بہت سی باتیں ہیں نہ کھائے نہ پیئے بے عقل، نہ خود سوئے، نہ ہم کو سونے دے، ہر وقت متفکر رہتی ہے ذرا سی بات پر فوراً رووے، آہ و نالے سے کام ہے، سدا رویا کرتی ہے اور یہی میری پونجی ہے۔ میں نے اپنا تمام مال بیس ہزار درہم دے کر اس کو مول لیا اور امید تھی کہ نفع حاصل ہو گا کیونکہ حسن و جمال کے علاوہ یہ اور کام بھی جانتی ہے۔ میں نے کہا اور کام کیا کرتی ہے، کہا گانا جانتی ہے۔ میں نے پوچھا کتنی مدت سے یہ مرہن اس کو ہے؟ کہا ایک برس سے۔ میں نے کہا ابتدا کیسے ہوئی، کہا ایک مرتبہ عود لیے گا رہی تھی دفعتاً عود توڑ کر کھڑی ہو گئی اور روئی چلائی۔ میں نے اس کو انسان کی محبت کی تہمت لگائی۔ میں نے اس کی تحقیقات کی مگر کچھ علامت و نشان نہ پایا۔ میں نے لوٹدی سے پوچھا کیا ایسا ہی معاملہ ہے؟ لوٹدی نے زبان تیز اور جلدی سے جواب دیا، میرے دل سے خدا نے مجھ کو خطاب کیا۔ میرا وعظ میری زبان پر تھا، مجھ کو بعد دوری کے قریب کیا اور مجھ کو خدا نے خاص منتخب کیا۔ جب میں برضا و رغبت بلائی گئی۔ میں نے قبول کیا اور بیک اپنے بلانے والے کے جواب میں کہی۔ جو کچھ گناہ مجھ سے سابق میں ہوئے تھے میں ان سے ڈری مگر محبت نے خوف دفع کر کے آرزوؤں میں ڈال دیا۔ شیخ سری سقلی فرماتے ہیں میں نے اس کے مالک سے کہا میرے ذمہ اس کی قیمت ہے اور میں زیادہ دوں گا مالک چلایا اور کہا، اے محتاجی تیرا براہو تم تو ایک مرد فقیر ہو اس کی قیمت کہاں پاؤ گے۔ میں نے کہا جلدی نہ کرو تم یہیں رہو میں اس کی قیمت لاتا ہوں۔ پھر وہاں سے چل دیا، غمگین روتا ہوا قسم خدا کی میرے پاس لوٹدی کی قیمت ایک درہم بھی نہ تھا۔ تمام رات خدا کی درگاہ میں روتا، خوشامد ماجزی کرتا رہا اور اس سے دعا مانگتا تھا۔ تمام رات آنکھ نہ جھپکی اور کہتا تھا خداوند! تو ظاہر و باطن خوب جانتا ہے۔ میں نے تیرے فضل پر اعتماد کیا۔ مجھ کو فضیحت نہ کرنا۔ اس لوٹدی کے مالک کے روبرو شرمندہ نہ ہوں۔ اسی حال میں عبادت خانہ میں بیٹھا ہوا دعا مانگ رہا تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا

میں نے کہا دروازہ میں کون ہے؟ کہا دوستوں میں سے ایک دوست ہے، کسی سبب سے یہاں آیا ہے۔ خدائے مہربان کا حکم اس کو یہاں لایا ہے۔ میں نے دروازہ کھولا۔ ایک شخص چار غلام اس کے ہمراہ شمع لیے، پھر اس آنے والے نے کہا اے استاد! مجھ کو اندر آنے کی اجازت ہے؛ میں نے کہا آؤ، وہ شخص اندر آیا۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا احمد بن ثنی ہوں۔ مجھ کو ایسے شخص نے دیا ہے کہ وہ دیتے وقت بخل نہیں کرتا۔ میں آج کی رات سو رہا تھا۔ ہاتھ غیبی نے پکار کر کہا پانچ توڑے اشرفیاں سری کے پاس لے جاؤ ان کا دل خوش ہو اور وہ تحفہ کو خریدیں کیونکہ ہم کو تحفہ کے حال پر مہربانی ہے۔ میں نے خدا کے شکر میں سیدہ کیا کہ اس نے مجھے یہ نعمت عطا کی اور فجر کا انتظار کرنے لگا۔ جب صبح کی نماز ادا کی، احمد کا ہاتھ پکڑ کر قید خانہ میں لے گیا۔ لوٹدی کا محافظ دایں بائیں دیکھ رہا تھا۔ مجھ کو دیکھ کر کہا مرحبا آئیے۔ خدا اس لوٹدی پر مہربان ہے۔ رات کو اتنے نے مجھ کو پکار کر کہا ہے۔ شیخ سری سقلی فرماتے ہیں تحفہ نے جب ہم کو دیکھا اس کے آنسو ڈبڈبائے اور کہا تم نے مجھ کو سب لوگوں میں مشہور کر دیا۔ اسی حال میں تحفہ کا موٹی آگیا، روتا ہوا، دل غمگین، رنگ فق۔ میں نے کہا مت روؤ، جس قدر قیمت تم نے دی ہے میں لایا ہوں اور پانچ ہزار نفع دوں گا۔ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم! میں نے کہا اس ہزار نفع کو کہا نہیں خدا کی قسم نہیں لوں گا۔ میں نے کہا قیمت کے برابر نفع لو، کہا اگر تم تمام دنیا اس کے عوض دو گے نہ قبول کرونگا۔ تحفہ خدا کے واسطے آزاد ہے۔ میں نے کہا کیا حال ہے، کہا رات کو مجھے سخت تنبیہ اور جھڑکی دی گئی ہے۔ میں تمام حال چھوڑ کر خدا کی طرف بھاگا ہوں۔ خدایا تو کشائش کے ساتھ میرا قبیل ہو اور میرے رزق کا ضامن پھر میری طرف ابن ثنی متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا وہ رو رہا تھا۔ میں نے کہا تم کیوں روتے ہو؟ کہا خداوند تعالیٰ نے جس کام کے لیے مجھ کو بلایا اس سے راضی نہیں ہوا۔ تم گواہ رہو۔ میں نے اپنا تمام مال خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔ میں نے کہا تحفہ کیا بڑی صاحب برکت ہے۔ تحفہ کھڑی ہوئی جو کھڑے پہنے تھی اتار کر پھینک دیے اور ایک کڑنا بالوں کا بہن لیا اور روتی ہوئی نکل کھڑی ہوئی۔ ہم لوگوں نے اس سے کہا خدا نے تم کو آز لو کر دیا پھر کیوں روتی ہو۔ پھر ہم قید خانہ کے دروازے سے نکلے اٹھائے راہ میں تحفہ کو تلاش کیا اپنے ہمراہ نہ پایا۔ ابن ثنی راستے میں مر گئے۔ میں اور تحفہ کا موٹی مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ ایک دن میں طواف کر رہا تھا، کسی زخمی دل سے کلام مجروح سنا وہ کلام یہ ہے: خدا کا دست دنیا سے بیمار ہے اس کا مرض دلازہ ہے۔ اس کی دوا خود مرض ہے۔ اس کو شرابِ محبت کا پیالہ پلا دیا

اور خوب پلا کر سیر کر دیا پھر تو وہ دوست اس کی محبت میں حیران ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہوا، بجز اس کے دوسرا محبوب نہیں چاہتا یہی حال اس کا ہے جو براہ شوق خدا کی طرف بلایا جائے اس کی محبت میں حیران رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا دیدار نصیب ہو۔ پھر میں اس آواز کی جانب گیا اس نے جب مجھے دیکھا کہا اے سری! میں نے کہا بسیک، تم کون ہو؟ خدا تم پر رحم کرے! کہا لا الہ الا اللہ بعد معرفت کے ایسا نجان ہو گئے میں تحفہ ہوں۔ وہ اس وقت بالکل ضعیف و ناتوان تھی جیسے کسی کا خیال دل میں گزے اس طرح وہ نظر آتی تھی۔ میں نے کہا اے تحفہ! جب سے تم خلق خدا سے جدا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہوئی، خدا سے تم کو کیا فائدہ حاصل ہوا، کہا اپنے قرب سے اُنس دیا، غیر سے مجھ کو وحشت دی۔ پھر میں نے کہا ابن شتیٰ مر گئے، کہا خدا ان پر رحم فرمائے۔ میرے مولانا نے ان کو وہ کرامات عطا کیے ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ جنت میں ان کی جگہ میرے پڑوس میں ہے۔ پھر میں نے کہا تمہارا مالک جس نے تمہیں آزاد کیا ہے میرے ساتھ ہے۔ پس کہ تحفہ نے کچھ دعا محنتی مانگی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے تحفہ کعبہ کے لبہ مردہ نظر آئی۔ جب اس کے مالک نے اسے مردہ دیکھا تو اپنے کو سنبھال نہ سکا۔ منہ کے بل گر پڑا۔ میں نے پاس جا کر بلایا وہ بھی دنیا سے کوچ کر چکا تھا پھر میں نے دونوں کے غسل و کفن سے فراغت کے دونوں کو دفن کر دیا۔ ان پر خدا کی رحمت ہو۔ (زہد بہتہ البساتین)

۹۲۔ محبت کا صحیح مفہوم

حضرت جنید بغدادی سے روایت ہے کہ جب حضرت سری سقطی نے مجھ سے محبت کا مفہوم دریافت کیا تو میں نے کہا کہ بعض حضرات موافقت کو اور بعض اشارت کو محبت سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس کہ آپ نے اپنے ہاتھ کی کھال کھینچ کر اوپر اٹھانا چاہا تو وہ اپنی جگہ چھٹی رہی، اس وقت آپ نے فرمایا کہ اگر میں یہ دعویٰ کروں کہ صرف محبت ہی کی وجہ سے میری کھال خشک ہو گئی تو میں اپنے دعویٰ میں حق بجانب ہونگا اور یہ فرلتے ہی بیہوش ہو گئے لیکن آپ کا روئے مبارک مہر درخشاں کی طرح دمک رہا تھا، ایک مرتبہ فرمایا کہ محبت بندے کو ایسا کر دیتی ہے کہ شمشیر و سناں کی اذیت بھی اس کو محسوس نہیں ہوتی اور اس سے پہلے میں بھی محبت کی حقیقت سے نا آشنا تھا۔ لیکن خدا نے جب آگاہ فرمادیا تب مجھے محبت کا صحیح مفہوم معلوم ہوا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۹۵. حضرت سری سقطی کی دعا سے حصول معرفت

جب آپ کو یہ علم ہو جانا کہ لوگ میرے پاس حصول تعلیم کی غرض سے آ رہے ہیں تو آپ دعا کرتے کہ اے اللہ ان کو وہ تعلیم عطا کرے جس میں میری احتیاج ہی باقی نہ رہے اور مجھے یہ لوگ تیری عبادت سے غافل نہ کر سکیں۔ ایک شخص کھل تیس سال سے عبادت و مجاہدات میں بسر کر رہا تھا اور لوگوں نے جب اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ درجہ کیسے ملا، تو جواب دیا کہ میں نے ایک روز حضرت سری سقطی کے دروازے پر جا کر جب انہیں آواز دی تو پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کا ایک شناسا۔ میں نے کہا کہ آپ نے یہ دعا دی کہ اے اللہ! اس کو ایسا بندے کہ تیرے سوا کسی سے شناسائی نہ رہے چنانچہ اسی دن سے مجھے مراتب حاصل ہونے شروع ہو گئے اور آج معرفت کے اس درجہ تک پہنچ گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۹۶. عجب طریقے کا ایشارہ

حضرت سری سقطی بہت منہ بنا کر سلام کا جواب دیا کرتے تھے اور جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ جو کسی کو سلام کرتا ہے اس پر خدا کی طرف سے سورہ جنتیں نازل ہوتی ہیں جس میں نوے رحمتیں اس کو ملتی ہیں جو دونوں میں سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے لہذا میں منہ بنا کر اس لیے جواب دیتا ہوں کہ مجھ سے زائد جنہیں سلام کرنے والے کو حاصل ہو جائیں۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۹۷. ایک بندے کی موت کا قصہ

حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ ایک روز مدینہ منورہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا میں کچھ باتیں کر رہا تھا کہ ایک نوجوان خوبصورت لباس قاصرہ پہنے ہوئے آیا اور ساتھ میں اس کے چند یار دوست تھے۔ میں نے وعظ کہا اور وعظ میں یہ بھی بیان کیا کہ بڑے تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ ضعیف، قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی اس کا رنگ زرد ہو گیا اور اسی وقت وہ چلا گیا۔ پھر اگلے روز آکر اول سلام علیک کی اور پھر در کعت نقل پڑھ کر میری مجلس میں بیٹھ گیا اور کہتے لگا کہ اے سری! میں نے کل تمہاری یہ سنتا تھا کہ تم نے کہا تھا کہ ضعیف، قوی کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کا مطلب کیا ہے؟ میں

نے کہا مولیٰ (یعنی خدوٰند کریم) سے زیادہ کوئی قوی نہیں اور بندے سے زیادہ کوئی ضعیف نہیں۔ لیکن یہ پھر بھی اس کی نافرمانی کیے جلتے ہیں۔ یہ سن کر وہ اس روز تو چلا گیا، اگلے روز آیا تو فقط دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ دوستوں میں سے بھی کوئی ساتھ نہ تھا، مجھ سے پوچھا کہ اللہ کے پاس پہنچنے کا کون سا راستہ ہے؟ میں نے کہا اگر تم عبادت کرنا چاہتے ہو تو دن کو روزے رکھو اور راتوں کو نماز پڑھو اور اگر محض اللہ کو چاہتے ہو تو اس کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دو اور مسجدوں یا ویران جگہ یا قبرستان میں رہا کرو چنانچہ وہ یہ کہتا ہوا کھڑا ہو گیا کہ قسم ہے خدا کی! میں مشکل ہی سے رستہ کو طے کروں گا۔ تھوڑے دنوں کے بعد میرے پاس چند لڑکے آئے اور پوچھنے لگے احمد زید کا تب کو کیا ہو گیا۔ میں نے کہا میں تو اس کو جانتا ہی نہیں ہوں۔ ہاں ایک ایسی ایسی صفت کا آدمی میرے پاس آیا تھا (معلوم کون تھا) اور ایسی ایسی چند باتیں مجھ سے پوچھ کر چلا گیا۔ اب اس کا حال مجھے بھی معلوم نہیں (کہ کہاں ہے) کہا اچھا۔ ہم تمہیں اللہ کی قسم ہے جلتے ہیں کہ جب تمہیں اس کا حال معلوم ہو میں ضرور خبر کر دینا اس کے بعد ایک سال تک مجھے اس کی بالکل خبر نہ لگی۔ ایک روز عشاء کی نماز کے بعد میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک کسی نے دروازہ کی کٹدی کھٹکھٹائی میں نے اندر گئے کے لیے پکارا تو وہی جوان آنکلا اور میری پیشانی پر بوسہ دے کر کہا اے سہری! جیسا اللہ نے دنیا کی غلامی سے مجھے آزاد کر دیا ہے ایسا ہی میں دوزخ کی آگ سے آزاد کرے۔ میں نے اسے دیکھ کر اپنے ایک دوست کو اشارہ کر دیا کہ اب ان کے گھر جا کر ان کو خبر کر آؤ کہ تمہارا آدمی آگیا ہے، وہ اسی وقت گیا۔ اس کے جاتے ہی اس کی بیوی بال بچوں کو لیے ہوئے آئی، اس کا ایک بچہ زیور وغیرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس بچہ کو اس کی گود میں ڈال کر کہنے لگی کہ اے میاں! تم نے اپنے جیتے جی ہی مجھے لاند بنا دیا۔ اور ان بچوں کو بھی تیمم کر دیا۔ اس جوان نے میری طرف دیکھا اور کہا اے سہری! تم نے یہ کیا بیوقوفائی کی۔ پھر بیوی بچوں سے کہا کہ قسم ہے خدا کی بیشک تم میرے دل کے پھل اور میرے دلی محبوب اور پیارے ہو۔ میری اولاد مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیاری ہے لیکن کیا کروں۔ اس سہری رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اگر تم اللہ کو راضی رکھنا چاہتے ہو تو اس کے سوا تمام اشیاء سے قطع تعلق کرو، یہ کہہ کر بچہ پر زیور وغیرہ تھا اتار لیا اور بیوی سے کہا کہ یہ زیور وغیرہ تو بھوکوں نگوں کو دے دو اور میری کلمی میں سے تھوڑا سا پھاڑ کر اس کے بدن پر ڈال دو۔ بیوی نے کہا اللہ کی قسم! میں اپنے بچہ کو ایسی حالت میں دیکھنا نہیں چاہتی اور بچہ کو

اس سے بھی لیا۔ جب جوان نے دیکھا کہ اس کی بیوی نے مجھ سے منہ پڑھا لیا ہے، فوراً کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس رات کو تم نے مجھے اپنے اللہ کی یاد بھی نہ کرنے دی۔ پھر اسی وقت نکل کر چل دیا اور گھر میں رونے پٹینے کا شور مچ گیا پھر اس کی بیوی (جاتے ہوئے) کہہ گئی کہ اگر اب کے پھر آئے یا تم کہیں خبر سنو تو مجھے ضرور اطلاع کر دینا۔ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ (اگر کہیں معلوم ہوا تو خبر کر دوں گا) ایک غرمہ دراز کے بعد ایک بڑھیا میرے پاس آئی اور کہا اے سری! مقام شونیزیر میں ایک رطکا حضور کو پوچھتا تھا۔ میں گیا تو وہی جوان پڑا ہوا تھا، سر کے نیچے ایک کچی اینٹ رکھی ہوئی تھی۔ میں نے سلام علیک کی۔ سن کہ فوراً آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگا اے سری تمہارا کیا خیال ہے کہا (اللہ کے ہاں) میری خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا کیا میرے جیسوں کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے؟ میں نے کہا ہاں! کہا میں تو گناہوں میں غرق ہوں۔ میں نے کہا وہ غرق ہونے والوں کو بھی بچا دیتا ہے، کہا میرے ذمہ بہت ظلم اور لوگوں کے حق ہیں۔ میں نے کہا حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ خود جس نے توبہ کر لی، قیامت کے دن اسے اور اس کے حقداروں کو بلا یا جائے گا اور انہیں یہ حکم ہوگا کہ تم اسے چھوڑ دو اور اس کی طرف سے اللہ معاف کر دے گا۔ پھر اس نے کہا اے سری سقلی! میرے پاس کچھ گٹھلیوں کی بکری کے چند درہم ہیں، جس وقت میں مر جاؤں تو جس چیز کی میرے واسطے ضرورت ہو اسی میں سے خرید کر کفن و دفن کر دینا اور میرے گھر والوں کو خبر نہ کرنا ورنہ وہ حرام کی کمائی میں سے میرا کفن خرید کر میرا کفن بدل دیں گے۔ میں اس کے پاس تھوڑی دیر بیٹھا رہا اس نے آنکھیں کھولے رکھیں اور یہ پڑھا لیتیلِ ہذا قلیعَمَلِ الْعَامِلُونَ (یعنی عمل کرنے والوں کو ایسے ہی اجر کے لیے عمل کرنے چاہئیں) پھر مر گیا۔ میں نے وہ درہم لیے اور جس چیز کی ضرورت تھی خریدنے گیا ابھی واپس آ رہا تھا میں نے دیکھا کہ لوگ گھبرائے آ رہے ہیں، میں نے کہا غیر تو ہے؟ کہا ایک ولی اللہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ہم اس کے جنازے کی نماز پڑھنے جا رہے ہیں۔ خیر میں نے آکر اسے غسل دیا اور ہم سب نے نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔ ایک مدت دراز کے بعد اس کے گھر والے خبر لینے کو میرے پاس آئے۔ میں نے اس کا مرنا ان پر ظاہر کر دیا، اسی وقت اس کی بیوی رونے پٹینے لگی میں نے اس کا سارا حال اس سے بیان کیا، کہا خیر مجھے اس کی قبر دکھلا دو۔ اس پر مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اب یہ اس کا کفن نہ بدل دیں (اور اس پر بھی یہ بات ظاہر کر دی) اس نے کہا واللہ! ایسا

نہیں ہوگا۔ آپ اطمینان رکھیں، خیر میں نے اسے قبر دکھا دی، پھر اس نے دو گواہ بلوائے اور ان کے روبرو اپنی سب لٹنڈیاں آزاد کر دیں اور زمین وقت اور مال خیرات کر دیا اور اپنے مرتے تک اس قبر کو نہ چھوڑا۔ آخر وہیں انتقال ہو گیا۔ (زہرۃ البساتین)

۹۸۔ روحانی مدد سے حج پر پہنچنے کا واقعہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سری ستملی نے فرمایا کہ میں ایک روز بیت المقدس میں تھا اور حج کے دنوں میں بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے تھے۔ میں نے اس سال حج کے لیے نہ پہنچ سکتے پر بڑا افسوس کیا اور دل میں سوچنے لگا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پہنچ چکے ہوں گے اور میں یہاں ہی ہوں۔ افسوس کہ میں اس نعمت سے محروم رہ گیا۔ میں رونے لگا اور بہت رویا تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ سے ایک ندا سنی، کوئی کہہ رہا تھا اے سری امت، اللہ تعالیٰ تمہیں کسی سبب حج کے لیے مکہ معظمہ پہنچا دے گا۔ میں نے کہا مگر یہ کیسے ممکن ہے جبکہ مکہ معظمہ یہاں سے کافی دور ہے اور میں یہاں بیت المقدس میں ہوں۔ آواز آئی کہ اللہ کے لیے سب کچھ ممکن ہے۔ میں نے سجدہ شکر ادا کیا اور ہاتھ کی آواز کی مسافت کے ظہور کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں مسجد بیت المقدس میں وجیہ اور نورانی چہروں والے چار حضرات داخل ہوئے ان کی نورانی صورتیں ایسی پُر نور تھیں جیسے سورج چمک رہا ہو۔ ان چاروں میں سے ایک ان کا پیشوا تھا اور تین ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو ساری مسجد جگمگا اٹھی۔ میں نے انہیں دیکھا تو اٹھ کر ان کے ساتھ ہولیا، پھر انہوں نے دو رکعت باجماعت نماز پڑھی۔ امام وہی بنا جو ان کا پیشوا تھا۔ نماز کے بعد ان کا وہ امام دعا مانگنے لگا اور وہ تینوں اس کی دعا پڑھیں کہنے لگے۔ میں قریب ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بڑی رقت آمیز دعا مانگ رہے ہیں۔ جب وہ دعا سے فارغ ہوئے تو میں ان سے السلام علیکم کہا اور انہوں نے جواب دیا۔ پھر ان کے اسی پیشوا نے مجھ سے کہا مابا کہ اے سری! کہ ہاتھ سے تمہیں حج کی بشارت مل چکی ہے۔ میں نے کہا ہاں یا سیدی! آپ کے یہاں تشریف لانے سے قبل مجھے ہاتھ سے یہ بشارت ملی ہے۔ وہ فرماتے لگے ہاں ہاں! جب تمہیں وہ ندائے ہاتھ سنائی گئی ہے ہم اس وقت خراسان میں تھے۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا، حضور! خراسان کی مسافت تو یہاں سے سال بھر کی ہے۔ پھر آپ

اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گئے؛ تو فرمایا مسافت اگر ہزاروں سال کی بھی ہو تو کوئی بات نہیں۔ زمین اسی خدا کی ہمت کے ہم بندے ہیں۔ ہم اسی کے گھر کی زیارت کے لیے نکلے ہیں اور پہنچا دینا بھی اسی کا کام ہے۔ دیکھو یہ سورج مشرق سے چل کر صرف ایک دن ہی میں مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ حالانکہ مشرق و مغرب میں مسافت کئی سالوں کی ہے تو کیا سورج یہ اتنی طویل مسافت اپنی قدرت سے طے کرتا ہے؛ تو جب ایک بے جان وجود اتنی لمبی مسافت دن بھر میں طے کریتا ہے تو جو اللہ کے مقبول بندے ہیں وہ اگر سال بھر کی مسافت چل بھر میں طے کر لیں تو کونسی تعجب کی بات ہے پھر وہ باہر نکلے اور مجھے ساتھ لے لیا اور نماز ظہر کے وقت ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں پانی کا نام نشان تک نہ تھا مگر اسی مقبول حق کی برکت و کرامت سے ہم نے وہاں ایک ٹھنڈا چشمہ پایا جس سے ہم نے وضو کیا اور نماز پڑھی، پھر چلے اور نماز عصر کے وقت ہمیں حجاز کی نشائیاں نظر آنے لگیں اور مغرب سے پہلے پہلے ہم مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ مکہ معظمہ پہنچا کہ وہ لوگ پاک میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ (روض الفائق)

۹۹۔ اندازِ تبلیغ

حضرت جنید ایک روز مسجد میں تھے ایک شخص آیا اور کہا کہ حضرت آپ کا وعظ شہر ہی میں کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی کچھ تاثیر بخشتا ہے آپ نے حال پوچھا اس نے عرض کیا کہ چند اشخاص فلاں مقام پر جنگل کے اندر معروفِ رقص و سرود اور دودِ شراب سے مخمور ہیں۔ آپ نے اسی وقت منہ لپیٹ کر جنگل کی راہ لی۔ جب قریب پہنچے تو وہ لوگ بھاگنے لگے۔ فرمایا کہ بھاگو مت۔ میں بھی تمہارا ہم مشرب ہوں اور اسی واسطے آیا ہوں، ہمارے لیے بھی لاؤ، شہر میں تو پی نہیں سکتے۔ پوشیدہ طور پر یہاں آئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا افسوس ہے کہ اس وقت شراب باقی نہیں رہی۔ فرمائیں تو شہر سے منگوا دی جاتے۔ حضرت نے فرمایا کیا تم کو کوئی ایسی بات نہیں آتی کہ شراب خود بخود آجایا کرے۔ وہ بولے کہ صاحب یہ کمال تو ہم میں نہیں۔ فرمایا کہ او میں تم ایک ایسی بات سکھا دوں کہ شراب خود بخود آجائے پھر شراب کا مزہ دیکھو۔ وہ سب مشتاق ہوئے کہ یہ کمال تو ضرور بتا دیجئے، کہا کہ اچھا اول نہاؤ پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ۔ سب نے غسل کیا کپڑے دھوئے اور پاک صاف ہو کر آ موجود ہوئے

تب فرمایا کہ سب دو رکعت نماز پڑھو۔ جب وہ نماز میں مشغول ہوئے تو آپ نے دعا مانگی کہ بار خدایا میرا تو اتنا ہی اختیار تھا کہ تیرے حضور میں ان کو کھڑا کر دیا۔ ایسے تجھے اختیار ہے خواہ ان کو گمراہ کر، خواہ ہدایت بخش۔ چنانچہ حضرت کی دعا منظور ہوئی اور وہ سب ہدایت کامل سے مستفیض ہوئے۔
(افضل الاخلاق)

۱۰۰۔ آل رسول کی عزت کا صلہ

حضرت جنید بغدادی فنون سپہ گری میں یکتائے زمانہ تھے خصوصاً پہلوانی میں بڑے نامی گرامی۔ ایک بار ایک شخص آیا اور بادشاہ سے کہا میں تمہارے پہلوان سے لڑوں گا۔ بادشاہ نے کہا ہمارے پہلوان بہت زبردست ہے تم دیکھو پتے آدمی بھلا اس سے کیا لڑو گے مگر وہ شخص نہ مانا اور بہت اصرار کیا آخر دنگل ہوا۔ جب حضرت جنیدؒ خم ٹھونک کر مقابل آئے اور دونوں کی کپڑے ہونے لگی تو اس شخص نے چپکے سے ان کے کان میں کہا میں سید ہوں، محتاج ہوں آئندہ تم کو اختیار ہے۔ حضرت جنیدؒ رٹتے رٹتے گے پڑے۔ جب تو بڑا شور و غل ہوا۔ بادشاہ نہ مانا، دوبارہ کشتی کرائی پھر پھپھڑ گئے تیسری بار کشتی ہوئی پھر چاروں شانہ چپت۔ آخر بادشاہ نے اس کو انعام دیا اور حضرت جنیدؒ کو بلا کر پوچھا کہ سچ کہو یہ کیا بات تھی۔ آپ نے اصل حال بیان کر دیا۔ بادشاہ بہت متعجب ہوا اور مجمع عام میں اپنی ذلت اور سید کی عزت گوارا کی۔ فی الحقیقت یہ بڑی پہلوانی اور بہادری تھی، اسی شب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جنیدؒ نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں شاباش جنید! تو نے ہماری اولاد کے ساتھ سلوک کیا ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کریں گے۔ دوسرے روز بادشاہی ملازمت ترک کی اور فقراء کی جستجو میں پھرنے لگے۔ آخر اپنے ماموں حضرت سری سقلی سے بیعت ہوئے (افضل الاخلاق)

۱۰۱۔ ادائیگی امانت کا واقعہ

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جامع مسجد میں تھا ناگاہ ایک شخص ہمارے پاس آیا اور دو رکعت نماز ادا کر کے مسجد کے ایک کونے میں لیٹ گیا اور مجھے اشارہ سے بلایا اور کہنے لگا ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ کی اولاد جناب کی ملاقات کا وقت قریب آ گیا ہے جب

میں فارغ ہو جاؤں تو آپ کے پاس ایک جوان قوال آئے گا اس کو میری گڈی، عصا اور لوٹا دے دو میں نے کہا قوال کو؟ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ فرمایا وہ میری قائم مقامی کے مرتبہ پر پہنچ گیا ہے حضرت جنید فرماتے ہیں کہ جب اس شخص کا انتقال ہو گیا اور ہم اس کو دفن چکے تو ایک جوان مصری ہمارے پاس آیا اور بعد سلام کے کہنے لگا۔ ہماری امانت کہاں ہے اے ابوالقاسم! میں نے کہا کیسی امانت کیا قصہ ہے بیان کرو، کہا کہ میں فلاں قوم کے گھاٹ پر تھا کہ مجھے ہاتھ تے مددی کہ جاؤ اور جنید کے پاس جو کچھ ہے لے لو، اور اس کے پاس یہ چیز ہے اور تو فلاں فلاں ابدال کے قائم مقام کیا گیا حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر وہ اشیاء اس کے حوالہ کر دیں۔ اس شخص نے اسی وقت اپنے کپڑے اتارے اور غسل کر کے گڈی پہنی اور ویسے ہی شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ (زندہ بنے البسائین)

۱۰۲۔ غیبت معاف کروانے کا قصہ

حضرت جنید فرماتے ہیں۔ میں مسجد شونیز یہ میں بیٹھا ایک جنازے کی نماز کا منتظر تھا، اہل بقاء اپنے درجوں میں بیٹھے جنازے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے ایک فقیر دیکھا اس سے آثارِ عبادت ظاہر تھے، لوگوں سے سوال کر رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ شخص کوئی عمل کرتا جس کی آمدنی سے اپنے آپ کو سوال کرنے سے بچاتا تو کیا خوب تھا۔ جب میں اپنے گھر واپس آیا۔ رات کا کچھ وظیفہ مجھ کو بڑھنا تھا، کچھ نوافل، کچھ آہ و ناری۔ اس کے سوا اور کچھ باقی نہ تھا۔ مجھ پر یہ سب گراں اور دشوار گزرا مگر میں بیٹھا جاگتا رہا۔ اسی حالت میں نیند نے غلبہ کیا اور میں سو رہا۔ خواب میں اس فقیر کو (جو لوگوں سے سوال کر رہا تھا) دیکھا ایک جوان چھا ہوا ہے اس پر ایسی فقیر کو لا کر بٹھایا، مجھ سے کہہ رہے ہیں تو اس کا گوشت کھا، تو نے اس کی غیبت کی ہے۔ اسی حالتِ خواب میں مجھ کو سب حال ظاہر کیا گیا۔ میں نے کہا میں نے تو اس کی کبھی غیبت نہیں کی، البتہ جی میں کہا ہے، مجھ سے کہا گیا تو ان لوگوں میں سے نہیں کہ ایسی خفیف باتیں تجھ سے ہم پسند کریں۔ جا اس فقیر سے اپنا قصور معاف کرا۔ جب صبح ہوئی میں اس کی تلاش میں پھرنے لگا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا اس کو۔ ایک جگہ تمکاری دھونے سے پانی میں جو پتے گرجاتے ہیں اٹھا رہا تھا۔ میں نے سلام کیا، کہا اے ابوالقاسم! پھر ایسی تقصیر کروگے اور دوسرے بندگانِ خدا کا عیب نکالو گے؟ میں نے کہا پھر ایسا نہ کروں گا، کہا خدا ہم کو اور تم کو بخش

۱۰۳۔ شیطان کے دھوکہ سے بچنے کی تاکید

حضرت ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابلیس کو خواب میں ننگا دیکھا (اس سے خدا کی پناہ) میں نے اس سے کہا تجھ کو انسانوں سے شرم نہیں آتی؟ کہا یہ لوگ تیرے نزدیک انسان ہیں میں نے کہا ہاں تو بھی جانتا ہے، ابلیس نے کہا اگر یہ لوگ انسان ہوتے تو جیسے رٹکے گولی کے ساتھ کھلتے ہیں میں ان کے ساتھ نہ کھیلتا۔ لیکن انسان ان کے سوا اور ہیں، میں نے کہا وہ کون ہیں؟ کہا مسجد شونیز یہ میں چند لوگ ہیں جن کی عبادت و پرہیزگاری سے میرا بدن دُبلا ہو گیا اور ان کی آتشِ حسد سے میرا دل کباب ہے۔ جب میں ان کا قصد کرتا ہوں خداوند تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ میں جلنے کے قریب ہو جاتا ہوں۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں خواب سے بیدار ہوا اس مسجد میں گیا تین مرد نظر آئے، اپنے سر گدڑیوں میں ڈالے بیٹھے تھے۔ جب ان کو میری آہٹ محسوس ہوئی اور معلوم ہوا کہ کوئی غیر شخص ہے تو ایک نے گدڑی سے سر نکالا اور کہا اے ابوالقاسم، شیطان خبیث کی بات سے دھوکا نہ کھانا۔ پھر اپنا سر چھپا لیا۔ خداوند تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ہم کو ان سے نفع پہنچائے۔ (نزہۃ البساتین)

۱۰۴۔ حضرت جنید کی نصیحت

علی بن سہل نے جنید کو خط میں لکھا کہ نیند غفلت ہے اور محبت میں چاہیے کہ قرار نہ ہو۔ سونے میں انسان اپنے مقصود سے دور، اپنے وقت سے بے خبر اور اپنے آپ سے غافل ہو جاتا ہے۔ حضرت واؤد کو وحی ہوئی کہ جھوٹا ہے وہ شخص جس نے خدا کی محبت کا دعویٰ کیا اور بات کو سو گیا۔ جنید نے جواب تحریر کیا کہ راہِ حق میں جاگنا ہمارا معاملہ ہے اور سونا ہم پر فعلِ حق ہے۔ جاگنا اسی وقت تک ہمارے اختیار میں ہے جب تک کہ نیند نہ آئے۔ یعنی سونا ہمارے اختیار سے باہر ہے۔ پس جو چیز ہمارے اختیار کے بغیر واقع ہوا وہ حق کی طرف سے نازل ہو، بہتر ہے اس چیز سے جو ہمارے اختیار میں ہو۔ اور ہماری طرف سے حق کی جانب ہو۔ لہذا نیند محبت کرنے والوں پر خدا کی عنایت ہے۔ حدیث

بیت اللہ شریف میں ایسے اشعار گاتی ہے، وہ میری طرف ملتفت ہوئی اور بولی جنید اگر خوف الہی نہ ہوتا تو میں کیوں خواب شیریں چھوڑتی، ایسے خوف ہی تو مجھے میرے وطن سے بے وطن کر دیا، اسی کے عشق میں تو میں بھاگی پھرتی ہوں۔ اسی کی محبت نے مجھے حیران بنا رکھا ہے پھر پوچھا جنید بتاؤ تم بیت اللہ کا طواف کرتے ہو یا رب بیت اللہ کا، میں نے کہا میں تو بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں یہ سن کر آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور بولی سبحان اللہ آپ کی بھی کیا شان ہے مخلوق جو خود مثل پتھروں کے ہے وہ پتھروں ہی کا طواف کرتی ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں بیہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو پھر اس لڑکی کو نہ دیکھا۔ (نہ بتہ البساتین)

۱۰۸۔ لفظی یا معنوی جواب

ایک مرید آپ سے کبیدہ خاطر ہو گیا اور سمجھا کہ اسے بھی مقام حاصل ہو گیا ہے اور وہ شیخ طریقت کا ضرورت مند نہیں رہا، ایک روز وہ بغرض امتحان آیا۔ جنید کو اس کی قلبی کیفیت سے آگاہی ہوئی اس نے کوئی سوال پوچھا۔ آپ نے کہا لفظی جواب چاہتے ہو یا معنوی؟ مرید نے کہا دونوں، فرمایا لفظی جواب تو یہ ہے کہ اگر تو نے اپنا امتحان کیا ہوتا تو میرا امتحان کرنے یہاں نہ آتا۔ معنوی جواب یہ ہے کہ میں نے تجھے ولایت سے خارج کیا۔ مرید کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور اس کا سکون دل ٹٹ گیا۔ تویر میں مشغول ہوا اور لغوی باتوں سے پرہیز کرنے لگا۔ جنید نے فرمایا، تجھے یہ خبر نہیں کہ اولیاء واقف اسرار ہوتے ہیں اور تو ان کے مقابلے کی تاب نہیں رکھتا۔ پھر اس پر دم کیا اسے اپنی مراد حاصل ہوئی۔ وہ مشائخ کے کام میں تعرف سے دست بردار ہوا اور توبہ کی۔ (کشف المحجوب)

۱۰۹۔ اخلاص کا درس

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ اخلاص میں نے ایک حجام سے سیکھا، مکہ معظمہ میں ایک حجام ایک شخص کے بال درست کرتا تھا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ پر میرے بال درست کرو۔ حجام نے اس آدمی کو جس کی وہ حجامت بنا رہا تھا کہا کہ ذرا تم علیحدہ ہو جاؤ۔ جب اللہ کا نام آگیا تو پھر سب سے پہلے اللہ کا کام کرنا چاہیے۔ پھر مجھ کو بٹھا کر پہلے میرے سر کو بوسہ دیا پھر میری حجامت کر کے ایک کاغذ

دیا جس میں چاندی کے ٹکڑے تھے اور کہا اس کو اپنی حاجتوں میں صرف کرو۔ اس دن سے میں نے عہد کیا کہ اول جو فتوح مجھے ہوگی تو اسی جام کو دوں گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد بصرہ سے اشرافیوں کی ایک قسطنطینیہ میرے پاس آئی۔ وہ قسطنطینیہ کے جام کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا یہ کیسا ہے؟ میں نے اپنی نیت اور عہد کا ذکر کیا۔ اس نے کہا مود خلا شرم نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر کام کرنے کے عوض مجھ کو معاوضہ دے رہے ہو۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۱۰۔ یقین بچتے کرنے کا واقعہ

شیخ فتح موصلی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک لڑکا نابالغ دیکھا راہ چل رہا تھا اور اس کے لبوں کو جنبش تھی۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب دیا۔ پھر میں نے سوال کیا صاحبزادے کہاں جا رہے ہو؟ کہا بیت اللہ کو جاتا ہوں۔ میں نے پوچھا کن الفاظ کے ساتھ اپنے لبوں کو حرکت دیتے ہو؟ کہا قرآن کے ساتھ۔ میں نے کہا ابھی تک تم پر تکلیف کا قلم نہیں چلا۔ کہا میں موت کو دیکھتا ہوں کہ مجھ سے چھوٹوں کہ لے رہی ہے۔ پھر میں نے کہا تمہارے قدم چھوٹے ہیں اور راہ دور ہے؟ کہا مجھ پر قدم اٹھانا اور خدا پر منزل مقصود تک پہنچانا ہے۔ میں نے کہا تو شہ اور سواری کہاں ہے؟ کہا تو شہ میرا یقین اور سواری میرے پاؤں ہیں۔ کہا میں تم سے پوچھتا ہوں روٹی پانی کہاں ہیں؟ کہا اے چچا! کوئی مخلوق میں سے تم کو اپنے گھر بلائے کیا تم مناسب ہے کہ اپنے ساتھ تو شہ اس کے گھر لے جاؤ۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا میرا سردار بندوں کو اپنے گھر بلاتا ہے اور ان کو گھر کی زیارت کی اجازت دی ہے۔ ان کے ضعف یقین نے انہیں تو شہ لینے پر آمادہ کیا اور میں یہ بُرا جانتا ہوں، ادب کا لحاظ کرتا ہوں۔ کیا تمہیں گمان ہے کہ وہ مجھے ضائع و برباد کر دے گا۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ پھر لڑکا میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر میں نے اسے مکہ میں دیکھا اور اس نے بھی مجھے دیکھا اور کہا اے شیخ! تم ابھی تک ضعف یقین ہی پر ہو۔ (نہرۃ البساتین)

۱۱۱۔ حیاتِ ابدی

حضرت فتح موصلی کا واقعہ ہے کہ ایک خشکستہ حال نوجوان سے مسجد میں آپ کی ملاقات ہوئی تو اس

نے عرض کیا کہ میں ایک مسافر ہوں اور چونکہ مقیم لوگوں پر مسافر کا حق ہوتا ہے اس لیے میں یہ کہنے حاضر ہوا ہوں کہ کل فلاں مقام پر میری موت واقع ہوگی لہذا آپ غسل دے کر اتھیں بوسیدہ کپڑوں میں مجھے دفن کر دیں پچنانچہ جب اگلے دن آپ وہاں تشریف لے گئے تو اس نوجوان کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ جب اس کی وصیت کے مطابق عمل کر کے قبرستان سے واپس ہونے لگے تو قبر میں سے آواز آئی کہ اے فتح موصلی اگر مجھے قربِ خداوندی حاصل ہو گیا تو میں آپ کو اس کا صلہ دوں گا۔ پھر کہا کہ دنیا میں یوں زندگی بسر کرو کہ حیاتِ ابدی حاصل ہو جائے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۱۲۔ نعمتِ خداوندی کو قبول کرنا

ایک مرتبہ کسی نے حضرت فتح موصلی کی خدمت میں بطور نذرانہ پچاس درہم پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ جس کو بغیر طلب کے کچھ حاصل ہوگا وہ قبول نہ کرے تو اس کو نعمتِ خداوندی کا منکر کہا جائے گا۔ یہ سن کر آپ نے اس میں سے صرف ایک درہم اٹھایا تاکہ قرآنِ نعمت نہ ہو۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۱۳۔ سچائی کی جیت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک جلاد کو کو توال نے حکم دیا کہ حضرت سری سقطلی کو مزائے موت دی جائے عین اس وقت جب جلاد حضرت سری سقطلی کا سر قلم کرنے لگا تو اس نے دیکھا کہ ایک بڑے ہی جلیل القدر بزرگ کھڑے ہیں اور انگلی کے اشارے سے حضرت سری سقطلی کی گردن زنی کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔ کو توال شہر پہنچتا ہی طاری ہو گئی۔ وہاں پر قاضی وقت بھی تشریف فرما تھے انھوں نے جب ساری صورت حال کا جائزہ لیا تو کو توال شہر سے پوچھا کہ اس شخص کو کس بنا پر مزائے موت دی جا رہی ہے، کو توال نے قاضی کو بتایا کہ یہ شخص قاتل ہے۔ اس کے خلاف گواہ اور ثبوت موجود ہیں اور اسی گواہوں اور شواہد کی روشنی میں اس کے قتل کا فیصلہ کیا گیا ہے، قاضی نے حضرت سری سقطلی کے قتل کا فیصلہ موقوف کر دیا اور حکم دیا کہ ملزم اور گواہوں کو میری عدالت میں پیش کیا جائے۔ میں سارے بیانات اور شہادتیں خود سنوں گا اور پھر فیصلہ کروں گا۔

اگلے روز حضرت سری سقلی اور گواہ عدالت میں پیش ہوئے۔ قاضی نے پہلے جناب سری سقلی سے پوچھا آپ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں آپ ان کے متعلق اپنی صفائی پیش کریں۔ حضرت سری سقلی نے عرض کی، میں بالکل بے گناہ ہوں۔ ایک رات میں اپنے مریدوں کے حلقے میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت فتح موصلی کا ذکر چل نکلا۔ میرے مریدوں کا خیال تھا کہ موصوف پر ہر وقت جذب و سکر طاری رہتا ہے ان کو اپنی خبر تک نہیں ہے اور جس کو اپنی خبر ہو وہ زمانے کی کیا خبر رکھ سکتا ہے لہذا ایسے بے خبر کو بزرگ نہیں سمجھا جاسکتا۔ میں اپنے مریدوں کو سمجھا رہا تھا کہ حضرت فتح موصلی ایسے درویش ہیں جن کی قات میں صحو و سکر کو لکھا کر دیا گیا ہے۔ وہ جذب و سکر کے باوجود صحو و سلوک میں رہتے ہیں اور انھیں ہر چیز کا فکر و خیال رہتا ہے۔ میرے مریدوں میں ایک مرید اس بات پر بے ہوش تھا کہ حضرت فتح موصلی بزرگ و درویش نہیں بلکہ دماغی طور پر مختل اور دیوانے ہیں۔ میں نے اپنے اس مرید کو کہا کہ تم ابھی میرے ساتھ چل کر آنا لو کہ موصوف بزرگ تمہارے خیال کے مطابق ہیں یا میرے خیال کے مطابق۔ میرے مرید نے رات کا وقت ہونے کی وجہ سے حضرت فتح موصلی کے پاس جانے سے اعتراض کیا کیونکہ رات کو گشتی پولیس کسی بھی شبے میں پکڑ سکتی ہے۔ مگر میں نے اسی وقت اپنے مرید کو حضرت فتح موصلی کی خدمت میں لے جانے کا فیصلہ کیا۔ ہم دونوں ایسی زیادہ فاصلہ طے نہ کر پائے تھے کہ گشتی پولیس ہمیں دوسری طرف سے آتی ہوئی دکھائی دی۔ میرا مرید تو پولیس کے خوف سے بھاگ گیا جب کہ میں وہیں کھڑا رہا۔

پولیس والوں نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو اور اس وقت بازاروں میں کیوں پھر رہے ہو؟ میں نے انھیں جواب دیا۔ میں وقت کا مشہور صوفی سری سقلی ہوں اور حضرت فتح موصلی کی ملاقات کو جا رہا ہوں۔ مگر پولیس والوں نے میری ایک سنی اور مجھے چور کہنا شروع کر دیا۔ میں نے انھیں بہت سمجھایا مگر بے سود۔ انھوں نے مجھے گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا اور اگلے روز دو چھوٹے گواہ بلا کر مجھ پر چور اور قاتل کا الزام لگا کر گواہی ثابت کر دی اور مجھے سزائے موت دیے جانے کے احکام جاری کر دیے گئے۔ لیکن جب جلاد تلوار چلانے لگا تو اس سے تلوار نہ چلائی گئی کیونکہ جب بھی جلاد تلوار چلانے لگتا حضرت فتح موصلی اس کو تلوار چلانے میں مزاحم ہو جاتے۔ جس جمع میں مجھ پر تلوار آزمائی ہو رہی تھی وہاں میرا وہ مرید بھی کھڑا تھا جو حضرت فتح موصلی کی کرامات کا منکر تھا اس نے اپنی

آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت فتح موصلی اپنے پرستاروں اور عقیدت مندوں کی طرف سے ہر وقت آگاہ رہتے ہیں اور یوں اتنی دور سے آکر مجھے تلوار کی کاٹ سے بچانے کے لیے آنا ان کی کراہت میں شامل تھا لہذا میں جس مقصد کے لیے اپنے مرید کو حضرت فتح موصلی کے پاس لے جانا چاہتا تھا وہ یہاں پر ہی پورا ہو گیا۔

یہ بیان سنتے کے بعد قاضی صاحب نے دونوں گواہوں سے پوچھا، تم بتاؤ کہ تم اس شخص کو کیسے قاتل و سارق ثابت کرتے ہو؟ دونوں نے دست بستہ قاضی صاحب سے عرض کی، جناب ہم بے تصور ہیں ہم نے پولیس کے ایما و خوشنودی کے لیے حضرت سری سقطی کے خلاف جھوٹی گواہی دی، قاضی صاحب نے پولیس کے اہلکاروں اور کوتوال شہر کو معطل کر دیا اور ان دونوں بھڑے گواہوں کو زندان میں بھیج دیا اور حضرت سری سقطی کو باعزت بری کر دیا۔ سری سقطی کے مرید نے ان سے معافی مانگی اور عرض کی۔ حضرت! میں نے آپ کے ساتھ زیادتی کی اور نافرمانی کا ترکیب ہوا۔ آپ مجھے معاف فرمادیں۔ حضرت نے جواب دیا تم نے میرے ساتھ کونسا ظلم کیا ہے جو میں تمہیں معاف کرتا پھروں تم نے جس بات سے انکار کیا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے جیتے جاگتے اس حقیقت کو تمہارے سامنے ثابت کر دیا کہ حضرت فتح موصلی صرف سکرو جذب میں ہی نہیں رہتے بلکہ صحو و سلوک میں بھی ہوتے ہیں یوں اتنی دور سے مجھے قتل ہونے سے بچانے کے لیے آنا ان کا صحو و سلوک میں ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ اس طرح میری ثابت ہو گیا کہ حضرت موصوف اپنے عزیزوں، دوستوں اور آشناؤں سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے۔ جب بھی ان کے دوستوں، عزیزوں پر کوئی کٹھن وقت پڑا وہ امدادین کر سامنے آئے۔ مرید بھی اپنے مرشد کی بات اور خیال پر متفق ہو گیا اور حضرت فتح موصلی کی بزرگی کا قائل ہو گیا۔

بسی ہونے کے بعد حضرت سری سقطی اپنے مرید کو لے کر حضرت فتح موصلی کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت موصلی اس وقت شدید سکرو جذب کی کیفیت میں تھے۔ کافی دیر کے بعد انہوں نے حضرت سقطی سے پوچھا آپ کون ہیں اور کس لیے آئے ہیں؟

آپ نے عرض کی حضرت! میں وقت کا مونی سری سقطی ہوں، کمال ہے آپ نے مجھے پہچانا نہیں اور ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ مجھے جلاد کی تلوار سے رہا کروا کر لائے ہیں۔ حضرت موصلی مسکرائے اور فرمایا بھائی میں تمہیں کس صرت سے آزاد کروا سکتا تھا کیونکہ میں تو اپنے گھر سے باہر نکلا ہی نہیں۔ پھر

تھاری مدد میں نے کیونکر کی۔ حضرت سری سقظی اپنی بات پر ڈٹے رہے جبکہ حضرت موصلی بار بار یہ کہتے رہے کہ وہ میں نہ تھا البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس کی شکل میرے ساتھ ملتی ہوگی۔ مگر سری سقظی اپنی بات پر اڑے رہے اور عرض کی حضرت آپ پر جذب و سکر اور صحو و سلوک کی کیفیت طاری رہتی ہے اس وقت آپ پر جذب و سکر طاری ہے جبکہ مقتل میں آپ پر صحو و سلوک کی کیفیت تھی۔ حضرت فتح موصلی نے جب یہ بات سنی تو مسکرائیے۔ حضرت سری سقظی کامرید حضرت موصلی کی بزرگی، فہم و ادراک اور ولایت میں بلند مقام کا تہ دل سے قائل ہو گیا اور حضرت سری سقظی کا یہی مقصود و مطلوب تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۱۴۔ ایک عارف کے وصال کا واقعہ

ایک روز آپ اپنے درود و وظائف ختم کر کے مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک نوجوان آپ کے پاس آیا اور بولا۔ میں بہت دور سے آیا ہوں مجھے اللہ نے حکم دیا تھا کہ آپ کی زیارت کروں۔ آپ نے فرمایا آپ میرے جہان میں مجھے بتائیں میں آپ کی کیا خدمت کروں؟ اس نوجوان نے عرض کیا۔ مجھے کسٹھری خدمت کی ضرورت نہیں۔ میں نے بازار سے روٹی اور کباب کھائے ہیں۔ میرا ہالٹس کا انتظام شہر سے باہر ایک سرائے میں ہے۔ مگر میں جو خدمت آپ کے سپرد کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ میرا وقت قریب آچکا ہے اور کل دوپہر تک مجھے خدا کی طرف سے بلاوا آجائے گا میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں وفات پا جاؤں تو آپ میری تجہیز و تکفین اپنے ہاتھوں سے کریں۔ آپ نے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اگلے روز آپ دہلیئے دجلہ کے کنارے واقع سرائے میں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ وہاں لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا، کیا بات ہے یہاں لوگ کیوں اکٹھے ہوئے ہیں لوگوں نے بتایا کہ ایک پردیسی یہاں سرائے میں ٹھہرا ہوا تھا انتقال کر گیا ہے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا، یہ کون تھا؟ لوگوں نے کہا وہ جب سے یہاں تھا یا کُل اگ تھلاگ رہتا تھا اور کسی سے کوئی بات نہیں کرتا تھا اس لیے اس کے متعلق ہم لوگ کچھ نہیں جانتے۔ حضرت فتح موصلی نے فرمایا، اس کے متعلق میں جانتا ہوں یہ ایک عارف باللہ تھا۔ اس کی تجہیز و تکفین کا مجھے حکم ہے اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس شخص کو غسل دیا اور اسے دفن کیا اسی رات خواب میں اس نوجوان نے آپ سے ملاقات کی اور بتایا کہ آپ نے مجھ پر جو احسان کیا ہے میں اس کا شکر گزار ہوں اور اس کا بدلہ میں آپ کو اس

طرح دوں گا کہ جب مجھے قُربِ خداوندی حاصل ہو گیا تو میں آپ کو بھی فراہم کر دوں گا۔

۱۱۵۔ ایمان کی تکمیل

حضرت ابو بکر شیبلی ابتدا میں نہادند نامی جگہ کے سردار تھے اور جب تمام امیروں اور سرداروں کو دربارِ خلافت میں طلب کیا گیا تو آپ بھی وہاں تشریف لے گئے اور جس وقت خلیفہ سب کو خلعت عطا کر کے رخصت کرنے والا تھا اس وقت ایک امیر کو چھینک آئی اور اس نے خلعت کی آستین سے ناک صاف کر لی جس کی سزا میں خلیفہ نے خلعت واپس لے کر اس کو برطرف کر دیا اس وقت آپ کو یہ تنبیہ ہوئی کہ جو شخص مخلوق کی عطا کردہ خلعت سے گستاخی کرے ایسی سزا کا مستوجب ہو سکتا ہے تو خدا کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ گستاخی کرنے والے کی تو نہ جانے کیا سزا ہوگی۔ اس خیال کے بعد آپ نے خلیفہ سے آکر عرض کیا کہ تو مخلوق ہو کر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے کہ کوئی تیری عطا کردہ خلعت سے بے ادبی نہ کرے جبکہ تیری خلعت کے مالک ملک کی خلعت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ لہذا اس نے مجھ کو اپنی معرفت کی جو خلعت عطا فرمائی ہے میں بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو ایک مخلوق کے سامنے کیشف کر دوں۔ یہ کہہ کر دوبار سے باہر نکلے اور حضرت خیر نسان کے ہاتھ پر جا کر بیعت ہو گئے اور کچھ عرصہ ان سے فیض حاصل کرنے کے بعد انھیں کے حکم سے حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں پہنچ گئے اور ان سے عرض کیا کہ لوگوں نے مجھے یہ بتایا ہے کہ آپ کے پاس ایک گوبر نایاب ہے، لہذا آپ یا تو اس کو میرے ہاتھ قیمتاً فروخت کر دیں یا پھر بغیر قیمت کے دے دیں۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ اگر میں فروخت کرنا چاہوں تو تم خرید نہیں سکتے کیونکہ تمہارے اندر قوتِ خرید نہیں ہے اور اگر مفت دیدوں تو تم اس کی قدر و قیمت نہیں سمجھ سکو گے کیونکہ بلا منت کے حاصل کردہ شے کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی لہذا اگر تم وہ گوبر حاصل کرنا چاہتے ہو تو بحرِ توحید میں غرق ہو کر فنا ہو جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر صبر و انتظام کے دروازے کشادہ کر دے گا اور جب تم دنوں کو بمداشت کرنے کے قابل ہو جاؤ گے تو وہ گوبر تمہارے ہاتھ لگ جائے گا۔ پھر آپ نے حضرت جنید سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انھوں نے فرمایا کہ تم ایک سال تک گندھک بیچتے پھر وہ چنانچہ ایک سال تک تمہیں حکم کہتے ہے۔ پھر حضرت جنید نے فرمایا کہ اب ایک سال تک بھیک مانگو۔ چنانچہ آپ نے ایک سال تک یہ ہی کیا سچی کہ اپنے

بغداد کے ہر دروازے پر بھیک مانگی لیکن کبھی آپ کو کسی نے کچھ نہیں دیا اور جب اس کی شکایت آپ نے حضرت جنید سے کی تو انھوں نے مسک کر فرمایا کہ اب تو شاید تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مخلوق کے نزدیک تمہاری کوئی حیثیت نہیں۔ لہذا اب کبھی مخلوق سے دل بستگی کا خیال نہ کرنا اور نہ کبھی کسی چیز پر مخلوق کو فوقیت دینا۔ پھر حضرت جنید نے حکم دیا کہ چونکہ تم نہاوند کے امیر رہ چکے ہو لہذا وہاں جا کہ ہر فرد سے معافی طلب کرو۔ چنانچہ آپ نے وہاں پہنچ کر پیچھے پیچھے سے معافی چاہی لیکن ایک شخص وہاں موجود نہیں تھا تو اس کی بجائے لاکھ درہم خیرات کیے لیکن اس کے باوجود بھی آپ کے قلب میں خلش باقی رہ گئی اور جب دوبارہ حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ ابھی تمہارے قلب میں حُبِ جاہ باقی ہے لہذا ایک سال تک اور بھیک مانگتے رہو، لہذا بھیک کے ذریعہ جو کچھ ملتا اس کو حضرت جنید کے پاس لاکر فقراء میں تقسیم کر دیتے لیکن آپ خود بھوکے رہتے۔ پھر سال کے اختتام پر حضرت جنید نے وعدہ کیا کہ اب تمہیں اپنی صحبت میں رکھوں گا بشرطیکہ تمہیں فقراء کی خدمت گزارا منظر ہو چنانچہ آپ ایک سال تک فقراء کی خدمت گزارا میں مشغول رہے۔ پھر حضرت جنید نے پوچھا کہ اب تمہارے نزدیک نفس کا کیا مقام ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں خود کو تمام مخلوقات سے کمتر تصور کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ اب تمہارے ایمان کی تکمیل ہو گئی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۱۶۔ عشق الہی کا اثر

حضرت ابو بکر شبلی نے ایک مرتبہ مجلس میں کئی بار اللہ اللہ کہا لیکن اسی مجلس میں ایک درویش نے اعتراض کیا کہ آپ لا الہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے ایک ضرب لگا کر فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ رہتا ہے کہ میں لاکھوں (یعنی نغی کروں) اور رسید (میری روح نکل جائے)۔ آپ کے اس قول سے وہ درویش لرزہ بر اندام ہو گیا اور اسی وقت اس کا دم نکل گیا اور جب اس کے اعتراف آپ کو قاتل کہہ کر دربار خلافت میں لے گئے تو آپ کے اوپر وجدانی کیفیت طاری تھی اور دربار میں حاضر کے بعد جب آپ سے صفائی پیش کرنے کے لیے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس درویش کی جان تو عشق الہی سے خارج ہو کر پہلے ہی بقائے جلال باری میں فنا ہونے والی تھی اور اس کی روح علائق دنیاوی سے رابطہ ختم کر چکی تھی اس لیے اس کو میرے قول کی سماعت کی طاقت نہ رہی اور برقی مشاہدہ جمال کی چمک سے اس کی روح

مُرغِ بسمل کی طرح پرواز کرگئی لہذا اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ یہ بیان سن کر خلیفہ نے حکم دیا کہ آپ کو باہر لے جاؤ کیونکہ اگر میں کچھ دیر اور ان کی گفتگو سن لوں گا تو میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۱۔ نصرانی طبیب کے قبول اسلام کا واقعہ

حضرت شیخ ابو بکر شبلی کے مرید آپ کی خانقاہ میں حاضر رہتے آپ ان سے مختلف طریقوں سے نفس کشی کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کی خانقاہ میں چالیس مرید موجود تھے آپ ان کے درمیان تشریف لائے اور فرمایا دوستو! حق تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق کا خود کفیل ہے اور فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ

يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔ (جو پرہیزگاری کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے وہ اس کے لیے گزر بسر کے ذریعے کھوتا اور وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے ملنے کا اسے خیال بھی نہ تھا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہی اس کے لیے کافی ہے)

آپ کا ارشاد سن کر سب مریدوں نے توکل اختیار کر لیا اور نہایت تفریح کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اس طرح ان کو تین دن گزر گئے اور کھانے کو کچھ نہ ملا تیسرے دن شیخ شبلی پھر ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا دوستو! حق تعالیٰ نے سب کو بندوں کے لیے جائز قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلًّا فَامْشُوا فِي مَتَابِعِهَا وَكُلُوا مِنْ

رِزْقِهِ۔ (وہی اللہ ہے جس نے زمین کو تمہارے سامنے عاجز و ذلیل بنا دیا پس اس کے راستوں میں چلو اور اس کے رزق کو کھاؤ)

اس لیے اب مناسب ہے کہ تم میں سے ایک سب سے زیادہ نیک نیت شخص اس گوشہ عزت سے نکلے اور رزق تلاش کرے تاکہ اسے کھا کر تم کچھ قوت حاصل کرو۔ آپ کی ہدایت سن کر سب نے ایک شخص کو منتخب کیا اور اسے تلاش معاش کے لیے روانہ کیا۔ وہ بغداد کے سارے محلوں میں گھوما مگر کچھ ہاتھ نہ آیا پہلے ہی تین دن کا بھوکا تھا اس دورِ دھوپ سے اور نڈھال ہو گیا اہرٹا نکلیں چلنے پھرنے سے جواب دے گئیں۔ قریب ہی ایک نصرانی طبیب کا مطلب نظر آیا۔ مجبور ہو کر اس میں

جا کر بیٹھ گیا۔ وہاں بہت سے مریض جمع تھے اور حکیم صاحب یاری باری ان کو دیکھ کر دو آنچوڑ کرتے جلتے تھے۔ جب بھڑکم ہوئی تو حکیم صاحب کی نظر اس خستہ سال درویش پر پڑی۔ اس کو اپنے پاس بلا کر نرمی سے پوچھا تھیں کیا شکایت ہے؟ درویش شیخ شبلی کی صحبت میں رہ کر ملنگنے کی عادت ترک کر چکا تھا، یہ تو نہ کہہ سکا کہ روٹی کی تلاش میں ہوں، بے اختیاری میں اپنا ہاتھ طبیب کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے نبض دیکھی اور سمجھ گیا کہ یہ بیچارہ بھوک کا مریض ہے۔ اس سے کہا ذرا صبر کرو، تمہاری بیماری کا علاج ابھی ہو جاتا ہے۔ پھر اس نے اپنے ملازم کو بلا کر ہدایت کی کہ بازار جا کر ایک رطل روٹی، ایک رطل حلوا اور ایک رطل بھتا ہوا گوشت لاؤ۔ جب ملازم سلدی چیزیں لے آیا تو طبیب نے انہیں درویش کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ تمہارے مرض کا یہی علاج ہے۔ درویش نے کہا آپ کی تشخیص تو بالکل صحیح ہے لیکن میں تنہا اس مرض میں مبتلا نہیں ہوں۔ ہم ایسے چالیس مریض ہیں۔ فراخ حوصلہ طبیب نے فوراً ملازم کو فریج کر یہ تمام چیزیں چالیس چالیس رطل کی مقدار میں منگائیں اور ان سب کو ایک خوان میں لگا کر ایک مزدور کے سر پر لدوائیں اور کہا کہ یہ شخص جہاں لے جائے ان چیزوں کو ساتھ لے جا کر پہنچا دے۔ چنانچہ وہ درویش اللہ تعالیٰ کی تمید کرتا ہوا ان نعمتوں کو لیے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس خانقاہ میں پہنچا جہاں وہ سب شیخ شبلی کے ہمراہ ذکر الہی میں معروف تھے۔ شیخ نے یہ خوان نعمت دیکھا تو فرمایا اس کھانے کا عجیب بھید ہے۔ پھر اس مرید سے سارا واقعہ سنا اور فرمایا دوستو! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ ایک نصرانی کا کھانا کھاؤ اور اس کا کچھ معاوضہ ادا نہ کرو سب نے عرض کیا کہ اے شیخ اس کا معاوضہ کیا ہے؟ فرمایا اس کے حق میں دعائے خیر کرو، اسی وقت سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھادیے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اس نصرانی طبیب کے لیے ہدایت اور خیر و برکت کی دعا کرنے لگے۔ حسن اتفاق دیکھیے کہ وہ نصرانی طبیب بھی بھوک کے ان چالیس مریضوں کو دیکھنے کے لیے اس درویش کے پیچھے چلا آیا تھا۔ ان لوگوں کا توکل دیکھا، تو عید متاثر ہوا اور جب انہوں نے اس کے حق میں سچے دل کے ساتھ دعائے خیر کرنا شروع کی تو وہ تیار ہو گیا اور فوداً خانقاہ کے دروازے پر جا کر دستک دینے لگا۔ جب دروازہ کھلا تو دوڑ کر شیخ شبلی کے قدموں پر جاگڑا اور مشرف باسلام ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔ اس طرح اس کو اپنی نیکی کا معاوضہ ہدایت کی صورت میں مل گیا۔

۱۱۸۔ روحانی مسئلے کا حل

حضرت علیؑ جویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ایک مشکل پیش آگئی لیکن ہزار کوشش کے باوجود یہ مشکل حل نہ ہوئی اس سے پہلے بھی مجھے ایک مشکل پیش آئی تھی تو میں نے حضرت شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری دی اور وہ مشکل حل ہو گئی اس بار میں نے ارادہ کیا کہ وہاں حاضر دوں۔ چنانچہ میں نے تین مہینے تک مزار مبارک پر چلہ کشی کی تاکہ یہ مشکل حل ہو جائے۔ ہر روز تین مرتبہ غسل کرتا اور تیس مرتبہ وضو کرتا اس امید پر کہ یہ مشکل حل ہو جائے گی مگر حل نہ ہوئی اور وہاں سے اٹھ کر میں خراسان کی طرف چل دیا۔

ایک رات خراسان کے ایک گاؤں میں پہنچا وہاں ایک خانقاہ تھی جس میں صوفیوں کی ایک جماعت موجود تھی، میرے جسم پر ایک کھردری اور سخت قسم کی گدڑی تھی۔ مسافروں کی طرح میرے پاس کچھ سامان بھی نہ تھا، سوائے ایک لاشی اور لوٹے کے۔ صوفیوں نے مجھے اس حال میں دیکھ کر نفرت کا اظہار کیا اور مجھے بالکل شناخت نہ کیا۔ وہ اپنے رسم و رواج کے مطابق آپس میں گفتگو کرتے رہے اور میرے بارے میں انہوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے اور یہ تھا بھی درست کہ میں ان میں سے نہیں تھا لیکن میرے لیے وہاں رات گزارنا ضروری تھا۔ وہاں جگہ بھی نہیں تھی تاہم انہوں نے مجھے ایک درے میں بٹھا دیا اور خود چھت پر چلے گئے۔ انہوں نے اوپر سے ایک جلی ہوئی سوکھی روٹی میرے لیے پھینکی اور میں ان کھانوں کی خوشبو میں سونگھ رہا تھا۔ جھیس وہ کھا رہے تھے اور ساتھ ساتھ مجھ پر آوازے بھی کس رہے تھے۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو انہوں نے خوبوزے کھانا شروع کر دیے اور چھلکے مجھ پر پھینکتے گئے انہوں نے خوب میری بے قدری کی اور میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ اے رب کریم! اگر میں تیرے محبوبوں کا لباس پہننے والوں میں سے نہ ہوتا تو میں ان سے علیحدہ ہو جاتا اس دوران جوں جوں ان کی پھبتیاں بڑھتی گئیں میرا دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس واقعہ کا پوچھا اٹھانے سے میری وہ مشکل حل ہو گئی۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ مشائخ کرام جاہل لوگوں کا اپنے ساتھ شامل ہونا کس لیے برداشت کرتے تھے اور ان کی سختیاں کیوں جھیلتے تھے۔

(کشف المحجوب)

۱۱۹۔ مقام ابو حنیفہ

حضرت علی ہجویری کا کہنا ہے کہ ایک روز میں علاقہ شام میں سفر کر رہا تھا۔ حضرت بلال کے روضہ پر پہنچا۔ جب میری آنکھ لگ گئی تو میں نے اپنے آپ کو مکہ منظمہ میں دیکھا اتنے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنی شیبہ کے دروازے پر تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت آپ ایک سن رسیدہ شخص کو اس طرح بغل میں لیے ہوئے تھے جیسے کوئی کسی بچے کو لیے ہوتا ہے۔ میں قرطہ محبت سے لے کر آہر آپ کی طرف دوڑا اور آپ کے پائے مبارک کو بوسہ دیا میں بڑا حیران تھا کہ یہ بوڑھا شخص کون ہے کہ حضورؐ نے قوتِ باطنی سے میرے اس استعجاب کا حال معلوم کر لیا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ تمہارے امام ہیں، امام ابو حنیفہؒ۔ اس سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کے اوصاف شرع کے قائم رہنے والے احکام کی طرح قائم و دائم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ ان سے اس قدر محبت فرماتے ہیں اور حضورؐ کو جو ان سے ربط و محبت ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح آپ سے خطا ممکن نہیں۔ اسی طرح حضرت امام ابو حنیفہ سے بھی خطا کا صدور نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک نکتہ لطیف ہے جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(کشف المحجوب)

۱۲۰۔ حضرت میراں حسین زنجانی کا جنازہ

روایت ہے کہ حضرت علی ہجویری جب لاہور آئے تو شام ہو چکی تھی۔ اس لیے بیرون شہر ہی شب یا ہوئے۔ دوسرے روز لاہور کے شہر کی مشرقی جانب سے آپ کا گزر ہوا تو آپ نے ایک جنازہ دیکھا۔ لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ جنازہ قطیف لاہور حضرت حسین زنجانی المعروف میراں حسین زنجانی کا ہے تو اس وقت آپ کو اپنے مرشد کا حکم یاد آیا کہ جب انھوں نے آپ کو لاہور جانے کا حکم دیا تھا تو آپ نے جواب دیا تھا کہ وہاں تو میرے پھر بھائی حسین زنجانی موجود ہیں تو پھر میرے جانے کی کیا ضرورت ہے مگر جب آپ نے حضرت حسین زنجانی کے جنازہ میں شرکت کی تو مرشد کے حکم کی حکمت واضح ہو گئی۔ (فوائد الفوائد)

۱۲۱۔ رائے راجو جوگی کے قبولِ اسلام کا واقعہ

حضرت علیؑ بھویری کے حالات میں مذکور ہے کہ رائے راجو نے جس طرح اسلام قبول کیا اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک روز ایک بوڑھی عورت اس طرف سے گزری جس کے سر پر دودھ کا مٹکا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس عورت کو بلا کر کہا کہ تم اس دودھ کی قیمت لے لو اور یہ دودھ ہمیں دے دو اس عورت نے جواب دیا کہ یہ دودھ میں نہیں دے سکتی۔ چونکہ یہ دودھ ہم کو مجبوراً رائے راجو جوگی کو دینا پڑتا ہے اگر نہ دیں تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جانوروں کے تھنوں سے بجائے دودھ کے خون نکلنے لگتا ہے۔ آپ اس عورت کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ اگر تم یہ دودھ ہمیں دے دو گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہاری گائیں بہت سا دودھ دیں گی اور جانوروں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس عورت نے آپ کو دودھ دے دیا آپ نے اس دودھ میں سے تھوڑا سا تو پی لیا اور باقی دودھ دریا میں پھینک دیا۔ جب بوڑھی عورت گھر واپس آئی اور شام کو جانوروں کو دوہا تو جانوروں نے اس قدر زیادہ دودھ دیا کہ سائے بٹن بھر گئے اور دودھ ختم نہیں ہوا۔ یہ خبر آنا فانا قرب و جوار کے دیہات میں پھیل گئی اور لوگ دور دراز دیہات سے اپنے اپنے جانوروں کے دودھ آپ کے پاس لانے لگے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ آپ تھوڑا سا دودھ ان کے منگے میں سے پی کر باقی دودھ دریا میں پھینک دیا کرتے تھے اور جب ان لوگوں نے گھر جا کر اپنے اپنے جانوروں کو دوہا تو انہوں نے بھی بے حساب دودھ دیا۔ اس کرامت کا یہ نتیجہ ہوا کہ اب کوئی دودھ والا بھی رائے راجو جوگی کی طرف رخ نہیں کرتا تھا اور آپ کے پاس لوگ جوق در جوق آنے لگے۔

رائے راجو جوگی کو جب اس بات کا علم ہوا تو بہت پریشان ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے لگا کہ دودھ تو آپ نے ہمارا بند کر دیا ہے اب میں آپ کا کوئی اور کمال دیکھنے آیا ہوں، آپ نے فرمایا کہ میں کوئی جادوگر تو ہوں نہیں جو کمالات دکھا سکوں۔ میں تو ایک عاجز و مجبور انسان ہوں باقی اگر تم میں کوئی کمال ہے تو دکھاؤ۔ چونکہ اس جوگی نے بڑی بڑی ریاضتیں کی تھیں اور مجاہدہ میں زندگی گزاری تھی اس لیے آپ کے سامنے کئی کرشمے دکھائے حتیٰ کہ ہوا میں اُڑنے لگا۔ جب وہ ہوا میں اُڑ رہا تھا تو آپ نے اپنی جوتی مبارک اس کی طرف پھینک دی۔ چنانچہ وہ جوتیاں اس کے سر پر پڑنے

مگیں۔ جب حق کے سامنے باطل کی کوئی پیش نہ گئی تو اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گیا۔ اس بیعت کے بعد آپ اس کی باطنی اور روحانی اصلاح فرماتے رہے۔ قبولِ اسلام اور حضرت علیؓ کی ہجویری سے تربیت پانے کے بعد رائے راجو تاریخ صوفیاء میں حضرت شیخ ہندیؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان)

۱۲۲۔ مسجد کے متعلق حضرت علیؓ کی کرامت

قیامِ لاہور کے دوران حضرت علیؓ کی ہجویری نے اپنی قیام گاہ پر ایک مسجد تعمیر کی۔ اس مسجد پر لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ اس کا رخ درست نہیں۔ آپ نے خاموشی سے لوگوں کا اعتراض سن لیا کچھ وقت کے بعد جب نماز کا وقت ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی اور جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو تمام حضرات سے فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کے قبلہ پر اعتراض کرتے تھے اب دیکھو کہ قبلہ کس طرف ہے۔ جب انھوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا رگی قبلہ بالمشافہ بچشمِ طاہر نظر آیا۔ حضرت نے فرمایا بتاؤ قبلہ کدھر ہے۔ قبلہ کو سیدھے رخ پر دیکھ کر سب معترضین نادم ہوئے اور آپ سے معذرت چاہی۔ آپ کی کرامات کے ذریعہ گرد و نواح میں شہرت پھیلی اور بے شمار لوگ آپ کی بزرگی اور ولایت کے قائل ہوئے (تذکرہ اولیائے پاکستان)

۱۲۳۔ پر حکمت بات

حضرت علیؓ کی ہجویری کا کہنا ہے کہ قیامِ عراق کے زمانے میں میں نے بہت کشادہ دستی سے کام لینا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں قرظ کے بوجھ تلے دب گیا۔ ہوتا یہ تھا کہ جب کسی کو کوئی ضرورت پیش آتی وہ مجھ سے طالبِ امداد ہوتا اور میں کسی نہ کسی طرح اس کی مدد کرتا۔ اس طرح لوگوں کے مطالبات روز بروز بڑھنے لگے اور قرظ ختم ہونے لگا تنگ کرنا شروع کر دیا۔ عراق کے ایک سردار نے جو میرے اس حال سے واقف تھا مجھے لکھا کہ تو نے جو طریق کار اختیار کیا ہے اس سے پیدا شدہ پریشانیاں عبادت اور ذکرِ الہی میں مانع ہو جائیں گی۔ یوں اندھا دھند روپیہ خرچ کرنا اچھا نہیں۔ خداوند اپنے بندوں کی ضروریات کے لیے کافی ہے اور اس کے سوا کسی اور میں

یہ قدرت نہیں کہ وہ ہر بندے کی کفایت کر سکے۔ میں نے اس تیک دل سردار کی اس پر حکمت بات کو گرہ میں باندھ لیا اور اس تنگی سے چھٹکارا حاصل کیا۔ (کشف المحجوب)

۱۲۴۔ اللہ کے بندوں کی خدمت کی وجہ

حضرت علی ہجویری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے مرشد حضرت ابوالفضل التلی کو وصو کروا رہا تھا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ جب ہر کام حسب تقدیر صورت پذیر ہوتا ہے تو آزاد لوگ کیوں کرامت کی امید پر پیروں کے غلام بنے رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عزیز من! میں تیرے دل کی کیفیت سمجھ رہا ہوں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر چیز کے لیے سبب درکار ہے۔ جب حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کسی صاحب زادہ کو تخت و تاج سے سرفراز کریں تو اسے توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور اپنے کسی دوست کی خدمت اس کے سپرد کرتے ہیں تاکہ یہ خدمت حصول کرامت کا سبب بن جائے۔

لیسے کئی لطیف رموز آپ سے ہر روز ظاہر ہوتے تھے۔ (کشف المحجوب)

۱۲۵۔ دو ہندوؤں کے مشرف بہ ایمان ہونے کا واقعہ

حضرت سید میرا حسین زنجانی کا ابتدائی دور میں یہ معمول رہا کہ گھوم پھر کر تبلیغ کیا کرتے تھے ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ کئی روز تک دو ہندوؤں کو روزانہ اللہ کے دین کی دعوت دیتے رہے ایک دن ان دونوں نے آپس میں کہا کہ یہ بڑھا ہمیں روزانہ تنگ کرنے آجاتا ہے اور اس نے نئے دین کا کیا ڈھونگ رہا رکھا ہے۔ وہ آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔ آخر کار انھوں نے منصوبہ بنایا کہ کیوں نہ اس بڑھے درویش کا کام تمام کر دیں۔ یہ سوچ کر ایک دن آپ کے پیچھے پیچھے تعاقب کرتے ہوئے آپ کی جائے رہائش تک آ گئے لیکن ابھی شام ہوا چاہتی تھی۔ انھوں نے سوچا کہ ذرا لات ہو جائے تو پھر آپ کو قتل کر دیں گے۔ اس نیت سے آپ کی جھونپڑی سے دور ہی بیٹھے رہے جب اندھیرا چھا گیا اور آپ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد یاد الہی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک دونوں ہندو آپ کے کمرے میں آ گئے۔ آپ کا دروازہ کھلا ہی تھا اور وہ آپ پر حملہ آور ہونے لگے آپ یاد الہی میں مستغرق تھے۔ جو نہی انھوں نے تیر پھروں سے آپ پر وار کرنا چاہا تو وہ دونوں

اندھے ہو گئے۔ چنانچہ اندھے ہو کر واپس لوٹنے لگے تو پھر درست ہو گئے۔ جب ٹھیک ہو گئے تو دوبارہ آپ پر حملہ آور ہوئے لیکن پھر اندھے ہو گئے۔ اسی طرح جب تیسری بار اندھے ہو کر درست ہوئے تو ان کا دل بیدار ہو گیا کہ یہ تو کوئی اللہ کا برگزیدہ انسان ہے۔ اس کی دعوت سچی ہے ہم ہی جھوٹے ہیں۔ آخر آپ کے قدموں پر گر گئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ ایمان ہو گئے۔ اور آخری دم تک پھر آپ کی خدمت میں گاہے بگاہے ماضی دیا کرتے تھے۔ (آفتابِ زنجان)

۱۲۶. کورٹھ کی بیماری سے شفاء

حضرت سید میراں حسین زنجانی کے زمانے کا واقعہ ہے کہ اس دور میں لاہور کے مشرقی علاقے میں ایک مندور ام چندر نامی رہتا تھا۔ جو بڑا امیر کبیر، بہت سے عالی شان مکان اور زمین کا مالک تھا لیکن وہ جذام (کورٹھ) کی بیماری میں مبتلا تھا۔ اس بیماری کی وجہ سے وہ زندگی سے بیزار ہو چکا تھا اور اس کا یہ حال ہو چکا تھا کہ کپڑے بھی نہیں پہن سکتا تھا جب اس نے آپ کی روحانیت کا چرچا سنا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ یا حضرت میری حالت نہ ار آپ کے سامنے ہے، مجھے اس عذاب سے نجات دلانے کے لیے کچھ کیجیے۔ آپ نے دیکھا کہ اس کے جسم سے بدبو آ رہی تھی اور پیپ بہ رہی تھی۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت تھوڑا سا پانی اسے دم کر کے دیا جسے وہ عام پانی میں ملا کر ہر روز نہاتا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا۔ اس پانی کی تاثیر اور آپ کی دعا کے اثر سے صرف دس یوم میں تندرست ہو گیا۔ آپ کی کرامت کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ صحت یاب ہوتے ہی حلقہ گبوش اسلام ہو گیا اور آپ نے اس کا نام عبد اللہ رکھا۔

(آفتابِ زنجان)

۱۲۷. ایک عقیدتمند کی روحانی مدد کا واقعہ

ایک دفعہ ایک عقیدت مند جو حضرت سید میراں حسین زنجانی کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اور آپ کی بزرگی کا انتہائی قائل تھا۔ وہ کسی کام کے لیے دیباٹے راوی کے کنارے پر آیا۔ دریا کو بذریعہ کشتی عبور کیا اس کے بعد ایک مقام پر گیا جہاں اسے کام تھا۔ کام کرنے کے بعد واپس لوٹنا

ابھی دریا تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ اچانک موسم خراب ہو گیا۔ تیز آندھی چلنا شروع ہو گئی۔ ساتھ ہی بارش ہونے لگی۔ طوفان کا ساسماں پیدا ہو گیا مگر اسی خراب موسم میں دریا کے کنارے تک واپس پہنچ آیا تاکہ بندر بچو کشتی دریا کو عبور کر کے گھر کی راہ لے لیکن موسم کی خرابی کے باعث اسے واپسی کے لیے کوئی کشتی نہ ملی۔ اتنے میں رات کی تاریکی چھا گئی لیکن جوں جوں رات چھانا شروع ہوئی، جنگل کی تنہائی میں خوف بڑھنے لگا۔ طوفان اگرچہ تم چکا تھا لیکن اب واپسی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی مگر کیا نہ کرتا، اتنے میں اس نے دیکھا ایک جنگلی درندہ اس کی طرف آرہا ہے، اسے تو جان کے لالے پڑ گئے لیکن جو نہی جان کا خطرہ لاحق ہو تو حضرت سید میراں حسین زنجانی کو یاد کرنے لگا۔ اور اللہ سے فریاد کرنے لگا کہ اگر واقعی وہ تیرا ولی ہے تو آج اسے میری مدد کے لیے بھیج۔ اس کا یہ دعا کرنا تھا کہ اس نے فوراً دیکھا کہ فوراً حضرت سید میراں حسین زنجانی اس کے سامنے کھڑے ہیں، اتنے میں وہ درندہ بھی قریب آ گیا تھا لیکن جب آپ نے اللہ کا نام لے کر آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ جو نہی اس نے آنکھیں بند کیں اور قموڑی دیر کے بعد اسے کہا کہ آنکھیں کھولو جیسا اس نے آنکھیں کھولیں تو اس نے دیکھا کہ وہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کی جائے قیام پر آپ کے کمرے کے اندر کھڑا ہے وہ اپنی جان بچنے پر بہت خوش ہوا اور حضرت کا بید مشکور ہوا۔ رات آپ کے پاس ٹھہرا اور دن ہوتے ہی اپنی راہ لی۔ (آفتاب زنجان)

۱۲۸۔ اللہ کے بندوں کے ذریعے روحانی مدد

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کسی کام کی غرض سے دریائے راوی کے پار دوسرے کنارے پر جانا چاہتے تھے چنانچہ آپ نے ایک کشتی کے ملاح سنتورام سے کہا کہ ہمیں کشتی میں بٹھالو مگر ہمارے پاس کرایہ نہیں سنتورام نے کہا، جا بابا کام کر اگر ہم روزاً تمہارے جیسے لوگوں کو مفت دریا پار کرواتے رہیں تو شام کو روٹی کہاں سے کمائیں۔ آپ نے فرمایا بس کے رزق کا کارساز تو اللہ ہے۔ حتیٰ کہ کشتی بھر گئی اور ملاح کشتی لے کر دریا میں چل دیا آپ واپس آ گئے، قدرت خدا کی، دریا بہت طغیانی میں تھا اور یکدم آندھی آگئی۔ کشتی قابو سے باہر ہو گئی اور دوپٹے لگی سنتورام کے دل میں آیا کہ کاش میں اس درویش کشتی میں بٹھایا

تو کشتی نہ ڈوبتی۔ آپ کا خیال آنا ہی تھا کہ ستورام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے خیال کی بنا پر کشتی کو ڈوبنے سے بچایا اس طرح آپ کی روحانی مدد سے کشتی ڈوبنے سے بچ گئی۔ اس روز سے ستورام آپ کی تلاش میں رہنے لگا۔ آخر ایک روز آپ سے ملاقات ہو گئی اور اپنے کیے پر معافی مانگتے ہوئے مسلمان ہو گیا آپ نے اس کا نام محمد زبیر رکھا

۱۲۹۔ اللہ کے فقیر کی دعا کا اثر

حضرت سید میرا حسین زنجانی کی قیام گاہ سے کچھ فاصلے پر ایک ہندو کا شتکار کے کھیت تھے، کھیتی باڑی سے اپنا معاش کمایا کرتا تھا۔ وہ صاحب اولاد تھا اور اس کے تین بیٹے تھے جو اپنے باپ کے ساتھ ہی کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ وہ ہندو کا شتکار عرصہ سے دمر کے مرض میں مبتلا تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ اس کے کھیتوں کے قریب ہی ایک درویش ہے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر عرض کرنے لگا کہ میں دمر کا مریض ہوں۔ بیشمار طبیبوں سے علاج کروایا ہے لیکن کہیں سے بھی شفا یابی نہیں ہوئی۔ آپ ہی میرا علاج کیجئے، آپ مسکر لے اور فرمانے لگے کہ میں کوئی حکیم نہیں کہ تیرا علاج کروں۔ البتہ ایک شرط ہے کہ تم دین اسلام قبول کرو تو اللہ تمہیں ہمیشہ کے لیے تندرست کر دیگا۔ اس ہندو نے سوچا کہ دل سے مسلمان نہیں ہوتا بظاہر کلمہ پڑھ لیتا ہوں، تندرست ہو جاؤں بعد میں دیکھا جائے گا۔ چنانچہ اس نے آپ کے کہنے پر کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا تو اس کی تکلیف فوراً جاتی رہی۔ جب وہ جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ سچے دل سے مسلمان رہو گے تو ہمیشہ کے لیے تمہاری بیماری ختم ہو جائے گی اگر اللہ کو دھوکہ دینے کی نیت ہے تو پھر اسی مرض میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس نے سوچا آپ کو میرے دل کی بات کیسے معلوم ہو گئی ہے۔ لہذا آپ کے قدم پر آکر عرض کرنے لگا کہ آپ کو میرے دل کی نیت کا کیسے پتہ چلا؟ تو آپ نے فرمایا اللہ جسے چاہتا ہے دوسروں کے پوشیدہ راز بتا دیتا ہے اس کے بعد وہ سچے دل سے تائب ہو کر مسلمان ہوا اور ہمیشہ کے لیے آپ کا عقیدت مند بن گیا، عقیدت مندی کے بعد وہ عموماً اپنے کھیتوں سے آپ کی خدمت میں سبزی، اجناس وغیرہ بھیجتا رہتا تھا اس کے مسلمان ہونے اور آپ کی خدمت میں اشیاء بھیجنے پر اس کے لڑکے اپنے باپ سے اکثر ناراض رہتے لگے۔ حتیٰ کہ چند

سالوں کے بعد وہ اس فانی دنیا سے کوچ کر گیا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹوں نے آپ کی خدمت میں سبزی بھیجتا بند کر دی اور کہنے لگے کہ ہمارا باپ تو بے وقوف تھا کہ ایک درویش کے پیچھے لگا ہوا تھا ان کا یہ خیال کرنا ہی تھا کہ ایک دم ایک ہی دن میں ان کے کھیتوں کی فصل خشک ہو گئی جب ایک ہی دن میں ان کے آلو گاجر، مولیٰ اور شلغم کے کھیت خراب ہو گئے تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہلو ان کی اس نارا ضنگی میں ضرور اس درویش کا ہاتھ ہے کیونکہ ہم نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرنا ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ تینوں بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے کیے پر نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ دعا فرمائیں کہ ہمارا نقصان پورا ہو جائے آپ نے دعا کی تو دوسرے روز ایک دم ان کے کھیت پھر پھر سے ہو گئے۔ وہ آپ کی رعا سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے اور آپ کی خدمت اپنے باپ ہی کی طرح آپ کے آخری دم تک کرتے رہے۔ (آفتابِ زنجبان)

۱۳۰۔ کشف القلوب کا واقعہ

آخری عمر میں حضرت سید میرا حسین زنجانی کے عقیدتمندوں میں کافی اضافہ ہو گیا تھا ایک دفعہ تین آدمیوں نے آپ کی شہرت سنی کہ آپ اللہ کے فقیر ہیں۔ لہذا آپ کی خدمت میں کاروبار میں خیر و برکت کی دعا کروانے کی غرض سے آنے کا ارادہ کیا۔ جونہی وہ آپ کے پاس آنے کے لیے چلے تو راستے میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے کہ ان میں سے ایک شخص اپنے ساتھی سے پوچھنے لگا کہ تم کیا کھانا چاہتے ہو۔ وہ کہنے لگا حلوہ کھانے کو دل چاہتا ہے، کیا بابا جی سے حلوہ ملے گا، پھر وہ اس سے پوچھنے لگا تمہارا دل کیا کھانا چاہتا ہے؟ اس نے کہا میں آم کھانا چاہتا ہوں حالانکہ وہ آموں کا موسم نہیں تھا، پھر دونوں تیسرے سے کہنے لگے تمہارا دل کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کیا حضرت ہمیں پکوڑے کھلائیں گے، باتیں کرتے ہوئے سفر کٹ گیا اور حضرت سید میرا حسین زنجانی کے پاس آ پہنچے۔ آپ کمرے میں تشریف فرما تھے یاد الہی میں مگن تھے کہ تینوں دوست آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ازراہ مروت ان سے خیر و عافیت پوچھی اور آنے کا مدعا پوچھا انہوں نے کہا کہ ہر کار دعا کیجیے کہ ہم اجناس کے ٹھوک فروش تھے ہمارا کاروبار خراب ہو گیا ہے۔ ذریعہ آمد و کم ہو گیا آپ نے ان کے لیے کاروبار میں برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد آپ کے پاس کچھ کھجوریں

پٹری ہوئی تھیں۔ آپ نے مہمان تواری کے طور پر وہ کھجوریں ان کی خدمت میں پیش کیں اور تاول فرماتے کو کہا۔ جس شخص نے حلوے کی خواہش کی اسے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا کہ کھائیے یہ حلوہ ہی ہے، جس نے آم کھانے کی خواہش کی اسے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا کھائیے آم ہی ہے، جس نے پکوڑے مانگے تھے اسے کہا کھاؤ پکوڑے ہی ہیں۔ وہ آپ کی بات سن کر حیران ہوئے کہ یہ کھجوریں حلوہ، آم اور پکوڑے کس طرح ہو سکتے ہیں لیکن جونہی انہوں نے کھجوریں اٹھا کر منہ میں ڈالیں تو جس نے حلوہ مانگا تھا اس کے منہ میں حلوہ بن گیا۔ جس نے آم مانگے تھے منہ میں ڈالتے ہی وہ آم بن گئیں، جس نے پکوڑے مانگے تھے اسے کھجور کھانے سے پکوڑوں کا ذائقہ آیا۔ وہ حیران ہو گئے کہ ہم نے آپ پر اپنے دل کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا مگر جو چیز مانگی تھی وہی ملی ہے وہ آپ کے اس روحانی تصرف پر سید حیران ہوئے اور آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے آپ سے رخصت ہوئے۔ (آفتاب زرخان)

۱۳۱۔ دستِ غیب سے رزق ملنے کا واقعہ

حضرت سید میرا حسین زرخانی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے حقیقی بھائی حضرت سید یعقوب زرخانی آپ سے ملنے کے لیے آپ کے پاس تشریف لائے اگرچہ اکثر آپ کی ان سے ملاقات ہوتی رہتی تھی لیکن اس روز حضرت یعقوب زرخانی کافی دیر تک بیٹھے رہے، اتنے میں رات چھا گئی، آپ چلبستے تھے کہ ان کی مہمان نوازی کریں لیکن آپ کے پاس اس وقت کھانے کی کوئی چیز سیر نہ تھی، دونوں حضرات نے مل کر نماز مغرب ادا کی اور اس کے بعد اندر کمرے میں بیٹھ گئے۔ حضرت یعقوب زرخانی جاتے لگے تو آپ نے انہیں مشورہ دیا کہ رات ٹھہر جائیں۔ رات کا اندھیرا چھا چکا ہے اور اب جانے میں تکلیف ہوگی لہذا وہ رک گئے۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج کچھ ہوتا تو میں بھائی صاحب کو کھلاتا۔ خیال کا اتنا ہی تھا کہ یک دم آپ کمرے سے باہر نکلے۔ اچانک آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان ماتھے میں کھانا اٹھائے ہوئے کھڑا ہے۔ اس نے کھانا آپ کو پکڑا یا اور خود غائب ہو گیا۔ آپ فوراً سمجھ گئے کہ یہ تو اللہ کی طرف سے خصوصی عنایت ہے آپ نے وہ کھانا حضرت یعقوب زرخانی کے سامنے کھانے کے لیے پیش کیا اور پھر دونوں بھائیوں نے سیر ہو کر کھایا۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ کھانا بالکل نازہ اور گرم تھا جیسے کسی نے ابھی پکایا ہو۔ دستِ غیب سے رزق ملنے کے کئی واقعات آپ کے

ساتھ پیش آئے جن میں سے ایک واقعہ مندرجہ بالا بھی ہے۔ (آفتابِ زنجان)

۱۳۲۔ حضرت سید میرا حسین زنجانی کی کرامت

حضرت سید میرا حسین زنجانی کے زمانے کا واقعہ ہے کہ اندرون شہر ایک عورت نہ ہتی تھی جس کا نام بلونت کو رہتا جو مذہباً ہندو تھی۔ شادی کے بعد عرصہ دراز تک اس کے گھر اولاد نہ ہوئی اس نے اپنے عقیدے کے مطابق اس زمانے کے بڑے بڑے مشہور پرہیزگاروں اور جوگیوں سے اولاد کے لیے تعویذ گنڈے کروائے لیکن کچھ نہ بنا آخر کار کسی سے آپ کی بزرگی کا چرچا سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا بیان کیا۔ آپ نے نگاہِ باطن سے لوحِ محفوظ پر دیکھا تو اس کے مقدمہ میں اولاد نہ تھی آپ نے اسے کہا کہ تمہارے مقدمہ میں اولاد نہیں۔ اس نے کہا اسی لیے تو آپ کی خدمت میں آئی ہوں کہ آپ بھگوان کے حضور میرے لیے دعا فرمائیں تاکہ میری جھولی اولاد زینہ سے ہری بھری ہو۔ آپ کو اس عورت کی حالت نساہت پر رحم آیا اور آپ نے اللہ کے حضور اس کے لیے دعائی۔ بارگاہِ رب العزت میں آپ کی دعا قبول ہو گئی تو آپ نے اس عورت کو خوشخبری دی کہ جاؤ اللہ تمہیں بیٹا عطا فرمائے گا اور وہ کلمہ پڑھتا ہوا نظر آتا ہے یعنی وہ مسلمان ہوگا۔ آخر وہ عورت آپ کی دعائے کہ چلی گئی، کچھ عرصہ کے بعد اسے اولاد کی امید داری ہو گئی اور وقت مقررہ پر اس کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔ اولاد زینہ کے ملنے پر بہت خوش ہوئی۔ جب بچہ چند ماہ کا ہوا تو اسے لے کر آپ کی خدمت میں سلام کی غرض سے آئی اور آپ کی دعائیں لے کر واپس لوٹی۔ لیکن اللہ کو منظور ہی ایسا تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد بلونت کو مر گئی، بچہ پلتا رہا، بچے کو کیا معلوم تھا کہ وہ کسی اللہ والے کی دعا سے پیدا ہوا ہے۔ جب بچہ جوان ہوا تو ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ کا ایک بزرگ اسے کلمہ پڑھا رہا ہے اور خواب ہی میں آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ جب وہ بیدار ہوا تو بڑا حیران ہوا کہ اس کے ذہن پر گہرا اثر ہوا اور خواب کی تعبیر میں منتظر رہنے لگا آخر ایک دن یوں ہوا کہ آپ اندرون شہر تبلیغ کر رہے تھے کہ وہ لڑکا بھی ارہر آ نکلا اس نے جب آپ کو دیکھا تو اسے یاد آیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا، آگے بڑھا تو آپ نے فوراً گلے لگایا اور آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا اور آپ کے آخری دم تک آپ کی خدمت کرتا رہا۔

(آفتابِ زنجان)

۱۳۳۔ سات شمعیں

حضرت احمد خضرویہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ آپ کے یہاں تشریف لائے تو آپ نے ازراہ مہمان نوازی اس دن سات شمعیں روشن کیں۔ یہ دیکھ کر ان بزرگ نے عرض فرمایا کہ یہ تکلفات تو تصوف کے منافی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہ تمام شمعیں صرف خدا کے واسطے روشن کی ہیں۔ اگر آپ غلط سمجھیں تو پھر ان میں سے جو شمع خدا کے لیے روشن تہ ہو اس کو بجھا دیں۔ یہ سن کر وہ بزرگ تمام شب شمعوں کو بجھانے میں مشغول رہے لیکن ایک بھی نہ بجھ سکی۔ پھر صبح کو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں قدرت کے عجائبات کا نظارہ دکھاتا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب ایک گرجا کے دروازے پر پہنچے تو وہاں ایک کافر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے آپ کو دیکھتے ہی بہت تعظیم کے ساتھ دسترخوان بچھوایا اور کھانا چن کر عرض کیا کہ آئیے ہم دونوں کھانا کھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے غنیم کے ساتھ کیسے کھا سکتے ہیں۔ یہ سن کر وہ ایمان لے آیا اور اس کے ہمراہ مزید ۶۹ افراد مسلمان ہو گئے اور اسی شب آپ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے دیکھا کہ اے احمد! تو نے ہمارے لیے سات شمعیں روشن کیں اور اس کے صلہ میں ہم نے تیرے ہی وسیلے سے ستر قلب کو نور ایمانی سے منور کر دیا (تذکرۃ الاولیاء)

۱۳۴۔ توکل کی انتہا

حضرت احمد خضرویہ فرمایا کرتے تھے کہ سفر حج کے دوران میرے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا اور میں نے اس تصور سے نہیں نکالا کہ اس سے توکل متاثر ہو جائے گا۔ چنانچہ مواد پڑنے سے میرا پاؤں متورم ہو گیا جس کی وجہ سے میں لنگھاتے ہوئے داخل مکہ ہوا اور اسی حالت میں حج کے واپس ہو گیا لیکن راہ میں لوگوں نے اصرار کر کے وہ کانٹا نکال دیا اور جب میں حضرت بایزید کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے مسکرا کر پوچھا کہ جو ذبیت تم کو دی گئی تھی وہ کہاں گئی۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے تو اپنے اختیار کو اس کے تابع کر دیا تھا۔ اس پر حضرت بایزید نے فرمایا کہ خود کو صاحب اختیار تصور کرنا کیا شرک میں داخل نہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۳۵. اصلاح کا انوکھا انداز

حضرت احمد خقروییہ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں مجبور درویش ہوں مجھے کوئی طریقہ بتائیے کہ میری مشکل آسان ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ تمام پیشوں کا نام لکھ کر ایک تھیلی میں رکھ کر میرے پاس لے آئے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا حضرت نے تھیلی میں سے ہاتھ ڈال کر ایک کاغذ نکالا اس پر پیشہ چوری لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ تمہیں چوری کرنی چاہیے۔ وہ شخص حیران رہ گیا کہ شیخ مجھے چوری کا حکم دے رہے ہیں لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ چوروں کے سردار کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے تمہارے پیشے سے رغبت ہے۔ مجھے اپنے گروہ میں شامل کر لو۔ سردار نے کہا کہ اچھا، لیکن تمہیں ہمارا حکم بجا لانا پڑے گا۔ چنانچہ انھوں نے حامی بھری اور گروہ میں شامل ہو گئے چند روز بعد چوروں نے ایک قافلے کو لوٹا اور ایک شخص کو جس کے پاس بہت سا مال تھا پکڑ لیا اور لے آئے۔ سردار نے حکم دیا کہ اس نوپیشہ شخص سے کہو کہ اس سوداگر کو قتل کر دے۔ نوپیشہ نے قتلے توقف کیا اور دل میں سوچا کہ اس چوروں کے سردار نے نہ جانے کتنے بے گناہوں کو قتل کیا ہوگا۔ اگر میں اسے قتل کر دوں تو یہ سوداگر کے قتل کرنے سے بہتر ہوگا۔ ابھی وہ یہی سوچ رہے تھے کہ سردار نے ان سے کہا کہ اگر تم یہ کام کرنے آئے ہو تو کرو۔ ورنہ کوئی اور کام کرو۔ نوپیشہ نے سوچا کہ اگر تابعداری کرنی ہے تو حق تعالیٰ کی تابعداری سب سے افضل ہے۔ یہ سوچتے ہی انھوں نے فوراً تلوار نکالی اور سردار کو قتل کر دیا۔ دوسرے چور خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے اور سوداگر نے خلاصی پائی اور اسے تمام مال واپس مل گیا۔ اس سوداگر نے درویش کو اتنا مال انعام میں دیا کہ وہ اپنی باقی زندگی کے لیے مطمئن ہو گئے۔ اور حق تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۳۶. تزکیہ نفس

حضرت احمد خقروییہ اپنے نفس پر بید جبر سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عوام جہاد پر روانہ ہوئے تو آپ کے نفس نے بھی جہاد کا تقاضا کیا لیکن آپ کو یہ خیال ہو گیا کہ نفس کا کام چونکہ ترغیب عبادت نہیں ہے اس لیے مجھے کسی مکر میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اور شاید اس کی ترغیب کا یہ مقصد ہو۔

دوران سفر روزے نہیں رکھنے پڑیں گے۔ رات کو عبادت سے چھٹی مل جائے گی اور لوگوں سے ربط و ضبط کا موقع مل جائے گا مگر نفس نے ان چیزوں سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ان میں سے کوئی بات نہیں ہے۔ پھر جب آپ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! ہم کو فریبِ نفس سے محفوظ رکھ، تو اللہ تعالیٰ نے نفس کا فریب ظاہر فرمادیا کہ نفس کا یہ فریب تھا کہ چونکہ آج تک میری کوئی خواہش پوری نہیں ہوئی لہذا میں جہاد میں شریک ہو کر شہید ہو جاؤں اور تمام جھنجھٹوں سے چھٹکارا مل جائے۔ یہ سن کر آپ نے اس دن سے نفس کشی میں اور بھی اضافہ کر دیا (تذکرۃ الاولیاء)

۱۳۷۔ چور کی عبادت کا صلہ

ایک مرتبہ حضرت احمد خضرویہ کے یہاں چور آ گیا لیکن جب خالی ہاتھ جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ رات بھر عبادت کرو اور اس کا جو کچھ صلہ مجھ کو ملے گا وہ میں تمہیں عطا کروں گا۔ چنانچہ وہ رات بھر آپ کے ہمراہ مشغول عبادت رہا اور صبح کو جب کسی دولت مند نے بطور نذرانہ سو دینار بھیجے تو آپ نے اس چور کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو صرف ایک شب کی عبادت کا معاوضہ ہے۔ یہ سن کر چور نے کہا کہ صدیفت میں نے آج تک اس خدا کو فراموش کیے رکھا جس کی ایک رات عبادت کرنے کا یہ صلہ ملتا ہے پھر تو یہ کر کے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا اور بہت بلند مراتب حاصل کیے (تذکرۃ الاولیاء)

۱۳۸۔ فکرِ آخرت

حضرت یحییٰ بن معاذ کا واقعہ ہے کہ ایک دن آپ بازار میں سے گزر رہے تھے کہ ایک جگہ آپ کو لوگوں کا بہت بڑا ہجوم نظر آیا۔ جب فریب پہنچے تو ہجوم کے اندر آپ کو ایک شخص ناز و قطار روتا ہوا نظر آیا آپ نے وہاں پر موجود لوگوں سے دریافت فرمایا کہ یہ شخص کیوں رورہا ہے۔ ہجوم میں ایک بد اخلاق اور مسخری طبیعت کا آدمی بھی موجود تھا اس نے آپ کو طنز یہ بھیجے میں کہا۔ واہ میاں جی! رونے والے شخص سے تو آپ پوچھ نہیں رہے اور لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ اسے کیا ہوا ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ نے فرمایا، میں نے کسی ایک شخص سے یہ سوال نہیں کیا بلکہ ہجوم میں موجود تمام لوگوں سے پوچھا ہے کہ وہ یہاں کس لیے جمع لگائے ہوئے ہیں۔ اگر تمہیں کچھ معلوم نہیں تو یہاں پر کیوں کھڑے ہو؟ اس پر دوسرے شخص نے پھر کہا

ہمیں کچھ معلوم نہیں آپ خود اس سے دریافت کر لیں۔ چنانچہ آپ نے رونے والے شخص سے براہ راست دریافت فرمایا کہ اے شریف انسان! تیری آواز میں یہ دکھ درد اور کرب کیسا ہے، کیا تو ہمیں بتائے گا کہ کیوں رونے جا رہا ہے؟ رونے والا شخص چند لمحوں تک خاموش ہو کر ٹھٹھکی بانڈھے آپ کی طرف دیکھتا رہا اور پھر بولا۔ یحییٰ بن معاذ! تم اس ہجوم میں واحد شخص ہو جو دل کی گہرائیوں سے میرے دل کی کسک سمجھتے ہو۔ بات یہ ہے کہ میں اپنے گھر سے ایک دینار لے کر چلا تھا جس سے مجھے بعض ضروری چیزیں خریدنا تھیں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ دینار کے وزن کا ایک معیار مقرر ہے مگر جب میں نے تمام اشیاء خرید کر وہ دینار دکاندار کو دیا تو اس نے دینار کا وزن کر لیا جو مقررہ وزن سے کم تھا لہذا اس نے مجھے وہ دینار واپس کر دیا اور اپنی چیزیں واپس لے لیں۔ بس اسی بات پر مجھے رونا آنا ہے۔

وہاں پر ہجوم میں شامل تمام لوگ بھی بڑے غور سے اس آدمی کی باتیں سن رہے تھے مگر اس وقت تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب آپ بھی اس شخص کے ساتھ رونے لگے۔ چنانچہ لوگوں نے ایک نہ شدد و شد کا تماشا دیکھا تو وہ فلک شکاف قبضے لگانے لگے۔ ہجوم میں ایک بوڑھا شخص بھی موجود تھا جس نے یحییٰ بن معاذ کی طرف دیکھا تو سمجھتی سے ہجوم کو ڈانٹ دیا اور کہا لوگو! یہ تم پاگلوں کی طرح کیوں منس ہے ہو اپنے ہوش و حواس قابو میں رکھو۔ مگر لوگوں کی طرف سے ہنسی مذاق کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ بوڑھے نے جب لوگوں کو دوبارہ ہنسی سے منع کیا تو ایک شخص تنگ کر بولا۔ ہم کیوں ہنستا بند کریں جب یہ دو آدمی خواہ مخواہ رو رہے ہیں، تو کیا ایسے میں ہمیں ہنسنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔ پھر وہ بوڑھا شخص بولا اگر بات یہ ہے تو میں آپ کے سامنے ان دونوں آدمیوں سے رونے کا سبب معلوم کرتا ہوں۔ چنانچہ عمر رسیدہ شخص نے حضرت یحییٰ بن معاذ سے دریافت کیا کہ حضرت! آخر آپ کے رونے کا سبب کیا ہے اگر دینار کے وزن میں تھوڑی بہت کمی ہو گئی ہے تو اس میں رونے والی کوئی بات ہے؟

اس بزرگ کی بات سن کر یحییٰ بن معاذ نے جواب میں فرمایا۔ اس اجنبی نے ہمیں جو کچھ بتایا ہے اس میں ہمارے لیے عبرت کا سامان ہے۔ بزرگ آدمی نے پھر کہا کہ برائے مہربانی آپ اپنے جواب کی فدا مزید وضاحت کر دیں کیونکہ ہم ابھی تک ٹھیک سے آپ کی بات سمجھ نہیں پائے۔ آپ نے جواب دیا بزرگو! یہ رمز کی باتیں ہیں۔ اگر باتیں اثر کر گئیں تو گویا ہم اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہو جائیں گے۔ بزرگ نے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ اب آپ ہمیں جو کچھ بتائیں گے ہم بے حیثیت ایک راسخ العقیدہ مسلمان اس کو صحیح

معنوں میں دوسروں تک پہنچائیں گے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ نے کہا میں نے اس شخص سے جب رونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ گھر سے سوتے کا جو دینار لے کر چلا تھا بازار میں پہنچتے اس کی قیمت کم ہو گئی اور وہ چل نہ سکا یعنی مطلب یہ ہوا کہ گھر کی بات بازار تک آتے آتے بے اعتبار ہو گئی۔ اس میں سوچتے والی بات یہ ہے کہ ہمارے سارے اعمال اور اس دنیا کی ساری باتیں قیامت کے روز اگر اسی طرح بے اعتبار ہو گئیں تو ہمارا پیر کیا انجام کار ہوگا۔ بس یہی بات سوچ کر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔

یحییٰ بن معاذ کی بات سے مطمئن ہو کر بزرگ نے پھر اس شخص سے رونے کا سبب پوچھا جس کے دینار کا وزن کم ہو گیا تھا۔ اس نے جواب دیا میرے رونے کی وجہ یہی ہے کہ یحییٰ بن معاذ روشن ضمیر انسان ہیں۔ اب بزرگ کی سمجھ میں ساری بات آچکی تھی۔ اس نے لوگوں سے کہا، تم نے ان دنوں کا جواب سن لیا اب ضرورت اس امر کی ہے کہ تم بھی سب مل کر رونا شروع کر دو کیونکہ تم اپنی آخرت سے غافل ہو چکے ہو اب تو جمع پر ایک خوف سا طاری ہو چکا تھا بہت سے لوگوں کی آنکھوں میں نمی آچکی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یحییٰ بن معاذ کی باتوں نے ان پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ اس موقع پر یحییٰ بن معاذ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا، اے خدا کے بندو! یقین جانو تم میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کو جان لے گا اس پر کبھی عذاب نہیں آئے گا اور جو خدا شناسی میں ناکام رہے گا تو سمجھ لو کہ اس پر جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ اب تم ہی بتاؤ لوگو کہ میں اس سے کیونکر غافل ہو جاؤں جو مجھ سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہوتا۔ میں جانتا ہوں کہ جس نے اپنے وجود حقیقی کو پہچان لیا وہ خود درخ کی آگ کے لیے ایک عذاب بن جائے گا لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانتے میں کوتاہی کی، درخ کی آگ اس کا مقدر بن جائے گا۔

کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معاذ کی اس ایمان افروز تقریر نے پورے مجمع کو رلا کر رکھ دیا اور سب کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب بہ نکلا اور اس وقت مجمع میں جتنے بھی لوگ موجود تھے وہ محض آپ کے وعظ کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نیکی کی طرف لوٹ آئے۔

۱۳۹. قرض کی ادائیگی کا ذریعہ

حضرت یحییٰ بن معاذ دوسروں کی مشکلات اور پریشانیوں کو حل کرنے میں اس قدر لچسپی لیتے تھے کہ ان کی وجہ سے کئی کئی دنوں تک آپ خود پریشانیوں میں مبتلا رہتے تھے مگر کبھی حرفِ شکایت زبانی پر نہ لاتے تھے آپ ایک لاکھ درہم کے محض اس لیے مقروض ہو گئے کہ حاجیوں، نمازیوں، فقراء، صوفیاء اور علماء وغیرہ کو دوسروں سے قرض لے کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب قرض دینے والوں نے تقاضا شروع کیا تو آپ کو جمعہ کی شب خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ فرما رہے تھے اے یحییٰ رنجیدہ نہ ہو، تیرے لیے حکم ہے کہ تو ہر شہر میں جا کر وعظ کر اور میں ایک شخص کو حکم دے دوں گا کہ وہ تجھے تین لاکھ درہم دے دے۔ چنانچہ یحییٰ بن معاذ نے سب سے پہلے نیشاپور میں پہنچ کر فرمایا۔ میں خدا کے نبی کے حکم پر شہر و شہر وعظ گوئی کے لیے نکلا ہوں کیونکہ میں ایک لاکھ درہم کا مقروض ہو چکا ہوں اور حضور نے فرمایا ہے کہ ایک شخص تیرا قرض ادا کرے گا۔ یحییٰ بن معاذ کی یہ بات سن کر ایک شخص نے پچاسی ہزار درہم دوسرے نے چالیس ہزار درہم اور تیسرے نے دس ہزار درہم کی پیش کش کی لیکن آپ نے فرمایا کہ مختلف لوگوں سے مجھے قرض کی ادائیگی منظور نہیں کیونکہ مجھے تو حکم یہ ملا ہے کہ صرف ایک شخص میرا قرض ادا کرے گا اس کے بعد آپ نے ایسے متاثر انداز میں وعظ فرمایا کہ مجلس میں موجود سب افراد پر غشی طاری ہو گئی۔

پھر وہاں سے آپ بلخ پہنچے اور تو نگری کے فضائل کچھ اس انداز میں بیان فرمائے کہ ایک ہی شخص نے آپ کو ایک لاکھ درہم کا نذرانہ پیش کر دیا لیکن ایک بزرگ نے فرمایا کہ درویشی کے مقابلہ میں تو نگری کی فضیلت بیان کرنا آپ کی شان کے منافی ہے چنانچہ بلخ سے روانگی کے بعد راستہ میں ڈاکوؤں نے آپ سے ساری رقم چھین لی۔ اس وقت آپ کو خیال آیا کہ یہ حادثہ اسی بزرگ کے قول کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ پھر جب آخر میں یحییٰ بن معاذ ملک ہری پہنچے تو آپ نے وہاں پر بھی اپنا خواب بیان کیا چنانچہ وعظ کے دوران حاکم ہری کی رٹاکی نے بیان کیا کہ اس دن مجھے بھی حضور اکرم نے آپ کے قرض کی ادائیگی کا حکم دیا تھا اور جب میں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو خود وہاں جا کہ ان کا قرض ادا کر دوں تو حضور نے فرمایا کہ وہ خود یہاں آئے گا اب میری آپ سے استدعا ہے کہ صرف چار یوم تک آپ یہاں

و عظ فرمائیں چنانچہ آپ کے مواعظ کا ایسا اثر ہوا کہ چار یوم میں ۱۴۵ افراد آپ کا رخصت ہو گئے پھر جب یحییٰ بن معاذ و ماں سے رخصت ہونے لگے تو اس امیر زادی نے ہزاروں دینار اور ساٹھ اونٹ آپ کے ساتھ کر دیے۔ وطن واپس پہنچ کر آپ نے اپنے بیٹے کو ہدایت کی کہ تمام قرص کی ادائیگی کے بعد جو رقم بچ جائے اس کو فقراء میں تقسیم کر دو کیونکہ میرے لیے خدا کی ذات ہی کافی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۴۰. اللہ کے حضور حضرت یحییٰ بن معاذ کی التجا

آپ اپنی مناجات اس طرح سے شروع کرتے تھے کہ اے اللہ! اگرچہ میں بہت معصیت کا رہوں مگر پھر بھی تم سے مغفرت کی امید رکھتا ہوں کیونکہ میں سزا پا معصیت اور تو مجھ سے عفو ہے۔ اے اللہ تو نے فرعون کے خدائی دعوے پر بھی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو نرمی کا حکم دیا لہذا جب تو انار تکھڑا اوعلیٰ کہنے والے پر کرم فرما سکتا ہے تو جو بندے سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہیں ان پر بھلا تیرے لطف و کرم کا کون اندازہ کر سکتا ہے اے اللہ میری ملکیت ایک کس کے سوا اور کچھ نہیں لیکن اگر یہ بھی کوئی طلب کرے تو میں اسے دینے پر تیار ہوں۔ اے اللہ تیرا ارشاد ہے کہ نیکی کرنے والوں کو ان کی نیکی کی بدولت بہتر صلہ دیا جاتا ہے۔ اور میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں جس سے افضل دنیا میں کوئی نیکی نہیں ہے لہذا اس کے صلہ میں تو مجھے اپنے دیدار سے نواز دے۔ آپ اکثر فرماتے کہ اے اللہ! جس طرح تو کسی سے مشابہ نہیں اسی طرح تیرے امور بھی دوسروں سے غیر مشابہ ہیں اور جب یہ دستور ہو کہ طالب اپنے مطلوب کو راحتیں پہنچاتا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تو اپنے بندوں کو عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اس لیے کہ تجھ سے زیادہ محبوب رکھنے والا بھلا اور کون ہو سکتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے دعا کی کہ اے باری تعالیٰ! چونکہ تو گناہ بخشنے والا ہے اور میں گناہ گار ہوں اس لیے تجھ سے طالب مغفرت ہوں، لہذا میں تیری غفاری اور اپنی کمزوری کی بنا پر ارتکاب معصیت کرتا ہوں اس لیے مجھے اپنی غفاری یا میری کمزوری کے پیش نظر بخش دے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۴۱. پاکیزا رہنے کی باتیں

حضرت یحییٰ بن معاذ ایک پاکیزہ انسان تھے۔ ماشرقی برائیوں اور بے حیائیوں سے آپ

کو سوں دوہر رہتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے اپنے ایک الادت مند کو لکھا کہ میں کافی دنوں سے اس مسئلے پر سوچ بچار کر رہا ہوں کہ مجھے امراء خواتین اور درویشوں کو کس نظر سے دیکھنا چاہیے۔ اپنے خط میں آپ نے مزید لکھا۔ خواتین سے میری مراد عورت ہے، وہ عورت جو مرد کی کمزوری ہے اور مرد اس سے ہمیشہ ایک جیسی امید رکھتا ہے۔ آپ نے مزید لکھا کہ اس دور میں عورت کو شہوت کی نظروں سے اور درویش کو غرور و تکبر کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے لیکن میں نے ایک عرصہ کے غور و غوض کے بعد سوچ کے اس انداز میں تبدیلی کر دی ہے۔ میں امراء کو حسد کی بجائے عبرت و نصیحت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ عورت کو شہوت کی بجائے شفقت کی نظروں سے دیکھتا ہوں۔ بے درویش تو میں انہیں غرور اور تکبر کی بجائے تواضع کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔ یاد رکھو میں نے تجھے جو کچھ بھی لکھا ہے یہ محض نظروں کا ہی ذکر نہیں بلکہ دانش مندی کی تین علامتیں ہیں، صرف ایسے لوگوں کے لیے جن کو اللہ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہو، اور جن میں کچھ جاننے اور سمجھنے کی جستجو ہو۔

۱۴۲۔ صبر کا تعلق ہمت اور شجاعت سے ہے

حضرت ابوالحسن نوری ہمیشہ لوگوں کو تلقین کیا کرتے تھے کہ مصائب کو منسی خوشی برداشت کرنا چاہیے کیونکہ تکالیف اور مصائب بھی اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے ایک انعام ہوتا ہے، ایک مرتبہ کچھ لوگ ایک ضعیف العمر شخص کو زد و کوب کرتے ہوئے قید خانے کی طرف پہنچا رہے تھے اور وہ انتہائی صبر و ضبط کے ساتھ خاموشی سے یہ ظلم و ستم برداشت کرتا جا رہا تھا۔ حضرت نوری نے قید خانے میں جا کر اس شخص سے پوچھا کہ اس قدر نقاہت اور کمزوری کے باوجود اس نے یہ ظلم کیسے برداشت کر لیا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ صبر کا تعلق ہمت اور شجاعت سے ہوتا ہے نہ کہ طاقت اور قوت سے۔ آپ نے اس بوڑھے شخص سے پوچھا کہ اس کے نزدیک مصائب کا کیا مفہوم ہے اس نے جواب دیا کہ مصائب کو اسی طرح خوشی خوشی برداشت کرنا چاہیے جس طرح لوگ مصائب سے نجات حاصل کر کے مسرور ہوتے ہیں۔ حضرت نوری نے اس کے گرائند خیالات کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ آگ کے ساتھ سمندر پار کرنے کے بعد معرفت حاصل ہوتی ہے اور حجب ایسا ہوجاتا ہے تو اول و آخر کا علم ہوجاتا ہے۔

۱۴۳۔ حضرت ابوالحسن نوری کا جذبہ ایشیا

ایک مرتبہ غلام خلیل نے بزرگ دشمنی میں خلیفہ سے یہ شکایت کرتے ہوئے کہا کہ یہاں ایک ایسا گروہ پیدا ہو چکا ہے جو قص و سرود کی محفلیں منعقد کرتا ہے، اشاروں کنایوں میں گفتگو کرتا ہے اور زبان سے ایسے بزرگ کلمات نکالتا ہے جس کی سزا کم از کم موت ہے۔ خلیفہ نے بغیر سوچے سمجھے یہ حکم جاری کر دیا کہ تمام مشائخین کو فوری طور پر قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کرنے کے لیے فوری طور پر کارروائی شروع کر دی گئی۔ جلا سب سے پہلے جب حضرت ارقام کو قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا تو حضرت نوری مسکراتے ہوئے ان کی جگہ جاسیٹھے۔ اس پر لوگوں نے حضرت سے کہا، ابھی تو آپ کا نمبر نہیں آیا، پھر آپ حضرت ارقام کی جگہ پر کیوں آ بیٹھے ہیں؟ حضرت نوری مسکراتے ہوئے فرماتے لگے، میری بنیاد طریقت اور جذبہ ایشیا پر قائم ہے اور میں مسلمانوں کی جان کے بدلے میں اپنی جان دینا زیادہ بہتر تصور کرتا ہوں حالانکہ میرے نزدیک دنیا کا ایک لمحہ محشر کے ہزار سال سے افضل ہے کیونکہ دنیا مقام خدمت ہے اور عقبی مقام قربت ہے لیکن خدمت کے بغیر قربت کا حصول ناممکن ہے۔

حضرت نوری کی زبانی یہ عجیب و غریب کلمات سن کر قاضی سے خلیفہ نے سوال کیا کہ ان کے بارے میں کیا شرعی حکم ہے؟ قاضی نے وہاں پر موجود حضرت شبلی کو دیوانہ تصور کرتے ہوئے سوال کیا کہ بیس دینار پر کتنی زکوٰۃ ہوتی ہے؟ حضرت شبلی نے فرمایا ساڑھے بیس دینار یعنی نصف دینار۔ مزید اس جرم میں ادا کرے کہ اس نے بیس دینار جمع کیوں کیے۔ جس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس چالیس دینار تھے اور انھوں نے سب کے سب زکوٰۃ میں دے دیے تھے۔ پھر قاضی نے حضرت نوری سے سوال کیا جس کا اٹھوں نے برجستہ جواب دے کر قاضی سے سوال کیا کہ اب تم بھی سن لو کہ خدا نے ایسے بندے بھی تخلیق فرمائے ہیں جن کی حیات و ممات اور قیام و کلام سب اسی کے مشابہ سے وابستہ ہیں اور اگر ایک لمحے کے لیے بھی وہ مشابہ سے محروم رہیں تو موت واقع ہو جائے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اسی کے سامنے رہتے ہیں۔ اسی سے کھاتے ہیں اسی سے سنتے ہیں اور اسی سے طلب کرتے ہیں۔ یہ جواب سن کر قاضی نے خلیفہ سے کہا کہ اگر ایسے افراد بھی زندیق ہو سکتے ہیں تو پھر میرا فتویٰ یہ ہے کہ پورے عالم میں کوئی بھی مؤخذ نہیں ہے اور جب خلیفہ نے ان حضرات سے کہا کہ مجھ سے کچھ طلب کیجیے، تو

سب نے یہی جواب دیا، خلیفہ! ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں فراموش کر دیں۔ یہی کہ خلیفہ پر بدقت
لاری ہوگئی اور اس نے سب کو تعظیم و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ (مرآة الاسراء)

۱۴۴۔ حضرت ابوالحسن نوری کی کرامت

حضرت نوری ایک صاحب کرامت بزرگ تھے آپ کے فیض سے ایسی ایسی کرامات رونپیر ہوئی
کہ جن کو عقل والے نہیں صرف اہل دل اور اہل خانہ ہی تسلیم کر سکتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کہیں سفر پر جا
رہے تھے کہ راستے میں آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے گدھے کے پاس بیٹھا رو رہا تھا۔ آپ نے اس
کے قریب جا کر پوچھا، کیوں بھی کیا بات ہے تم یوں رو رہے ہو؟ وہ شخص بولا، حضرت! کیا بتاؤں میں
اپنا مال اسباب لے کر کہیں جا رہا تھا کہ دوران سفر چانک میرا گدھا بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا ہے
اب میں اس تصور سے رو رہا ہوں کہ میں کس طرح یہ مال و اسباب اٹھا کر منزل مقصود تک پہنچوں گا کیونکہ
میری منزل یہاں سے کو سوں دھبے۔ حضرت ابوالحسن نوری نے ایک نظر گدھے پر ڈالی اور پھر گدھے
کو ٹھوکر مار کر فرمانے لگے، کیا یہ تمہارے بیمار ہونے کا وقت ہے؟ چلو اٹھو اور اپنے مالک کا سامان
اس کی منزل تک پہنچاؤ۔ حضرت نوری کا حکم سنتے ہی گدھا ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور وہ مسافر
اپنا مال و اسباب اس پر لا کر منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔

۱۴۵۔ تسلیم و رضا

حضرت ابوالحسن نوری ہر کام خدا کی خوشنودی اور تسلیم و رضا کے لیے کیا کرتے تھے۔ ان کا کہنا
تھا کہ جب خدا خوش ہو جاتا ہے تو خلق خدا خود بخود خوش ہو جاتی ہے لیکن جو شخص بندوں کی رضا اور
خوشنودی کے لیے کوئی نیک کام کرتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی نیکی کو برباد کر دیتا ہے کہتے ہیں
کہ ایک مرتبہ شہر بغداد میں سخت آتش زنی کا واقعہ ہوا جس کے نتیجے میں بیسٹار لوگ جل کر راکھ ہو گئے۔ اتفاق
سے اس آگ میں ایک بہت بڑے رئیس کے کچھ خاص غلام بھی پھنسے ہوئے تھے۔ چونکہ رئیس کو بھی اپنی
بے پناہ دولت کا غرور تھا اور وہ دولت کے بل بوتے پر جائز و ناجائز کام کرنے کا عادی تھا چنانچہ
اس موقع پر بھی اس نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی میرے غلاموں کو اس آگ سے باہر نکالے گا اسے وہ

دو ہزار دینار انعام دے گا۔

حسن اتفاق سے حضرت ابوالحسن نوری بھی اس وقت وہاں سے گزر رہے تھے آپ نے فوراً باواز بلند لہسم اللہ پڑھی اور آگ میں کود کر رئیس کے دونوں غلاموں کو پل بھر میں باہر نکال لائے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ آگ نے آپ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچایا۔ ادھر جب رئیس کو یہ بتلایا گیا کہ آپ نے اس کے غلاموں کو زندہ سلامت آگ سے باہر نکال لیا ہے تو اس نے فوراً آپ کو طلب کیا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو رئیس نے دو ہزار دینار کی تھیلی حضرت نوری کے ہاتھ میں چلتے ہوئے کہا آپ نے ہمارے اعلان کے مطابق ہمارے غلاموں کو بچایا اب ہم اپنے وعدے کے مطابق آپ کو انعام پیش کرنا چاہتے ہیں۔ رئیس کی بات سن کر آپ سخت برہم ہوئے اور فرماتے لگے امیر شخص امیر انعام تو مجھے اللہ کی طرف سے مل گیا کہ اس نے میرے وسیلے سے دو آدمیوں کو نئی زندگی دے دی۔ لیکن اگر تم جیسے رئیس چند ہزار دیناروں کے بدلے میں انسانوں کی زندگیاں بچانے پر قادر ہوتے تو کبھی کوئی شخص نہ مترا۔ رئیس آپ کی بات سن کر اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اپنا سارا مال و اسباب اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا اور ہمیشہ کے لیے آپ کے ارادتمندوں میں شامل ہو گیا۔

۱۴۶۔ چاہت کا جواب چاہت

حضرت ابوالحسن نوری کا واقعہ ہے کہ جب آپ بزرگی کی انتہا کو پہنچ گئے تو ذرا دور سے لوگ آپ کے دیدار کے لیے حاضری دینے لگے۔ اسی زمانہ میں اصفہان میں رہنے والے ایک نوجوان کے دل میں آپ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا اور وہ دن رات آپ کا دیدار کرنے کے لیے تدبیر سوچنے لگا مگر اسی دوران اصفہان کے شاہ کو بھی اس نوجوان کے ارادے کا علم ہو گیا۔ وہ کسی طور پر یہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ نوجوان حضرت ابوالحسن نوری سے ملاقات کے لیے جائے۔ چنانچہ اس نے نوجوان کو اس کے عزم اور ارادے سے باز رکھنے کے لیے طرح طرح کے لالچ دیے کہ اگر تم اس سے نہ ملنے باؤ تو میں تمہیں ایک محل کے علاوہ ایک ہزار دینار اور ایک کنیز دوں گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ تم اور بھی جس چیز کی طلب کرو گے تمہیں مل جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ تم ابوالحسن نوری کے پاس جانے کا ارادہ ترک کر دو لیکن وہ نوجوان بھی حضرت نوری سے ملنے کا پختہ عزم کیے ہوئے تھا۔ اس نے شاہ کی جانب سے پیش کردہ

تمام آسائشوں کو ٹھکرا دیا اور شوق دیدار میں ننگے پاؤں ہی آپ کے دیدار کے لیے چل پڑا۔ دوسری جانب حضرت ابوالحسن نوری کو بھی غیب سے یہ اشارہ ہو گیا کہ ان کا کوئی چاہنے والا بڑی دور سے دیوانہ وار چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اہل و عیال کو ہدایت کی کہ ایک میل تک زمین کو صاف و شفاف کر دیا جائے کیونکہ ہم اپنے عاشق کو پورے اعزاز کے ساتھ خوش آمدید کہنا چاہتے ہیں اور جب دو نوجوان حاضر خدمت ہو تو حضرت ابوالحسن نوری نے اس کے سامنے بادشاہ کے ارادے اور اس کے عزم کا پورا قصہ بیان کر دیا۔ جس کو سن کر نوجوان حیرت زدہ رہ گیا۔ پھر آپ نے اس نوجوان سمیت تمام مریدوں کو جمع کر کے فرمایا۔ مرید کی شان یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے سارے جہان کی نعمتیں بھی پیش کر دی جائیں تو وہ ان پر نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

۱۴۷۔ بلند آواز سے ذکر الہی

حضرت ابوالحسن نوری عبادت و ریاضت کے ابتدائی دنوں میں انتہائی بلند آواز میں خدا کا ورد کیا کرتے تھے۔ ایک روز کچھ لوگ حضرت جنید کے پاس آئے اور انھوں نے فرمایا کہ گزشتہ تین روز سے مسلسل حضرت نوری ایک پتھر پر بیٹھ کر باوانہ بلند اللہ تعالیٰ کا ورد کر رہے ہیں۔ انھوں اور کسی چیز کا ہوش نہیں حتیٰ کہ انھوں نے کھانے سے بھی منہ موڑ رکھا ہے مگر نماز اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ اس بھوک پیاس کی حالت میں مسلسل باوانہ بلند ورد الہی کرتے سے کہیں ان کو نقصان نہ پہنچے لہذا آپ وہاں تشریف لے جا کر انھیں کچھ ہدایت فرمائیں۔ وہاں پر موجود ایک اور اراکمن نے کہا کہ حضرت! یہ تو فتائیت کی دلیل نہیں بلکہ ہوشیاری کی علامت ہے کیونکہ فانی کو کسی طور بھی نماز کا ہوش نہیں رہتا۔ ان لوگوں کی باتیں سن کر حضرت جنید نے فرمایا۔ لوگو! بات وہ نہیں ہے جو تم تمام سمجھ رہے ہو بلکہ اس وقت نوری پر وہد کی کیفیت طاری ہے اور جو صاحب وجد ہوتا ہے خدا ان کی حفاظت کرتا ہے۔

اس کے بعد حضرت جنید اس مقام پر پہنچے جہاں حضرت نوری ایک پتھر پر بیٹھے زور شور سے اللہ کا ورد کر رہے تھے آپ نے حضرت نوری سے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا پسند ہے تو پھر آپ شور و غوغا کیوں کرتے ہیں؟ یہ سن کر ابوالحسن نوری نے شور بلند کرتے ہوئے کہا، اے جنید! آپ میرے بہترین

۱۴۸۔ حضرت ابو عثمان حیري کی شانِ فقر

ایک مرتبہ جب شاہ شجاع نیشاپور جا رہے تھے تو ابو عثمان بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ نیشاپور کے محلہ حیري میں ابو حفص حداد قیام پذیر تھے جو پیشہ کے اعتبار سے لوہار تھے اسی لیے ان کے نام کے ساتھ حداد لگا ہوا تھا جس کے معنی لوہار ہیں۔ ابو حفص نے شاہ شجاع کے ہمراہ جب ایک اجنبی کو دیکھا تو دریا فرمایا کہ یہ کون ہے؟ شاہ شجاع نے جواب دیا، ان کا نام ابو عثمان ہے ان کا تعلق مرو کے ایک نواب خاندان سے ہے۔ اگرچہ انھیں ہر طرح کی دنیاوی آسائش میسر ہے مگر یہ روحانی سکون کی تلاش میں میرے پاس آئے ہیں۔ شاہ شجاع کی بات سن کر ابو حفص نے نواب زادہ کو تیکھی نظروں سے دیکھا اور پھر شاہ شجاع صاحب سے کہنے لگے کہ اگر آپ مناسب فرمائیں تو نواب زادہ کو کچھ دنوں کے لیے میرے پاس چھوڑ جائیں کیونکہ مجھے ان میں ایک مکمل یا عمل درویش نظر آتا ہے پھر وہ خود ہی نواب زادہ سے پوچھنے لگے، اے سعید! کیا آپ میرے پاس رہنا پسند کریں گے؟ نواب زادہ نے فوراً اثبات میں جواب دیا۔ اس پر ابو حفص کہنے لگے، یہ میرے پاس آپ کے ذریعے آئے ہیں اس لیے آپ کا نام ان سے ہمیشہ منسوب رہے گا۔ نواب زادہ نے ابو حفص سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں شاہ شجاع کی خدمت بھی کر لیا کروں۔ ابو حفص نے اس کی اجازت دے دی۔

چنانچہ شاہ شجاع تو چند روز بعد واپس آگئے اور نواب زادہ ابو حفص کے پاس ہی رہ گئے۔ اب آپ کا واسطہ ابو حفص حداد سے تھا۔ انھوں نے نواب زادہ سے پوچھا کہ تمہاری بیوی بچے کہاں ہیں؟ نواب زادہ نے جواب دیا کہ میری بیوی اور بچی دونوں مرو میں رہتی ہیں اور والدین بھی وہیں پر مقیم ہیں۔ پھر ابو حفص حداد کہنے لگے، ایک بار پھر سوچ لو سعید! اگر تم میرے ساتھ نیشاپور میں رہو گے تو تمہیں بے پناہ مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ بہت بڑی آزمائش ہوگی، کیا تم اس پر پورا اتر سکو گے؟ نواب زادہ نے جواب دیا کہ میں ہر کٹھن اور پریشانی کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوں، اگر میرے والدین اور بیوی میری راہ میں حائل ہونے کی کوشش کریں گے تو میں انھیں بھی چھوڑ دوں گا۔

”نہیں ایسا ہرگز نہ کرنا۔“ ابو حفص حداد نے نواب زادہ کو ٹوک دیا۔ ”سعید! شاید تم یہ نہیں جانتے

کہ حقوق العباد سے کوتاہی کرنے والے کبھی بھی درویشی کی راہ کو نہیں پاسکتے۔

ابو حفص کی نصیحت سن کر نواب زادہ صاحب فوراً گھر واپس آئے۔ آپ کی بیوی خامی پریشان تھی۔ لیکن والدین اس کے لیے رضا مند ہو چکے تھے کیونکہ انھیں جس بات کا خدشہ تھا بالکل ویسا ہی ہو چکا تھا اور انھیں معلوم تھا کہ ان کا بیٹا اب درویشی کی راہ سے واپس نہیں لوٹ سکتا۔ مگر آپ کی بیوی نے روتے ہوئے کہا میرے مالک! اب آپ میرے ساتھ ہی رہیں اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو آپ اپنے حقوق سے غفلت کے مرتکب ہوں گے جو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ جب کہ آپ درویشی کی راہ پر اللہ کی تسلیم و رضا کے لیے چل رہے ہیں۔ نواب زادہ نے بیوی سے کہا اگر ایسا ہی ہے تو تو بھی میرے ساتھ نیشاپور چل۔ جس زندگی کی تُو بات کرتی ہے اس میں سوائے شرمندگی اور ندامت کے کچھ نہیں ہے لیکن اس زندگی سے نجات کا اور فلاح کا راستہ نہیں ملتا۔ اگر تو میرے ساتھ یہ ساری تکالیف برداشت کر سکتی ہے تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کو تیار ہوں۔

آپ کی بیوی نے چند لمحے موجودہ آسائشوں اور درویشی کی راہ میں آنے والی دشواریوں اور آزمائشوں کا موازنہ کیا اور پھر انتہائی نچتر ارادے کے ساتھ نواب زادہ سے بولی کہ وہ ان کے ساتھ ہی جائے گی۔ نواب زادہ بیوی کے اس فیصلے سے بہت مسرور ہوئے۔ پھر انھوں نے والدین کو بھی اپنی بیوی کے ارادے سے مطلع کر دیا۔ ماں تو یہ سن کر خامی پریشان ہوئی مگر باپ انھیں سمجھاتے ہوئے کہنے لگا کہ شریف عورت! رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے تو بہت پہلے اندازہ لگایا تھا کہ میرا بیٹا جن راہوں پر چل نکلا ہے وہ خدا شناسی کی طرف جاتی ہیں جب عارفوں کی تاریخ مرتب ہوگی تو اس میں میرے بیٹے کا ذکر بھی ہوگا اور عین ممکن ہے کہ ہمارا یہ درویش منش بیٹا قیامت کے روز ہمارے بچا کا سبب بن جائے۔ یہ سن کر نواب زادہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے مگر ان کے ارادے میں کوئی لغزش نہ آئی۔ اسی وقت آپ اپنی بیوی اور بچی کے ہمراہ نیشاپور روانہ ہو گئے۔ ابو حفص حلالانہ طور پر نیشاپور میں ہی رہنے کے لیے ایک مکان ہبیا کر دیا۔ نواب زادہ صاحب بھی اپنے مرشد ابو حفص حلالانہ کے ساتھ لوہے کا کام کرنے لگے۔ اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹا عطا کیا۔ ابو حفص نے نواب زادہ سعید کے اس بیٹے کا نام عثمان تجویز کیا اور اسی نسبت سے نواب زادہ سعید "ابو عثمان" کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ کے مرشد ابو حفص نے ایک روز فرمایا، میں بھی کتنا خوش نصیب ہوں کہ جس کو میں نے عبا میں تلاش کیا اس کو میں نے اپنی قبا میں موجود پایا۔ ابو حفص کا یہ اشارہ شاہ شجاع کریمانی اور ابو عثمان کی طرف تھا کہ جنھوں نے بادشاہی کو ٹھکرا کر گداگی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ حضرت ابو عثمان ایک روز اپنے وقت کے عظیم جید اور عالم یعنی بن معاذ کے پاس چلے گئے۔ یعنی بن معاذ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اب تک وہ کیوں ان سے دور ہے۔ ابو عثمان نے جواب دیا کہ اعلیٰ حضرت! میں تو آپ کے پاس آنے کے لیے کافی عرصہ سے بیتاب تھا مگر بعض طاقتیں مجھے آپ کے قریب آنے سے روک رہی تھیں، لیکن اب غیبی طاقت نے میری مدد اور رہنمائی کی ہے جس کے باعث میں آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ اس پر یہی ابن معاذ فرماتے لگے۔ ابو عثمان! تم جیسی شان رکھنے والے فقیر اس دنیا میں بہت کم پیدا ہوں گے آپ نے کچھ عرصہ تک یعنی بن معاذ کے ہاں قیام کیا اور پھر واپس ابو حفص کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

۱۴۹۔ امانت کی واپسی

ایک مرتبہ نیشاپور کا ایک تاجر کہیں سے آیا اور خاموشی سے آپ کی مجلس میں بیٹھ کر آپ کا وعظ سننے لگا۔ جب آپ نے وعظ ختم کیا تو اسے اپنے قریب بلا کر آمد کا مقصد دریافت کیا۔ تاجر نے کہا کہ وہ تنہائی میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جب تمام مرید باہر چلے گئے تو تاجر کہنے لگا، کہ حضرت! شہر اصفہان سے ایک بیوپاری آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کچھ مال ادھا رہا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ آئندہ سال وہ اس مال کی ادائیگی کرے گا مگر ایک سال گزرنے کے باوجود وہ ادائیگی پر آمادہ نظر نہیں آتا۔ اب مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ہرات میں آکر ٹھہرا ہوا ہے مگر نیشاپور نہیں آنا چاہتا تاکہ کہیں میں اس سے رقم کا مطالبہ نہ کر بیٹھوں۔ پھر تاجر نے کہا حضور! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں فوری طور پر ہرات پہنچنا چاہتا ہوں مگر ایک مجبوری میری راہ میں مائل ہے اگر آپ میری مدد فرمائیں تو میں تاجرتا آپ کا احسان مند رہوں گا۔ ابو عثمان حیرت نے دریافت فرمایا کہ تمھاری کیا مجبوری ہے؟ وہ تاجر جھجکتے ہوئے کہنے لگا، کچھ عرصہ پہلے مجھے ایک کینیز پستانا تھی جسے میں نے خرید لیا تھا۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس کینیز کو تنہا گھر میں رکھتا ہوں تب بھی خطرہ دبیش رہتا ہے اور اگر اسے سفر پر ہمراہ لے جانے کا سوچتا ہوں تو اس صورت میں بھی مشکلات نظر آتی ہیں۔ اگر آپ اس کینیز کو اپنے پاس

بطور امانت رکھیں تو میں واپسی پر اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ ابو عثمان نے پوچھا کہ تمہاری واپسی کا امکان کب تک ہے؟ تاجر نے بتایا کہ وہ زیادہ سے زیادہ تین ماہ تک واپس لوٹ آئے گا۔

ابو عثمان تاجر کی بات سن کر چند لمحے سوچتے رہے اور پھر تاجر سے کہنے لگے۔ اس کنیز کو میرے بیوی بچوں کے پاس چھوڑ دے اور اسے اس بات کی سختی سے تاکید کر دے کہ وہ میرے حجرے کی جانب ہرگز نہ آئے۔ اب تو تاجر کی خوشی کی کون انتہا نہ رہی۔ اس نے فوری طور پر کنیز کو ابو عثمان کے بیوی بچوں کے پاس چھوڑا اور خود ہرات روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر جب اسے پتہ چلا کہ مذکورہ تاجروں سے غزنی جا چکا ہے تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے غزنی روانہ ہو گیا۔

ادھر ابو عثمان حیرت اس کوشش میں تھے کہ کسی بھی طور ان کی نگاہ اس کنیز پر نہ پڑے اس لیے وہ گھر میں بہت کم آنے لگے تھے۔ دوسری جانب آپ کی بیوی عورت ہونے کے باوجود کنیز کی خوبصورتی سے بہت متاثر تھی۔ وہ اکثر دل میں سوچتی کہ ایسی کنیز کو تو کسی محل میں ملکہ بن کر رہنا چاہیے تھا۔ ایک روز ابو عثمان حیرت کی بیوی نے ان سے کہا کہ آپ ذرا غور سے اس کنیز کو دیکھیں۔ اس کی خوبصورتی دیکھ کر آپ بھی حیرت زدہ رہ جائیں گے۔ مگر یہ کیونکر ممکن ہے؟ ابو عثمان نے کہا: اس میں مشکل والی کونسی بات ہے۔ کنیز گھر میں موجود ہے آپ جب چاہیں اسے دیکھ سکتے ہیں۔ آپ کی بیوی نے ایک طرح سے آپ کو آزمائش میں ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے لاشعوری طور پر آپ کا دھیان اس کنیز کی طرف منتقل ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اچانک ایک روز جب ابو عثمان حیرت نے کنیز کو اپنے حجرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے مگر کنیز آپ کو دیکھ کر ذرا برابر پریشان نہ ہوئی اور بڑے اعتماد سے کہنے لگی، کیا آپ ہی ابو عثمان ہیں؟

میں تو ابو عثمان ہی ہوں مگر تم یہاں پھرے میں کس لیے آئی ہو؟ ابو عثمان نے پوچھا۔ اس پر کنیز کہنے لگی، میں یہاں آپ سے یہ دریافت کرنے آئی ہوں کہ وہ تاجر جو مجھے آپ کے پاس بطور امانت رکھ کر گیا ہے کب تک واپس لوٹ آئے گا۔ آپ نے جواب دیا کہ اس نے دو تین ماہ بعد آنے کے لیے کہا تھا۔ مقررہ مدت تو یقیناً گزر چکی ہے بہر حال امید ہے کہ وہ جلد ہی واپس لوٹ آئے گا۔

”وہ تو درست ہے بزرگوار مگر میں کیا کروں۔ میرا تو یہاں پر دم گھٹنے لگا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ

میں کسی سے بات بھی نہیں کر سکتی۔ آخر مجھے کس جرم کی یہ سزا مل رہی ہے، کنیز کے انداز میں ایک قسم کا شکوہ تھا۔ ابو عثمان معلوم نہیں اس کا کیا جواب دیتا چاہتے تھے مگر غیر ارادی طور پر انہوں نے کنیز سے کہہ دیا کہ جب کبھی طبیعت مضطرب ہو تو یہاں چلی آیا کرو۔ میں تمہارا مسئلہ سن لیا کروں گا۔ ادھر خلاف توقع کنیز نے جب یہ الفاظ سنے تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس نے مسکراتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کیا اور اگلے روز آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ مگر اس کے جلتے ہی ابو عثمان حیرت کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اسے کہنے لگے کہ یہ میں نے کیا کر دیا۔ کنیز تو ایک طرح سے میرے ایمان کا سودا کر کے چلی گئی ہے۔ پھر اسی روز جس وقت آپ عشاء کی نماز پڑھنے کا ایلادہ کر رہے تھے تو آپ کو اس مرتعا کنیز کا خیال آ گیا جس سے دل و دماغ پر ایک عجیب قسم کا سرد چھا گیا۔ الغرض یہ کہ کنیز کے تصور نے ان کی پرسکون زندگی میں اس قدر خلل ڈال دیا کہ آپ فوراً اپنے پیرومرشد ابو حفص سدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں سارا ماجرا بتا کر کہنے لگے کہ کنیز نے انہیں آزمائش کی بھٹی میں ڈال دیا ہے۔ آپ کے پیرومرشد نے پورا واقعہ سننے کے بعد کہا کہ اب میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں، تجھ سے کس نے کہا تھا کہ اس زہر شکن کنیز کو اپنے گھر میں پناہ دے؟

اب تو ابو عثمان حیرت بچوں کی طرح رونے لگے اس قدر آنسو بہائے کہ آپ کی واڑھی بھیگ گئی اپنے مرشد سے کہنے لگے کہ اگر وہ حسینہ چند روز مزید ان کے ہاں رہی تو وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ ابو حفص حلاہ کہنے لگے، ابو عثمان! میں اس سلسلے میں تمہاری رہنمائی نہیں کر سکتا۔ تم نے شہر میں چلے جاؤ، وہاں یوسف بن حسین مقیم ہیں وہی تمہارے اس مسئلے کا حل بتا سکتے ہیں۔ ابو عثمان نے کہا پیرومرشد! سے تو نیشاپور سے بہت زیادہ دور ہے۔ ابو حفص حلاہ نے دو ٹوک لہجے میں کہا کہ کچھ بھی جواب تو تمہیں وہاں جانا ہی پڑے گا۔ ابو عثمان کسی نہ کسی طور سے شہر پہنچ گئے اور لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی یوسف بن حسین رہتے ہیں؟

لوگ آپ کے اس سوال پر بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ یوسف بن حسین ایسے زندیق کے پاس کیا لیتے جائیں گے اس کو تو پورے شہر نے چھوڑ رکھا ہے۔ وہاں پر موجود ایک شخص نے کہا جناب! آپ تو خود شکل سے بزرگ حلوم ہوتے ہیں۔ مگر جب ابو عثمان حیرت، یوسف بن حسین سے ملنے پر بضد رہے تو ایک شخص آپ کو یوسف بن حسین کے گھر تک پہنچانے کے لیے آپ کے ساتھ ہوا۔ آپ کو

ساتھ لے جانے والے شخص نے آپ کو ایک دکان میں کھڑا کیا اور آپ کو خاموشی سے ایک کھڑکی کے راستے دکان کے اندر دیکھنے کا اشارہ کیا۔ ابو عثمان نے دیکھا کہ اندر ایک شخص ایک خوبصورت لڑکے کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اور پاس ہی شراب کی مراچی رکھی ہوئی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابو عثمان نے کھڑکی سے نگاہیں مٹا لیں اور دل میں سوچنے لگے کہ یہ شخص بھلا میری کیا رہنمائی کریگا۔ آپ کو ساتھ لانے والے شخص نے کہا اب فرمائیے ایسے شخص سے آپ کیا حاصل کر سکتے ہیں، ابو عثمان نے کہا میں نے سب کچھ دیکھ لیا ہے میں ابھی نیشاپور واپس لوٹ جاؤں گا۔

نیشاپور واپس آ کر ابو عثمان حیرت نے جب یہ واقعہ ابو حفص حلالہ کو سنایا تو وہ سخت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ اے کے لگوں نے تمہیں درغلا یا ہے اور ایک سچے خلد سیدہ شخص سے تمہیں ملتے نہیں دیا گیا۔ جب میں نے تمہیں خود کہا تھا کہ تمہارے مرض کا علاج یوسف بن حسین کے پاس ہے تو پھر تو نے میری بات کیوں نہ مانی۔ بہر کیف بہتر یہی ہے کہ دوبارہ رے جاؤ اور یوسف بن حسین سے ملو۔ ابو عثمان حیرت واپس لے جانے ہی والے تھے کہ گھر سے ایک مرید نے آ کر عرض کیا کہ حضرت! گھر والے بہت پریشان ہیں آپ فوراً گھر تشریف لے چلیں۔ آپ نے مرید سے کہا میں دوبارہ رے جا رہا ہوں، تم میرے گھر والوں کو اطلاع دے دینا۔ مرید نے دوبارہ موقع پا کر دھیرے سے آپ کے کان میں کہا کہ وہ رشک جو رکیز آپ کو بچا دیا کرتی ہے، مرید کی بات سن کر آپ کو احساس ہوا کہ جیسے شیطان ایک بار پھر آپ کو درغلا رہا ہے۔ آپ نے لاجول ولاقوہ پڑھی اور دوبارہ نیشاپور سے روانہ ہو گئے۔

رے میں قیام کے دوران پھر اسی شخص سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔ اس نے بھی آپ کو پہچان لیا۔ اور انتہائی خوشی کے عالم میں بولا۔ آپ پھر آگئے؛ آپ نے جواب دیا ہاں! میں یوسف بن حسین سے لازمی طور پر ملنا چاہتا ہوں۔ وہ شخص افسوس کے عالم میں کہنے لگا آپ پھر اس نذدیق سے ملنے آگئے ہیں کاش آپ میں عقل ہوتی اور میں آپ کو سمجھا سکتا۔ بہر طور اس شخص نے آپ کو یوسف بن حسین کے پاس بھیج دیا آپ کو دیکھتے ہی یوسف بن حسین بولے، ابو عثمان! تجس بہت بڑی چیز ہے، تم نے کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر دکان کے ماحول کا جائزہ لیا تھا اور مجھ سے کوئی بات کہے بغیر واپس لوٹ گئے تھے۔ یہ سن کر ابو عثمان حیرت سے نام ہوئے۔ یوسف بن حسین نے پوچھا، میرا دوست ابو حفص حلالہ کیسا ہے؛ آپ نے جواب دیا۔ وہ بالکل ٹھیک ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں۔ پھر وہ ابو عثمان سے کہنے

لگے کہ اب اپنی آمد کا سبب بتاؤ۔ آپ نے فرمایا جو شخص تعارف کے بغیر ہی میرا نام پکلسے اور میرے پیرو مرشد ابو حفص خداد کے بارے میں بتائے اسے میں زبان سے کیا عرض کروں۔ اس وقت بھی وہ نوجوان لڑکا یوسف بن حسین کے پاس بیٹھا تھا۔ قریب ہی صراحی بھی رکھی تھی۔ اس نے صراحی کو انڈیا اور رنگین پانی کو حلق سے اتار لیا۔ ابو عثمان کو کراہت ہوئی لیکن منہ سے کچھ نہ بولے۔

اسی دوران یوسف بن حسین کہنے لگے وہ تاجر بھی واپس نہیں آیا۔ تم تو بصورت کینز کو اپنے پاس کب تک رکھو گے۔ اب تو ابو عثمان کا پیمانہ صبر سے لبریز ہو گیا۔ وہ یوسف بن حسین سے کہنے لگے حضرت! ایک طرف تو آپ اتنے روشن ضمیر ہیں اور دوسری طرف یہ بُری عادتیں، میں کچھ سمجھا نہیں۔، یوسف بن حسین نے پوچھا کہ یہ آپ نے کیا کہہ دیا ہے؟ کیسی بُری عادتیں؟ ابو عثمان نے لڑکے اور پھر صراحی کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر یوسف بن حسین کہنے لگے یہ میرا بیٹا ہے اس کی ماں کا انتقال ہو چکا ہے اس لیے اسے میں ہر وقت اپنی نظروں کے سامنے رکھتا ہوں اور خود ہی اسے پڑھاتا ہوں۔ یہی یہ صراحی تو اس کو میں بھٹی سے نکال کر لایا ہوں اور اسے پاک صاف کر کے اپنے کام میں لاتا ہوں۔ اب تم پوچھو گے کہ صراحی کے اندر کیا ہے تو وہ کوئی ناپاک چیز نہیں بلکہ رنگ دار میٹھا شربت ہے۔ ان کی حقیقت حال جان کر ابو عثمان حیرت زدہ رہ گئے اور اپنی سوچ پر سخت نادم ہوئے پھر یوسف ابن حسین نے مسکراتے ہوئے ابو عثمان سے کہا کہ وہ نیشاپور واپس چلے جائیں کیونکہ جس مقصد کے لیے آپ دوبارہ یہاں آئے ہیں وہ پورا ہو چکا ہے۔

ابو عثمان نے پوچھا، مگر وہ کس طرح؟ اس پر یوسف بن حسین بولے کہ آپ نے پہلی بار یہاں تک آنے میں تیس دن برباد کیے پھر واپس گئے اور دوبارہ آ گئے۔ اب پھر آپ واپس جائیں گے تو ذرا خود ہی حساب لگا کر بتائیں کہ کتنے دن ہوئے؟ ابو عثمان نے حساب لگا کر بتایا کہ حضرت! یہ تو پورے تیس دن ہوئے۔ پس یہ کسوف اور خسوف نوے دن کا تھا اور ان نوے دنوں کو سفر میں نکال دیا گیا۔ اب آپ نیشاپور واپس لوٹ جائیں اور آئندہ خود کو آزمائش کی بھٹی سے دور رکھیں۔

یوسف بن حسین کی ہدایت پر ابو عثمان واپس نیشاپور چلے آئے اور ابو حفص کو سارا واقعہ سنا دیا ابو حفص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ کہنے لگے۔ ہاں عثمان! کسوف اور خسوف کے نوے دن تو کسی نہ کسی طرح گزارنے ہی تھے لہذا اب تم گھر جاؤ۔ ابو عثمان جب گھر پہنچے تو بیوی نے بتایا کہ تاجر

آیا تھا وہ اپنی کینز کو واپس لے گیا ہے۔

۱۵۰۔ حضرت عثمان حیرتی کی دعا کا اثر

ایک روز آپ نے ایک شرابی کو دیکھا جو نشے کی حالت میں بدست اپنی ہی دھن میں کہیں چلا جا رہا تھا مگر اس نے جب آپ کو دیکھا تو نشے کی حالت میں بھی پہچان گیا اور مارے شرم کے اپنا سر نیچے کی طرف بھکا لیا۔ ابو عثمان کو اس شرابی کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ انھوں نے شرابی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، تو کہاں دھکے کھانا پھرے گا اس لیے بہتر ہے کہ میرے ساتھ چل۔ چنانچہ ابو عثمان نے اس شرابی کو اپنے ہمراہ لیا اور گھر لے آئے۔ اپنے ہاتھوں سے تہلا دھلا کر اسے خرقہ پہنا دیا اور پھر اس کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! جو کام میرے اختیار میں تھا وہ تو میں نے کر لیا اب وہ کام جو تیرے اختیار میں ہے اسے تو انجام دے۔ ابھی آپ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ شرابی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا نشہ ہرن ہو چکا ہو اور ایک اثر انگیز روشنی سے اس کے دل و دماغ روشن ہو گئے ہوں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اب کسی ادبی بلند مقام پر فائز ہو چکا ہو۔ آپ کو اپنی دعا کے اس فوری شرف قبولیت پر خود بھی بہت حیرت اور مسرت ہوئی۔ حسن اتفاق سے اس وقت آپ کے ہنم بزرگ صوفی ابو عثمان مغربی بھی وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے جب آپ کے سامنے ایک شرابی کو کھڑے پایا تو وہ کانپ اٹھے اور ابو عثمان سے دریافت کیا کہ یہ کون سے بزرگ ہیں کیونکہ ان کی روحانی طاقت کے سامنے میں خود کو انتہائی بے بس محسوس کر رہا ہوں۔

ابو عثمان نے جواب دیا کہ جو شخص آپ کو بظاہر بزرگ نظر آ رہا ہے۔ چند لمحے پہلے یہ محض ایک شرابی اور بھٹکا ہوا انسان تھا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے انھیں پوری تفصیل بتادی۔ سارا واقعہ سن کر ابو عثمان مغربی بے اختیار پکار اٹھے، اے ابو عثمان حیرتی! آپ کی زبانی سارا واقعہ سن کر میں رشک اور حسد کی آگ میں جلنے لگا ہوں۔ یہ شرابی چند لمحوں میں جس رتبہ کمال پر پہنچ گیا ہے میں پوری زندگی میں سخت عبادتوں اور ریاضتوں کے باوجود اس مقام کو حاصل نہ کر سکا۔ ابو عثمان نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اس عمل پر تو میں بھی حیرت زدہ رہ گیا ہوں لیکن اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انحصار محض عمل پر نہیں ہوتا بلکہ یہ فیضانِ نظر اور قلبی کیفیات کا کرشمہ بھی ہے۔

۱۵۱۔ حضرت ابوہریرہؓ کا فقر اور امارت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ شیخ ابوہریرہؓ زجاجؓ ایک صوفی بغداد آئے اور شیخ جنید بغدادی کے پاس قیام کیا۔ ابوہریرہؓ زجاجؓ کا ارادہ تھا کہ وہ ابو محمد رویم سے ملاقات کریں لیکن وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ رویم سے جنید بغدادی کی اجازت کے بغیر ملاقات کریں۔ انھوں نے خاصا وقت جنید کے پاس گزار دیا لیکن اجازت نہیں حاصل کر سکے۔ کچھ دنوں بعد ابوہریرہؓ زجاجؓ کو صاف محسوس ہونے لگا کہ جنید خود بھی ایسی صورت پیدا کر دیتے ہیں کہ ابوہریرہؓ اس سلسلے میں کوئی بات نہ کر سکیں۔ جنید ایسا کیوں چاہتے ہیں اسے کچھ پتہ نہ تھا۔ ایک دن دوپہر کے کھانے کے بعد جنید نے قلمیے کا ارادہ کیا اس وقت وہاں اور کوئی نہ تھا۔ شیخ زجاجؓ نے آگے بڑھ کے اپنی زبان کھولی اور کہا بابا جنید! میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ جنید نے بات ٹال دی اور کہا میں جانتا ہوں، کچھ دن صبر کر۔ پھر اس موضوع پر بھی بات ہو جائے گی۔ زجاجؓ اس وقت توجپ ہو گئے لیکن دوسرے ہی دن پھر وہی سوال کر دیا۔ پہلے حضرت میں آپ سے جس قسم کی بات کرنا چاہتا ہوں کیا آپ جانتے ہیں؟ جنید نے جواب دیا کہ تو نے کل یا پرسوں بھی اسی موضوع پر بات کرنا چاہی تھی لیکن نہیں کر سکا تھا۔ میرے پاس پھر وہی جواب ہے کہ فی الحال صبر کر اور پریشانی میں مبتلا نہ ہو اور نہ ہمیں پریشان کر۔ زجاجؓ پھر خاموش ہو گئے لیکن چند گھنٹوں کے اندر زجاجؓ نے عرض کیا۔ حضرت! میں حیران ہوں آپ مجھے پوری بات کیوں نہیں کرنے دیتے؟ جنید نے پوچھا سبحان اللہ! میں نے تم کو یا کسی اور کو کہیں آنے جلنے سے کب روکا ہے؟ زجاجؓ نے عرض کیا۔ حضرت! میں ابو محمد رویم سے ملنا چاہتا ہوں لیکن صرف اس خیال سے نہیں جاتا کہ آپ کہیں میری اس حکمت سے ناراض نہ ہو جائیں۔ کیونکہ یہاں کے لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے ابو محمد رویم سے ملاقات کو پسند نہیں کیا۔ جنید نے پوچھا میں کیا پسند نہیں کرتا؟ زجاجؓ نے جواب دیا کہ کوئی ابو محمد رویم سے ملاقات کرے اور بالخصوص وہ لوگ جو آپ کے پاس آتے جاتے ہیں۔ جنید نے سکوت اختیار کیا، کوئی جواب نہیں دیا، زجاجؓ چند دنوں کے لیے خاموش ہو گئے۔ انھوں نے کئی بار اجازت لینے کے لیے زبان کھولی مگر صبر ہو ہو گئے۔ اس کا واحد سبب یہ تھا کہ وہ جانتے تھے کہ اجازت پھر بھی نہیں ملے گی۔

ایک دن زجاج بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک صوفی سے ملاقات ہو گئی اس نے ان سے پوچھا ابو عمرو کیا ابو محمد رویم سے ملاقات کر لی؟ زجاج نے جواب دیا نہیں ابھی تک میں وہاں نہیں جا سکا۔ صوفی نے کہا کہ آپ کو ان سے ضرور ملنا چاہیے کیونکہ رویم جیسی نادر روزگار ہستی مشکل ہی سے کہیں ملے گی۔ زجاج کے تجسس میں اضافہ ہو گیا اور ان کی آن میں یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ رویم سے ملاقات ضرور کریں گے۔ اور اس سلسلے میں جنید سے اجازت بھی نہیں لیں گے۔ صوفی نے پوچھا کیا سوچتے گے زجاج؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں سوچ رہا تھا کہ میں وہاں کس طرح جاؤں؟ میرا قیام جنید کے پاس ہے اور شاہ جنید کو یہ بات پسند نہیں کہ ان کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے والا کوئی شخص رویم سے ملاقات کرے۔ صوفی نے منہ سے ہونٹے کہا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ رویم سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔ زجاج نے جواب دیا نہیں۔ اس سلسلے میں میں جنید بغدادی کو کچھ بتائے بغیر ہی رویم کے پاس چلا جاؤں گا۔ بعد میں انھیں معلوم بھی ہو گیا تو پرواہ نہیں۔ صوفی نے کہا حضرت! سوچ لیں آپ، بعد میں کوئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے۔ زجاج نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اسی وقت رویم کے پاس جائیں گے۔ چنانچہ وہ بازار ہی سے رویم کی طرف روانہ ہو گئے اس وقت رویم کے دربار میں باہر سے آئے ہوئے کئی صوفی بھی موجود تھے۔ زجاج اس مجلس میں ایک طرف بیٹھ گئے اور آپ کی باتیں سننے لگے۔ اس وقت آپ مجلس میں سوال و جواب میں مشغول تھے۔ لوگ کھڑے ہو کر آپ سے سوال کر رہے تھے اور آپ انھیں جواب دے رہے تھے۔

ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا حضرت! اگر میں چاہوں تو سوالات کی بوچھاڑ کر سکتا ہوں۔ لیکن اس وقت میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کچھ تھکے تھکے سے دکھائی دے رہے ہیں کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ ایسا کیوں ہے؟ آپ کا مزاج کیسا ہے؟ ابو محمد رویم نے جواب دیا اور فی الفور جواب دیا۔ اس شخص کا مزاج یا حال کیا پوچھتے ہو جس کا دین اس کی خواہش ہو، جس کی ہمت اس کی دنیا ہو۔ ایسا شخص نہ تو نیک بخت متقی ہو سکتا ہے اور نہ عارف اور پاکیزہ خو۔ زجاج کو اس آواز میں سحر جیسا اثر محسوس ہو رہا تھا۔ رویم نے حاضرین سے مخاطب ہو کر یوں شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو شروع سے کہہ رہا ہوں کہ معرفت ہی اصل شے ہے جیسا کہ قرآن میں ہے ہم نے حق و انسان عبادت کے لیے پیدا کیے ہیں۔ آپ نے سکوت اختیار کیا۔ اس روز آپ کی نظر زجاج پر

پڑ گئی۔ آپ انھیں دیکھ کر مسکرائے اور اپنی بات جاری رکھی۔ کہنے لگے کہ انسانوں میں وہ لوگ بھی ہیں جن کو اللہ کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے۔ ان کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں اول وہ ہیں جن کو شاید وحید کہا جاتا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہیبت طاری رہتی ہے۔ دوم وہ ہیں جنہیں شاید وعدہ کہا جاتا ہے اور یہ وہ ہیں جو ہمیشہ عالم غیرت میں رہتے ہیں۔ کسی نے یہ چیتا سے دریافت کیا کہ تیسرے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تیسرے وہ ہیں جو شاید حق کہلاتے ہیں اور یہی ہیں جو ہر وقت مسرور اور مگن رہتے ہیں۔

اس کے بعد زجاج کو مخاطب کیا، اے ابو عمرو! یہاں کیا لینے آئے ہو؟ ابو عمرو نے جواب دیا حضرت! آپ سے ملنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا اجازت لے لی تھی؟ ابو عمرو کو شرمندگی ہو رہی تھی جواب دیا جس طرح میزبان کے لیے کچھ شرائط مقرر ہیں اسی طرح یہاں پر کچھ ذمہ داریاں اور فرائض واجب ہیں اور بحیثیت انسان وہ ان کی بجا آوری اور تعمیل کا پابند ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ کب کہا کہ تم اس کی پابندی نہ کرو لیکن میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک درویش دوسرے درویش کو تیسرے درویش کی ملاقات سے باز کیوں رکھنا چاہتا ہے؟ زجاج نے جواب دیا، حضرت! اس کا میں کیا جواب دوں گا۔ جنید بغدادی ہی اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہی میرے اس سوال کا جواب دیں گے۔ وہی اس کی وضاحت میں کچھ فرمائیں گے۔ میں ان سے اس کا جواب مانگوں گا۔ کچھ دیر بعد مجلس برخاست ہو گئی اور آپ زجاج کو اپنے حجرے میں لے گئے۔ فرمایا تم تو کافی دنوں سے اس شہر میں رہ رہے ہو۔ زجاج نے جواب دیا بیشک آپ کا ارشاد جالب ہے مگر اس کے آگے اس موضوع پر کوئی بات نہ کیجئے گا۔ کیونکہ مجھے اس سے شرمندگی ہوگی۔

رویم نے ان کی بات مان لی اور دوسری باتیں کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا اے زجاج! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں قول اور فعل بڑی نعمت ہے جس کو یہ دونوں نعمتیں مل جائیں وہ بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں۔ یہ داخل سعادت ہیں۔ اگر انسان سے قول کو سلب کر لیا جائے اور فعل کو باقی رکھا جائے تو یہ انسان کے حق میں نعمت ہوگی لیکن اگر معاملہ برعکس ہو یعنی فعل کو سلب کر لیا جائے اور قول کو بحال رکھا جائے تو یہ انسان کے حق میں بڑی مصیبت ہوگی۔ زجاج نے پوچھا اور اگر قول اور فعل دونوں کو سلب کر لیا جائے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر بد قسمتی سے ایسا ہو جائے تو سمجھ لو کہ اس انسان

کے لیے یہی ہلاکت ہے۔ زجاج کو آپ کی گفتگو میں بڑا مزہ آ رہا تھا، کہا حضرت! کچھ اور ارشاد فرمائیں۔
 روم نے فرمایا زجاج! آج میں تمہیں نہایت اہم باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ قیامت کے دن سب انسانوں کو
 پل صراط سے گزارا جائے گا تو وہاں دوسروں کی نسبت صوفیوں کو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ زجاج نے
 عرض کیا لیکن حضرت! عام انسانوں کی نسبت صوفی تو زیادہ دیندار اور اللہ کا تابع ہوتا ہے پھر اس کو
 کیوں مشکل پیش آئے گی؟

روم نے جواب دیا کہ دوسری جماعتوں کے لوگوں سے ظاہری شریعت کے مطابق باز پرس ہوگی
 اور صوفیاء سے باطن کے مطابق باز پرس ہوگی۔ زجاج نے کہا، حضرت! میں ایک مسافر ہوں آپ
 مجھے سفر کے آداب بتائیں۔ آپ نے جواب دیا آداب سفر کی بنیادی چیز یہ ہے کہ کسی قسم کا خطرہ مسافر
 کے لیے سدراہ نہ ہو۔ اس کی آرام کی غرض سے کہیں قیام بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ یاد رکھو جس جگہ بھی
 قلب نے آرام کیا بس وہی اس کی منزل ٹھہری۔ زجاج نے پھر سوال کیا کہ آپ کے نزدیک تصوف
 کی بنیاد کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تصوف کی اساس یہ ہے کہ فقراء سے تعلق رکھے۔ عاجزی سے
 ثابت قدم رہے اور بخشش و عطا پر معترض نہ ہو اور اعمالِ صالحہ پر ثابت قدم رہے اس کا نام تصوف
 ہے۔ زجاج نے عرض کیا، اور توحید کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کی محبت میں عنایت کا نام توحید ہے اس
 کے بعد آپ نے فرمایا، برادر عزیز! قلبِ عارف ایسا آئینہ ہوتا ہے جس میں ہر لمحہ تجلیات کا انعکاس
 ہوتا رہتا ہے۔ پھر فرمایا، زجاج! یاد رکھو قربِ خداوندی جس شے کا نام ہے اگر اس کو معلوم کرنا چاہو
 تو یہ دیکھو کہ دل میں خدا کے سوا ابھی کچھ ہے یا نہیں، اور جب یہ محسوس کرو کہ خدا کے سوا ہر شے سے
 نفرت محسوس ہو رہی ہے تو سمجھ لو کہ تمہیں قرب حاصل ہو گیا۔

زجاج کے دل و دماغ میں آپ کی باتیں براہِ راست اثر کر رہی تھیں۔ روم نے ان سے پوچھا
 جب جنید کو تمہا سے یہاں آنے پر اعتراض تھا تو تم یہاں کیوں آئے؟ زجاج نے جواب دیا کہ حضرت میں
 جھوٹ بولنے سے رٹا۔ ایمان داری کی بات یہ ہے کہ جب میں بغداد آیا تو میں نے یہ سوچا کہ واپسی پر
 لوگ مجھ سے پوچھیں گے کہ زجاج! تم بغداد گئے، اتنے عرصے قیام بھی کیا، مشہور زمانہ صوفیوں سے بھی
 ملے، یہ بتاؤ کہ پیر و مرشد روم سے بھی ملاقات ہوئی یا نہیں؟ وہ لوگ آپ کی بابت سوال کریں گے
 تو میں انہیں کیا جواب دوں گا؟ روم نے کہا، تم چاہو تو کچھ دیر قیام کرو۔ زجاج تو پہلے ہی یہ چاہتے

تھے فوراً رک گئے۔ رویم انھیں چھوڑ کر اندر چلے گئے اور کچھ دیر بعد زجاج کو بھی اندر بلوایا۔ یہاں جو منظر دیکھنے میں آیا وہ پہلے سے بالکل مختلف تھا، یہاں پر رویم گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بڑی شان سے بیٹھے تھے۔ رویم نے زجاج کو دیکھتے ہی کہا اے ابو عمرو! میں نے سوچا میری جلوت تو تم نے دیکھ لی اب میری جلوت بھی دیکھ لو۔

اتنے میں اندر سے ایک چھوٹی سی لڑکی آپ کے پاس آئی آپ نے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور اس سے علم توحید پر باتیں کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد آپ نے زجاج سے کہا اے ابو عمرو! تمہارے شیخ (جنید) کہتے ہیں کہ میں نے کیسی روش اختیار کر لی ہے اور میں نے یہ شغل کیوں ترک نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ میں ان کے پاس حاضری بھی نہیں دیتا۔ اب تم ہی بتاؤ میرے پاس اتنا وقت کہاں۔ یہ بچے میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے سوالات کرتے ہیں، میں انھیں جوابات دیتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ انھیں زیادہ سے زیادہ باخبر کر دیا جائے۔ میں ان بچوں کو علم توحید کا درس دیتا ہوں اور میں اپنے اس شغل کو ضروری اور واقعی سمجھتا ہوں۔ زجاج نے آپ کی بات سے کامل اتفاق کیا۔ یہاں سے چل کر جب آپ شیخ جنید کے پاس پہنچے تو وہاں کسی نے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی یہ بتا دیا تھا، کہ اس وقت زجاج، رویم کے پاس تشریف فرما ہیں۔

شیخ جنید نے زجاج کو اپنے روبرو کھڑے دیکھا تو مسکراتے ہوئے کہا کہ آثار بتا رہے ہیں کہ شیخ رویم سے تمہاری ملاقات ہو گئی ہے۔ زجاج نے جی کٹا کر کے جواب دیا کہ میں ان سے مل کر آ رہا ہوں۔ جنید نے پوچھا تو انھیں کیسا پایا؟ انھوں نے جواب دیا کہ رویم تو بڑے بلند پایہ بزرگ ہیں، ان کی باتوں نے جی خوش کر دیا۔ جنید بغدادی نے فرمایا الحمد للہ! تم نے مجھے خوش کر دیا میں دل ہی دل میں خوفزدہ تھا کہ اگر رویم سے مل کر اور انھیں اس حال میں دیکھ کر کہ وہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے لوگوں سے مخاطب ہیں اور اگر تم ان کے ظواہر پر ان کی شخصیت کو جانچنے لگے تو اس کا آخر کیا نتیجہ نکلے گا، تم ان کی شخصیت سے بے نیاز اور منحرف ہو جاؤ گے بس اسی خوف سے میں تمہیں وہاں نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔ زجاج نے عرض کیا آپ میرے بارے میں یہ کیا سوچ رہے تھے؟ جنید نے جواب دیا کہ میں نے جو کچھ سوچا تھا عین بشریت کے مطابق تھا اور اگر اس طرح سوچ لیتے تو اپنے ذمہ اعمال کو برباد کر لیتے۔ الحمد للہ کہ تم نے انھیں خوب دیکھا وہ واقعی بزرگ ہیں۔

۱۵۲. تصوف کیا ہے؟

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ ابو رویم سے ایک صوفی نے دریافت کیا: حضرت! اس وادی تصوف میں گھومتے پھرتے عمر گزار گئی لیکن حال اب بھی بُرا ہے۔ اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ تصوف کیا ہے، تو ہمارے پاس اس کا کوئی شافی و کافی جواب نہیں ہے۔ آپ ہی اس کی وضاحت فرمادیں تو ہمارے علم میں اضافہ ہو جائے گا اور ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔ آپ نے توقف فرمایا اور کچھ سکون کے بعد جواب دیا، سُن! صوفی وہ ہے جو نہ تو خود کسی چیز کا مالک ہو اور نہ اس کا کوئی مالک ہو اور تصوف یہ ہے کہ دو چیزوں میں زیادتی (افراط) کا پہلو ترک کر دیا جائے۔ ایک دن ایک ظاہر میں اور مادہ پرست حضرت رویم سے ملا اور گستاخانہ لہجے میں پوچھا، رویم کیا آپ صوفی ہیں؟ آپ نے جواب دیا میں اتنا بڑا دعویٰ کس طرح کر سکتا ہوں۔ میں اللہ کا حقیر ترین بندہ ہوں۔ اس شخص نے کہا آپ خود کو حقیر ترین نہ کہیں۔ آپ تو ہمارے معاشرہ کے معزز ترین فرد ہیں۔ آپ کا لباس، آپ کی نشست و برخاست کا شانہ انداز، آپ کا گاؤں ٹیکہ، آپ کی ہر چیز شاندار ہے۔ پھر آپ ایسی بات کیوں کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا اے شخص! میں جس ماحول میں رہتا ہوں وہاں صوفی سے زیادہ قاضی بن کر رہنا پڑتا ہے ورنہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنا پائتالہ سر سے باندھ لوں اور اسی ٹھیلے میں بازار جاؤں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ لباس پہن سکتا ہوں لیکن میں نے کہہ جو دیا کہ قاضی ہوں اور میرا قاضی ہونا بہتوں کے کام آتا ہے۔ میں انھیں صحیح انصاف دیتا ہوں۔ میں مخلوق کی خدمت کرتا ہوں۔ پھر تجھ کو اس پر اعتراض کیوں؟ معترض خاموش ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد اس شخص کو کسی جھوٹے الزام میں قید کر دیا گیا۔ اس کے خلاف جو مقدمہ قائم کیا گیا تھا وہ فرقی تھا اور لوگ اس کو سزا دلوانے میں بڑی دلچسپی لے رہے تھے۔ آپ نے اسے اپنے روبرو دیکھا تو بڑی حیرت ہوئی، اس سے پوچھا تجھ پر جو الزام لگایا گیا ہے کیا وہ درست ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ بالکل غلط ہے سرتاپا جھوٹ ہے لیکن جن لوگوں نے الزام لگایا تھا وہ بے بند تھے کہ یہ خطا کار ہے۔ رویم نے غصے کے عالم میں ان لوگوں کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا تم اس کو گناہ کار کر لو گے؟ انھوں نے جواب دیا کیوں نہیں؟

آپ نے انہیں دھمکی دی کہ اگر تم ثابت نہ کر سکتے تو میں تم پر جرمِ ابہام میں مقدمہ چلاؤں گا اور سزا دوں گا۔ یہ لوگ ڈر گئے اور مقدمہ کی پیروی میں کمزوری دکھائی۔ آخر میں ان لوگوں نے اعتراف کر لیا کہ انہوں نے یہ جھوٹا مقدمہ تیار کیا تھا اور آپ سے معافی مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں کس طرح معاف کر سکتا ہوں، تم اس شخص کے مجرم ہو، یہ چاہے تو معاف کر دے اور نہ معاف کرنا چاہے تو سزا ہی دلوں گے اور میں اس کی بات مانوں گا۔ وہ شخص رونے لگا، بولا، مجھے جتنا ذلیل ہونا تھا سو چکا اور ایسا کیوں ہوا میں جانتا ہوں۔ اس لیے میں ان لوگوں کو معاف کر دینا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ بہتر ہے کیونکہ تو چاہے تو بدلہ لے لے لیکن تیری عظمت اور بڑائی اسی میں ہے تو انہیں معاف کر دے چنانچہ اس شخص نے انہیں معاف کر دیا۔ آپ اسے اپنے ساتھ لے گئے اور فرمایا اسے شخص! تو نے دیکھ لیا یاد رکھ جو شخص صوفیوں میں اٹھے بیٹھے اور ان امور میں جن کی تحقیق کر چکے ہوں ان کی مخالفت کرے تو اللہ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے۔ وہ شخص بید شرمندہ تھا۔ آپ نے فرمایا اے عزیز! تجھ کو مومنوں کی عبت باتوں میں دلچسپی نہیں ہونی چاہیے تو نہیں جانتا کہ اس میں صوفیوں کو اپنی روح خرچ کرنا پڑتی ہے۔ اس شخص نے توبہ کرتے ہوئے کہا، حضرت! جو ہونا تھا سو چکا۔ میں اپنی جگہ بید شرمندہ ہوں۔ اس کے بعد یہ شخص آپ ہی کی صحبت میں اپنا بیشتر وقت گزارنے لگا۔

۱۵۳۔ اخلاص کی تلقین

حضرت شیخ ابوسعید کے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک دن آپ نماز جمعہ کے لیے اپنے والد کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں حضرت ابوالقاسم بشر یا سین سے ملاقات ہو گئی۔ آپ بڑے پائے کے ولی اللہ تھے۔ کنسن شیخ ابوسعید کو دیکھا تو پوچھا، ابوالخیر! کیا یہ تمہارا بچہ ہے؟ اثبات میں جواب سن کر آپ اپنا چہرہ اقدس حضرت ابوسعید کے چہرے کے قریب لے گئے اور پھر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر بابا ابوالخیر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں ایسی حالت میں دنیا سے کیسے رخصت ہو سکتا تھا کہ مقام ولدیت خالی رہ جاتا۔ تیرے بچے کو ولدیت میں سے کافی حصہ ملے گا۔ اسے نماز کے بعد میرے پاس لانا۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت ابوالخیر حضرت ابوالقاسم بشر کے دولت خانے پر تشریف لے گئے۔ حجرے میں ایک بلند طاقت تھا۔ حضرت ابوالخیر سے فرمایا کہ بیٹے کو کندھوں پر اٹھا کر اونچا کر دتا کہ وہ

رکھی ہوئی جو کی ایک ٹکیہ کو اتارے۔ حضرت ابوسعید نے جب اس ٹکیہ کو کپڑا تو وہ گرم تھی۔ حضرت ابوالقاسم بشریاسین نے وہ ٹکیہ ہاتھ میں پکڑ لی اور فرمایا۔ ابوالخیر! اس ٹکیہ کو طاقے میں رکھتے تیس سال ہو گئے ہیں۔ مجھ سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ یہ ٹکیہ جس کے ہاتھ میں پہنچ کر گرم ہو جائے گی اس کی برکت سے ایک بہان زندہ ہو جائے گا اور وہ اپنے وقت کا بہت بڑا ولی کامل ہوگا۔ یہ کہہ کر آپ نے اس ٹکیہ کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ حضرت ابوسعید کو کھانے کے لیے دیا اور دوسرا خود کھالیا۔ اس کے بعد چند کلمات پڑھنے کے لیے تلقین فرمائی جس کے ورد سے آپ کو ان گنت فوائد حاصل ہوئے، آپ نے مجاہدہ کے لیے فرمایا اور نصیحت کی کہ لیں دین سے طمع کو نکال دو کیونکہ دولتِ اخلاص طمع و لالچ کی موجودگی میں ہاتھ نہیں آتی۔ اس لیے کہ عمل طمع کے ساتھ مزدوری، اور اخلاص کے ساتھ بندگی کہلاتا ہے۔

۱۵۴۔ اصلاح کا بہترین انداز

حضرت شیخ ابوسعید کی مجالس و عطا، ابیات اور اشعار سے پُر ہوتی تھیں۔ ان میں اس قدر تاثیر ہوتی کہ سامعین وجد و نشاط سے جھوم جاتے تھے۔ ایک روز آپ خانقاہ میں وعظ فرما رہے تھے کہ ابو عبد اللہ کلام کے ساتھیوں میں سے ایک محتسب نیشاپور میں رہتا تھا وہ حضرت ابوسعید ابوالخیر کے مخالف تھا۔ وہ دھوبی کو کپڑے دیتے گیا تو آپ کو وعظ فرماتے دیکھ کر دل میں کہا کہ واپس آکر ان سے نپٹ لوں گا۔ دھوبی کے پاس پہنچ کر اس نے اسے چاندی کا ایک درہم دیا۔ دھوبی نے کہا صابن اور کھاد کا خرچہ تو دیتے جاؤ۔ محتسب نے اسے چند روٹے مانے اور واپس لوٹ آیا اور خانقاہ کے اندر جا کر تند لہجے میں بولا کہ یہ دو غلا پن اور مکر و حیلہ کب تک جاری رہے گا، شیخ ابوسعید نے فرمایا کہ پھر کیا کرنا چاہیے؟ ”یہ مجلس اور اشعار سنانا بند ہونا چاہیے“ محتسب نے اسی لب و لہجے میں کہا۔ ”ایسا ہی کروں گا۔ مگر تم کو بھی تو صبح صبح ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ دھوبی کو کپڑے دھونے کے لیے ایک درہم دیا اور روٹے مانے۔ وہ بیلانے لگا اور تمہیں رحم تک نہ آیا۔ اگر کپڑے دھولے ہوں تو میرے خادم حسن کو دے دیا کرو تاکہ ہر کوئی مسلمان تیرے آزار سے محفوظ رہے اور تو گناہ سے“ محتسب نے سنا تو بہت شرمندہ ہوا اور شیخ کے قدموں پر گر پڑا۔

۱۵۵۔ انتقام کا بدلہ

قاضی سیفی مرخس کے قاضی القضاة اور عالم دین تھے مگر بزرگان دین اور صوفیاء کے منکر تھے کئی بار لوگوں کو تیار کیا کہ حضرت شیخ ابوسعید کو قتل کر دیا جائے مگر کوئی نہ مانا۔ بالآخر ایک شخص تیار ہو گیا۔ آپ وعظ فرما رہے تھے دوسری طرف مساجد اور بازاروں میں اعلان کیا جا رہا تھا کہ فلاں جگہ قاضی سیفی خطاب کریں گے۔ آپ نے سنا تو مریدین سے فرمایا وضو کرو آج قاضی سیفی کی نماز جنازہ پڑھنے جانا ہے۔ لوگ حیران تھے کہ قاضی زندہ سلامت ہے۔ ادھر قاضی خطبے کی تیاری کے سلسلہ میں غسل کے لیے حمام میں گیا۔ اس سے چند روز پہلے ایک شخص جیل سے رہا ہو کر آیا تھا جسے قاضی سیفی نے اس بنا پر قید میں ڈالا تھا کہ اس نے طلاق کی قسم کھائی تھی، عہدت جدا ہو گئی تھی اور اسے مہر اور دیگر اخراجات برداشت کرنا پڑے اور قید خانہ میں رہنا پڑا تھا۔ اس نے دوبارہ سے خیر خریدیا اور گاؤں کی طرف چل پڑا۔ قاضی کو تہہ دار دیکھا تو آتش انتقام بھڑک اٹھی۔ خیر مار کر اس کا پیٹ پھاڑ دیا۔ شہر میں شور مچ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ قاضی نے مجھے قتل کا حکم دیا تھا۔ وہ ہمارا کیا ہوتا تھا۔ ہم نے اس کے قتل کا اعلان کیا۔ وہ خدا کا کیا ہوتا ہے۔

۱۵۶۔ روحانیت کا اصل راز لفظ اللہ ہے

مرخس کے قیام کے دوران حضرت ابوسعید ابوالخیر کی ملاقات شیخ طریقت حضرت پیر ابو الفاضل سے ہوئی۔ ایک دن آپ نہر کے کنارے تشریف لے چلے تھے کہ حضرت پیر ابو الفاضل بھی ادھر آگئے انہوں نے جھکی سی نظر آپ پر ڈالی کہ دل وارفتہ ہو گیا اور پھر آپ ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اس دوران آپ حصول علم بھی کہتے رہے۔ جب فارغ ہوئے تو ایک دن مرشد نے آپ کا ہاتھ پکڑا اللہ خانقاہ میں لے گئے اور فرمایا۔ ابوسعید! جتنے انبیاء و مریدین دنیا میں تشریف لائے ہیں سب نے ایک ہی لفظ اللہ کو تصود ٹھہرایا ہے۔ تم بھی اس کے ہو جاؤ۔ دو لوگ جو اللہ کے ہو گئے وہ پاک ہو گئے۔ یہ سننے و دیر تھی کہ آپ کو یوں محسوس ہوا جیسے سینہ شق ہو گیا ہو اور آپ کی ذات کو آپ سے چھین لیا گیا ہو۔ دست ہو گئے پس و پیش کا ہوش نہ رہا۔ ایک مدت تک مرشد کی خدمت میں گفتار حق کے ساقف کلمہ کا حق

ادا کرتے رہے۔ ایک روز مرشد نے فرمایا:

اے ابا سعید! اس پاک کلمہ کے حروف کے دروازے تم پر کھول دیے گئے۔ اب معرفتِ الہیہ کے لشکر تیرے سینے پر اتریں گے اور عجیب و غریب مشاہدات و مکاشفات ہوں گے اس لیے خلوت اختیار کرو تا کہ تکمیل ہو سکے۔ آپ کو تصنیف و تالیف کا ابتداء سے ہی شوق تھا لیکن جب آپ پر یہ مقام آیا تو علوم و فنون کو ایک طرف رکھنا پڑا۔ آپ نے تمام علمی مسودات کو زمیں میں دفن کر دیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ وصول الی اللہ کے بعد تم میں مشغول رہنا امر محال ہے چنانچہ آپ مرشد کے فرمان کے مطابق مینہ تشریف لے گئے۔ اور گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے لگے۔ جب کبھی اونگھ غالب آنے لگتی تو محراب میں سے ایک شخص آتھیں جیسا جیسے نمودار ہوتا اور نہایت ہیبتناک آواز میں کہتا ابا سعید! اللہ اللہ کہو۔ نتیجتاً آپ اس خوف سے دن اور رات کے کسی حصے میں ایک پل کے لیے بھی سوتہ سکتے تھے۔ اس طرح سات سال بیت گئے۔ حتیٰ کہ آپ کے وجود سے اللہ اللہ کی آواز بلند ہونے لگی۔ آپ پھر مرشدنا پیر ابو الفضل حسن کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے۔ انھوں نے آپ کو خانقاہ میں ایک جگہ عطا فرمادی اور آپ کے افعال و تہذیب و اخلاق پر نظر رکھنے لگے۔ ایک مدت گزرتے کے بعد مرشد کامل نے فرمایا کہ خلوت گاہ میں آجائیں وہاں پھر آپ نے اپنے مرید خاص کے ریاضات و مجاہدات کی نگرانی فرمائی اور پھر مینہ میں واپس بھیج دیا کہ والدہ کی خدمت میں لگ جاؤ۔ حسب ارشاد آپ واپس اپنے شہر چلے گئے۔

۱۵۷۔ شیخ ابوسعید البوخیمر کا روحانی مرتبہ

حضرت ابوالحسن نرقانی کے بیٹے احمد کو کسی نے قتل کر دیا جب آپ اسے نبلاؤ دھاما کر کفن پہنا چکے تو حضرت ابوسعید البوخیمر مع جماعت تشریف لے آئے بیٹے کی لاش کو ایک طرف رکھ دیا اور خود آپ کا استقبال کیا۔ دیر سے قدم رنجہ فرمانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے جواب دیا ”راستہ بھول گئے تھے ورنہ رات کو پہنچ جاتے“ حضرت ابوالحسن نے اپنے مریدین کو بتایا کہ شیخ راستہ نہیں بھول سکتے اس راستہ کی بنصیب زمین مدت سے ان بزرگوں کے لیے چشم براہ تھی۔ اس پر آہستہ آہستہ چلنا اس کی پیاس بجھانا تھی۔ اس کے سینہ کو ان بزرگوں کے قدموں نے روشن کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

اپنے فرشتوں کو بھیجا تھا کہ اس ولی اللہ کی عنان سفر پکڑ کر اس علاقہ کی زمین پر لے آئیں۔ خرقان میں آپ کے لیے ایک علیحدہ کمرہ مخصوص کر دیا گیا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی نے اپنے مریدی سے کہا کہ حضرت ابوسعید معشوق مملکت ہیں۔ دلوں کے حالات جانتے ہیں، کوئی بدگمانی اور بے لطفی کا اظہار نہ کرے۔ حضرت ابوسعید تیس دن خرقان میں مقیم رہے۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی بار بار عرض کرتے تاکہ آپ گفتگو فرمائیں۔ لیکن آپ صرف اتنا کہتے کہ ہم سنا نے نہیں سنے آئے ہیں۔ حضرت خرقانی نے کہا کہ آپ ہماری ضرورت ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اپنی ضرورت کی درخواست کی تھی۔ وہ چل کر ہمارے گھر آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں میں سے ایک دوست بھیجا تاکہ میں راز دل کا اظہار کر سکوں۔ میں بوڑھا تھا، خود حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قوت دی ہے، عزت دی ہے لہذا خود تشریف لے آئے۔

اس سفر میں آپ کی زوجہ محترمہ بھی ساتھ تھیں۔ حضرت شیخ خرقانی ہر صبح دروازے کے پاس آتے سلام عرض کرتے اور فرماتے۔ آپ ایک برگزیدہ شخص کی رفیقہ حیات ہیں۔ یہاں صرف حق ہی حق ہوتا ہے پھر حضرت ابوسعید کے دروازے پر حاضری دیتے۔ پردہ ہٹا کر اندر آنے کی اجازت طلب کرتے، پھر اندر تشریف لے جاتے۔ ایک دن شہر کا قاضی القضاة سلام کے لیے آیا۔ وہ بھی حضرت خرقانی کا مرید تھا اس نے جب حضرت ابوسعید کو بادشاہوں کی طرح چوکڑی مار کر بیٹھے اور ایک درویش سے پاؤں دبولتے دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ یہ کیسی درویشی ہے۔ یہ ناز و نعم میں آرام کرنے والے فقر اور درویشی کو کیا چاہتا۔ حضرت ابوسعید نے سر مبارک اٹھا کر قاضی کی طرف دیکھا اور فرمایا: "جو مشاہدہ حق میں ہو گیا اس پر فقر کا نام درست نہیں آتا۔" یہ سنا تھا کہ قاضی نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گیا۔ درویش اسے اٹھا کر باہر لے گئے۔ حضرت ابوالحسن خرقانی تشریف لائے اور کہا، حضرت! آپ نے قاضی پر نظر ہیبت ڈالی ہے نظر رحمت بھی ڈالیں کیونکہ وہ حال سے بے حال ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے معاف فرما دیا اور وہ اصل حالت میں آگیا۔

۱۵۸۔ الہام اور وسوسے میں فرق

حضرت شیخ ابوسعید کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نیشاپور سے طوس تشریف لے جا رہے تھے۔ شیخ

ابو مسلم فارسی آپ کے ہمراہ تھے۔ سردی شایب پر تھی۔ ابو مسلم کے دل میں خیال آیا کہ اپنی کمر کی پیٹی کے دو ٹکڑے کر کے حضرت کے پائے مبارک پر لپیٹ دوں۔ مگر دل نے دوسرے لمحے مخالفت کی اور جواز پیش کیا کہ یہ بڑی قیمتی ہے۔ ایک روز طوس میں محفل برپا تھی۔ شیخ ابو مسلم فارسی نے عرض کیا یا شیخ! وسوسہ شیطانی اور الہام میں کیا فرق ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا کہ الہام وہ ہے جس میں تجھے کہا گیا کہ کمر کی پیٹی کاٹ کہ میرے پیروں کو سردی سے محفوظ رکھ اور شیطانی وسوسہ وہ تھا جس نے تجھے اس کام سے روکا۔

۱۵۹۔ خود سری کا بہترین علاج

حضرت شیخ ابوسعید کے مرید خاص خواجہ حسن مؤدب کا واقعہ ہے کہ وہ بڑا صاحب ثروت تھا۔ جب حضرت ابوسعید ابوالخیر کا مرید ہوا تو سارا مال آپ کی نذر کر دیا۔ آپ نے مال کو حاجت مندوں میں تقسیم فرما دیا اور حسن کو عبادت و ریاضت میں لگا دیا لیکن ان مجاہدات کے باوجود اس کے اندر خواجگی کی بڑی موجود تھی۔ ایک دن اسے آواز دی اور فرمایا کہ کمرانیوں کے چوک سے جائزہ دے گی کچھ اور جھڑیاں وغیرہ خرید لیاؤ حسن نے خرید کر انھیں پشت پر لاد لیا۔ خون اور نجاست اس کے کپڑوں پر بہ رہا تھا، اسے یہ کام بڑا گراں گزرا اور لوگوں سے منہ چھپائے شرمندگی سے چلا آ رہا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ خوش پوش رہتا تھا اسے خواجگی اور امارت کے احساس سے دستبرداری بڑی مشکل تھی۔ آپ نے فرمایا کہ محبوب کبریا کا ارشاد عالیہ ہے کہ صد لعین کے دماغوں سے جو چیز سب سے آخر میں نکلتی ہے وہ حکمرانی کی محبت اور خود سری کی بو ہے۔ حضرت شیخ کی بھی یہی تمنا تھی کہ حسن کے دماغ سے یہ باتیں نکل جائیں اور ایسا ہی ہوا۔

۱۶۰۔ ظریف کا تیا مطلب

ایک مرتبہ سرخس کے لوگوں نے حضرت شیخ ابوسعید سے پوچھا کہ یا حضرت! ظریف کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے خیال کے مطابق تمہارے شہر میں لقمان کو ظریف کہتے ہیں۔ لوگوں نے پھر عرض کیا کہ یا حضرت! ہمارے شہر میں تو اس سے زیادہ سخت گفتار اور سنجیدہ انسان نہیں ملتا۔

آپ نے فرمایا تمہیں بھول ہوتی ہے۔ ظریف تو پاکیزہ چیز کو کہتے ہیں جو کسی دوسری سے ملی ہوئی نہ ہو۔ اور کسی دوسری چیز سے اس کی پیوند کاری نہ ہو۔

۱۶۱۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا واقعہ

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ آپ پر صوگ کا شدید شبیہ ہوا۔ چلتے کی طاقت نہ رہی تو بغداد کی ایک مسجد میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک ایرانی نوجوان گرم گرم روئیوں اور پٹا ہوا گوشت لے کر مسجد میں آیا اور کھانے بیٹھا۔ اچانک آپ کی نگاہ اس جانب اٹھی لیکن نشان غیرت غالب آئی اور استغفار پڑھ کر آپ نے منہ پھیر لیا۔ ایرانی نوجوان نے آپ کو کھانے میں شریک کرنا چاہا لیکن آپ نے انکار کر دیا مگر جب اس نے بہت اصرار کیا اور قسمیں دیں تو حضرت غوث الاعظم نے مجبور ہو کر اس کی دعوت قبول فرمائی لیکن لٹماٹھاتے ہی انہیں کچھ خیال آیا۔ آپ نے اس طالب علم سے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ ”روزگار کی تلاش میں جیلان سے آیا ہوں“ طالب علم نے جواب دیا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا ”جیلان نارہتے والا ہوں۔ نوجوان نے پھر سوال کیا۔ آپ جیلان سے ایک نوجوان طالب علم عبدالقادر سے واقف ہیں؟ آپ نے فرمایا میرا ہی نام عبدالقادر ہے۔ میں لایرانی نوجوان کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور شرمندگی کے لہجے میں بولا۔

”معاف کیجئے گا میں نے آپ کی امانت میں خیانت کی ہے۔“ اس پر حضرت نے متحیر ہو کر پوچھا کہ واقعہ کیا ہے؟ طالب علم نے عرض کیا کہ میں تلاش روزگار میں جب جیلان سے بغداد روانہ ہوا تو آپ کی والد ماجدہ نے مجھے آپ کے لیے آٹھ دینار دیے تھے۔ بغداد پہنچ کر آپ کو کئی دن تلاش کیا اس اثنا میں میرے پاس جو تھوڑی بہت رقم تھی وہ خرچ ہو گئی اور کہیں روزگار نہ ملا۔ جب قذافی پر نوبت آئی تو میں نے آپ کی امانت میں سے ایک دینار خرچ کر کے اپنے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ اصل میں یہ کھانا آپ کے روپیہ سے خریدا گیا ہے۔ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی نے ابدیدہ ہو کر پورا روزگار کا شکر یہ ادا کیا کہ اس نے شدید آزمائش کے طور پر آپ کو غیر کا شرمندہ احسان نہیں کیا اس کے بعد آپ نے ایرانی طالب علم کو دلاسا دیا اور اس نے سات دینار جو آپ کی خدمت میں پیش کیے تھے ان میں سے صرف جزو قلیل اپنے لیے رکھ کر باقی رقم اس کو مرحمت فرمادی۔

۱۶۲۔ صرف ایک خدا کا خیال

حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا قول ہے کہ میں کئی سال کریم کے ویران میدانوں میں رہا۔ وہاں میری خوراک مہرائی کھجور تھی اور لباس صوف کا ایک جُبتہ تھا جو کوئی نیک خیال شخص مجھ کو لا کر اڑھا دیتا تھا میں ننگے پاؤں کانٹوں کے جنگل میں پھرتا تھا میرے تلے تھلنی ہو گئے تھے۔ وہ میری انگلیوں اور ولولوں کا وقت تھا جو شباب کا زمانہ مشہور ہے اور جس میں بہت سے لوگ خواہشات نفسانی سے مغلوب ہو جاتے ہیں مگر میں اپنی ہر خواہش پر غالب تھا۔ میرے دل میں نہ اچھا کھانے کی آرزو ہوتی تھی نہ اچھا پینے کی، نہ اچھے مکانوں میں رہنے کی، نہ دنیا کے عیش و آرام کی، نہ عزت و جاہ کی۔ میرے جسم کا ہر جذبہ ایک ہی نُدخ مصروف تھا۔ میرے وجود کی ہر خواہش ایک ہی سمت متوجہ تھی۔ میرے تصور اور خیال میں سوائے ایک چیز کے کسی دوسری شے کا گزرنہ ہوتا تھا اور وہ ”خدا“ تھا اور اس کی جانب چلنے کا سلوک تھا اور اس کی یاد سے کیف و ذوق میرے آنے کی طلب تھی جو مجھے ملا۔

۱۶۳۔ صاحب معرفت کے وعظ کا اثر

ایک دفعہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے صاحبزادے حضرت ابو عبداللہ عبدالوہاب سیاحتِ محالک اور حصولِ علوم و فنون کے بعد حاضر خدمت ہوئے تو منبر سرکار پر وعظ کہنے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا اجازت ہے۔ صاحبزادے صاحب کا بیان ہے کہ میں نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا نیبے اور کوئی دقیقہ موثر طرزِ نفاذ کا باقی نہ رکھا۔ خود سرکار باطن مدار بھی نرم میں جلوہ فرماتے مگر میں دیکھتا تھا کہ حاضرین پر میری تقریر کا ذرا اثر نہ ہوا بلکہ اہل مجلس کے غل اور شور اور بے توجہی سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ میرے بیان پر کچھ بھی متوجہ نہیں ہیں۔ محفل کا یہ رنگ دیکھ کر میں منبر سے اتر آیا تو سرکارِ اقدس منبر پر تشریف لے گئے اور آپ نے یہ جملے فرمائے ”کل میں روزہ سے تھا۔ اُم بچی نے کچھ انڈے بھون کر ایک کورے سکورے میں طاق پر رکھ دیے تھے۔ ایک بلی نے اس سکورے کو طاق سے نیچے پھینک دیا۔ سکورا ٹوٹ گیا اور انڈے خاک میں مل گئے“

مصور اتنی ہی تقریر کہنے پائے تھے کہ مجلس میں ہر طرف سے بوجھتی کے نورے باند ہونے لگے

اور ان کی آن میں محفل پر کیفیت طاری ہو گیا۔ خلوت میں حضور نے ارشاد فرمایا: "میاں! تم کو معلوم بھی ہے کہ تمہارے عالمانہ و عاقلانہ و عظم کا اثر کیوں نہ ہو اور میرے معمولی الفاظ نے یہ ہنگامہ کس وجہ سے پیدا کر دیا۔ سنو! تم کو اپنے سفر ظاہر پر ناز ہے مگر تم نے عالم باطن کا سفر نہیں کیا۔ میں جب کلام کرتا ہوں خدا تعالیٰ کی یہ تجلیاں اترے کہ نمودار ہو جاتی ہیں کیونکہ میری نظر حقیقت پر رہتی ہے۔ میں خودی گم کر کے کلام کرتا ہوں اور تم خودی میں قائم ہو کر بولتے ہو۔" بیشک حضور نے سچ فرمایا: ظاہر میں انڈے، خاک کی سکورے اور بی کا بیان تھا۔ ظرف گلی اور انڈے کی شکست و خرابی کا ذکر تھا مگر حقیقت میں وجود اور نفس و شیطان کے اشارات تھے۔ سمجھنے والے سمجھ گئے اور اثر ڈالنے والے نے اپنا کام دکھایا۔

۱۶۲۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی دعا کا اثر

شیخ محمد صادق شیبانی سے روایت ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے والد لا ولد تھے ان کی بیوی حضرت غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے اولاد کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی۔ شیخ نے ان کے حق میں دعا کرنے کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ بہت جلد تمہیں بیٹا عطا کرے گا۔ قدرت خدائی دیکھیے کہ وہ اسی شب حاملہ ہو گئیں مگر مقررہ مدت کے بعد لڑکے کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کو جب اس بات کی اطلاع پہنچائی گئی تو آپ نے اطلاع لانے والے سے فرمایا: اچھی طرح جا کر دیکھو وہ لڑکا ہے لڑکی نہیں ہے۔ گھر جا کر دیکھا گیا تو واقعی لڑکا تھا پھر آپ نے اس لڑکے کا نام شہاب الدین تجویز فرمایا اور کہا کہ خدا کے فضل سے یہ طویل عمر پائے گا۔ اور اپنے وقت کا بزرگ کامل ہو گا۔ شیخ عبدالقادرؒ کے فرمان کے مطابق شہاب الدین عمر اپنے وقت کے ولی کامل ثابت ہوئے اور انہوں نے طویل عمر پائی۔

۱۶۵۔ مفلس کی تلاش

ایک دفعہ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ پر روانہ ہوئے۔ راستے میں صلہ نامی ایک قبضے میں قیام فرمایا جہاں مفلسی کے اعتبار سے ایک بوڑھا شخص کچھ زیادہ ہی ابر حالت میں تھا آپ سیدھے اس کے مکان پر تشریف لے گئے جو کہ ایک خستہ حال کٹیاتھی جس کی دیواریں گر چکی تھیں اور پردے کے لیے

بوسیدہ چادریں لٹکی ہوئی تھیں۔ اس جھوپڑی میں تین افراد پر مشتمل کنبہ رہتا تھا یعنی ایک بوڑھا خود تقادوری اس کی بیوی اور تیسری ان کی بیٹی تھی۔ آپ نے صاحب خانہ سے مکان میں رہنے کی اجازت طلب فرمائی جیسا کہ روایت ہے کہ عرب لوگ انتہائی کس میری کی حالت میں بھی مہمانوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے ہیں، بوڑھے نے بھی اہل و سہلا کہا اور یوں شیخ ان کے کٹیٹا نامکان میں ٹھہر گئے۔ ادھر اسی دوران تمام علاقے میں آپ کی آمد کی خبر پھیل گئی اور تمام اہل علاقہ تحائف وغیرہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کئی امیر لوگوں نے آپ کو اپنے ہاں چلنے کی دعوت دی لیکن آپ نے معذرت ظاہر کی، لیکن انہوں نے سونا چاندی، مویشی اور غلہ وغیرہ کی صورت میں جو تندر نے آپ کو پیش کیے آپ نے وہ سب اپنے میزبان کی نذر کر دیے۔ پھر اس سے اگلی رات آپ مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ چند ہی برسوں میں وہ بوڑھا شخص اپنے علاقے کا امیر کبیر اور اہل ثروت شخص بن کر سامنے آیا۔ اس واقعے سے ہمیں درس ملتا ہے کہ آپ نے امیر کے گھر کو چھوڑ کر غریب کے گھر کو پسند فرمایا تاکہ رب راضی ہو۔

۱۶۶۔ ایک بوڑھے کی توبہ کا قصہ

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ ایک روز صبر و استقامت اور ایثار کے مومنوں پر حاضریں مجلس کو دے دے رہے تھے کہ اچانک خاموشی اختیار کر لی۔ حاضرین حیرت میں پڑ گئے کہ الہی ماجرا کیا ہے۔ پھر گلے ہی لمحے آپ نے آسمان کی جانب انگلی اٹھائی اور حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ صرف سو دینار دے دو گے۔ آپ کا ارشاد سننا تھا کہ بیشمار لوگ سو دیناروں کی تھیلیاں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مگر آپ نے صرف ایک شخص سے سو دینار قبول کیے اور ایک خادم کو حکم دیا کہ یہ رقم لے کر مقبوضین پر جاؤ وہاں تمہیں ایک بوڑھا شخص بریٹھا جاتا ہوا نظر آئے گا اسے یہ دینار دے کر واپس چلے آنا۔ خادم آپ کا حکم بجالایا اور فوراً مقبرہ سونیزہ پہنچ گیا جہاں سچ ایک بوڑھا بریٹھا جاتا تھا۔ خادم نے سو دینار اس کی ہتھیلی پر رکھ دیے مگر بوڑھا ایک فلک ٹکاف چیخ مار کر نہ ہوش ہو گیا۔ جب دوبارہ ہوش میں آیا تو خادم نے اسے بتایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے تجھے یاد فرمایا ہے۔ بوڑھا فوراً اس کے ساتھ ہو گیا۔ جب دونوں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بوڑھے سے فرمایا کہ وہ اپنا قصہ بیان کرے۔ بوڑھا بولا اے حضرت! میں عالم شباب میں نہایت عمدہ گایا بجا کرتا تھا۔ مجھے بریٹھا تواری پر

کمال حاصل تھا۔ لوگ میری آواز کے شدید آئی تھے مگر جب میں بڑھاپے کی تڑپیز میں داخل ہوا تو میسر ہی مقبولیت میں کمی آگئی۔ میں نے دل شکستہ ہو کر قیصلہ کیا کہ اب صرف مزد لوگوں کو اپنا گانا سنایا کروں گا اسی لیے میں نے شہر نموشاں میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں پرگانے بجانے لگا۔ ایک روز میں حسب معمول وہاں پر گانے میں معروف تھا کہ اچانک ایک قبر سے آواز آئی اے شخص! تو کب تک مرے ہوئے لوگوں کو اپنا نغمہ سناتا ہے گا اب تو اپنے اللہ کی جانب رجوع کر۔ یہ سن کر میرے اوپر سخت خوف اور لرزہ طاری ہو گیا اور میں عالم بخودی میں کچھ اس قسم کے اشعار پڑھنے لگا: "لے میرے رب میرے پاس یوم حشر کے لیے کوئی سرمایہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ میرے دل میں تیری رحمت و بخشش کی امید ہو میرا بڑھاپا روز محشر تیری بارگاہ میں میری شفاعت کرے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ تو اس پر نظر کر کے مجھے اپنے دامن رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔" یہ واقعہ سنانے کے بعد بوڑھا حضرت عبدالقادر جیلانی سے دوبارہ مخاطب ہوا: "حضور! یہ اشعار میری زبان پر تھے کہ آپ کے خادم نے آکر میری منتھیلی پر سودینار رکھ دیے، اب میں گانے بجانے سے توبہ کرتا ہوں اور اپنے خدا کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر بوڑھے نے اپنا بربط اسی وقت توڑ پھوڑ دیا۔

۱۶۷۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی کرامت

حضرت ابوسعید کا بیان ہے کہ ان کی کنواری بیٹی فاطمہ ایک روز اچانک مکان کی چھت پر سے غائب ہو گئی۔ کافی کھوج لگایا مگر اس باب میں کوئی اثر پتہ نہ چل سکا۔ چنانچہ میں ہر طرف سے پالوس ہو کر شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ کچھ دور کرخ کا جنگل واقع ہے آج رات تم وہاں چلے جانا اور پانچویں شب کے قریب زمین پر اپنے گرد ایک دائرہ کھینچ کر وہاں بیٹھ جانا جس وقت تم دائرہ کھینچو تو یہ الفاظ پڑھنا: "باسم اللہ فیہ عبدالقادر رضی اللہ عنہ" جب کافی رات گزر جائے گی تب جنوں کی ایک جماعت تمہارے پاس آئے گی جن کی صورتیں بہت خوفناک اور ڈراؤنی ہوں گی۔ مگر تمہیں ہمت نہ کام لیتا ہوگا پھر اگلی صبح جنوں کا سردار ایک لشکر کے ہمراہ تمہارے پاس آئے گا اور وہ تم سے وہاں آنے کا مقصد پوچھے گا تم جنوں کے سردار سے کہہ دینا کہ مجھے عبدالقادر نے بھیجا ہے اور اور اس کے ساتھ ہی تم اس کے سامنے اپنی بیٹی کا واقعہ بیان کر دینا۔ ابوسعید کا بیان ہے کہ جب میں

شیخ صاحب کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے پانچویں ٹیلے کے پاس دائرے میں بیٹھ گیا تو خون کا قسم کے چہرے چاروں اطراف سے میری جانب بڑھنے لگے مگر ان میں سے کسی نے بھی دائرے میں داخل ہونے کی جرات نہ کی۔ تمام رات ہیب قسم کے چہرے جماعتوں کی صورت میں دائرے کے قریب آتے رہے اور مختلف طریقوں سے مجھے خوفزدہ کرتے رہے مگر شیخ کی ہدایت کے مطابق میں ہمت کر کے ڈنارہ پھر اگلی صبح جنوں کا سردار خیر پر سوار ہو کر میرے پاس آیا اور مجھ سے میرے آنے کی وجہ دریافت کی۔ میں نے اسے بتا دیا کہ مجھے شیخ عبدالقادر نے اس کے پاس بھیجا ہے۔ میں نے سردار کو اپنی لڑکی کے غائب ہونے کا واقعہ سن دیا اور بتا دیا اس پر سردار نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا، بولو یہ کام کس کا ہے مگر سب نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ جس پر سردار نے انھیں چھان بین کے لیے روانہ کر دیا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ ایک جن کو پکڑ لائے ان کے ساتھ میری گمشدہ لڑکی فاطمہ بھی تھی۔ مجھے ان جنوں کی زبانی معلوم ہوا کہ میری بچی کو اٹھانے والے جن کا تعلق تختن کے علاقے سے ہے۔ سردار نے اس سے کہا اے بد بخت! تو نے قطب کی رکابی کے نیچے سے چوری کر کے تم سب کو نام کر دیا ہے جس پر جن نے جواب دیا۔ سردار مجھے یہ لڑکی اتنی اچھی لگی کہ میں اسے اٹھانے پر مجبور ہو گیا۔ مزید اپنی صفائی میں میرے پاس کہنے کو اور کچھ نہیں ہے۔ اب وعدہ کا بیان ہے کہ سردار نے میری بیٹی کو میرے حوالے کر دیا اور مذکورہ جن کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا۔ پھر سردار مجھ سے مخاطب ہوا، شیخ سے میری طرف سے معافی مانگ کر عرض کرنا کہ میں اس واقعہ کے بارے میں بے خبر تھا۔ جنوں کے سردار نے شیخ کے بارے میں بتایا کہ وہ ان کے انتہائی فرمانبردار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جن وانس پر غلبہ دیا ہے کیونکہ وہ سب کے شیخ اور دستگیر ہیں۔

۱۶۸۔ مستی اور بے خودی

حضرت شیخ ابوعلی دقاق کا واقعہ ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب آپ کے پاس پہننے کے لیے کوئی لباس نہ تھا۔ روایت ہے کہ آپ برہنگی کی حالت میں حضرت عبداللہ کی خانقاہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص نے آپ کو پہچان لیا اور آپ کی بہت زیادہ عزت و تکریم کی۔ اسی دوران وہاں پر موجود دوسرے لوگوں نے بھی آپ کو پہچان لیا اور وہ سب پر وانوں کی طرح آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ پھر انھوں نے امرار کیا کہ حضرت آپ یہاں پر کچھ درس دیں۔ مگر جب آپ نے انکار کر دیا تو لوگوں نے آپ سے

وعظ کی فرمائش کر دی۔ آپ نے وعظ سے بھی انکار کی کوشش کی مگر جب لوگوں کا اصرار زیادہ بڑھا تو شیخ ابوعلی دقاق منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے انھوں نے دواہنی طرف اشارہ کر کے اللہ اکبر اور پھر بائیں جانب اشارہ کر کے واللہ خیر والقی فرمایا۔ اس کے بعد قبلہ رو ہو کر من اللہ اکبر فرمایا۔ اس وقت لوگوں پر بخودی اورستی کا ایسا عالم طاری ہوا کہ مجلس میں ہر سمت شور و غوغا بلند ہوا اور بہت سے حاضرین بے ہوش ہو گئے۔ آپ اسی کیفیت میں منبر سے اتر کر نامعلوم منزل کی طرف چل دیے۔ پھر جب لوگوں کی حالت درست ہوئی تو وہ آپ کو تلاش کرنے لگے مگر اس وقت آپ مروہ پہنچ چکے تھے۔ حالانکہ چند لمحے پہلے آپ مجلس میں موجود تھے مگر اب یہاں سے سینکڑوں میل دور تشریف فرما تھے۔ (خزنیۃ الاصفیاء)

۱۶۹۔ شیخ ابوعلی کے کلام میں گہرائی

زندگی کے آخری ایام میں آپ کی یہ کیفیت ہوئی تھی کہ شام کے وقت اپنے بالا خانے پر جو آپ کے مزاد کے نزدیک اور اس وقت بیت المفتوح کے نام سے مشہور ہے۔ آفتاب کی جانب منہ پھیر کر فرمایا کرتے تھے کہ اے مملکتوں میں گردش کرنے والے آج تیری یا حیات ہوتی جا رہی ہے اور ملک الموت کے گرد تونے کس طرح گردش کی اور یہ بتائے کیا تونے کسی جگہ مجھ جیسا شیدائی اور اشتیاق دید رکھتے والا بھی دیکھا ہے۔ غرض کہ آپ غروب آفتاب کے وقت تک اسی قسم کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ آخری دور میں آپ کا کلام اس قدر فومنی اور دقیق ہونے لگا تھا کہ لوگ اس کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہ جاتے تھے۔ اس کے باعث آپ کی مجلس میں آخری دنوں میں خنکرت کرنے والوں کی تعداد چودہ پندرہ افراد سے زیادہ نہ ہوتی تھی حضرت انصاری کا قول ہے کہ جب آپ کا کلام بہت گہرا اور بلند ہو گیا تھا تو آپ کی محض مخلوق سے خالی نظر آئے لگی تھی۔ (خزنیۃ الاصفیاء)

۱۷۰۔ دعا کی عدم قبولیت کی وجہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ لوگوں نے آپ سے دعاؤں کی عدم قبولیت کا شکوہ کیا تو حضرت نے ان سے کہا کہ تم لوگ اللہ کو پہچانتے ہوئے بھی اس کی اطاعت سے گریزاں ہو اور اس کے قرآن و رسول سے واقف ہونے کے باوجود تم اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور اس کا رزق کھا کر بھی

ناشکرے رہتے ہو۔ بہشت میں جاتے اور دوزخ سے بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ تم لوگ اپنے والدین کو سپردِ خاک کرنے کے باوجود بھی عبرت نہیں پکڑتے۔ شیطان کو اپنا دشمن جاننے کے باوجود اس کو لعنتِ ملامت نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنا دوست رکھتے ہو۔ آپ نے لوگوں سے مزید کہا کہ تم موت پر یقین رکھنے کے باوجود اس سے بے خبر اور لاپرواہ ہو اور اپنے عیوب سے واقف ہونے کے باوجود دوسروں کی عیب جوئی میں مصروف رہتے ہو۔ لہذا اس منافقانہ فضا میں تمہاری دعائیں خدا کے دربار میں جہاں کس طرح شرفِ قبولیت حاصل کر سکتی ہیں۔

۱۷۱۔ ابو علی دقاق کا عمل

حضرت ابو علی دقاق سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بشرحانی ایک طرف سے گزریں جہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ وہ لوگ آپس میں کہہ رہے تھے کہ یہ شخص رات کو تمام رات جاگتا ہے۔ اور تین دن میں ایک مرتبہ افطار کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو علی دقاق رونے لگے اور کہنے لگے کہ مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی ساری رات جاگا ہوں اور جب کبھی روزہ رکھتا ہوں تو اسی دن شام کو افطار کرتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے بھی شب بیداری اختیار کی اور کئی کئی دن بعد روزہ افطار کرنے لگے۔

۱۷۲۔ توکل کی تعریف

حضرت ابو علی دقاق کا واقعہ ہے کہ ایک بوڑھے آدمی نے بیان کیا کہ وہ ایک دن آپ کی مجلس میں اس خیال سے گیا کہ متوکلوں کی کیفیت سے متعلق کچھ دریافت کرے۔ آپ نے طبرستان کا بنا ہوا خوبصورت حمامہ زیب سر کیا ہوا تھا۔ بوڑھے نے سوال کیا کہ توکل علی الحق کیا چیز ہے؟ فرمایا لوگوں کی گپڑیوں کو لالچ کی نظر سے نہ دیکھتے کہ توکل کہتے ہیں۔ یہ کہا اور گپڑی اتار کر بوڑھے آدمی کے سامنے رکھ دی۔ (کشف المحجوب، ص ۲۶۴)

۱۷۳۔ صاحبِ باطن شخص

حضرت ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ ایک دکاندار اکثر آپ کو خانقاہ میں حاضر ہو کر اکثر فقرہ کے

بمراہ کھانے میں شریک ہوتا اور خود بھی اپنے ساتھ کھانے کی کچھ چیزیں لے کر آتا۔ اسی طرح برسوں اپنے ہاں سے فقرا کی خدمت کرتا رہا۔ اس کے متعلق ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص صاحبِ باطن بنے اسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محل کی چھت پر بہت سے بزرگانِ دین کا اجتماع ہے لیکن آپ بیدگوشش کے باوجود اوپر نہیں پہنچ سکے۔ دریں اثنا وہی شخص آکر کہنے لگا کہ ان راتوں میں شیر لومڑیوں سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ کو اوپر پہنچا دیا۔ دوسرے دن جب آپ منیر پرتہ شریف فرماتے اور وہی شخص حاضر ہوا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کو راستہ دے دو کیونکہ اگر کل یہ ہمارا امانت نہ کرتا تو ہم شکستہ پائی کا شکار ہو جاتے۔ پس کہ اس شخص نے عرض کیا کہ میں تو ہر شب وہیں ہوتا ہوں لیکن آج تک کسی سے تذکرہ نہیں کیا اور آپ صرف ایک ہی شب پیچھے تو لوگوں کے سامنے اظہار کر کے مجھ کو بھی ذلیل کیا (تذکرۃ الاولیاء)

۱۷۴۔ اللہ کے بندے کی موت

حضرت ابوعلی دقاق نے فرمایا کہ ایک دن کسی درویش نے میری خانقاہ میں حاضر ہو کر استدعا کی کہ خانقاہ کا ایک گوشہ میرے لیے بھی خالی کر دیں تاکہ میں اس میں اپنی جان دیدوں۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے ایک جگہ متعین کر دی اور اس نے وہاں پہنچ کر اللہ اللہ کہنا شروع کر دیا اور میں اس کو چھپ کر دیکھتا رہا لیکن اس نے کہا کہ اے ابوعلی مجھے پریشان نہ کرو۔ پس کہ میں وہاں سے واپس آ گیا اور وہ درویش کچھ دیر اللہ اللہ کر کے وہیں فوت ہو گیا اور جب میں اس شخص کو اس کی تجہیز و تکفین کا سامان لینے کے لیے بھیج کر مکان کے اندر واپس آیا تو وہ مردہ درویش وہاں سے غائب تھا اس واقعہ سے میں حیرت زدہ رہ گیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ تو نے میری ملاقات ایک ایسے اجنبی سے کروائی جو مرنے کے بعد غائب ہو گیا آخر اس میں تیرا کیا راز ہے اس سے مجھ کو بھی مطلع فرما دے۔ جیسی آواز آئی کہ جو ملک الموت کو تلاش کرنے پر نہ مل سکا تو آخر اس کی جستجو کیوں کر بنا چاہتا ہے؟ اور جو ملائکہ اور حوروں کو نہ مل سکا تجھے اس کی تلاش کیوں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! وہ آخر ہے کس جگہ؟ جواب ملا کہ فی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مِلْبَدٍ وَتَتَدَارِدُ بِعِثْرِ سِدْقٍ مِّنْ مَّقْعَدِ بادشاہ کے پاس ہے)

۱۷۵۔ اللہ کی رضا کی خواہش

حضرت ابوعلی دقاق نے فرمایا کہ میں نے ایک ویران مسجد میں ایسے ضعیف العمر شخص کو بمقامی کے ساتھ گریہ وزاری کرتے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے اشکوں کی بجائے ابو جباری تھا جس سے مسجد کا فرش بھی خون آلود ہو چکا تھا۔ میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر درخواست کی کہ اپنے حال پر رحم کھاتے ہوئے اس قدر گریہ وزاری نہ کرو۔ اس نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا کہ جو ان میں بتا نہیں سکتا کہ میری قوت اس کی خواہش دید میں ختم ہو چکی ہے۔ یہ کہنے کے بعد اس نے ایک واقعہ بیان کیا کہ کسی غلام سے اس کا آقا ناراض ہو گیا اور اسے اپنے پاس سے نکال دیا لیکن لوگوں کی سفارش پر اس کا قصور معاف کر دیا اس کے باوجود بھی وہ غلام ہر وقت گریہ وزاری کرتا رہتا اور جب لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اب تو آقا نے تیرا قصور معاف کر دیا ہے پھر کیوں روتا رہتا ہے لیکن غلام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آقا نے کہا کہ اب اس کو میری رضا کی خواہش ہے۔ کیونکہ یہ اچھی طرح سمجھ چکا ہے کہ میرے بغیر اس کے لیے کوئی پارہ کار نہیں ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۷۶۔ اللہ اپنے بندوں کے لیے کافی ہے

حضرت ابوعلی دقاق نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میری آنکھوں میں ایسا شدید درد اٹھا کہ میں اس کی اذیت سے مضطرب و بے چین ہو گیا اور اسی حالت میں مجھے نیند آگئی اور خواب میں میں نے کسی کہنے والے کی یہ آواز سنی اَللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا (یعنی کیا اللہ اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں ہے) اور جب میری آنکھ کھلی تو درد ختم ہو چکا تھا جس کے بعد سے پھر کبھی میری آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۷۷۔ حضرت ابوعلی دقاق سے ایک سوال

ایک مرتبہ کسی نے خانقاہ میں آکر حضرت ابوعلی دقاق سے یہ سوال کیا کہ اگر کسی شخص کے قلب میں تصور گناہ پیدا ہو گیا تو کیا اس سے جسمانی پاکیزگی ختم ہو جاتی ہے۔ سین کراپ نے مریدین سے روتے ہوئے

فرمایا کہ اس کو جواب دو۔ چنانچہ حضرت زین الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے یہ جواب دینا چاہا کہ تصور گناہ ظاہری پاکی کے لیے مفرت رساں نہیں ہوتا البتہ باطنی پاکیزگی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر ادبِ بر شد کی وجہ سے بغیر جواب دیے خاموش ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۷۸۔ اللہ جلنے کون کیا ہے؟

حضرت ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن ایک جنازہ دیکھا جسے تین مرد اور ایک عورت اٹھانے لیے جا رہے تھے۔ جس طرف سے اس عورت نے اٹھایا ہوا تھا میں نے اٹھایا یہاں تک کہ ہم قبرستان میں پہنچ گئے اور نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اس کو دفن کر دیا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے ہمسایہ نہ تھے جو تمہاری مدد کرتے انہوں نے کہا کہ یہ میت محنت کی تھی اور وہ اس کو حقیر جانتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے ان کی حالت دیکھ کر رحم آگیا میں نے کچھ گندم اور چند درہم ان کو دیے اسی شب میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس کا چہرہ منور اور نہایت قیمتی لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے تبسم فرمایا اور کہا کہ میں وہی ہوں

۱۷۹۔ دُعلے حزب البحر کی برکت کا واقعہ

حضرت ابوالحسن شاذلی مصر کے شہر قاہرہ میں قیام پذیر تھے کہ حج کے دن قریب آگئے اپنے دوستوں سے شیخ ابوالحسن نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سال حج کرنے کا علم دیا ہے اس لیے جہاز کا کوئی انتظام کیا جائے تاکہ ہم سب باجماعت حج کے لیے روانہ ہو سکیں۔ کافی کوشش کے باوجود جہاز کا انتظام نہ ہو سکا مگر شیخ ابوالحسن کا حج پر جانے کا پروگرام بدستور رہا۔ ایک روز ان کے دوستوں نے آ کر کہا کہ ایک بوڑھے عیسائی کے جہاز کے سوا اور کوئی جہاز ملنا ممکن نہیں۔ حضرت نے اسی جہاز میں روانہ ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ ابھی جہاز قاہرہ کی آبادی سے باہر نکلا ہی تھا کہ مخالف ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں جن کی بدولت کئی روز تک جہاز قاہرہ کے قریب رہا اور وہاں ہی ٹھہرا رہا۔ جہاز میں سوار عیسائی لوگوں نے

حضرت ابوالحسن شاذلی کا مذاق اڑانا شروع کر دیا کہ حضرت کو تو اللہ سے حج کا حکم دیا تھا تو پھر اس نے یہ رکاوٹیں کیوں کھڑی کر دیں جبکہ حج کے ایام قریب آنے والے ہیں اور جہاز جہاں سے چلبے وہیں پرشہرا ہے۔ حضرت ابوالحسن ایسی طنزیہ گفتگو سن کر بہت رنجیدہ غالب ہوئے مگر ضبط سے کام لیا۔ اسی کشمکش اور بے چینی میں ایک روز حضرت ابوالحسن کی آنکھ دوپہر کے وقت لگ گئی۔ حالت خواب میں آپ کو دعائے حزب البحر پڑھائی گئی اور اس کا بکثرت ورد کرنے کا حکم دیا گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے جہاز کے افسر کو بلایا اور فرمایا کہ خدا کا نام لے کر یاد بان اٹھائے۔ اس نے جواب دیا کہ یاد بان اٹھانے کو تو میں تیار ہوں مگر مخالف ہوا ہمارا منہ پھیر دے گی اور ہم دوبارہ قاہرہ پہنچ جائیں گے۔

شیخ نے فرمایا کہ تو دل میں پکڑ دھکڑ مت کر اور جو کچھ ہم کہتے ہیں اس پر عمل کر اور خدا کی عجیب مہربانی دیکھ۔ چنانچہ جونہی یاد بان اٹھایا گیا وہیں موافق ہوا اور شور سے چلنے لگی۔ یہاں تک کہ جس رسی کے ساتھ جہاز کو رینگ سے باندھ رکھا تھا وہ بھی کھل رہا تھا۔ ناچار اس کو کاٹنا پڑا اور بڑی جلدی امن و سلامتی کے ساتھ جہاز اپنی مبارک منزل تک پہنچ گیا۔ عیسائی جہاز والے کے دونوں بیٹے حضرت ابوالحسن شاذلی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً ایمان لے آئے۔ اس بات کا جہاز دان کو بڑا دکھ ہوا۔ اسی رات خواب میں اس نے دیکھا کہ حضرت ابوالحسن ایک بڑی جماعت کے ساتھ بہشت میں تشریف فرما ہیں۔ اور اس کے بیٹے بھی حضرت کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ عیسائی بوڑھے نے اپنے بیٹوں سے ملنا چاہا تو فرشتوں نے اسے جھڑکا کہ تو ان لوگوں کے دین والوں میں سے نہیں ہے لہذا تو ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ اگلی صبح وہ جاگا تو خلک بدایت اس کی مددگار ہوئی اور اس نے کھڑے تو حیدر پڑھ لیا اور رفتہ رفتہ اس کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ وہ بڑے بڑے باطنی مقامات والا ہو گیا۔ اس طرف کے لوگ اس کی نزدیکی اور سمجھت کے طالب ہونے لگے۔

۱۸۰۔ سلیم و رضا کی حقیقت

حضرت ابوالحسن شاذلی کا بیان ہے کہ ابتدائے حال میں مجھے تردد تھا کہ لوگوں کے ساتھ مل چل کر رہوں یا ان سے الگ تھلاکت شہر میں رہوں یا جنگل میں چلا جاؤں۔ مجھے خبر ملی کہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ایک غلام سیدہ بزرگ رہتے ہیں۔ میں ان کی ملاقات کے لیے گیا اور رات کو وہاں پہنچا۔ خیال آیا کہ رات کے

وقت ان کے پاس جانا ٹھیک نہیں دن نکلنے پر جاؤں گا چنانچہ میں غار کے دروازے پر ہی سو رہا۔ اندر سے میں نے آواز سنی کہ کوئی دعا مانگ رہا ہے۔ "خدا یا تیرے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو تجھ سے پابنتے ہیں کہ خلق ان سے مسخر ہو جائے اور تو نے خلق کو ان کے لیے مسخر کر بھی دیا اور وہ لوگ تجھ سے ماضی ہو گئے مگر میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو میرے لیے بدتو کرے تاکہ تیری بارگاہ کے سوا میرے لیے اور کوئی جائے پناہ نہ رہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ ذرا سن یہ شیخ کس سے کیا کہہ رہا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں ان کی خدمت میں گیا اور سلام عرض کیا۔ ان کی ہیبت و جلال سے میرے بدن کے رنگے کھٹے ہو گئے۔ میں نے ان کا مزاج پوچھا۔ فرماتے لگے جس طرح تو خدائے عزوجل کی گرمی تدبیر و اختیار کی شکایت کرتا ہے میں اس کی خشکی تسلیم و رضا کی شکایت کرتا ہوں اس وقت میرا یہی حال ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ تسلیم و رضا کی خشکی کیا ہوتی ہے اور آپ اس کی شکایت کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ مجھے اس کی جلالت کہیں خدائے عزوجل سے بٹا کر اپنی طرف مشغول نہ کرے۔ میں نے عرض کیا، رات میں نے آپ کو یہ کہتے سنا ہے کہ خدا یا بعض ایسے بندے ہیں جو تجھ سے پابنتے ہیں کہ خلق ان کی مسخر ہو جائے، تو نے خلق کو ان کی مسخر کر بھی دیا اور وہ تجھ سے راضی ہو گئے۔ شیخ یہ سن کر مسکرائے فرمایا اے فرزند! "اللَّهُمَّ سَخِّرْ لِي" کی بجائے "اللَّهُمَّ كُنْ لِي" کہا کرو۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ جس کے لیے خود خدائے تعالیٰ ہولے وہ کسی اور شے کا محتاج رہ سکتا ہے؟ کیوں اپنا دل بُرا کرتے ہو۔ (انوار الاسیاء ص ۲۲۷)

۱۸۱۔ پانچ خلعتوں کا انعام

ایک رات ابوالحسن نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے پوچھا اے ابوالحسن! لیا بات سے تو پریشان سا کیوں نظر آتا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ! میں حتی المقدور کوشش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بند بن سکوں مگر کامیابی نہیں ہوتی۔ آپ نے حکم دیا تم اپنے کپڑوں کا میل دو کر دو اور ہر لحظہ پاک رہو۔ عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا آپ نے فرمایا میں تمہیں پانچ خلعتیں عطا کرتا ہوں۔ خامتِ محبت، خلعتِ معرفت، خلعتِ توحید، خلعتِ ایمان اور خلعتِ اسلام۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہے اس پر ہر چیز آسان ہے اور جو اللہ کو بیچتا ہے

اس کی نظر میں تمام چیزیں معمولی اور بیچ میں اور جو شخص خدا کو ایک جانتا ہے وہ کسی کو اس کا شریک نہیں
 ٹھہراتا اور جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے وہ ہر چیز سے بے خوف ہو جاتا ہے اور جو شخص اسلام کی رسی کو
 مضبوطی سے پکڑے وہ کبھی گناہ کا مرتکب نہیں ہوتا ابوالحسن شاذلی نے ان پانچ خلعتوں کو ہمیشہ پاک و
 صاف رکھا اور ان کو گرواؤد نہیں ہونے دیا۔ آپ کے پاس رقتہ رقتہ بہت سے لوگ آنا شروع ہو گئے
 اور ہر کوئی آپ سے ایمان کی دولت اور خزانے لے کر جاتا تھا۔ آپ بخشش کا بے بہا خزانہ تھے۔

(اختیار الصحیح ص ۲۶۱)

۱۸۲۔ ہر کسی کے فعل کو اللہ بہتر جانتا ہے

شیخ سعدی نے بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ ایک سفر پر
 تھا۔ ہمیں دوران سفر میں ٹھہرنا پڑا۔ رات کے وقت میرے والد صاحب نے مجھے تہجد کی
 نماز کے لیے اٹھایا۔ میں نے کھڑکھڑکیا اور اس کے بعد تہجد کی نماز ادا کی۔ اب بعد نماز میرے والد
 تو اپنے ورد و زلفات میں سونے ہو گئے اور میں فارغ تھا۔ میرے دل میں سرائے میں سونے ہوئے
 دوسرے مسافروں کے متعلق خیال پیدا ہوا کہ یہ سارے لوگ کس قدر بے خبری کی نیند سوٹے ہوئے ہیں
 ان کی حالت مردوں جیسی ہے اور اگر یہ اٹھ کر تہجدی ادا کر لیتے تو کیا حرج تھا۔ میں نے اپنا یہ خیال
 والد صاحب پر ظاہر کر دیا۔ انھوں نے زحمتیں لگا بھریں سے میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم بھی ان
 مسافروں کی طرح سونے رہتے تو کتنا بہتر ہوتا کیونکہ یہ سونے ہوئے مسافر تم سے کئی گنا زیادہ بہتر ہیں
 تم جاگ کر تہجد پڑھتے ہو مگر غیبت کر کے ان کا ثواب نذر کر دیا جبکہ جن مسافروں کی تم نے غیبت کی ہے
 وہ تمھارے تہجدی ثواب بھی لے گئے۔

۱۸۳۔ اشرف المخلوق بننے کا راز اطاعت الہی ہے۔

ایک مرتبہ شیخ سعدی کسی جنگل سے گزر رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی چہرے
 والے ایک بہاری بھرم چیتے پر سوار ہو کر آ رہے ہیں میں اس بزرگ کو یوں چیتے پر سوار دیکھ کر لرزہ
 بر اندام ہو گیا اور ایک طرف درخت کے پیچھے پھینے لگا۔ مجھے اس بزرگ نے آواز دے کر بلایا اور کہا

اے چیتے سے ڈرنے والے تو اس بانو سے مت ڈر بلکہ خدا سے ڈر لیتے کہ اگر نسان خدا کے احکام کی پابندی کرے تو یہ چیتا بھی اس شخص کے حکم کی بجا آوری کرے گا۔ اور مجھے یہ مقام صرف خدا کے احکام کی بجا آوری سے حاصل ہوا کہ یہ چیتا اپنے آپ میرے سامنے سرنگوں کر کے چل رہا ہے اور میں اس پر سدھائے ہوئے گھوڑے کی مانند سواری کر رہا ہوں۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں یہ بات واقعی سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور جب یہ مخلوقات میں اشرف خدا کا کامل بندہ بن جائے اور اس کے تمام احکام پر مکمل طور پر عمل کرنے لگ جائے تو پھر خداوند عالم اس کے سامنے کائنات عالم کے ہر جاندار کو مسخر کرے گا اور اس کو انسانوں میں بھی قابل قدر نگاہوں سے دیکھا جائے گا اور حیوان بھی اس کے سامنے اپنی گردنیں جھکا لیں گے لیکن حق بندگی اس طرح ادا ہو جس طرح ادا کرنے کا حکم ہے پھر یہ خوبیاں اللہ پیدا کرتا ہے۔

۱۸۴۔ علم کی قدر و قیمت

شیخ سعدی ایک مرتبہ شام یا عراق کے کسی شہر میں سے گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ قاضی شہر اپنی مجلس لگائے بیٹھا ہے شیخ سعدی بھی اس مجلس میں امراء کے ساتھ بیٹھ گئے۔ آپ کے کپڑے اس وقت پٹے پرانے تھے اور آپ کی حالت بڑی دگرگوں تھی۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے امراء اور شہزادے شیخ سعدی کو کم حیثیت جانتے ہوئے ان کو محفل سے نکال دیا آپ اٹھ کر پائیں مجلس میں جا بیٹھے۔ آپ نے سنا کہ اہل مجلس کسی نقطہ پر بحث کر رہے ہیں مگر کوئی حل تلاش کرنے میں ناکام ہیں۔ آپ نے دور سے صدا لگائی اور کہا کہ قاضی شہر اگر پسند فرمائیں تو آپ کا یہ حل طلب مسئلہ میں حل کر سکتا ہوں۔ قاضی نے آپ کو اجازت دے دی۔ آپ نے نہایت سہل اور قابل فہم طریقے سے مسئلہ حل کر دیا۔ ہر طرف سے آپ کو داد و تحسین ملنے لگی۔ آفرین و ثنا باش کے ڈونگرے آنے لگے جب قاضی شہر نے آپ کو بلند مرتبے پر جانا ہوا دیکھا تو وہ اپنا عامہ اتار کر سعدی کو دینے لگے مگر شیخ سعدی نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر میں نے عامہ پہن لیا تو پھر میری آنکھوں پر بھی چربی چڑھ جائے گی اور خریب لوگ مجھے حقیر و ذلیل معلوم ہوں گے اور یوں مجھے لوگوں سے مختلف لعنت ملامت کے الفاظ سننا پڑیں گے۔

۱۸۵۔ قُربِ الہی، اللہ کی دوستی میں ہے

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بعینہ کی ایک جامع مسجد میں تقریر کر رہا تھا۔ اہل مجلس بڑے مردہ دل تھے، کسی پر میری تقریر کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے اپنا موضوع بیان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق شروع کیا ہوا تھا ”ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں“ میں اپنی تزیینات میں رعظ کیے جا رہا تھا مگر مجھے سامعین کی بے حسی پر افسوس ضرور تھا۔ پھر میں نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا ”میرا دوست میرے زیادہ قریب ہے جبکہ میں اس سے دور ہوں اور کس قدر بد نصیب ہوں میں کہ دوست پہلو میں ہے اور میں اس سے جلا ہوں“ اسی اشارہ میں وہاں سے اب میرا قدم گزرا جب اس نے یہ شعر سنا تو وہ بے اختیار نعرے لگانے لگا گیا اس کی بے خودی اور نعرہ بانڈی کو دیکھ کر حاضرین مجلس بھی کیفیت مستی میں آکر نعرے لگانے لگے اس وقت میری زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے۔ ”اے پاپ نذاذند کریم! اہل دل اگرچہ دور رہتے ہوئے بھی دل کے قریب رہتے ہیں مگر عقل کے اندھے دل کے نزدیک ہو کر بھی دور رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ خدا کو تلاش کرتے ہیں کبھی بنکوں میں کبھی پہاڑوں میں مگر ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تو دل کے اندر ہے، اسے جب دیکھنا ہو تو اسی گدہ دن خم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہر وقت دیکھا جاسکتا ہے۔“

۱۸۶۔ حضرت شمس تبریزی کی مولانا روم پر شفقت

حضرت شمس تبریزی بڑے ضعیف و نحیف شخص تھے مگر ان کے بیان میں کشش اور ان کی شخصیت میں جاذبیت تھی آپ کو درد لیشوں کی ملاقاتوں کا بڑا شوق تھا اس کے لیے آپ شہر بہ شہر گھومتے پھرتے رہے۔ اسی شوق کی تکمیل کے لیے آپ نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ الہی مجھے کوئی ایسا بندہ مل جائے، جو میری صحبت کا متحمل ہو سکے۔ اور رب جلیل نے آپ کو روم کے شہر قونیہ میں بھیجا اور یہاں ان کی ملاقات مولانا رومی سے ہوئی۔ آپ نے مولانا کو بیعت کر کے حلف ارادت میں داخل کیا آپ کی ملاقات کے بعد مولانا روم میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ پہلے مولانا ہر وقت درس و تدریس اور وعظ و ہدایت اور فتویٰ نویسی کیا کرتے تھے پھر انھوں نے اپنے یہ سارے معمولات ترک کر دیے اور نغمہ و ساز کی طرف متوجہ ہو گئے تاہم مولانا روم

ایک لمحہ کے لیے بھی شمس تبریزی سے جھلانہ ہوتے تھے۔ مولانا نے جب اپنے اشتغال ترک کئے تو قونیہ کے لوگوں کو سخت گلہ ہوا۔ انھوں نے مولانا کے وعظ و نصیحت سے محرومی کا محرک حضرت شمس کی آمد کو قرار دیا۔ بعض لوگ تو اس قدر مشتعل اور جذباتی ہو گئے کہ وہ شمس تبریزی کے درپے آزار ہو گئے۔ بعض حضرت تبریزی کے ساتھ سخت گستاخیاں بھی کرنے لگے۔ ان باتوں کا حضرت تبریزی کو بہت رنج بہتیا اور انھوں نے قونیہ کو چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا اور اپنا تک ایک دن قونیہ سے دمشق جا پہنچے۔

مولانا روم کو حضرت تبریزی کی جدائی اور فراق کا بڑا سدہ ہوا۔ وہ جب اپنے پرانے اشتغال یعنی درس و تدریس کی طرف لوٹتے تو ان کی حالت مرغ بسمل کی طرح ہو جاتی تھی۔ مولانا، حضرت تبریزی کے فراق کی شدت میں رقت امیر شعر پڑھا کرتے تھے۔ انھوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور اپنے مریدوں اور خادموں سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ انھی فراق و بدلی کے جاں گسل لمحات میں مولانا کو حضرت تبریزی کا خط ملا۔ جس سے ان کی آتش عشق اور بھڑک اٹھی۔ مولانا کی بیقراری دیدنی تھی۔ آپ کی ٹرپ دکھی نہ باقی تھی جب آپ کی جان کے لالے پڑ گئے تو مولانا روم کے صاحبزادے سلطان کی سرکردگی میں ایک وفد دمشق روانہ ہو گیا اور حضرت شمس تبریزی سے معافی مانگی۔ مولانا نے دند کو ایک منظوم خط اور ایک ہزار دینار سوغ بھی حضرت تبریزی کے آستانے پر بچھا دئے۔ یہ بھیجے۔ مولانا کی حالت پر حضرت تبریزی کا دل سبج گیا۔ اور انھوں نے قونیہ واپس آنے کی حامی بھری۔ اور جب آپ قونیہ پہنچ گئے تو مولانا روم بہت خوش ہوئے ذوقِ سماع کی محافل پھر سے بپا ہونے لگیں۔ اہل قونیہ کو حضرت شمس تبریزی کا قونیہ میں رہنا ناگوار گذرتا تھا لیکن وہ خاموش رہتے تھے۔ (اولیاء کرام)

۱۸۷۔ اطاعتِ مریدی کی آزمائش

ایک مرتبہ حضرت شمس تبریزی چند مہینوں کے لیے ایک کمرے میں بند ہو گئے اور چاہے کتنی شہرت کر دی۔ ان کی یہ جدائی بھی مولانا روم سے بربط شدت نہ ہوئی اور جب شمس تبریزی نے اپنی جائزہ کشی تمام کر لی تو مولانا بہت خوش ہوئے۔ ان کی ساری بیقراری اور پشیمردگی کا نور موٹ گیا۔ اس آزمائش کے عالم میں دیکھ کر حضرت شمس تبریزی نے مولانا کو آزمانا چاہا اور فرمایا اے مولانا مجھے اس وقت ایک خوبصورت عورت کی طلب ہے میں تم سے اس وقت خوش ہوں جب تم مجھے ایک سو بیس سو روپے اور دو سو روپے

روم نے کوئی سوال جواب کیے بغیر اپنی بیوی جو شاہ خوارزم کی بیٹی تھی اور حسن و جمال میں بیکتا تھی، کو اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت شمس تبریزی نے جب مولانا روم کی بیوی کو دیکھا تو فرمایا ”میں نے تمہیں اس عورت کے لیے تو نہیں کہا تھا یہ تو میری بہن اور بیٹی ہے۔“ مولانا عرس گزار ہوئے، حضرت میری نظر میں اس سے خوبصورت اور کوئی عورت نہ تھی، دوسرے میں اپنی پیاری سے پیاری چیز آپ پر قربان کرنے کا متمنی ہوں۔ اس پر حضرت شمس تبریزی نے جواب دیا: ”مجھے اب عورت کی خواہش نہیں اگر تم لا سکو تو ایک فوجی اور خوبصورت لڑکا لا دو۔“ مولانا روم شیشی انداز میں اپنے مرشد کے حجرے سے نکلے اور بغیر کسی سوال و جواب کے اپنے گھر روانہ ہوئے اور اپنے چھوٹے بیٹے کو ساتھ لیا اور حضرت شمس تبریزی کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت شمس تبریزی نے اس مرتبہ بھی مولانا کی سرزنش کی کہ میں نے تمہیں یہ لڑکا لانے کو تو نہیں کہا یہ تو میرا بیٹا ہے۔ مولانا نے عرس لے، مرشدی مولائی، میں آپ پر قربان ہونا چاہتا ہوں میں کیوں اور کیا کی زبان نہیں جانتا۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں، میرا کام آپ کی فرمانبرداری کرنا اور آپ پر نثار ہو جانا ہے۔ یہ باتیں سننے کے بعد مولانا کے بیٹے کو بھی حضرت تبریزی نے واپس کر دیا۔ پھر مولانا روم سے کہا اب جاؤ اور میرے لیے شراب کا بندوبست کرو۔ ایسی نشہ آور شراب لاؤ جو مجھے کیفیتِ مستی میں مبتلا کرے۔ مولانا روم جو اپنے زہد و رکوع میں جمیدہ عصر تھے، ان کے علم و حکمت اور عظمت و ہندگی کے چرچے ہر کہیں تھے مگر انہوں نے اپنی شہرت کی پرواز کی۔ قونیہ میں ایک یہودیوں کا محلہ تھا وہاں تشریف لے گئے اور وہاں سے شراب حاصل کی اور نہت تبریزی کی خدمت میں پیش کر دی حضرت شمس تبریزی نے جب شراب کی بھری ہوئی سراحی دیکھی تو کافی دیر مولانا روم کی طرف دیکھتے رہے پھر شراب کی سراحی کو دیوار کے ساتھ دے مارا اور سراحی کی ساری شراب گرا دی۔ مولانا چپ کھڑے ہیں نہ کچھ پوچھ رہے ہیں نہ بول رہے ہیں۔ کافی دیر کے بعد حضرت شمس تبریزی نے مولانا سے فرمایا ”اے جلال الدین رومی! آج سے تمہاری عرفان و معرفت، سلوک و صحو اور خدیب و سکر کی تمام منازل طے ہو گئی ہیں۔ یہ عورت، لڑکے اور شراب کی جو میں نے خواہش تمہارے سامنے کی تھی یہ ایک آزمائش تھی مگر تم آزمائش میں جس طرح پسے اتارے ہو اس کی مثال نہیں ملتی۔ آج سے تمہیں وہ مقام حاصل ہو گیا ہے جس سے تمہارا نام رہتی دنیا تک یادگار ہے گا اور لوگ تمہاری تصانیف و تالیفات کو قیامت تک پڑھتے رہیں گے اور ان سے اسرار و رموز کی باتیں سیکھتے رہیں گے بلکہ میں شمس تبریزی جو تمہارا

مرشد۔ میں دنیا میں گنم ہو جاؤں گا اور میں تمہاری نسبت سے بیانا اور پہچانا جاؤں گا۔ لوگ مجھے شمس تبریزی کہتے ہیں۔ مولانا روم کے مرشد کی حیثیت سے جانیں گے۔ ان باتوں سے مولانا روم کی خوشی اس قدر بڑھ گئی اور آپ حضرت شمس تبریزی کی محبت میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ آپ نے اپنے ایک شعر میں فرمایا کہ ”میں بھی بھی مولانا روم نہ ہوتا اگر مجھے شمس تبریزی کی غلامی میسر نہ آتی“۔ (اولیاء کرام

۱۸۸۔ حضرت شمس تبریزی اور مولانا روم کی ملاقات

مولانا رومی کے جاہ و جلال کی ہیبت سارے قلمرو ہی پر تھی۔ بادشاہ خود آپ کا احترام کرتے تھے۔ عالی شان مکان، دروازے پیر پیر، راحت و آسائش کا ہر سامان میسر تھا۔ مولانا روم کے نمایاں نشان آپ کی ایک عظیم الشان لائبریری تھی جس میں نادر و نایاب کتب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ حضرت شمس تبریزی مکان پر پہنچے تو مولانا لائبریری میں موجود تھے۔ آپ نے ان کو وہیں بلوایا۔ مولانا فلسفے کی ایک ایسی نذب ملاحظہ فرمائی جسے جس کا نسخہ صرف ان ہی کی لائبریری میں موجود تھا۔ مطالعہ کی محویت و دل چسپی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ آنے والے مہمان کو رسمی طور پر خوش آمدید کہنے کے بعد حضرت مولانا پھر طالع میں خوش رکھے۔ حضرت شمس تبریزی نے مولانا سے پوچھا ”ایں صیبت؟“ تو مولانا رومی کا پندار علم بر جستہ بول اھا ”ین علمے است کہ تو نمی دانی“۔

بادشہ و رعایت سے اکتساب میں ہر وقت آہی گیتھا۔ حضرت شمس تبریزی نے منی خیز تبسم کے ساتھ خاموشی اختیار کر لی اور جب مولانا رومی کسی ضرورت کی وجہ سے کمرے سے باہر گئے تو حضرت تبریزی نے فلسفے کی وہی کتاب اٹھائی اور مکان کے حوض میں ڈال دی۔ مولانا واپس تشریف لائے تو اسی کتاب کا خیال تھا، دیکھا تو کتاب موجود نہیں تھی، ادھر ادھر تلاش کیا لیکن جتنا وقت گزرتا جاتا تھا مولانا کی پریشانی بڑھتی ہی جاتی تھی۔ آخر حضرت شمس تبریزی نے پوچھا اور مولانا نے اپنی پریشانی کا سبب بتایا تو حضرت نے بہت اطمینان و سکون سے فرمایا وہ کتاب تو میں نے حوض میں ڈال دی ہے۔ مولانا برا فروختہ ہوئے اور اس کتاب کی ہمیت کے پیش نظر سخت باتیں لگیں۔ حضرت نے فرمایا اس میں خفا ہونے اور افسوس کرنے کی کوئی بات ہے اگر وہ کتاب تمہیں پیدا پسند ہے تو آف منگوا دیتے ہیں حضرت مولانا رومی بجد جسے کہ پانی سے بھرے ہوئے حوض میں نایاب قلمی کتاب کا یوں پھینک دینا ہی کتنی بڑی

خلاف عقل و ہوش بات تھی اور اب دوسری یہ بات اس سے جی خطاب دانش یہ کہہ رہے ہیں کہ او کتاب لے آئیں حضرت شمس تبریزی نے فرمایا تم اپنے علم کے مطابق تو ٹھیک ہی کہتے ہو لیکن تمہارا اس میں نقصا بھی کیلے تمہارے نزدیک تو کتاب مانع ہو ہی چکی ہے۔ تلاش کر لینے میں ہرج کیلے ہے۔ مولانا رومی راضی ہو گئے اور حضرت ان کو لے کر حوض پر پہنچے اور آپ نے حوض کی مچھلیوں کو خطاب کیلے فرمایا کہ او ہا سے مولوی کی کتاب لادو۔ چند ہی لمحوں کے بعد کچھ مچھلیاں تو یوں ہی تیرتی ہوئی سامنے آ کر رگ گئیں لیکن ان میں سے ایک مچھلی آئی جس کے منہ میں وہی نایاب کتاب تھی اور اس نے حوض کے کنارے پر وہ کتاب چھوڑ دی۔ حضرت تبریزی مسکرا رہے تھے اور حضرت مولانا حیرت سے خاموشی کا بخسہ بن گئے تھے۔ حضرت تبریزی نے کتاب اٹھا کر مولانا کے حوالے کی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ پانی کی تہ میں پڑی ہوئی کتاب جیب حوض سے باہر آئی تو اس پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ مولانا رومی اس واقعہ سے بید متاثر ہوئے اور آخر اس ایک منظر نے ان کے دل کی دنیا ہی بدل ڈالی۔

۱۸۹۔ مجلس وعظ

ایک دفعہ قلعہ کی مسجد میں جمعہ کے دن وعظ کی مجلس تھی۔ تمام امراء و سلماء حاضر تھے۔ مولانا روم نے قرآن مجید کے دقائق اور نکات بیان کرنا شروع کیے۔ ہر طرف سبے اختیار واہ واہ اور سبحان اللہ کی صدا میں بلند ہوئیں۔ اس زمانے میں وعظ کا یہ طریقہ تھا کہ قادی قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھتا تھا اور وعظ میں ان ہی آیتوں کی تفسیر بیان کرتا تھا۔ مجمع میں ایک فقیہ صاحب بھی تشریف رکھتے تھے، ان کو حسد پیدا ہوا بولے کہ آیتیں پیسے سے مقرر کر لی جاتی ہیں ان کے متعلق بیان کرنا کونسی کمال کی بات ہے۔ مولانا نے ان کی طرف خطاب کر کے کہا کہ آپ کوئی سورت پڑھیے میں اس کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ انھوں نے والفتحی پڑھی۔ مولانا نے اس سورت کے دقائق اور لطائف بیان کرنے شروع کیے تو صرف والفتحی کے واؤ کے متعلق اس قدر شرح و بسط سے بیان کیا کہ شام ہو گئی۔ تمام مجلس پر ایک وجہ کی حالت طاری تھی۔ فقیہ صاحب ایسے سرشار ہوئے کہ کپڑے پھاڑ ڈالے اور مولانا کے قدموں پر گر پڑے۔ اس جلسے کے بعد مولانا نے پھر وعظ نہیں کہا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس قدر میری شہرت بڑھتی جاتی ہے میں بلا میں مبتلا ہوتا جاتا ہوں لیکن کیا کروں کچھ تندرستی نہیں بن پڑتی۔ ثنوی

میں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔

خوشی راز بخور سازی زار نہ دار
تاترا بیروں کتند از اشتہار
اشتہار خلق بند محکم است
درہ این از بند آہن کی کم است

۱۹۰۔ محفل سماع

ایک دفعہ سماع کی مجلس تھی، اہل محفل اور خود مولانا پر وجہ کی حالت تھی۔ ایک شخص بیخودی کی حالت میں تڑپتا تو مولانا سے جا کر ٹکڑے کھاتا۔ چند دفعہ یہی اتفاق ہوا۔ لوگوں نے بنور اس کو مولانا کے پاس سے ہٹا کر دور بٹھا دیا۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا: "شراب اس نے پی ہے اور بدستی تم کرتے ہو۔" ایسے ہی ایک اور دفعہ معین الدین پروانہ کے گھر میں سماع کی مجلس تھی۔ کونجی خاتون نے شیرینی کے دو طبق بھیجے۔ لوگ سماع میں مشغول تھے۔ اتفاق سے ایک کتے نے آکر طبق میں منہ ڈال دیا۔ لوگوں نے کتے کو مارتا چاہا۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کی بھوک تم لوگوں سے زیادہ تیز تھی اس نے کھایا تو اسی کا حق تھا۔ (انوار الاسیاء)

۱۹۱۔ مرّت و انّت

قونیہ میں گرم پانی کا ایک چشمہ تھا۔ مولانا روم کبھی کبھی وہاں غسل کے لیے جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہاں کا قصد کیا۔ خدام پہلے سے جا کر ایک خاص جگہ متعین کر آئے لیکن قبل اس کے کہ مولانا پہنچیں چند جذامی بچے کہ نہانے لگے۔ خدام نے ان کو ہٹانا چاہا۔ مولانا نے خدام کو ڈانٹا اور چشمے میں اسی جگہ سے پانی لے کر اپنے بدن پر ڈالنا شروع کیا جہاں جذامی نہا رہے تھے۔ (انوار الاسیاء)

۱۹۲۔ بچوں کی حوصلہ افزائی

حضرت مولانا روم ایک دفعہ بازار میں جا رہے تھے۔ لڑکوں نے دیکھا تو ہاتھ چومنے کے لیے بڑھے۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ لڑکے بر طرف سے آتے اور ہاتھ چومنے جاتے۔ مولانا بھی ان کی دلداری کے لیے ان کے ہاتھ چومتے۔ ایک لڑکا کسی کام میں مشغول تھا اس نے کہا مولانا ذرا اٹھریے۔ میں

کام سے قاریغ ہو لوں۔ مولانا اس وقت تک وہیں کھڑے رہے کہ زکافاریغ ہو کر آیا اور دست بوسی کی عزت حاصل کی۔ (انوار اصفیاء)

۱۹۳۔ توضع اور انکساری

حضرت مولانا روم باوجود عظمت و شان کے نہایت درجہ بے تکلف و منوات اور ناکساری تھے ایک دفعہ جاڑوں کے دنوں میں حسام الدین چلی کے پاس گئے۔ چونکہ اوقت ہو چکا تھا۔ دروازے سب بند تھے وہیں ٹھہر گئے برف گر کر سر پر جمتی جاتی تھی لیکن اس جہاں سے نہ ان لوگوں کو زحمت نہ ہو۔ نہ آواز دی نہ دروازہ کھٹکھٹایا۔ صبح کو تو اب نے دروازہ کھولا تو یہ حالت دیکھی۔ حسام الدین کو خیر ہوئی۔ وہ آکر پاؤں پر گر پڑے اور رونے لگے۔ مولانا نے گلے سے لگایا اور ان کی تسکین کی۔ (انوار اصفیاء)

۱۹۲۔ کتے کے آرام کا خیال

حضرت مولانا روم ایک دفعہ مریدوں کے ساتھ جا رہے تھے ایک تنگ گلی میں ایک کتہا سر راہ سو رہا تھا جس سے راستہ رک گیا تھا۔ مولانا وہیں رک گئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ ادھر سے ایک شخص آ رہا تھا اس نے کتے کو بٹا دیا۔ مولانا نہایت آزرده ہوئے اور فرمایا نا تھی اس کو تکلیف دی۔ (انوار اصفیاء)

۱۹۵۔ دو اشخاص کی صلح کا واقعہ

ایک دفعہ دو آدمی سر راہ لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ اولعین! تو ایک کہے گا تو دوسرے سنے گا۔ اتفاق سے مولانا کا گزر ادھر سے ہوا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی جو کچھ کہنا ہے مجھ کو کہہ لو، مجھ کو اگر ہزار کہو گے تو ایک بھی نہ سنتو گے۔ دونوں مولانا کے پاؤں پر گر پڑے اور آپس میں صلح کر لی۔ (انوار اصفیاء)

۱۹۶۔ کرامت کے مقابلے میں کرامت

ابوالحسن خرقانی کے عہد میں ایک بزرگ ابوالعمر ابو عباس ایک مرتبہ خرقان آئے۔ ابوالحسن اس وقت تنور پر کھا رہے تھے اور پانی کا کٹورا سامنے رکھا تھا۔ ابو عباس آپ کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور پانی کے کٹورے میں ہاتھ ڈال کر ایک مچھلی نکال کر حضرت ابوالحسن کے سامنے رکھ دی اور کہا یہ میں نے اپنی کرامت سے آپ کو ایک تختہ پیش کیا ہے۔ اسی وقت حضرت ابوالحسن نے تنور میں ہاتھ ڈالا اور اس کے اندر سے ایک مچھلی نکال دی اور فرمایا ابو عباس! پانی سے مچھلیاں نکالنا کوئی کمال نہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ آدمی آگ سے مچھلی نکال کر دکھائے۔ ابو عباس بہت شرمندہ ہوئے۔ ابو عباس بھی حضرت ابوالحسن کی طرح ہرات بایزید بستانی کے مزار پر گزارا کرتے تھے۔ ان کی وفات یہ کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح ابوالحسن سے پہلے مزار اقدس پر پہنچ جائیں مگر باوجود پوری کوشش کے وہ ایک مرتبہ بھی اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوئے۔

۱۹۷۔ حضرت ابوالحسن کی کرامت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بوعلی سینا آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میں بادشاہ وقت کا ناس غلام ہوں۔ بادشاہ اس وقت شدید پیٹ درد میں مبتلا ہے۔ کوئی عمل ایسا کر دیں جس سے بادشاہ ٹھیک ہو جائے۔ آپ نے فرمایا حاذق وقت موجود ہے اس کو لے جاؤ۔ یہ سن کر بوعلی سینا بہت شرمندہ ہوئے اور عرض کی "حضرت! آپ کے ہوتے ہوئے میری طبابت کس کام کی لہذا علاج آپ فرمائیں گے میں نہیں کروں گا" آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر مجھے علاج کرنا ہے تو میں ضرور کروں گا۔ آپ نے اپنا جوتا اس شخص کو دیا اور کہا "اسے بادشاہ کے پیٹ پر پھیر دو۔ درد انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا" وہ شخص جوتا لے گیا اور بادشاہ کے پیٹ پر پھیر دیا۔ پھر بھنسلِ تعالیٰ بادشاہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

بوعلی سینا نے عرض کی حضرت! اس دنیا میں کچھ باتیں سمجھ میں نہ آئے کے باوجود حقیقت ہوتی ہیں ان کو کیسے سمجھا جائے؟ آپ نے فرمایا ان باتوں کی توجیہ کر بننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۱۹۸۔ شیخ ابوالحسن خرقانی اور سلطان محمود غزنوی

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی سلطان محمود غزنوی کے ہم عصر تھے ان کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی تو سلطان محمود غزنوی کو ان کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ خادم و حشم کے ساتھ غزنی سے خرقان پہنچا اور ایک قاصد کے ہاتھ شیخ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کی زیارت کے لیے غزنی سے یہاں آیا ہوں۔ آپ خانقاہ سے میرے خیمہ تک قدم بچھو فرمائیں۔ اس کے ساتھ ہی سلطان نے قاصد کو ہدایت کی کہ اگر شیخ یہاں آئے سے انکار کریں تو ان کو قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھ کر سنا دینا۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَادْبِئُوا الْأَمْرَ مِنْكُمْ (یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور حاکم کی جو تم میں سے ہو۔)

قاصد نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطان کا پیغام دیا تو آپ نے فرمایا مجھے معذور رکھو اس نے آیت مذکورہ پڑھی تو فرمایا "در اطیعوا اللہ چنان مستغرق ام کہ اطیعوا الرسول خجالت ہا دارم تا یہ اولو الامر پہ رسد یعنی ابھی میں اطیعوا اللہ میں ایسا مستغرق ہوں کہ اطیعوا الرسول کے معاملہ میں نادام اور شرمسار ہوں۔ پھر اولی الامر منکم کی جانب کیونکہ متوجہ ہو سکتا ہوں۔ قاصد نے واپس جا کر سلطان کو شیخ کا جواب سنایا تو اس پر رقت طاری ہو گئی اور وہ شیخ ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ حضرت بایزید بسطامی کے حالات و اقوال سنائیے۔ شیخ نے فرمایا، بایزید فرماتے تھے کہ جس نے مجھے دیکھا بد بختی اس سے دور ہو گئی یعنی وہ کفر و شرک سے محفوظ ہو گیا)

سلطان محمود نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو لہب، ابو جہل اور کتنے ہی دوسرے منکروں نے دیکھا لیکن یہ بد بخت کے بد بخت (یعنی کافر) ہی ہے۔ کیا بایزید کا درجہ (نعوذ باللہ) حضور سے بھی بلند ہے؟ یہ سن کر شیخ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ نے جلال کے عالم میں فرمایا محمود! حد ادب سے قدم باہر نہ رکھ۔ ابو لہب، ابو جہل اور دوسرے کفار نے فی الحقیقت حضور کو دیکھا ہی نہیں، کیا تو نے قرآن کریم میں یہ آیت نہیں پڑھی۔

وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ، إِيَّاكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ۔ (اے رسول تو ان کو دیکھتا ہے جو تیری

طرف نظر کرتے ہیں حالانکہ وہ تجھ کو نہیں دیکھتے۔

سلطان شیخ کے ارشادات سے بہت متاثر ہوا اور اس نے عرس کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ شیخ نے فرمایا کہ چار باتوں کا ہمیشہ خیال رکھو (۱) ایسی چیزوں سے پرہیز جن سے منع کیا گیا ہے (۲) نماز باجماعت (۳) سخاوت (۴) خدا کے بندوں پر شفقت۔ سلطان نے کہا کہ میرے لیے دعائے خیر کیجئے۔ شیخ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا "اللَّهُمَّ اَفْرِ لِنَبِيِّنَا دَالِ الْمُؤْمِنَاتِ" (اے اللہ! سب مومنین اور مومنات کو بخش دے) سلطان نے عرس کی کہ میرے لیے خاص دعا فرمائیے۔ شیخ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحمت کرے اور تیری عاقبت محمود ہو۔

اس کے بعد سلطان محمود نے اشرافیوں کی ایک ٹھیلی شیخ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ یہ نذر قبول فرمائیے۔ شیخ نے تعجب سے سلطان کی طرف دیکھا اور پھر اس کے سامنے جو کی ایک روٹی رکھ دی اور فرمایا کہ یہ تمہاری دعوت ہے اس کو تناول کرو۔ سلطان نے بسم اللہ پڑھ کر جو کی روٹی کھانا شروع کیا لیکن پہلا نوالہ ہی حلق میں اٹک گیا۔ شیخ نے فرمایا شاید نوالہ حلق میں اٹکتا ہے؛ سلطان نے اثنی عشر جواب دیا تو شیخ نے گھبر لہجہ میں فرمایا، تو یہ اشرافیوں کی ٹھیلی ہی میرے حلق میں اٹک جائے گی اس کو فوراً اٹھا لو۔ یہ اشراف بادشاہوں کی توراک ہیں، فقیر کے لیے جو کی روٹی ہی نعمتِ عظمیٰ ہے سلطان محمود نے عرض کی کہ حضرت! سب نہیں تو ان میں کچھ اشرافیاں ہی قبول فرمائیں۔

شیخ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ میں دنیا کو طلاق سے چکا ہوں۔ میرے لیے یہ اشرافیاں حرام ہیں اس لیے اپنی بات پر اصرار نہ کرو۔ یاد رکھو کہ ان اشرافیوں پر نہ تیرا حق ہے نہ میرا۔ ان کو قوم کی امانت سمجھو۔ اگر یہ قوم کی مرضی کے بغیر تقسیم کرے گا تو قوم کے مال میں خیانت کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا کٹہار بھی ہوگا۔ اگر تو ان اشرافیوں کو خیرات ہی کرنا چاہتا ہے تو تیرے ملک میں بہتیرے مساکین ہیں۔ جب تو سوچتا ہے تو وہ اس لیے جاگتے ہیں کہ ان کے پیٹ خالی ہیں اور تیرے ملک میں ایسے شریف اور غیب پوش لوگ بھی موجود ہیں جو ظاہرِ آسودہ حال نظر آتے ہیں لیکن عسرت اور خودداری قائم رکھنے کے لیے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے جب قیامت کا دن آئے گا تو تیری قوم کے یہ لوگ براہِ کرباں بڑھیں گے کہ تو غیر مستحق لوگوں میں مال بانٹتا رہا اور ہم تیری نظروں سے اوجھل سے اس وقت تجھ کو خیرات کا جواب دینا پڑے گا۔

شیخ کی باتیں سن کر سلطان لرزہ برآمد ہو گیا اور اس کی آنکھوں سے یہ اشک رواں ہو گیا۔ پھر اس نے عرض کی کہ آپ مجھ سے کچھ قبول نہیں فرماتے تو مجھے یہ دینی تبرک عنایت فرمائیے۔ شیخ نے فوراً اپنا پیرا من اتار کر سلطان کو عطا فرمایا جب سلطان نے رخصت کی اجازت مانگی تو شیخ اس کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سلطان کو شیخ کے رویہ پر بڑی حیرت ہوئی اور اس نے عرض کی کہ حضرت جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ نے میری طرف التفات فرماتا بھی مناسب نہ سمجھا تھا۔ لیکن اب جو آپ میری اس طرح عزت افزائی کر رہے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ شیخ نے فرمایا جب تم فقیر کے حجرے میں داخل ہوئے تھے تو تمہارے دل و دماغ میں بادشاہت کی بو تھی۔ اور تم اپنے شامانہ جاہ و جلال کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے اسی لیے میں نے بادشاہ محمود کی پروانہ کی تھی۔ اب تم جاہ سے ہو تو تمہارا رنگ اور ہے۔ اب تم ایک درویش اور منکسر المزاج انسان کی حیثیت سے رخصت ہو رہے ہو۔ اسی لیے میں نے اپنا فرسٹ سمجھا ہے کہ تمہاری تعظیم کروں۔ ایسے انسانوں کی تعظیم نہ کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۱۹۹۔ حدیث کی سند کا روحانی معیار

مشہور بزرگ حضرت ابوالحسن خرقانی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید کو حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کا بیحد شوق تھا اس نے آپ سے اجازت طلب کی اور عرض کی کہ میں حدیث اور فقہ کی تعلیم کے حصول کے لیے کسی دوسری جگہ جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ”باہر جانے کی ضرورت نہیں تم یہ تعلیم مجھ سے ہی حاصل کر سکتے ہو“ وہ شخص حیران ہو کر بولا آپ تو بنیادی تعلیم سے بھی نا آشنا ہیں تو حدیث کیسے پڑھائیں گے؟ آپ نے فرمایا یہ کیسے کا لفظ مت استعمال کرو اور حدیث کی کتاب سے کر میرے پاس آ جاؤ جب آپ نے حدیث پڑھانا شروع کی تو وہ شخص حیران رہ گیا کہ اس طرح جامع طریقہ سے کوئی شخص بھی نہیں پڑھا سکتا تھا جس طرح آپ نے پڑھایا۔ آپ حدیث پڑھاتے ہوئے جس حدیث کے وضعی خیال کرتے فوراً بتلا دیتے۔ آپ کے شاگرد مرید نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ وضعی حدیث کا آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب میں حدیث پڑھا رہا ہوتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رونے مبارک میرے سامنے ہوتا ہے اگر حدیث سچی ہو تو آپ کا چہرہ بڑا شکفتہ ہو جاتا ہے اور اگر حدیث

وضعی ہو تو آپ کا چہرہ شکن آلود ہو جاتا ہے اور اس طرح مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ اس حدیث کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مرید نے آپ سے معذرت کی کہ میں نے آپ کو تعظیم یافتہ نہ سمجھنے کی گستاخی کی ہے۔ آپ نے اس کو معاف کر دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۲۰۰. وقت کا قطب کون؟

ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن خرقانی کے ایک مرید نے آپ سے دریافت کیا اس دنیا کا قطب کون ہے؟ آپ نے فرمایا ”قطبِ دیرال کی زیارت کے لیے تمہیں کوہِ لبنان جانا ہوگا۔“ اس نے پوچھا حضرت! کوہِ لبنان پہنچ کر میں کس طرح جان پاؤں گا کہ قطب فلاں شخص ہے؟ آپ نے فرمایا جب تم کوہِ لبنان پہنچو گے تو وہاں پر ایک جنازہ رکھا ہوگا اس جنازے کو جو شخص پڑھائے گا وہی قطبِ دیرال ہوگا۔ وہ شخص اسی وقت روانہ ہو گیا اور بڑی مشکلات اور صعوبات سفر کے بعد کوہِ لبنان پہنچا۔ وہاں پر اس نے دیکھا کہ واقعی ایک جنازہ پڑا ہوا ہے مگر اسے پڑھانے والا ابھی نہیں پہنچا۔ اسے لوگوں نے بتایا کہ جنازہ پڑھانے والا ابھی آنے والا ہے۔ عقوڑی دیر بعد اس شخص نے دیکھا کہ ایک صاحب کپڑوں میں منہ چھپائے آئے ہیں اور جنازہ پڑھانے کے بعد واپس جا رہے ہیں۔ اس نے جنازہ پڑھانے والے صاحب کا راستہ روکا اور عرض کی کہ حضرت! میں انتہائی دور سے آیا ہوں اور حضرت ابوالحسن کا مرید ہوں اور ان کی اجازت اور رہنمائی سے آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں، آپ اپنے چہرے سے کپڑا ہٹائیے تاکہ آپ کا دیدار رکسوں۔ ان صاحب نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ شخص حیران و پریشان ہو گیا کہ جنازہ پڑھانے والے امام صاحب حضرت ابوالحسن خرقانی خود تھے۔ وہ شخص اسی وقت یہوش ہو گیا۔ جب سلوک میں آیا تو اسے پتہ چلا کہ حضرت باپکے ہیں۔ اس نے آپ کی بابت لوگوں سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے اور کہاں گئے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ امام صاحب خرقان سے آئے ہیں اور یہاں نماز پڑھا کر واپس چلے جاتے ہیں۔ اس وقت ظہر کا وقت تھا اب وہ شخص عصری نماز کا انتظار کرنے لگا تاکہ حضرت جب نماز پڑھانے آئیں تو ان سے گفتگو ہو سکے۔ جب واپس جانے لگے تو اس شخص نے پک کر آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کی کہ جب میں حضرت آپ کا مرید ہوں تو آپ نے مجھے اتنی دور کیوں بھیجا۔ مجھے اپنا دیدار خرقان میں ہی کروا دیتے۔ آپ نے فرمایا دیکھو! جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا

یہ خدا کا نفل ہوتا ہے جس پر بندہ پائے۔

۲۰۱۔ عقیدت کی وضاحت

ایک دفعہ شیخ ابوسعید حضرت ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرت! میں نے جب تک آپ سے ملاقات نہ کی تھی میری حالت ایک پتھر کی سی تھی مگر آپ نے مجھے کوہِ آبدار بنا دیا ہے اور آپ کا یہ یقین ہے کہ میں نے اپنی روحانیت میں بڑی شاندار تبدیلی محسوس کی ہے۔ حضرت ابوالحسن نے خوش ہو کر جواب دیا، ابوسعید میں سوچتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک بیٹا دے دیتا تو جو حقیقت میں میرا ہمارا ہوتا آج اللہ نے میری یہ دعا بھی قبول کر لی اور آپ کی شکل میں مجھے ایک فرزند معنوی عطا فرما دیا۔ جب شیخ ابوسعید نے یہ بات سنی تو ان کی خوشی بے ٹھکانہ ہو گئی۔ اور اسی خوشی میں انہوں نے حضرت کی خانقاہ کا ایک پتھر اٹھایا اور اپنی خانقاہ کی محراب میں لگوادیا مگر اگلے روز دیکھا تو حیران رہ گئے کہ وہ پتھر محراب سے غائب تھا اور دوبارہ حضرت ابوالحسن کی خانقاہ میں جا کر لگ گیا تھا۔ آپ نے دو تین مرتبہ پتھر حضرت کی خانقاہ سے اٹھایا اور اپنی خانقاہ کی محراب میں لگوادیا مگر پتھر ہر مرتبہ اپنی جگہ سے ہٹ کر حضرت ابوالحسن کی خانقاہ میں پہنچ جاتا تھا۔ آخر کار شیخ ابوسعید نے یہ پتھر لگانے کی کوشش ترک کر دی۔ جب یہ بات انہوں نے حضرت ابوالحسن سے عرض کی تو انہوں نے جواب دیا: ”تم نے پتھر کو عقیدت سے میری خانقاہ سے اٹھایا اور اپنی خانقاہ میں لگوادیا تھا۔ ایسی عقیدت جو پتھر کے ساتھ تم نے کی یہ بت پرستی کے زمرے میں آتی تھی میں نے اس کو ختم کرنے کے لیے پتھر کو وہاں لگنے کی اجازت نہیں دی۔“ شیخ ابوسعید نے یہ بات سنی تو خاموش ہو گئے۔ (ذکرۃ الاولیاء)

۲۰۲۔ روحانی بیعت کا جواز

ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانی حسب معمول کھیتی باڑی کر کے رات کو یازید بطنامی کے مزار پر گئے۔ اس روز آپ نے صبح سے رات تک کچھ نہ کھایا۔ آپ کی بھوک عنقا ہو گئی تھی جیب یازید کے مزار پر پہنچے تو وہاں آپ کئی گھنٹے تک گریہ نہادی کرتے رہے۔ آپ نے صاحبِ مزار کو مخاطب کر کے عرض کی: ”پیر و مرشد! میں بیس سال سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور میں نے صرف

ایک دعائے مانگی سے کہ مجھے اللہ تعالیٰ وہ مرتبہ عطا فرمائے جو آپ کو عطا کیا ہے۔ اگر میری دعا لائق قبولیت نہیں تو مجھے بتلا دیا جائے تاکہ میں خاموش ہو جاؤں مگر ایک بات ہے دعا میری دی ہی ہے گی کہ مرتبہ حال کروں گا تو بائزید آپ جیسا درنہ خاموش ہو کر بیٹھا رہوں گا۔

ابھی کہ یہ زاری جاری تھی کہ ابو الحسن خرقانی کو یوں محسوس ہوا جیسے مزاج کے اندر کوئی اور بھی ہے پہلے انہوں نے اس کو وہم جوانا۔ جب یہ یقین کر لیا کہ کسی اور کی آہٹ ہے مگر دکھائی نہیں دے رہا تو آپ نے کہا تم جو شخص بھی ہو میرے سامنے آجاؤ حجاب کی کیا ضرورت ہے؟ جو اب ملا تیری دعا خدا نے قبول کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو ہے لون میرے سامنے یوں نہیں آتا؛ جو اب ملا میں بائزید بسطامی ہوں اور اے ابو الحسن! تو خوش ہو جا کہ تیرے دور کا آغاز ہو رہا ہے۔ ابو الحسن نے عرض کی اے پیردم شد میں بالکل اُن پڑھ ہوں، علوم شریعہ تو مدد نارا میں تو قرآن مجید بھی نہیں پڑھا ہوا۔ بائزید بسطامی نے جواب دیا کہ تم مت گھبراؤ، تمہاری تعلیم کا مکمل انتظام کیا جائے گا تم آج خرقان جاؤ اور وہاں باقاعدگی سے قرآن مجید پڑھو تم خود بخود پڑھتے جاؤ گے۔ ابو الحسن نے حسب ارشاد خرقان جا کر قرآن مجید کھولا تو غیب کی طرف سے آپ کی مدد ہوئی اور قدرت نے ایسی راہنمائی کی کہ آپ نے چوبیس دن کے اندر قرآن مجید مکمل پڑھ لیا۔ آپ کو ریاضت و مجاہدات کے دوران سارے علوم سکھا دیے گئے آپ کی بیعت بھی غیبی طور پر بائزید بسطامی سے ہوئی تھی۔ آپ نے رزق حلال پر بڑا زور دیا ہے۔ آپ نے ہمیشہ اپنی مزدوری سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالا اور رفتہ رفتہ آپ کی شہرت اتنی عام ہوئی کہ دور دور سے لوگ آپ کی زیارت کرتے اور فیض یاب ہوتے تھے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۲۰۳۔ بیوی کی کڑوی باتیں برواشت کرنے کا اجر

ایک مرتبہ شیخ الرئیس بوعلی سینا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت گھر پر تھے انہوں نے آپ کی بیوی سے آپ کے متعلق پوچھا، حضرت ابو الحسن کی بیوی نے کہا کہ تم لوگ کتنے بیوقوف ہو کہ انہیں جھوٹے مکار انسان کو ولی سمجھ کر اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ جس شخص کو تم ولی سمجھتے ہو وہ اس وقت میرے لیے جنگل سے لکڑیاں لینے گیا ہوا ہے۔

بوعلی سینا جنگل کی طرف چلے گئے، راستے میں انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابو الحسن لکڑیوں کا

گٹھا شیر پر لادے اسے ہیں۔ وہ بڑے حیران ہوئے اور ڈر کے مارے ایک درخت کے پیچھے چھپ گئے۔ قریب آ کر حضرت ابو الحسن نے پکارا: "بو علی سینا! سامنے آ جاؤ اور شیر سے مت ڈرو" اب تو بو علی سینا اور حیران ہوئے اور عرض کی "حضرت میرا نام آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟" فرمایا اللہ نے میرے دل کو روشن کر دیا ہے اس لیے وہ سب باتیں دل میں ڈال دیتا ہے۔ پھر بو علی سینا نے آپ کو آپ کے گھر کا قصہ اور آپ کی بیوی کے آپ کے متعلق خیالات بتائے اور عرض کی کہ حضرت آپ اتنے بڑے ولی ہیں اور آپ کی بیوی اتنی گستاخ؟

آپ نے فرمایا بو علی سینا دیکھو! انسان کو اوقات میں رکھنے کے لیے ان کی بیویوں کو ایسی ہی باتیں کرنی چاہئیں۔ میری بیوی ایک سادہ لوح بکری کی مانند ہے میں اس کی سادہ لوحی کو برداشت کرتا ہوں اور اسی تحمل اور قوت برداشت کا نتیجہ ہے کہ میں نے اس شیر کو قابو کر رکھا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ ایک دن میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ اگر تم مجھے ہو میں پرندوں کی مانند اڑ کر دکھاؤ تب میں تمہیں مانوں گی۔ میں نے اسے اڑ کر دکھایا مگر وہ بولی، تم اڑتے تو ہو مگر تمہاری اڑان پرندوں کی طرح نہ تھی اس لیے میں تمہاری ولایت کو نہیں مانتی۔ (اخبار الصالحین ص ۸۲)

۲۰۴۔ نفس کی اطاعت کی سزا

حضرت ابو الحسن خرقانی کو بینگن بہت زیادہ پسند تھے مگر آپ نے نفس کشی کی وجہ سے چالیس سال تک بینگن نہ کھائے تاکہ اللہ یہ نہ سمجھے کہ محبت میرے ساتھ کرتا ہے اور ادنیٰ اسی چیز بینگن کھانے پر مجبور ہے۔ ایک روز آپ کی والدہ نے آپ سے کہا ابو الحسن! تمہیں بینگن اتنے پسند ہیں تو ایک مرتبہ میرے کہنے پر کھاؤ۔ آپ نے والدہ کے حکم کی تعمیل کی اور بینگن کھالیے۔ اگلے بعد آپ کو کشف کے دریوہ معلوم ہوا کہ جنگل میں رہنروں نے ایک قافلے کو لوٹ لیا ہے اور سارے لوگوں کو قتل کر دیا ہے۔ آپ نے یہ بات اپنی بیوی کو بتائی تو اس نے حسب معمول آپ سے کہا کہ آپ کا تو دماغ چل گیا ہے یہاں گھر میں بیٹھے ہوئے آپ کو قافلہ کیسے نظر آ گیا حالانکہ جنگل یہاں سے کوسوں دور ہے۔ آپ اس کی باتیں سن کر خاموش ہو گئے۔ اگلی رات حضرت عبادت میں مشغول تھے کہ آپ کی بیوی کو کسی نے آکر بتایا کہ کسی نے آپ کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے اور اس کا سر دروازے پر لٹک رہا ہے۔ آپ کی بیوی نے رونا

پیشنا شروع کر دیا اور بین کرنے لگی۔ دیکھو اس مکار ولی کو جس کو جنگل میں قافلہ ٹٹنا نظر آ گیا اور اپنا بیٹا قتل ہوتا ہوا نظر نہ آیا۔ اس جھوٹے شخص کو نہ جلتے کیوں زمانہ پیر و مرشد مانتا ہے۔ لوگوں کو اس نے بیوقوف بنایا ہوا ہے۔ حضرت ابوالحسن نے بیٹے کو خون میں لت پت دیکھا تو انھیں بھی بڑا رنج پہنچا تو رات اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے والدہ محترمہ! آپ کے حکم پر اپنی خواہش کے خلاف میں نے بیٹنگ کھا کر خدا کی محبت میں گستاخی کر لی ہے جس کی مجھے وہ سزا ملی کہ میرا بیٹا قتل ہو گیا مگر مجھے پتہ تک نہ چلا۔ آپ کی والدہ بھی بڑی رنجیدہ ہوئی اور اللہ کے آگے رونے لگیں۔ اللہ میاں! عظمیٰ میری تھی اور سزا میرے پوتے کو ملی۔ اب تو مجھے معاف کرے اور میرے ابوالحسن کو جو کشتی قوت تو نے عطا کر رکھی تھی وہ واپس دیدے۔ ابوالحسن خرقاتی نے بھی گڑ گڑا کر عدل سے معافیاں مانگیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو پھر وہی الطافات عطا کر دیے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

۲۰۵۔ ولی اللہ کے روکنے کی مصلحت

ایک مرتبہ ایک شخص نے حج پر جانے کا ارادہ کیا اور وہ حضرت ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی کہ حضرت! میں حج پر جانا چاہتا ہوں مجھے اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا، کیا روگے حج کر کے اس نے جواب دیا کہ خدا کی رضا کے لیے حج کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے نہ علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے مگر آپ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم خدا کی تلاش میں مارے مارے ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرو۔ پھر فرمایا کہ کسی شخص کو خوش رکھنے کے لیے اس کے لیے ایک سانس بھی لی جائے تو یہ عبادت برسوں کے نماز روزے سے بہتر ہے۔

اس شخص کو آپ کی گنت گونا گوار گزری اور وہ بولا میں نے جب ارادہ کر لیا ہے تو میں جاؤں گا تو ضرور آپ مجھے بالکل نہیں روک سکتے۔ آپ نے فرمایا میری باتیں غور سے سن لے اگر تیرا من چاہے تو ان پر عمل کرنا، نہ پاپے تو نہ کرنا۔ اس طرح میری ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔ ایک ایسا شخص جس کا ایک دن اور ایک رات اس طرح گزے ہوں کہ اس کی فات سے کسی کو اذیت نہ پہنچتی ہو تو اس کی بابت تو یہ یقین کر لے کہ وہ شخص گویا ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا اور اسی طرح ایک وہ شخص جس سے کسی بھی مسلمان کو اذیت پہنچتی ہو وہ اس دن کی اطاعت و عبادت سے محروم رہا۔

اس شخص نے آپ کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی اور حج کے لیے روانہ ہو گیا۔ دراصل شیخ شخص بڑا ظالم انسان تھا اپنے ملازموں اور دیگر محنت لوگوں پر بڑی سختی کرتا تھا۔ اس لیے حضرت نے اسے حج کرنے سے زیادہ انسانوں پر رحم کرنے کے متعلق نصیحت کی کیونکہ اس کا حج بیا پر مبنی تھا۔ مگر اس شخص نے آپ کی باتیں توجہ سے سننے ہی بجائے ان کو ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے اڑا دیا۔ اب اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس سال جتنے لوگ حج کے لیے روانہ ہوئے تھے ان پر بہت سی مصیبتیں نازل ہوئیں اور بیشتر لوگ مر گئے۔ جب یہ اطلاعات حضرت ابوالحسن تک پہنچیں تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے پہلے ہی اس شخص کو بتایا تھا کہ اس مرتبہ حج پر جانے کی بجائے انسانیت کی خدمت کرو مگر اس نے میری ایک نہ سنی۔ آپ کی اس بات کی خبر مشہور شیخ ابو عباس کو جب ملی تو ان سے بہت سے لوگوں نے پوچھا کہ اگر حضرت ابوالحسن کی بددعا سے یہ لوگ مصائب کا شکار ہو کر موت سے بھگنا رہے ہیں تو ان کی موت کی ذمہ داری حضرت ابوالحسن پر عائد ہوتی ہے۔ حضرت ابو عباس نے جواب دیا کہ یہ فضول اور بے کار سوال ہے جب ماقہ زمین پر اپنا جسم رکھتا ہے تو اس کی زد میں آکے ہلاک ہونے والے کیرٹوں کٹوروں کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ یہ تو درویش کی جلاہت کا معاملہ ہوتا ہے کہ اس جلاہت میں اس کے منہ سے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کہلا دیتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اس درویش کا سبب کیا دھرا ہے۔ درحقیقت یہ سارا پر و کلام نڈا کا ہوتا ہے جس کو وہ سر انجام کسی اپنے بندے کے ذریعے دیتا ہے۔

حضرت ابو عباس کی بات سن کر لوگ خاموش ہو گئے اور پھر انھوں نے کوئی سوال نہ کیا اور دل میں خوفزدہ ہونے لگے کہ حضرت ابوالحسن جیسی بزرگ ہستی کے ساتھ تو تھکا رہے بچنا چاہیے کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کا فضل مہج میں ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس کا غضب نازل ہونے والا ہوتا ہے۔ تو اگر فضل کسی بندے پر نازل ہو جائے تو اس کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتی ہیں اور اگر وہ غضب کا شکار ہو جائے تو نہ دنیا کا رہتا ہے نہ آخرت کا (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۹۶)

۲۰۶۔ مہمان تواری

ابوالحسن خرقانی کی بیوی کے متعلق بہت سے واقعات تذکرہ نگاروں نے لکھے ہیں۔ ان کی بیوی ان کی عبادت و ریاضت سے سخت نالاں تھی اور اکثر ان کی ولایت کو مکاری اور فریب کاری کہتی تھی۔

ایک مرتبہ اپنے دور کے بڑے بزرگ شیخ ابوسعید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ابوالحسن خرقانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے اپنی بیوی سے کہا مہانوں کے لیے کھانا تیار کرو۔ بیوی نے نہایت ناگواری سے کہا گھر میں کچھ ہو تو کھانا تیار کروں، ہتھکے جیسے تلاش آدمی کے گھر مہان آتے ہی کیوں ہیں؟ حضرت ابوالحسن نے کہا اے نادان عورت! آہستہ بول کہیں مہان تمہاری گفتگو سے نہیں مگر آپ کی بیوی نے آپ کی ایک نہ سنی اور بوجھ گئی۔ حضرت نے پھر کہا۔ تم اپنی زبان بند کرو، کھانے کا انتظام وہ خود کرے گا جس نے مہان بھیجے ہیں۔

یوفی نے مسخرانہ انداز میں کہا اچھا آج میں بھی یہ تماشادیکھتی ہوں کہ تو کس طرح کھانے کے لیے ڈرامہ کرتا ہے؟ حضرت ابوالحسن نے خادم سے پوچھا کہ گھر میں کتنی روٹیاں ہیں؟ اس نے کہا چار روٹیاں ہیں آپ نے فرمایا اے او۔ اور جب وہ روٹیاں لے آیا تو آپ نے روٹیاں ٹوکری میں رکھ کر اوپر کپڑا اٹال دیا۔ اور پھر خادم سے کہا کہ روٹیاں تقسیم کرتے وقت ٹوکری کے اوپر سے کپڑا ہرگز نہ ہٹانا اور جتنے لوگ موجود ہیں ان میں روٹیاں تقسیم کرو اور پھر نندا کی شان دیکھو۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی اور حیران رہ گیا کہ اتنے مہانوں نے روٹیاں کجا میں مگر روٹیاں ختم ہی نہ ہوئے میں آ رہی تھیں۔ خادم نے ابوالحسن کی بیوی کو جب یہ بات بتائی تو اس نے فوراً ٹوکری سے کپڑا اٹھا دیا اور کہا، کہاں ہیں روٹیاں جو تمہارے جعلی پیر نے بنائی ہیں؟ مگر اندر سے وہی چار روٹیاں نکلیں۔ وہ بولی کہ میں نہ کہتی تھی یہ جھوٹ ہے اتنی روٹیاں کہاں سے آسکتی ہیں۔ حضرت ابوالحسن بے لے اللہ کی بندی! اگر تو یقین نہیں کرتی نہ کہ اللہ نے اپنے بند کا بھرم رکھ لیا ہے اور مہان شکم سیر ہو چکے ہیں۔ بیوی پر پشیمانی چلی گئی۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۷۷)

۲۰۷۔ حضرت فرید الدین نے راہِ فقر کیسے اختیار کیا؟

حضرت خواجہ فرید الدین عطار، عطار کی دکان کیا کرتے تھے، ایک روز ناپ اپنی دکان میں تشریف فرما تھے، کاروبار چل رہا تھا، لوگ آ جا رہے تھے۔ آپ نے ایک فقیر کو دیکھا جو سلسل کئی گھنٹوں سے ان کی دکان کے سامنے کھڑا دکان کے ساز و سامان اور آرائش کو غور سے دیکھ رہا تھا خواجہ عطار نے کئی مرتبہ اس کو نظر انداز کیا مگر پھر آپ کا خیال اس کی طرف چلا ہی گیا۔ فقیر بھی مکملکی یا مذہب دکان کی طرف تک رہا تھا۔ آخر خواجہ صاحب سے نہ رہا گیا اور انھوں نے اس فقیر کو مخاطب کر کے کہا، اے خدا کے

بندے! تم سلسل کی گھنٹوں سے یہاں کھڑے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی کام ہے تو بتاؤ، کوئی چیز خریدنی ہے تو خریدو، نہیں تو اپنا راستہ لو۔ فقیر نے مسکرا کر خواجہ عطار کی طرف دیکھا اور بولا، تم میری فکر نہ کرو میرا وقت اتنا قیمتی نہیں جتنا تمہارا ہے اس لیے اپنا وقت ضائع ہونے سے بچاؤ۔ رہی بات میرے جلنے کی تو وہ کوئی مشکل کام نہیں۔ میں ابھی چلا جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ فقیر خواجہ عطار کی دکان کے سامنے ہی بیٹے گیا۔ کچھ دیر تو خواجہ صاحب انتظار کرتے رہے کہ ابھی اٹھ کھڑا ہوگا، مگر حیب کافی دیر وہ اٹھا تو آپ کو تشویش ہوئی۔ آپ نے اس کو ہلایا جلیا مگر وہ تو راہی عدم ہو چکا تھا اب خواجہ صاحب کو اس کی باتوں کی سمجھ آئی جن میں معرفت و ولایت کے راز پنہاں تھے آپ اس کی گفتگو سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسی روز کوچہ تصوف و فقر میں داخل ہو گئے۔ (خزنیۃ الاصفیاء ص ۱۲۴)

۲۰۸۔ اللہ کی بخشش کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے

خواجہ عطار فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”وہ بخشش ہر وقت کھلا ہے۔ جو چاہے لے اور اپنے لیے سامانِ آخرت حاصل کرے۔“ اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مست نشہ کے زور میں مسجد میں گھس گیا اور رو رو کر پکارنے لگا کہ اے خداوند! مجھ کو بہشت میں لے جا۔ ٹوڈن نے جب اسے دیکھا تو اس کا گہر بیان پکڑ کر کہا۔ اوسگِ نجس! مسجد میں تیرا کیا کام، تو نے کونسا اچھا عمل کیا ہے جس کی بنا پر تمہیں بہشت کا دعویٰ ہے؟ مست رو پڑا، اور بولا اے ٹوڈن! آپ کو خدا کے لطفِ عم سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ایک گنہگار اس کی مغفرت کا امیدوار ہو۔ میں نے مغفرت کی خواہش آپ سے تو نہیں کی۔ تو یہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے اور خدا دستگیر ہے۔ مجھ کو تو شرم آتی ہے کہ خدا کے عفو کے مقابلے میں اپنے گناہ کو زیادہ سمجھوں۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کوئی تخصیص نہیں۔ ہر شخص کو وہاں جا کر توبہ استغفار کرنے اور خیر و بخشش مانگنے کی اجازت ہے کیونکہ عطارِ حیم و کریم اور غفورِ رحیم ہے اور واقعی بندے کے گناہوں کے مقابلہ میں اس کی بخشش اور عفو و درگزر کہیں زیادہ ہے۔

(اولیائے کرام)

۲۰۹. سلوک کی سات وادیوں کی تمثیلی کہانی

حضرت خواجہ فرید الدین عطار نے اشعار میں ایک تمثیلی مثنوی لکھی ہے۔ اس مثنوی کے آخر میں پرندوں کی بادشاہت کے بارے میں ایک خیالی مضمون بیان کیا ہے وہ مضمون یوں ہے کہ ایک مقام پر پرندے جمع ہیں اور وہ مل کر یہ سوچتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ملک بادشاہ کے بغیر خوشحال نہیں رہ سکتا اس لیے پرندے بھی اپنے بادشاہوں کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتے اور وہ اپنا بادشاہ سیرغ کو خیال کرتے ہیں اس کو تلاش کرنے کے لیے تمام پرندے بدرہ کی راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ بدرہ یہ وعدہ کرتا ہے وہ پرندوں کو سیرغ تک پہنچا دے گا مگر راستے کی سب صعوبتیں برداشت کرنے کے لیے اگر وہ قوت برداشت رکھتے ہیں۔ ان پرندوں میں تیس پرندے ایسے ہوتے ہیں جن کی طلب صادق ہوتی ہے ان کو سالک کہا جاتا ہے سالک جو صعوبتیں برداشت کرتے ہیں وہ حقیقت میں عارفوں کی ریاستیں اور مجاہدے ہیں۔ سالک کی راہ سلوک میں سات وادیاں ہوتی ہیں۔ پہلی وادی طلب و جستجو ہے جب تک کوئی سالک اپنے اندر طلب پیدا نہ کرے گا وہ کمال کے راستے پر کامزن نہیں ہو سکتا۔ عشق کی منزل سالک کی دوسری منزل ہے اس کے لیے سالک کو منزل مقصود سے اتنی دیستگی ہو کہ راہ طریقت میں بلا اندیشہ چل سکے اور راستے کی تکلیفوں سے نہ ڈرے۔ معرفت سلوک کی تیسری وادی ہے معرفت ہر سالک کے عقل و خرد کے اندازے کے مطابق ہوتی ہے۔ استغنا جو مخفی وادی ہے۔ اس وادی میں سالک کو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہونا پڑتا ہے۔ جو شخص خواہشات دنیا کا اسیر ہو اس وادی تک نہیں پہنچ سکتا۔ سالک بلند نظر ہوتا ہے اس کی نظر میں دنیا اس نقش کی مانند ہے جو کسی تختی پر بنا کر مٹا دیا جاتا ہے۔ سلوک کی پانچویں وادی توحید کی وادی ہے۔ یہاں پہنچ کر سالک اگر اس مقام کو پہچان لیتا ہے تو اسے کثرت میں وحدت نظر آنے لگتی ہے۔ وہ ہر شے میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے من و تو کا امتیاز بالکل اٹھ جاتا ہے۔ سلوک کی چھٹی وادی میں سالک بے خودگی اور آوارگی کی حالت میں گھومتا رہتا ہے۔ یہاں جب اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ساری معلومات محدود تھیں اور وہ محض الاطم تھا تو وہ مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی مستی سے بھی بیگانہ ہو جاتا ہے۔ ساتواں مقام فنا کا ہے۔ یہاں آ کر سالک کی جسمانی خواہش، تکبر و غرور اور خود پرستی سب کچھ

نائل ہو جاتا ہے اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو کھو کر عالم وحدت کا ایک حصہ بن جاتا ہے اور حاصل حق ہو جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس فنا سے اس کو بقا حاصل ہو جاتی ہے۔

یہی سالک کے راستے کی مسات منازل میں جتھیں خواجہ عطار نے پندوں کی مسات وادیوں اور منزلوں کی صورت میں ظاہر کیا۔ چنانچہ تیس پندے بھی راستے کی مسات میں برداشت کرتے ہوئے بالآخر وادی فنا میں پہنچتے ہیں۔ یہی وادی فنا سمرغ کی بارگاہ ہے جہاں سمرغ اور سی مرغ میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا تیس پندے گویا خود اپنی حقیقت پالیتے ہیں۔ (اولیاء کرام)

۲۱۰۔ بیوی کے مشورے سے بچنے کی تاکید کا واقعہ

حضرت خواجہ فرید الدین عطار نے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کے زمانے کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہوئے عورت کی ناقص عقلی کے باعث اس کی مشاورت سے ممانعت کا درس دیا آپ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں ایک کامل ولی ہوا کرتے تھے ان کی زبان میں خدا نے ایسی تاثیر پہنا کر رکھی تھی کہ جو دعا بھی مانگتے۔ وہ دربار خداوندی میں اسی وقت مستجاب ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کو خدا کی طرف سے کسی علاقے میں کفار سے جنگ کا حکم ملا۔ انھوں نے اپنی افواج کو تیار کیا اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلے۔ اب جس علاقے میں موسیٰ کو جنگ کرنا تھی اس میں مذکورہ ولی اللہ کی بیوی کے رشتہ دار رہتے تھے۔ موصوف کی بیوی کو خدشہ ہوا کہ اگر موسیٰ کو جنگ میں فتح ہو گئی تو میرے عزیز واقارب بھی جنگ کی نذر ہو جائیں گے۔ اس خیال سے اس عورت نے اپنے خاوند سے جو کہ ولی کامل تھے عرض کی کہ آپ خدا سے دعا مانگیں کہ حضرت موسیٰ کو شکست ہو جائے۔ ولی اللہ نے یہ سوچے بغیر کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کرنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام آپسے ہیں، خدا کے حضور یہ دعا کر دی کہ میرے مولا قونے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا آج بھی میری دعا قبول فرمائے اور موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو شکست دیدے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے ولی کی اس عجیب و غریب دعا پر بڑا تعجب ہوا لیکن خدا نے ان کی دعا اس وجہ سے منظور کر لی کہ اس نے بڑی امید سے خدا کے آگے دست سوال نہ کیا تھا اگر میں اس کو ناامید کروں گا تو یہ میری عنایات سے مایوس ہو جائے گا۔ اور مایوسی واحد ایسی چیز ہے جو خدا کے ہاں بالکل ناپید ہے ورنہ خدا ہر چیز پر قادر ہے لیکن وہ کسی

کو باورس نہیں کرتا چنانچہ قتلے اس ولی بزرگ کی دعا قبول کر لی۔ اور یوں موسیٰ علیہ السلام کو شکست ہو گئی۔

موسیٰ علیہ السلام بھی خدا کے لاڈلے نبی تھے وہ فوراً دریا براہِ یزدی میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے مولا پاک مجھے خود ہی جنگ کا حکم دیا اور خود ہی شکست دیدی۔ اس میں تیری کوئی مصلحت پوشیدہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اے موسیٰ! بیشک میں نے ہی جنگ کا حکم دیا تھا مگر میرے آگے جب میرے ایک ولی نے دستِ سوال دراز کیا تو میں تمہیں چاہتا تھا کہ میں اس کی دعا اور خواہش کو رد کروں اس لیے میں نے اس کی دعا کو اپنے حکم پر ترجیح دی۔ موسیٰ علیہ السلام سخت غصہ میں تھے۔ انھوں نے خدا سے عرض کی رب العزت! جو تیرا ولی تیرے احکام کو ہی منسوخ کروانے کا خواہاں رہتا ہے جس کو تیری خوشنودی کی بجائے تیرے دشمنوں کی رضا ہوئی منظور ہے تو ایسے ولی سے اپنی ولایت اور بزرگی چھین لے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا سنی۔ ناراض تو خداوند اس ولی سے پہلے ہی تھا کہ اس شخص نے دوستی کا دعویٰ تو میرے ساتھ کر رکھا ہے لیکن اپنی بیوی کی خواہش اور تمنا کو میرے احکام پر فوقیت دے رہا تھا اللہ نے اس ولی کامل سے ولایت چھین لی۔

اب اس ولی کو بڑا دکھ ہوا اس نے خدا سے بڑی معافیاں مانگیں اور کئی سال ریاضت میں مصروف رہا مگر اس کو چھینی ہوئی ولایت اور مقامِ ریاضت دوبارہ نہ مل سکا۔ آخر ایک روز خدا کو اس پر ترس آہی گیا اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا۔ دیکھو اب تمہیں ولایت کو واپس نہیں مل سکتی لیکن تم پر اتنی مہربانی ہو سکتی ہے کہ تم مجھ سے تین دعائیں مانگو میں ان کو ضرور پورا کروں گا۔ اللہ کا وہ بندہ جو ولایت تو کھو بی چکا تھا یہاں بھی اپنی بیوی کے دامِ فریب میں پھنس گیا اور غلطی سے اپنی بیوی کو بتا بیٹھا کہ خدا نے میرے ساتھ تین دعائیں قبول کرنے کا وعدہ کیلے ہے۔ اب بیوی نے فوراً پہلے اپنی خواہش منوانے کی کوشش کی اور اپنے خاوند سے کہا کہ تم اللہ سے پہلی بات یہ کر دو کہ وہ مجھے دنیا کی حسین ترین عورت بنا دے۔ اس شخص نے بیوی کی آرزو اللہ کے حضور میں بیان کر دی اور اللہ نے اس عورت کو دنیا کی حسین ترین عورت بنا دیا۔ اب اتفاق کی بات کہ وہاں سے ایک بادشاہ کاگو رہا اس نے اتنی خوبصورت عورت دیکھی تو اس کے متہ زین پانی بسر آیا۔ اس نے اس عورت سے کہا کہ تم کہا اس بوڑھے آدمی کے ساتھ رہو رہی ہو تمہیں کسی محل میں۔ ذکرِ راج کیا چاہیے اگر جاؤ تو تیرے

اس عورت نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور اپنے خاوند کو چھوڑ کر اس بادشاہ کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر چلی گئی۔ اس سابق ولی اللہ کو بڑا غصہ آیا کہ اس عورت نے میرے ساتھ کس قدر بیوفائی کی ہے اس کے پاس خدا کی طرف سے دو مزید دعائیں منظور کرانے کی پیشکش موجود تھی اس نے اللہ سے عرض کی اے خداوند کریم! اس بے وفا عورت کو کتیا بنا دے۔ حق تعالیٰ نے اس عورت کو کتیا بنا دیا۔ اب جب بادشاہ نے دیکھا کہ حیثیت قیامت خیز تو کتیا کی شکل میں تبدیل ہو چکی ہے اس نے اس کو مار کر بھگا دیا اب وہ دوبارہ اپنے آدمی کے پاس پہنچ گئی اور سارا دن گھر کے باہر دروازے پر بیٹھی رہتی۔ اب گھر میں بچے ماں کو یاد کے روتے تو وہ شخص بڑا پریشان ہوتا اور بچوں کو روتا سنا کر وہ کتیا (عورت) زور سے بھونکتی۔ اس صورتحال نے اس شخص کا جینا حرام کر دیا۔ آخر تنگ آ کر خدا سے اس شخص نے اپنی تیسری بات یعنی خواہش کا اظہار کر دیا کہ اے خدا اس عورت کو ویسے ہی عورت بنا دے تاکہ یہ اپنی اولاد کو تو سنبھال سکے۔ اللہ نے وعدہ کے مطابق اس شخص کی دعا قبول کرتے ہوئے اس عورت کو دوبارہ ویسی عورت بنا دیا۔

خواجہ غلامیہاں یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ عورت کی مکاری اور ناقص العقلی بڑے بڑے اولیاء کو آزمائش میں ڈال دیتی ہے۔ اس لیے عورت کے معاملے میں خدا سے ڈرتے رہنا چاہیے اور خدا کی پناہ حاصل کرنی چاہیے۔ مذکورہ واقعہ میں اس خدا کے ولی نے عورت کی ادنیٰ سی خواہش پر پہلے اپنی ولایت بہ یاد کر لی اور اپنی ریاضت کے بدلے خدا کی پیشکش کا عورت کے ہاتھوں بڑا فرق کر دیا۔ اگر وہ خدا سے لو لگا رکھتا اور عورت کے معاملے میں خدا سے پناہ مانگتا تو کم از کم پہلی مرتبہ ناکام اور برباد نہ کے بعد دوسری مرتبہ اس کو خدا کی درگاہ میں ضرور کامیابی ہوتی لیکن یہ ولایت کے منسب یہ ریاضت کی مسند اور یہ عبادت کے مقام صرف اس کو ملتے ہیں جس کو خدا کی رضا اور خوشنودی ماسل ہوتی ہے۔

۱۱۔ مہر شد کامل کی بیعت کا واقعہ

ایک دفعہ کا دانعہ ہے کہ حضرت نجم الدین کبریٰ نے ایک مسجد میں جو کہ نماز کے بعد نمازیوں سے

درخواست کی کہ مجھے کوئی اللہ کا بندہ اپنے گھر میں کچھ روز کے لیے پناہ دے۔ کیونکہ میں غریب الوطن مسافروں اور بیچارے ہوں۔ سب نمازیوں نے انکار کر دیا کہ ان کے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اسے رہائش دیا جاسکے۔ آپ کے مزید کہنے پر ایک شخص نے آپ کو کہا، ہم تمہیں ایک خانقاہ کا پتہ دیتے ہیں اگر تم وہاں چلے جاؤ تو شاید تمہیں کوئی ٹھکانہ میسر آسکے۔ آپ فوراً تیار ہو گئے اور اس خانقاہ کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ اندر سے ایک بزرگ نکلے اور آپ کے آنے کا مقصد پوچھا۔ جب انہیں رہنے کے لیے جگہ کی درخواست کی گئی تو وہ بلا تامل آپ کو اپنی خانقاہ میں لے گئے اور ایک چبوترے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس چبوترے پر تم اپنا قیام کر سکتے ہو۔ آپ نے ان کا شکریہ ادا کیا ان بزرگ کا نام شیخ اسماعیل تھا۔ جس چبوترے پر پروردیسی کو رہنے کی جگہ ملی اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا چبوترہ تھا وہ ذرا بڑا تھا اور اس پر چند درویش بیٹھے تھے۔ جن بزرگ نے آپ کو رہنے کی جگہ دی تھی وہ تھوڑی دیر کے لیے خانقاہ کے اندرونی حصہ میں گئے اور آپ کے لیے کھانا لائے۔ آپ نے کھانا کھالیا۔

رات کا پہلا پہر تھا کہ دوسرے چبوترے پر بیٹھے درویشوں نے محفل سماع کا آغاز کیا۔ شور محفل آپ کو ایک تو بیماری کی وجہ سے ناگوار گزارا۔ دوسرے آپ کو سماع سے بہت پرہتھی۔ چنانچہ آپ نے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں مگر بات پھر بھی نہ بنی۔ آپ کو بڑی اذیت کا سامنا تھا۔ آپ کا جی چاہا کہ یہ جگہ چھوڑ دوں مگر باؤں تو کہاں جاؤں۔ ناچار برداشت کرتے رہے۔ دوسرے روز پھر وہی سلسلہ سماع کا شروع ہوا۔ آپ کے دل میں آیا کہ وہ بزرگ جو آپ کے میزبان بھی تھے ان سے کہیں کہ یہ سماع نہ کیا جائے مگر آپ کی ہمت نہ پڑی کہ مبادا وہ آپ کو یہاں سے چلتا کر دیں۔ ساری رات محفل سماع رہی اور وجہ المفاصل کی تکلیف سے زیادہ سماع کی تکلیف سے تڑپتے رہے اور اسی چکر میں کئی راتیں گزر گئیں

ایک رات آپ کو بوڑوں کے درد کی شدید تکلیف تھی۔ دوسرے محفل سماع آپ کے لیے درد سہنی تھی آپ نے فوراً اپنے میزبان بزرگ سے شکایت کی کہ یہ محفل سماع کیا اسلام میں حرام نہیں ہے، آپ نے اس کو کیونکر جائز سمجھ لیا ہے؟ حضرت اسماعیل نے جب یہ بات سنی تو آپ کو اٹھایا اور چکر دینے شروع کیے۔ آپ پریشان ہو گئے اور گرا گرا کر کہنے لگے کہ اس طرح تو میں مر جاؤں گلہ جکروں نے تو

میرا جوڑ جوڑ بلا کر رکھ دیا ہے۔ یہ سکران بزرگ نے آپ کو دیوار کے سہارے بٹھا دیا تو آپ بے ہوش ہو گئے اور اسی بے ہوشی میں سو گئے۔ جب آپ کی نیند تمام ہوئی تو آپ کو بے ہوشی سے پہلے کے تمام واقعات یاد آ گئے اور آپ ایک دم بالکل پرسکون ہو گئے۔ آپ کے جسم کے تمام درد بالکل ختم ہو گئے۔ اب آپ کو یاد آیا کہ جھڑوں کا درد دواسے نہیں کسی کی نظر کے فیضان سے ختم ہوا ہے۔ آپ شیخ اسماعیل کی نظر کے کرشمے اور اعجاز سے اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً درخواست کی کہ مجھے اپنی بیعت میں لے لیں۔ انہوں نے کہا اے بیٹے! تو سماع سے متنفّر، جبکہ میں سماع کا محب، تمہارا میرا نظریہ اور سوچ مختلف، پھر بیعت کیونکر لی جائے؟ اب آپ کو بڑی شرمندگی ہوئی اور عرض کی، حضور مرشدِ عالی! میں صد بار معذرت کرتا ہوں کہ آئندہ کسی قسم کا اختلاف نہیں کروں گا۔ آپ مجھے اسی وقت بیعت کر لیجئے کیونکہ جس مرشد کی تلاش میں میں تبریز سے نکلا تھا اسے میں آپ کی شکل میں پا چکا ہوں۔ لہذا آپ کے کہنے پر شیخ اسماعیل نے آپ کو بیعت کر لیا اور آپ کی نگرانی اور سرپرستی کی۔ سلوک کی منازل طے ہونے لگیں اور یوں آپ کا باطن بیدار ہوا اور آپ راہِ حق کے مسافر بن گئے (دفحات الانس ص ۶۵۹)

۲۱۲۔ عالم نزع میں ولی اللہ کی توجہ

حضرت نجم الدین کبریٰ بڑے صاحبِ کرامت ولی ہوئے ہیں آپ کے مریدوں میں حضرت امام رازی ایسی بستیاں بھی شامل تھیں۔ حضرت امام رازی پر عالم نزع میں شیطان نے وسوسوں کی یلغار کر دی اور آپ کو سوال کر کے پریشان کرنے لگا۔ مثلاً ”تم نے خدا کو کس طرح جانا اور مانا؟“ اس کے قریباً ننانوے سوالات کے جواب امام رازی نے دیے مگر اس کی تشفی کسی طرح نہ ہو سکی۔ ادھر تقریباً ۳۰۰ میل کے فاصلے پر حضرت نجم الدین کبریٰ مسجد میں وضو فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے جلال میں آکر اپنا لوٹا دیوار پر سے مارا اور بولے ”تم ساف کیوں نہیں کہتے کہ میں نے خدا کو بے دلیل مانا“ یہ بات امام رازی تک روحانی طریقے سے فوراً پہنچ گئی اور یوں ان کی شیطان سے خلاسی ہوئی۔

جب مریدوں نے حضرت نجم الدین کبریٰ سے لوٹا دیوار پر مارنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے امام رازی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اگر اب وہ مزید شیطان کے سوالوں کا جواب دے دیتے تو ان کا ایمان خارج ہو جاتا لہذا میں نے ان کو یہاں سے ہی متنبہ کر دیا کہ تم خدا کو بے دلیل مان لینے کا اقرار

کرو۔ یوں اللہ نے ایک جید عالمے ایان کا تختہ کر لیا اور ایک کامل مرشد کا ہی کام ہے کہ وہ باطنی طور پر اپنے مرید کا تحفظ اور نگرانی کرے۔ داویا نے کرام

۲۱۳۔ ولی تراش

جب حضرت نجم الدین نے علوم باطنی شیخ اسماعیل قصری کی نگرانی میں کافی کچھ سیکھ لیا تو ان کو خیال ہوا کہ باطنی علم اب مجھے مل گیا ہے، ظاہری پہلے سیکھ چکا ہوں۔ اب مجھے مزید علم کے لیے کہیں اور جانا چاہیے کیونکہ میرا علم اپنے مرشد سے کہیں زیادہ ہو گیا ہے۔ ابھی اسی خیال میں تھے کہ آپ کو شیخ اسماعیل قصری نے طلب کیا اور حکم دیا کہ تم سفر کی تیاری کرو اور عمار یا سر کی خدمت میں روانہ ہو جاؤ۔ اسی وقت نجم الدین نے سفر کی تیاری کی اور عازم سفر ہوئے۔ جب عمار یا سر کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت وہ آپ کے ہی منتظر تھے انھوں نے نجم الدین کی سرزنش کی کہ تم اتنی دیر سے یہاں پہنچے ہو۔ یہ سستی کس کام کی جو علم کے حصول میں حارج ہو۔ آپ نے معذرت سے درخواست کی کہ میں جس مقصد کے لیے حاضر ہوا ہوں اس کی ابتدا بھی سے کر دی جائے تو آپ کی عنایت خصوصی ہوگی۔ چنانچہ اسی روز نجم الدین کو خانقاہ میں تنہا بٹھا دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ آپ ہر وقت عبادت میں مشغول رہیں جب آپ کو بلایا جائے تب باہر آئیں ورنہ نہیں۔ ایک دو روز تو نجم الدین کبریٰ خانقاہ میں عبادت میں مشغول رہے مگر پھر ان کے دل میں وہی خیال پیدا ہونے شروع ہو گئے کہ شیخ عمار یا سر ظاہری علوم میں میرا مقابلہ نہیں رکھتے۔

ان خیالات کی آمد تھی کہ ان کو خلوت نشینی ناگوار معلوم ہونے لگی انھوں نے خلوت چھوڑ دی اس پر شیخ عمار یا سر نے کہا، نجم الدین! تم بلا اجازت خانقاہ سے باہر کیوں آئے ہو، آپ نے جواب دیا حضرت خلوت مجھے راس نہیں آئی اس لیے خلوت نے مجھے دھکا دے کر نکال دیا ہے شیخ عمار یا سر نے فرمایا تم اپنی نیت درست کرو پھر خلوت مزہ دے گی یہ سن کر نجم الدین دوبارہ خلوت نشین ہوئے اس طرح جب آپ کا دل جذب و کیفیت سے مملو ہو گیا اور باطن نور آگیا ہونے لگا تو آپ کو اپنے سامان میں موجود لباس اور کتابوں کا خیال آ گیا کہ جب تک ان کو خیرات نہ کروں تنگیوں میں یکسوئی سے نہ بیٹھ سکوں گا جب یہ بات عمار یا سر کو معلوم ہوئی تو وہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میرے پاس قارون کا خزانہ بھی

موجود ہوتی بھی میں ہر طرف سے بے نیاز ہو کر اللہ کی طرف رجوع کر سکتا ہوں۔

نجم الدین کبریٰ کو شیخ عمار یاسر کی یہ باتیں بالکل پسند نہ آئیں اس پر شیخ عمار یاسر نے کہا دیکھو نجم الدین تم میرے پاس میری سرپرستی میں بیٹھے گئے ہو لہذا جس طرح میں کہتا ہوں اسی طرح کرو، اور بحث و مباحثہ میں وقت ضائع نہ کرو۔ یہ سن کر نجم الدین نے دوبارہ خلوت نشینی اختیار کر لی مگر ان کے دل میں یہ سوالات بار بار اٹھتے کہ میرا ظاہری علم شیخ عمار یاسر سے زیادہ ہے۔ آپ کی یہ روش دیکھ کر آپ کو شیخ عمار یاسر نے فرمایا کہ بلاشبہ تمہارا ظاہری علم زیادہ ہو گا لیکن یا طبعی علم میں تم طفل مکتب ہو۔ لہذا تم فوراً سفر کی تیاری کرو اب تمہیں مصر جانا ہو گا وہاں شیخ روز بہان کبریٰ مصری ہی تمہارا علاج کریں گے پس نجم الدین نے فوراً حکم کی بجا آوری کی اور مصر روانہ ہو گئے۔ جب آپ شیخ بہان کی خانقاہ میں پہنچے تو وہاں موجود سب لوگوں کو مراقبے میں غرق پایا۔ آپ کافی دیر انتظار میں کھڑے رہے کہ کوئی آدمی مراقبے سے فارغ ہو تو شیخ بہان کے متعلق پوچھوں مگر بے سود۔ آخر ایک آدمی باہر سے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ میں شیخ بہان سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔ اس نے آپ سے کہا کہ مسجد میں شیخ وضو کر رہے ہیں وہاں چلے جاؤ۔ آپ مسجد میں پہنچے اور دیکھا کہ ایک شخص بہت تھوڑے سے پانی سے وضو کر رہا تھا آپ نے اس سے ہی پوچھا کہ میں شیخ بہان سے ملنا چاہتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں ہی شیخ بہان ہوں۔

نجم الدین نے کہا، مجھے شیخ عمار یاسر نے بھیجا ہے۔ یہ سن کر شیخ بہان خاموش رہے۔

اس دوران نجم الدین کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے شیخ عمار یاسر نے کس شخص کے پاس بھیج دیا ہے جس کو ٹھکانے سے وضو کرنا بھی نہیں آتا۔ شیخ بہان تو وضو کر کے اپنی خانقاہ میں چلے گئے اور نجم الدین ان کے پیچھے پیچھے گئے مگر شیخ نے ان سے کوئی بات نہ کی اور نماز شروع کر دی اب نجم الدین پاس بیٹھ گئے اور شیخ نماز پڑھتے رہے۔ اسی اثنا میں نجم الدین پر غنودگی طاری ہو گئی اور عالم رویا میں انہوں نے دیکھا کہ حشر کا میدان ہے اور ایک ٹیلے کے نیچے نجم الدین کھڑے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ کچھ لوگ جنت میں جا رہے ہیں کچھ دوزخ میں جا رہے ہیں مگر جو شخص ٹیلے کے اوپر جاتا ہے وہ واپس آکر جنت کا رخ کرتا ہے۔ آپ نے ایک شخص سے جو ٹیلے کے اوپر سے آیا تھا پوچھا کہ ٹیلے کے اوپر کون ہے؟ جواب ملا، ٹیلے کے اوپر حضرت بہان مصری ہیں۔ نجم الدین فوراً ٹیلے پر گئے اور شیخ بہان سے عرض کی کہ میں تو آپ ہی کے پاس آیا تھا مگر آپ نے مجھ پر کوئی توجہ ہی نہیں دی۔ یہ بات سن کر شیخ بہان

مصر نے دونوں ہاتھوں سے نجم الدین کی کمر پھینک کر سید کیا اور فرمایا تم اپنی قوم کو اپنے سے کم علم سمجھتے ہو۔ اور میرے پاس آئے ہو تو میرے ہی دستور پر تنفیذ کرنے کے متعلق سوچ رہے ہو۔ میں نے تمہاری کیا مدد کرنی ہے۔ یہ سن کر نجم الدین بہت شرمندہ ہوئے اور اسی پر آپ کی آنکھ کھل گئی۔

شیخ بہان ابھی تک نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز پڑھ چکے تو نجم الدین ان کے قدموں میں گر گئے۔ شیخ نے اسی طرح دو ہنڑا ان کو مارا اور کہا خیر دار! جو آئندہ اہل حق کا انکار کیا۔ تمہاری طاہری علم جو ہوگا سو ہوگا اس کا بھی کبھی امتحان لے لیا جائے گا۔ فی الحال تم کچھ سیکھنے کی کوشش کرو۔ پھر نجم الدین کو پاس بٹھایا اور کہا اب تمہاری کیا حالت ہے؟ جواب ملا، بہت بہتر ہے۔ حکم ہوا کہ پھر واپس شیخ عمار یا سر کے پاس چلے جاؤ اور جا کہ ہماری طرف سے کہو کہ ہم نے تانے کو سونا بنا دیا ہے۔ لہذا آپ تانا ہمارے پاس بھیج دیا کریں ہم سونا بنا کر واپس بھیج دیا کریں گے۔ عرض کی، یا مرشدی! کچھ عرصہ اور مجھے اپنے پاس رکھ لیں۔ میں اتنی جلدی نہیں جانا چاہتا۔

آپ کو اجازت مل گئی۔ یوں نجم الدین شیخ بہان کے پاس رہتے گئے۔ یہاں انہوں نے چلہ کشی کی۔ باطنی فتوحات حاصل کیں اور شیخ بہان آپ پر بہت مہربان ہو گئے یہاں تک کہ اپنی بیٹی کا رشتہ بھی آپ کو دے دیا پھر فرمایا کہ اب تم شیخ عمار یا سر کے پاس چلے جاؤ۔ جب نجم الدین شیخ عمار یا سر کے پاس واپس پہنچ گئے تو آپ کو دیکھ کر عمار یا سر فرماتے گئے، کیا تانا سونا بن گیا ہے؟ عرض کی کہ جیسا ہوں آپ کے سامنے ہوں۔ یہاں رہ کر نجم الدین نے سلوک کی تمام منازل طے کیں۔ پھر ان کو خوارزم جانے کا حکم ملا بہت پس و پیش کی مگر حکم نہ ٹال سکے۔ خوارزم پہنچے تو آپ کی بہت پذیرائی کی گئی۔ آپ کی نظروں میں اللہ نے وہ تاثیر پیدا کر دی تھی کہ آپ جس کو دیکھتے وہ ولی اللہ ہو جاتا۔ اسی وجہ آپ ولی تراش کے نام سے بھی مشہور ہو گئے تھے۔ اس طرح آپ کے مریدین میں کافی اضافہ ہو گیا اور مرید بھی تمام کے تمام امام رازی جیسے تھے۔ (اولیائے کرام)

۲۱۴۔ ولی اللہ کی نگاہ اور توجہ کا اثر

آپ کے پاس ایک مرتبہ ہندوستان سے ایک تاجر آیا۔ آپ اس وقت حالت وجد میں تھے آپ نے اس تاجر سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا میں ہندوستان سے آیا ہوں۔ آپ

نے اسے حکم دیا، جاؤ اپنے وطن واپس چلے جاؤ اور شد و ہدایت کا کام کرو اور گمراہوں کو درست کرو۔ سو دائر میں یکدم عجیب سی تبدیلی آگئی۔ اس کے اندر سے دنیاوی کاروبار اور دیگر امور کی خواہش آن کی آن میں تمام ہو گئی اور روح میں دین کی ایسی شمع روشن ہوئی کہ وہ خلافت کی سند حاصل کرتے ہی عازم ہندوستان ہوا اور لوگوں کو خدا کی طرف بلانا شروع کر دیا اس طرح توحید و رسالت کا پیغام ہندوستان کے کئی گوشوں میں پہنچ گیا۔ اللہ والوں کا خاصا یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا کے دیے ہوئے علم میں بالکل بخل سے کام نہیں لیتے۔ حضرت نجم الدین کبریٰ نے اپنے علم کے چشموں سے لوگوں کو بہت فیض یاب کیا اور جو آیا اس کو معرفت کے اسرار و رموز سے نوازنے لگے یہی وجہ ہے کہ آپ کے مرید بھی بڑے بڑے کامل لوگ ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسی نعمتیں انھی لوگوں کو عطا کرتے ہیں جو اس کے اہل ہوتے ہیں۔

حضرت نجم الدین کو اپنے ظاہری علوم پر بڑا زعم تھا لیکن اہل جذب و نظر نے چند گھڑیوں میں آپ کی دنیا بدل دی۔ آپ بڑے عالموں کے لیے عظیم بلا تھے لیکن آپ کا معرور ہونا آپ کو زیادہ دیر بلے سے دھکا نہ رکھ سکا۔ صوفیائے آپ کو زیر کر کے جلوت سے خلوت نشین کر دیا اور آپ کو اپنے عالم امکان میں مقام کا بہت جلد احساس ہو گیا۔ آپ خود سراور پر ہوش انسان تھے لیکن اہل اللہ نے دلچسپ، اثر انگیز، حیران کن طریقوں سے آپ کی زندگی میں لمحہ بہ لمحہ تغیر پیدا کر کے آپ کو نظر نواز بنا دیا۔ آپ شیخ اسماعیل قہری، عمار یا سراور شیخ بہان سے فیض یاب ہوئے اور کھراسوتا بن گئے۔ آپ کے علم کا چرچا چار سو پھیل چکا تھا۔ اور خوارزم کے اردگرد سے سینکڑوں لوگ ہر وقت آپ کے حلقے میں بیٹھا کرتے تھے۔ خدا کا ذکر اس جذب سے آپ کی محفل میں ہوتا کہ پتہ ہی نہ چلتا کہ اس محفل میں کوئی زندہ وجود بھی موجود ہے۔ ہر کوئی اپنے آپ کو خدا کی یاد میں غرق کر لیتا اور یہ ان صاحب نظر کا کمال تھا جنہوں نے نجم الدین کبریٰ کو صاحب نظر اور نظر نواز بنا دیا تھا۔ (نعمات الانس ص ۶۵)

۱۰۲۱۵ صحابہ کہف کی وضاحت

ایک مرتبہ آپ کے عقیدت مند آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ اصحاب کہف کے متعلق بات چل نکلی اور ساتھ ہی ان کے کتے کا بھی ذکر آ گیا اور ان لوگوں کی محبت کی عظمت بیان کی گئی جس میں رہ کر کتابھی عالی مقام حاصل کر گیا۔ اب ایک مرید نے دوسرے سے سوال کیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بھی

کوئی ایسا جانور ہے جو اصحابِ کہف کے کتے جیسا مقام حاصل کرے؟ ابھی دوسرے مرید نے جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت نجم الدین نے اپنے اس مرید سے جس نے سوال کیا تھا فرمایا، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم سے ہاں بھی اصحابِ کہف جیسا کتا پیدا ہو جائے؟ مرید نے عرض کی کہ ہم چاہتے تو ہیں مگر اب اصحابِ کہف کہاں سے آئیں گے؟ حضرت نجم الدین نے فرمایا اصحابِ کہف جیسے لوگ تو اب بھی موجود ہیں مگر بظاہر نظریں ان کو پہچاننے سے قاصر ہوتی ہیں۔ ایک مرید نے خواہش ظاہر کی کہ ان لوگوں سے ملاقات کرتی چاہیے آپ نے فرمایا چلو ابھی ملاقات کر کے اپنا یقین سچتہ کر لو۔ خانقاہ سے باہر آ کر آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اتنے میں وہاں ایک کتا آگیا۔ آپ نے اس کو چمکارا۔ وہ دم ہلا کر آپ کی طرف دیکھنے لگ گیا اور ان کی آن میں مست و بے خود ہو گیا۔ کچھ دیر بعد آپ نے کتے سے کہا اب تو چلا جا، کتا چلا گیا تو آپ نے ان مریدوں سے کہا کہ اب اس کتے کی نگرانی کرو اور دیکھو کہ اس میں کوئی تبدیلی تو رونما نہیں ہوتی۔ لوگوں نے حسبِ حکم کتے کا مشاہدہ کرتا شروع کیا۔ کتے نے آبادی چھوڑ کر ویرانے میں ڈیرہ جمالیا۔ کئی کئی روز کچھ کھائے پیے بغیر گزار دیتا اور قابلِ ذکر بات یہ تھی کہ دوسرے کتوں نے اس کے پاس آنا جانا شروع کر دیا تھا اور وہ اس کتے کا اتنا احترام کرتے کہ اس کے سامنے بھونکتے بھی باکل نہ تھے۔ (مرآة الاسرار ص ۵۸)

۲۱۶ حضرت نجم الدین کبریٰ کی کرامت

حضرت نجم الدین کبریٰ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے آپ کے بہت سے مرید بھی آپ کے ساتھ تھے۔ راستے میں آپ نے اور آپ کے مریدوں نے دیکھا کہ ایک باز ایک مولے کو لے کر اڑا جا رہا ہے جیکہ مولہ اپنی جان چھڑانے کے لیے ٹرپ رہا ہے۔ مریدوں نے گزارش کی، حضرت! اس غریب مولے کو ظالم باز سے نجات دلائی جاوے۔ حضرت نجم الدین نے مولے کی طرف دیکھا اور فرمایا، بزدل مولے! بہت کر کے اس باز کو میرے پاس لے آ۔ بس یک لخت مولے میں اتنی طاقت آگئی کہ اس نے باز کو ایسا بیٹھا کہ وہ بے دم ہونے لگا۔ پھر مولہ باز کو حضرت نجم الدین کی خدمت میں لے آیا آپ نے باز کو سزائش کی، تم مولے پر کیوں ظلم کر رہے ہو؛ مگر باز نے کوئی جواب نہ دیا۔ غیب سے آواز آئی کہ نجم الدین! تم جس کا ذوق ہے دو اس کو جس طرح بھی حاصل کر لے تم اس کو کس طرح روک لو گے؟

پہننا تھا کہ آپ نے بازو کو حکم دیا۔ جاؤ اپنا کام کرو میں اب تھکے معاملے میں دخل اندازی نہیں کروں گا اور مولے کو بھی سمجھا کر رخصت کیا کہ مشیتِ الہی میں دخل دینا میرے بس سے باہر ہے (سفینۃ الاولیاء ص ۱۴۰)

۲۱۷۔ ایک شہزادی کا فقر

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بی اسرائیل کی ایک عورت بڑی عابدہ تھی اور وہ ان کے بادشاہ کی لڑکی تھی۔ ایک شہزادے نے ان سے منگنی کی درخواست کی، اس نے نکاح کرنے سے انکار کیا۔ پھر اپنی ایک لونڈی سے کہا کہ میرے واسطے ایک عابدہ، زاہد نیک آدمی تلاش کرو جو فقیر ہو۔ لونڈی عابدہ اور زاہد آدمی کی تلاش میں نکلی اور ایک عابدہ زاہد کو شہزادی کی خدمت میں لے آئی۔ شہزادی نے اس سے پوچھا کہ اگر تم مجھ سے نکاح کرنا چاہو تو میں تمہارے ساتھ قاضی کے پاس چلی چلوں۔ فقیر نے اس بات میں رضامندی کا اظہار کیا اور یہ دونوں قاضی کے پاس پہنچے اور نکاح ہو گیا۔ شہزادی نے فقیر سے کہا کہ مجھے اپنے گھر لے چلو۔ فقیر نے کہا واللہ! اس کیل کے سوا کوئی چیز میری ملک نہیں ہے۔ اس کو رات کے وقت اور ڈھتا ہوں اور یہی دن میں پہنتا ہوں۔ اس نے کہا میں تیری اس حالت پر راضی ہوں۔ چنانچہ فقیر شہزادی کو اپنے گھر لے گیا۔ وہ دن بھر محنت کرتا تھا اور رات کو اتنا پیدا کرتا تھا جس سے افطار ہو جائے۔ شہزادی دن کو روزہ رکھتی تھی اور شام کو افطار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی تھی اور کہتی تھی اب میں عبادت کے واسطے فارغ ہوئی۔ ایک دن فقیر کو کوئی چیز نہ ملی جو شہزادی کے واسطے لے جاتے۔ اس نے اسے شاق گزرا اور وہ بہت گھبرائے اور جی میں کہنے لگے کہ میری بی بی روزہ دار گھر میں بیٹھی انتظار کر رہی ہے کہ میں ان کے لیے کچھ لے آؤں گا۔ یہ سوچ کر وضو اور نماز پڑھ کر دعا مانگی اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا کے واسطے کچھ نہیں طلب کرتا۔ صرف اپنی نیک بی بی کی رضامندی کے لیے مانگتا ہوں، اے اللہ! تو مجھے اپنے پاس سے رزق عطا فرما، تو ہی سب سے اچھا رازق ہے۔ اسی وقت آسمان سے ایک موتی گر پڑا۔ فقیر موتی لے کر اپنی بی بی کے پاس گئے جب انہوں نے اسے دیکھا تو وہ ڈر گئیں اور کہا یہ موتی تم کہاں سے لائے ہو۔ ایسا قیمتی موتی تو میں نے اپنے باپ کے پاس بھی نہیں دیکھا۔ درویش نے کہا آج میں نے رزق کے واسطے محنت کی لیکن کہیں کچھ نہ ملا تو میں نے سوچا میری نیک بی بی

افطار کے لیے گھر میں میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ میں خالی ہاتھ کیسے جاؤں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو حق تعالیٰ نے یہ موتی عنایت فرمایا اور آسمان سے نازل فرمایا۔ شہزادی نے کہا اسی جگہ جاؤ جہاں تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی اور اس سے گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرو اور کہو اے اللہ! اے میرے مالک! اے میرے مولا! اگر یہ موتی تو نے ہمیں دنیا میں روزی کے طور پر عطا فرمایا ہے تو اس میں ہمیں برکت دے۔ اور اگر ہمارے آخرت کے ذخیرے میں سے عطا فرمایا ہے تو اسے واپس لے لے۔ درویش نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے موتی واپس لے لیا۔ فقیر نے واپس آکر اس کے واپس لینے کی حقیقت سے شہزادی کو آگاہ کر دیا تو شہزادی نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور کہا اے اللہ! تو بڑا رحیم اور کریم ہے۔

۲۱۸. قرب و معرفت کا لباس

حضرت مرعش رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بغداد کے کسی محلہ میں سے گزر رہے تھے کہ انھیں پیاس محسوس ہوئی۔ ایک مکان کے دروازے پر دستک دی اور پانی مانگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت پانی کا برتن لے کر آئی۔ انھوں نے پانی پیا اور جب پانی پلانے والی کی طرف دیکھا تو اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئے اور دروازے پر دھرنا مار کر بیٹھ گئے۔ چند لمحوں کے بعد مالک مکان باہر نکلا تو حضرت مرعش نے کہا اے خواجہ! میں پانی کا ایک گھونٹ پینے کے لیے یہاں آیا تھا اور تمھارے گھر سے جو عورت پانی پلانے کے لیے آئی، میرا دل لے گئی ہے۔ مالک مکان نے کہا وہ میری بیٹی ہے اور میں نے اسے تمھارے نکاح میں دے دیا۔

حضرت مرعش دل کے ہاتھوں مجبور ہو کہ گھر کے اندر گئے اور لڑکی سے نکاح کر لیا۔ لڑکی کا باپ بچہ و حساب امیر تھا وہ انھیں حمام میں لے گیا پھر گڈری اتروائی اور عمدہ لباس پہنا دیا۔ رات ہوئی اور حضرت مرعش نماز پڑھنے کے بعد تنہائی میں ورد کرنے لگے تو انھوں نے آواز دی کہ میری گڈری لائی جائے۔ گھر والوں نے پوچھا کیا بات ہو گئی ہے؟ حضرت مرعش نے کہا کہ غیب سے ندا آئی ہے کہ اے مرعش! تم نے ایک نظر ہمارے غیر پر ڈالی ہے اور ہم نے اس کی سزا کے طور پر تم سے صلاحیت کا لباس اور تمھارے ظاہر سے گڈری اتار لی ہے اب اگر تم دوسری مرتبہ ہمارے غیر پر نظر ڈالو گے تو ہم تمھارے باطن سے اس قرب و معرفت کا لباس بھی اتار لیں گے جس کے پہننے سے اللہ کی رضا اور اس کے

محبوبوں اور اولیائے کرام کی تائید حاصل ہوتی ہے اور اس پر برقرار رہنا مبارک ہوتا ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس میں زندگی بسر کر سکتے ہو تو کرو اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اولیائے کرام کے لباس میں خیانت نہیں کرنی چاہیے۔

۲۱۹۔ اللہ کے ولی راہِ حق سے آگاہ کتے ہیں

حضرت شیخ ابو عبد اللہ قریشی سے روایت ہے کہ انہوں نے شیخ ابو یزید قرظی سے سنا۔ جب ابو عبد اللہ قریشی نے شیخ سے ان کی ابتدائی حالت دریافت کی تاکہ ان سے کچھ فیض حاصل کر سکیں۔ شیخ نے فرمایا اے بیٹے! یہ ایک نئی بات ہے۔ مجھے اس طریق میں ایک اضطراب کی چیز نے داخل کیا ہے۔ میں تاجر تھا اور عطاروں میں میری دکان تھی۔ میں وہی چیز فروخت کرتا تھا جو بہت گراں اور نایاب ہوتی تھی۔ میرا لباس ایسا ہی نادر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن جامع مسجد میں گیا تاکہ صبح کی قضا نماز ادا کروں۔ جب نماز پوری کر چکا تو میں نے ایک بڑا حلقہ دیکھا۔ میں اس طرف گیا۔ ان دنوں مجھے صالحین کی کوئی خبر نہ تھی، میں صرف اسی قدر جانتا تھا کہ صالحین پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے ہیں۔ جب میں اس حلقے کے قریب پہنچا تو ایک بزرگ صحابہ کی حکایتیں اور ان کے مجاہدات پڑھ کر سنا ہے تھے۔ میں نے آہستہ سے کہا ایسی باتوں سے بھی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ ایک بزرگ نے میری طرف دیکھ کر کہا، پھر کن باتوں سے کتابیں لکھی جاتی ہیں نے کہا جو حکایات پڑھ کر سنائی گئی ہیں مجھے جھوٹ معلوم ہوتی ہیں۔ ایک شخص سال بھر تک پانی نہ پیئے اور پھر بھی زندہ ہے۔ اس بزرگ نے کہا ان حکایات سے انکار نہ کرو۔ میں اس بزرگ سے سوال و جواب میں الجھا ہوا تھا کہ اتنے میں حلقے میں سے ایک شخص اٹھا جو بہت دبلا پتلا تھا، اور کہا تمہیں صالحین کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ میں نے کہا صالحین کہاں ہیں؟ وہ خاموش رہا اور میں اپنی دکان پر چلا آیا اور لوگوں کی باتوں پر تعجب کرنے لگا۔ ظہر کے وقت میں اپنی دکان پر بیٹھا خرید و فروخت میں مصروف تھا کہ ناگاہ اس لاغر شخص کو دیکھا جو میری دکان کے سامنے سے گزر گیا اور مجھے نہ دیکھا۔ پھر لوٹ کر آیا اور مجھے دیکھ کر سلام کیا اور پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ میں نے کہا میرا نام عبدالرحمن ہے اس شخص نے دریافت کیا، مجھے پہچان لیا، میں نے کہا ہاں آپ کو مسجد میں دیکھا تھا اور آپ سے گفتگو کی تھی۔ اس شخص نے دریافت کیا، کیا تم اب تک اسی عقیدے پر ہو تو یہ نہیں کی؟ میں نے کہا میری کوئی ایسا عقیدہ تو

نہیں ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہو۔ وہ شخص میری دکان کے آگے پتھر سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور کہا ابو یزید! تم صالحین کے عمل کی نسبت کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا وہ صالح کہاں ہیں، اس نے کہا یہ ہیں بازار میں پھرتے ہیں، وہ اگر پتھر کی طرف اشارہ کر دیں تو پتھر ان کے ساتھ ہو جائے۔ پھر اس شخص نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا جو دکان کے اندر تھا اس میں دو سو دراز ہوئے اور اس میں سے لوگوں کی مرہونہ چیزیں نکل کر باہر آ گئیں۔ میں نے جلدی سے انھیں پکڑا اور دوبارہ انھیں احتیاط سے رکھ کر پوچھا کیا آدمی کو ایسی قدرت مل جاتی ہے؟ اس شخص نے کہا انسان کی قدرت کے مقابل یہ کیا چیز ہے۔ میں نے کہا اس کے سوائے اور کسی چیز میں آدمی تفرق کر سکتا ہے؟ اس شخص نے کہا اگر دکان سے کہہ دے کہ اپنی جگہ سے اکھڑ جا تو اسی وقت اکھڑ جائے گی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ دکان نے حرکت کی اور اس کی ہر چیز ہل گئی حتیٰ کہ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں دکان مجھ پر نہ آگے۔ میں حیران تھا کہ وہ شخص مجھے اسی عالم میں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ مجھ جیسا شخص اگر اپنی ساری عمر دکان میں صرف کر دے تو ایسے لوگوں سے ملاقات کیونکر نصیب ہو۔

جب دوسرا دن ہوا تو پھر میں حلقے میں گیا تاکہ صالحین کی باتیں دوبارہ سُنوں۔ جب میں نے دوسرے دن صالحین کا وعظ سنا تو مجھ میں اتنی بھی وسعت نہ رہی کہ دکان تک جاؤں۔ میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور دکان کی چابیاں ان کے حوالے کیں۔ ماموں نے دریافت کیا کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا کہیں نہیں۔ اپنے ادا سے انھیں آگاہ کیا اور پھر دکان پر نہیں گیا اور اس بستے پر چل پڑا جو اللہ تعالیٰ نے صالحین کے لیے مقرر کیا ہے۔

۲۲۰۔ کلام الہی کے اثر سے تقدیر بدل گئی

محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ عہد بنی امیہ میں موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہاشمی بہت عیاش اور بے فکر انسان تھا۔ دن رات کھانے پینے اور کینزوں میں گھرے رہنے کے علاوہ اسے اور کوئی کام نہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسے حسن صورت کے ساتھ ہر طرح کی دنیاوی نعمتوں سے بھی نوازا تھا سال بھر میں تین ماہ وینار کی آمدنی ہوتی تھی اور وہ اس دولت کو عیش و عشرت میں لٹا دیتا تھا۔ اس نے اپنے رہنے کے لیے ایک شاندار محل بنوایا تھا اس محل کے دونوں طرف کھڑکیاں تھیں۔ ایک طرف کی عہریاں تاسع ماہ کی ہوت

کھلتی تھیں اور وہ شام کے وقت ان کھڑکیوں سے شارع عام پر گئے جاتے والوں کو دیکھتا اور سیر کرتا رہتا محل کے دوسری طرف جو کھڑکیاں تھیں وہ باغ کی طرف کھلتی تھیں جس وقت سیرگستان کی خواہش ہوتی وہ ان کھڑکیوں کو کھول کر باغ کی سیر کرتا۔

ہاشمی نوجوان عموماً نہایت قیمتی لباس زیب تن کرتا اور محل کے اندر چاندی سونے سے مصص ہاتھی دانت کے ایک تخت پر بیٹھتا تھا اور ہر وقت اس کے اطراف دوستوں، نوکروں اور غلاموں کا ہجوم رہتا۔ محل میں جس جگہ پر ہاشمی نوجوان کی محفل منعقد ہوتی تھی اس کے ساتھ ہی گانے ناچنے والیوں کے لیے جگہ بنائی گئی تھی۔ اس نوجوان اور گانے ناچنے والیوں کے درمیان صرف ایک پردہ مائل تھا جب نوجوان کا دل کاناسنے کو چاہتا تو وہ پردہ ہلا دیتا۔ وہ گانا شروع کر دیتیں اور جب دل بھر جاتا تو وہ پردے کی طرف اشارہ کر دیتا۔ وہ گانا بند کر دیتیں۔ غرض اسی طرح رات گزر جاتی۔ رات کو جب اس کے دوست احباب اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تو وہ بھی خلوت گاہ میں چلا جاتا اور حسینیوں میں رات بسر کر دیتا۔ غرض کہ اس نوجوان کی محفل میں کوئی شخص بیماری، موت یا غم و ملال کا ذکر نہ کرتا تھا۔ ہر وقت عجیب و غریب حکایات اور کہانیاں سنتا رہتا۔ ہر وقت محفل میں تہقے گوئیے رہتے۔ اسی طرح اس نوجوان کی زندگی کے ۲۷ برس گزر گئے۔

ایک رات حسب معمول وہ نوجوان لہو و لعیب میں مشغول تھا کہ ایک نہایت دردناک آواز اس کو سنائی دی جیسے کوئی انتہائی درد میں ڈوبا ہوا کلام پڑھ رہا ہو۔ اس آواز کے سننے سے اس کے دل پر چوٹ لگی اور وہ عیش و عشرت چھوڑ کر اس آواز کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا۔ مہرپوں کو حکم دیا کہ گانا بند کر دیا جائے محل کی کھڑکیوں سے اس نے جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی کہ کون شخص ہے جو اتنی رات گئے دردناک آواز میں کچھ پڑھ رہا ہے لیکن اسے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ اس نے نوکروں کو آواز دی کہ اس شخص کو تلاش کر کے لے آؤ جس کی دردناک آواز نے ہمیں بے چین کر دیا ہے۔ غلام اس شخص کی تلاش میں نکلے اور اس شخص تک پہنچے جو مسجد میں کھڑا ہوا اپنے پروردگار عالم کے سامنے مناجات کر رہا تھا۔ وہ نوجوان نہایت ڈبلا پلا تھا اس کی گردن بالکل سوکھی تھی، رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ بال پریشان تھے۔ دوپٹی پرانی چادروں سے اس نے اپنے جسم کو چھپایا ہوا تھا۔ ہاشمی نوجوان کے غلام اس شخص کو لے جا کر اپنے اقل کے سامنے حاضر ہوئے۔ ہاشمی نے پوچھا یہ کون ہے؟ غلاموں نے عرض کیا سرکار! یہی وہ شخص ہے جس کی آواز نے آپ کو

بے چین کر دیا۔ ہاشمی نے پوچھا یہ شخص کہاں تھا اور کیا کرتا تھا؟ غلاموں نے کہا یہ مسجد میں کھڑا قرآن کریم پڑھ رہا تھا۔ ہاشمی نوجوان نے کہا ذرا ہم کو بھی سناؤ۔ اس نے لسم اللہ پڑھ کر قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔ (ترجمہ) بے شک نیک بندے آرام میں ہوں گے، تختوں پر بیٹھے سیر کر رہے ہوں گے۔ ان کے چہروں پر نعمت کی تازگی ہوگی اور اس میں تسنیم کی حلاوت ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے مقرر بندے پیتے ہیں) یہ آیت پڑھ کر اور ترجمہ سنا کر اس نے کہا اے ہاشمی نوجوان! تم کس دھوکے میں پڑے ہو۔ وہاں کی نعمتوں کا ان نعمتوں سے کیا مقابلہ؟ تیرا یہ محل یہ مجلس، یہ عیش و عشرت ان نعمتوں کے آگے سب بیکار ہے۔ وہاں مرصع تخت ہوں گے، ان پر پُر تکلف بستر ہوں گے۔ اور قیمتی تکیوں کا سہارا ہے جنتی لوگ بیٹھے ہوں گے وہاں ہر طرح کے میوے ہوں گے جو کبھی ختم نہ ہوں گے۔ خود غلام ان کی خدمت کریں گے اور وہ لوگ جو دنیا میں عیش و عشرت کے خواہاں ہوں گے ان کے لیے آگ کا گھر ہوگا جس میں وہ سدا رہیں گے اور عذاب کبھی ان پر کم نہ ہونگے۔

جب ہاشمی نوجوان نے یہ سنا تو اس نوجوان سے پیٹ کر رونے لگا۔ اور اپنے سب دوست احباب سے کہا کہ تم سب یہاں سے چلے جاؤ اور خود اس جوان کو لے کر محل میں گیا اور اپنی بیٹی ہوئی زندگی کا افسوس کرنے لگا۔ اس نوجوان کی تھوڑی دیر کی صحبت نے ہاشمی نوجوان کی کایا پلٹ دی اور اس نے اپنا تمام مل و دولت راہِ خدا میں خیرات کر دیا۔ تمام نوکر غلام آزاد کر دیے اور خود موٹے کپڑے پہن کر اپنے گناہوں کی تلافی کے لیے دن رات عبادت اور ریاضت میں مشغول رہنے لگا۔ بڑے بڑے صلحاء اس ہاشمی نوجوان کی زیارت کو آتے۔ آخر کچھ عرصہ بعد وہ ہاشمی نوجوان پاپیادہ حج کے لیے گیا۔ حج کیا اور اقامت گزین ہوا۔ مکے میں قیام کے دوران اس نوجوان کی حالت یہ تھی کہ رات کو حجرِ اسود کے پاس جا کر روتا اور گڑگڑاتا اور افعال یاد کر کے روتا رہتا اور کہتا ہے میرے پسر دگوار! اے میرے مولا! میں کس طرح تجھے منہ دکھاؤں گا اے میرے مولا! مجھے اپنے فضل و کرم کے صدقے بخش دے۔ کچھ عرصہ بعد ہاشمی نوجوان مکے ہی میں انتقال کر گیا۔

۲۲۱۔ سخاوت کی ترغیب

حزہ حضرت ابو سعید الخدریؓ کا مرید تھا آپ کی مجالس میں حاضر رہتا۔ ایک دن شیخ کی مجلس میں آیا رہا

تھا۔ اس کے پاس سونے کی تھیلی تھی۔ خیال آیا کہ اگر یہ سونا ساتھ لے گیا اور شیخ نے فرمایا کہ یہ سونا فلاں سٹل کو دے دو تو انکار نہ کر سکوں گا۔ چنانچہ ایک شکستہ دیوار کے نیچے پھپھا دیا۔ حضرت آدماء و عطف فرما چکے تھے کہ حمزہ کو مخاطب کر کے فرمایا، حمزہ اٹھو! جس دیوار کے نیچے سونا پھپھا کر گئے تھے اسے چور لے جا رہا ہے۔ حمزہ دوڑا گیا تو دیکھا کہ ایک چودہ دیوار کے قریب بیٹھ چکا ہے۔ چنانچہ سونا لاکر حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا۔

۲۲۲۔ کرامت کی اصلیت

حضرت ابوالحسن نوادی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے دریائے دجلہ میں ٹھلی پکڑنے کے لیے جال ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ جب تک اس جال میں ٹھلی نہیں پھنسے گی میں یونہی کھڑا رہوں گا ابھی میں نے اپنے الفاظ بھی مکمل نہیں کیے تھے کہ ٹھلی جال میں پھنس گئی۔ چنانچہ میں نے اس واقعہ کا ذکر جب حضرت جنید سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم ٹھلی کی بجائے سانپ کا تار کار کرتے تو یقیناً کرامت ہوتی لیکن ابھی چونکہ تم درمیانی منزل میں ہو اس لیے تمہارے اس واقعہ کو تمہاری کرامت سے نہیں بلکہ قریب سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

۲۲۳۔ غلط نظر سے کسی کو دیکھنے کی ممانعت

حضرت ابو علی دقاق کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ ابوالقاسم قیشری نے آپ کے انتقال کے بعد آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے تمام گناہ معاف کر کے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی ہے البتہ مجھ سے ایک گناہ ایسا سرزد ہوا تھا کہ اس کا اقرار کرتے ہوئے مجھے خاصی ندامت محسوس ہوئی جس کی وجہ سے میں پسینے میں شہر ابورہ ہو گیا۔ اور چہرے پر زردی پھیل گئی۔ میرا وہ گناہ یہ تھا کہ میں نے اپنی نو عمری میں ایک لڑکے کو غلط نگاہ سے دیکھا تھا۔

۲۲۲۔ ضد کا انجام

حضرت شیخ ابوسعید فرماتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص رہتا تھا۔ ایک شخص نے اس کا گھوڑا مار دیا۔ اس نے کہا آپ مجھ سے گھوڑے کا ہرجانہ اور تاوان لے لیں۔ اس نے کہا مجھے تاوان کی ضرورت نہیں اپنا گھوڑا ہی لینا ہے۔ چنانچہ لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا۔ یہ جھگڑا دونوں کے قبیلوں میں لڑائی کی شکل اختیار کر گیا۔ کئی آدمی قتل ہو گئے۔ عورتیں بیوہ ہو گئیں، بچے یتیم ہو گئے، گھروں پران ہو گئے اور یہ سارا معاملہ ایک شخص کی مندر سے ہوا۔

۲۲۵۔ اللہ کی رحمت کا واقعہ

حضرت شیخ ابوالعباس بن عریف سے روایت ہے کہ میں ایک دن صبح اٹھا تو طبیعت نہایت نڈھال تھی۔ اپنے ایک صاحب ابو محمد طرابلسی سے میں نے کہا اے ابو محمد! آج میرا دل پریشان ہے۔ تم کوئی ایسی حکایت سناؤ جس سے قلب مضطرب کی اصلاح ہو سکے۔ انھوں نے کہا ایک دن میں افریقہ میں تھا ذی الحجہ کا مہینا تھا۔ میں نے دیکھا کہ تین اشخاص میرے سر پر کھڑے ہیں۔ انھوں نے کہا اے ابو محمد! حج کو چلتے ہو؛ میں نے کہا جیسے آپ حضرات کی مرضی چنانچہ ان میں سے ایک شخص میرے آگے ہو گئے اور دوسرے پیچھے چلنے لگے۔ جب رات ہوتی تو ان میں سے ایک شخص ایک طرف جاتے اور کیلے لے آتے اور فرماتے کہ اس مقام پر ایک بڑھیا نے مجھے دیے ہیں۔ تین دن کے بعد ناگاہ ان میں سے ایک نے مجھ سے آکر کہا اے ابو محمد! خوش ہو جاؤ یہ نہامہ کے پہاڑ ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ حج کیا اور ان کی صحبت میں رہا۔ جب لوٹنے کا وقت آیا تو مجھ سے کہا تم اللہ کی امان میں رہو ہم چلتے ہیں۔ میں نے کہا آپ لوگ اپنی عبرانی کا سرج دینا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا یہ مجبوری ہے۔ پھر وہ لوگ چلے گئے۔ میں نے جنگل کا راستہ لیا۔ جب مجھے جنگل میں وضو پانی پینے کے پانی کی ضرورت ہوتی تو کہتا قسم ہے رب العزت کی۔ میں جیتک پانی نہ پی لوں اور وضو نہ کر لوں یہاں سے آگے نہ بڑھوں گا۔ اسی وقت ایک ابرماتا اور اتنا برستا کہ اس کا پانی جمع ہو کر ایک تالاب بن جانا اور میں وضو کر لیتا۔ پانی پیتا اور پھر آگے بڑھتا۔ ابوالعباس نے یہ حکایت سنی تو فرمایا اس حکایت کو میں مرتے دم تک نہیں بھولوں گا۔

۲۲۶۔ گرجے کی تصویریں گر گئیں

ایک روز حضرت خیر نساج کے چند مریدا ایک گرجا گھر دیکھنے کے لیے گئے۔ جب وہاں سے لوٹے تو حضرت نے پوچھا کہ گرجا میں کیا دیکھا؟ وہ بولے حضرت! وہاں کیا دیکھا جاسکتا تھا۔ فرمایا اور میرے ساتھ آؤ۔ حضرت انھیں لے کر گرجا پہنچے۔ دیکھا کہ حضرت عیسیٰ و حضرت مریم کی تصویریں دیواروں سے لٹک رہی ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ حضرت نے ایک تصویر سے کہا کیا تو جی ہے جس نے لوگوں کو کہا تھا کہ بیٹے اور میری ماں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے دو خدا سمجھو۔ اتنا کہتا تھا کہ دونوں تصویریں نیچے گر پڑیں اور گرجا میں یہ آواز گونج گئی۔ ”بجدا نہیں! بجدا نہیں!“

۲۲۷۔ توکل سے متاثر ہو کر قبول اسلام کا واقعہ

حضرت محمد یعقوب خراسانی سے روایت ہے کہ میں اپنے شہر سے سیاحت کے ارادے سے نکلا اور بیت المقدس جا پہنچا اور بنی اسرائیل کے ایک غار میں بہت دنوں تک عبادت میں مشغول رہا۔ اس عرصہ میں نہ کچھ کھایا نہ پیایا یہاں تک کہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ اسی حالت میں میں نے دوراہوں کو سیر کرتے دیکھا۔ ان کے بال پریشاں اور گرد آلود تھے۔ میں ان کے پاس گیا انھیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟ ان راہوں نے کہا ہاں ہم اللہ کے ملک میں اس کے سامنے ہیں۔ میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے ملامت کرنے لگا۔ اور کہا کہ یہ دونوں راہب باوجود غیر مسلم ہونے کے توکل پر قائم ہیں اور تو مسلمان ہوتے ہوئے توکل پر قائم نہیں رہ سکتا۔ پھر میں نے ان سے کہا کیا تم مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے سکتے ہو؟ انھوں نے کہا بہتر ہے۔ چنانچہ ہم تینوں چلے۔ جب شام ہوئی تو وہ دونوں راہب اپنے معبود کی عبادت کرنے لگے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تیمم کیا۔ وہ مجھے مٹی سے تیمم کرتے دیکھ کر سر لرزے جب اپنی نماز پڑھ چکے تو ان میں سے ایک نے اپنے ہاتھ سے زمین کھودی اور موتی کی طرح جھکتا ہوا صاف شفاف پانی وہاں سے نکلا۔ میں حیران رہ گیا۔ اور پھر دیکھا تو ان کے دائیں جانب کھانا تیار رکھا ہوا تھا۔ اس سے اور تعجب ہوا۔ انھوں نے مجھ سے کہا بھئیے کیا بول رہے ہو حیران ہے آگے بڑھو

اور اسے کھاؤ جو حلال روزی ہے اور یہ ٹھنڈا پانی پی اور اللہ کریم کی عبادت کر۔ میں آگے بڑھا اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور پانی پیا۔ پھر نماز کے واسطے میں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔

صبح ہوئی اور ہم تینوں سفر کے لیے تیار ہوئے اور شام تک چلتے رہے جب شام ہوئی تو ایک جگہ ٹھہرے۔ ایک راجب نے ہم سے فد اور نماز پڑھ کے چپکے سے دعا کی اور پھر اپنے ماتھے سے زمین کھودی تو پانی کا چشمہ ویسا ہی نکل آیا جیسے کل اس کے ساتھی نے کھودا تھا اور اس کے پہلو میں کھانا بھی رکھا تھا اس راجب نے مجھ سے کہا آگے بڑھ کر کچھ کھاؤ پیو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ چنانچہ ہم نے کھانے کے نماز کے واسطے وضو کیا اور بعد ازاں دیکھا تو پانی زمین میں اس طرح چلا گیا تھا جیسے یہاں تھا ہی نہیں۔ جب تیسری شب آئی تو انھوں نے کہا اے محمدی! یہ رات تیری ہے اور آج تیری باری ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے ان کے اس سوال سے بہت شرم آئی اور دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے ان سے کہا اللہ اللہ اچھا ہی ہو گا۔ پھر ان سے ہٹ کر ایک طرف گیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے میرے مولا! اے میرے مالک! تو جانتا ہے کہ میرے گناہ بہت ہیں جس کی وجہ سے تیرے نزدیک میرا رتبہ اور مرتبہ کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ میرا منہ اس قابل ہے لیکن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے مانگتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کیا جائے۔ جب میں دعا سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک چشمہ جاری ہے اور میرے پہلو میں کھانا رکھا ہوا ہے۔ میں نے ان سے کہا آگے بڑھو اور کھانا کھاؤ۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور ہم تینوں نے کھانا کھایا، پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اسی حالت میں جب میری دوسری باری آئی، پھر میں نے پہلے ہی کی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چشمہ جاری ہوا اور کھانا بھی مہیا ہوا۔ جب تیسری باری آئی اور میں نے اسی طرح دعا کی تو دو آدمیوں کا کھانا میرا ہوا۔ میرا دل ٹوٹ گیا۔ انھوں نے کہا اے محمدی! یہ حادثہ کیونکر ہوا۔ تم اپنے کھانے اور پانی میں کمی نہیں دیکھتے ہو؟ میں نے کہا تمہیں معلوم نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہم اس کے حکم اور ارادے کے آگے تسلیم خم کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارا دین یہ چاہتا ہے کہ کبھی تکلیف ہو۔ کبھی راحت، کبھی سختی ہو کبھی آرام۔ تاکہ ہمارے صبر کی آزمائش ہو جائے۔ انھوں نے کہا اے محمدی تم نے سچ کہا۔ وہ بڑا رب ہے اور تمہارا دین اچھا ہے۔ اپنا ماتھے بڑھاؤ تاکہ کلمہ شہادت پڑھیں ان دونوں راجبوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا دین اسلام حق ہے اور اس کے سوائے سب باطل ہے۔

میں نے ان سے کہا اے بھائیو! کیا تم کسی شہر میں چلو گے تاکہ مجھ کے اجتماع میں شریبوں کیونکہ عہد حج مساکین ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا یہ اچھی رائے ہے اور اچھا فعل ہے جب ہم اس ارادے سے چلے تو سونے ایک عمارت نظر آئی، اندھیری رات تھی، غور سے دیکھا تو ہم بیت المقدس میں تھے۔ ہم اس میں داخل ہو گئے اور ایک عرصہ تک اس میں رہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ ہمارا بزرگ ایسی جگہ سے ہمیں ملتا تھا جس کا گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ میرے دونوں ساتھی رحلت کر گئے۔

۲۲۸۔ بحالی کرامت کے لیے ترک دنیا

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم چند فقراء کی ایک جماعت تھی ہم جس وقت چاہتے تھے چیتے تھے اور جہاں چاہتے تھے پہنچ جاتے تھے۔ ایک دن میں نے اپنی اولاد کے واسطے ایک مکان خریدا اور اس کا بیع نامہ میں نے حاصل کیا۔ میرے دوستوں نے مجھے پیغام بھیجا کہ ہم فلاں مقام پر ہیں ہم سے تمہیں اپنے اس حال کی طرف رجوع ہونا جس کے سبب دور دور کی مسافت تھوڑے عرصہ میں طے کرنا تھا لیکن وہ کیفیت مجھ میں نہ رہی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے پاس آدمی کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ وہ پر جن پیرا آتا تھا میرے پاس نہ رہے وہ کٹ گئے ہیں۔ ساتھیوں نے کہلا بھیجا کہ دنیا داری کی وجہ سے یہ نقصان تمہیں پہنچا ہے تم دنیا داری کو چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے اسی وقت بیع نامہ پھاڑ کر پھینک دیا اور میری حالت بھی پہلی جیسی ہو گئی اور پل بھپکتے میں اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

۲۲۹۔ دنیا کے تاج و تخت کی قیمت

ایک بادشاہ کو ریاہ خارج نہ ہونے کے باعث سخت تکلیف رہتی تھی اور شکم میں ہمیشہ اچھرا رہتا تھا ہر چند شاہی طبیعوں نے علاج معالجہ میں بہت کوشش کی لیکن بجائے تخفیف کے مرض تقویت ہی پکڑتا گیا۔ آخر کار اطباء نے دربار سے مایوس ہو کر ایک گرانقدر انعام اس مرض کے دفعیہ کے واسطے عوام میں مشتہر کر دیا۔ رعیت کے طبیعوں نے بہت کچھ اپنی اپنی حکمت آزمائی کی۔ لیکن سب بے سود۔ جوں جوں مرض بڑھتا جاتا تھا موعودہ و مشہرہ رقم انعام بھی بڑھتی جاتی تھی۔ انعام کی یہ مقدار نصف سلطنت تک مقرر کر دی گئی لیکن پھر بھی اس انعام کے حاصل کرنے میں

کوئی شخص کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک خدا رسیدہ فقیر کو بھی یہ حال معلوم ہوا تو اس نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اگر پوری سلطنت دے دے تو میں علاج کرنے کو تیار ہوں۔ بادشاہ نے ایسے تکلیف دہ مرض کی موجودگی میں بادشاہت کے مقابلہ میں بحالتِ صحت محنت مزدوری کرنے کو بدرجہا ترجیح دی اور پوری سلطنت دینے پر رضامند ہو گیا۔ فقیر نے دعا کی اور بظاہر کوئی دوا بھی دے دی۔ بادشاہ کو ربح خارج ہونے سے شغلے مطلق حاصل ہو گئی اور اس موذی مرض سے کلی طور پر نجات پالی تو حسبِ وعدہ فقیر کو تاج و تخت سنبھالنے کے واسطے بلایا۔ فقیر نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اے بادشاہ تاج و تخت تجھی کو مبارک ہو۔ میں ایسی بے حقیقت اور ناکارآمد چیز کو لینا نہیں چاہتا کہ جس کی قیمت صرف ہوائے شکم کا خارج ہونا ہے۔ (افضل الاخلاق)

۲۳۰۔ اللہ کی عطیے سے دولت مند ہی آتی ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک شہر میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک بڑھا ضعیف لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے چلا آتا ہے۔ اس کے حال پر رحم آیا اور نام دریافت فرمایا، کہا سلیمان حضرت کو خیال آیا کہ سبحان اللہ! میں سلیمان ہوں کہ تمام ملک زیر نگیں ہے اور ایک سلیمان ہے کہ پیری میں ایسی سخت مصیبت بھیتا ہے۔ فوراً اپنے تاج سے ایک لعل اس کے حوالے کیا اور کہا کہ لے تجھے بلکہ تیری اولاد کو بھی کفایت کرے گا۔ مناسب ہے کہ آئندہ اس محنت کو چھوڑ دے اور آرام سے بسر کر۔ بڑھے نے لکڑیوں کا بارہ سر سے پھینک دیا اور لعل لے کر شاد و خرم گھر کو چلا۔ بار بار لعل کو دیکھتا اور حیران ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا قدر و قیمت اس سنگریزہ کو عطا کی ہے۔ یکا یک ایک چیل نے اس کو گوشت سمجھ کر چھپٹا مارا اور صاف لے آئی۔ بڑھا بیچارہ ماتھ متارہ گیا۔ اب یہ فکر پڑی کہ آج زن و فرزند کو کیا کھلاؤں گا۔ چلو پھر اپنا گٹھا لاؤ اور بیچ کھوچ کر پیٹ پالو۔ وہاں جا کر دیکھا تو گٹھا بھی کوئی اٹھالے گیا تھا۔ ناچار شرم کے مارے رات جنگلی ہی میں کاٹی۔ صبح دم پھر لکڑیاں چننے لگا کہ اتنے میں حضرت سلیمان کی سواری آئی۔ سوچے کہ یہ حرمیں بڑھا اب بھی اپنی معمولی مشقت میں مصروف ہے۔ دریا ت کیا تو اس نے قصہ سنایا۔ حضرت کو پھر رحم آیا اور دوسرا لعل عنایت کیا۔

آج بڑھے نے نہایت احتیاط سے مٹھی بند کر کے گھر کی راہ لی۔ راستہ میں ایک ندی تھی۔

جب منجھدار میں پہنچا تو پاؤں اکھڑ گئے۔ دوچار ایسی ڈبکیاں کھائیں کہ ڈوبتے بچا اور لعل باغ سے نکل گیا۔ پھر مسرت و افسوس کے ساتھ واپس گیا اور لکڑیاں چننے لگا۔ حضرت سلیمانؑ کے لشکر کا گزر ہوا تو پھر دیکھا کہ وہی بد قسمت بڈھا لکڑیوں کا پشتہ باندھے چلا جاتا ہے۔ پھر طلب فرمایا، اے حال پوچھا۔ اس نے کیفیت واقف عرض کی اور کہا کہ آج تیسرا دن ہے نہ جلنے نکلنے و فرزند پر کیا گزری ہوگی۔ حضرت کو بہت ہی رحم آیا اور تیسرا لعل جو نہایت ہی گراں تھا اس کو دے دیا۔ اب کی دفعہ خوب کس کر پگڑی میں باندھا۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا، اس نے تار لیا کہ اس بڈھے کی پگڑی میں لعل چمکتا ہے گھوڑا دوڑا کر قریب آیا اور پگڑی اچک کر یہ جا وہ جا جھٹ نظروں سے غائب ہو گیا۔ بڈھا روتا پیتا حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر ہوا اور کہا اے پیغمبر خدا! آپ نے نوب میری راہ کھوٹی کی، خدا نے جو کچھ میرے نصیب میں لکھا تھا میں اسی پر راضی تھا آپ نے چاہا کہ مجھے فقر سے نجات ہو۔ سو یہ بات خدا کو منظور نہ تھی۔ آپ کے چاہنے سے میں امیر تو نہ بنا البتہ اس کے عوض میں مجھے اور میرے بال بچوں کو تین دن فاقہ کشی کرنی پڑی۔ حضرت نے فرمایا کہ سلیمانؑ بیکارے جب خدا ہی نہ کرے، غرض بڈھا بدستور لکڑیاں لاتا اور کنبے کو پالتا، قصداً حضرت سلیمانؑ کی انگشتری گم ہو گئی۔ ماہی گیر کے گھر جا کر رہے۔ جب دوبارہ تخت سلطنت ملا اور لشکر کا گزر اس لکڑی کے کی بستی میں ہوا تو آدمی بھیج کر اس کو طلب فرمایا۔ اس نے جواب دیا کہ اب تو بغیر سواری کے ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ حضرت کو تعجب ہوا، سواری بھیج کر بلایا اور حال دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا کہ جب آپ کے دیے ہوئے لعل گم ہو گئے اور میری اس ٹوٹ گئی تو میں نے بے اختیار خداوند کریم کی جناب میں گریہ و ندامت شروع کی کہ خدایا تیرے نبی نے بہت کوشش کی مگر تو نے نہ چاہا تو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اب سوائے تیرے کسی کا آسرا نہیں، تو ہی اپنے خزانہ غیب سے وہ کھوئے ہوئے لعل عثایت فرما۔ اتفاقاً ایک دن حسب معمول لکڑیاں توڑنے درخت پر چڑھا۔ وہاں جیل کا گھونسلہ تھا اور دیکھا تو وہی تینوں لعل رکھے ہیں ان کو پا کر اب میں امیر کبیر بن گیا۔ جب تک سلیمان علیہ السلام پر بھروسہ تھا تو محروم رہا۔ جب خداوند کریم کی طرف خلوص دل سے متوجہ ہوا تو مال مال ہو گیا (افضل الاخلاق)

ہر اک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا کوئی چھوٹا یہ اس کی حکمت ہے
(اقبال)

۲۳۱۔ عجب سوال اور عجب جواب

امیر المؤمنین خلیفہ ماموں نہایت حاضر جواب شخص تھا۔ ایک روز اس نے کہا کہ میری تمام عمر میں تین تحسوں نے سنگتوں میں مجھ پر غلبہ حاصل کیا۔ اول مادہ فعل سہیل جو کہ اس کے ماتم میں نہایت گریہ و زاری کرتی تھی۔ میں نے اس کو کہا کہ اس کی بجائے میں تیرا بیٹا ہوں گا اور تجھ کو اس سے زیادہ عزت و آداب کے ساتھ رکھوں گا اس نے کہا کہ ایسے فرزند کی موت پر جس کے باعث مجھ کو تیرے جیسا فرزند ہاتھ نہ کیوں گے۔ وزاری نہ کروں۔ دوسرے ایک سیاح نے مصر میں پیغمبری کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں موسیٰ عمران ہوں۔ اس کو میرے پاس لایا گیا۔ میں نے کہا کہ موسیٰ عمران کے پاس تو معجزات تھے، بیضا، رعنا، غیرہ تو تھی کوئی معجزہ دکھلا، کہا کہ موسیٰ نے معجزات اس وقت دکھلائے تھے جبکہ فرعون نے نوحی خدا کیا اور کہا: "انار بکم الاعلیٰ" تو بھی یہ دعویٰ کر۔ تاکہ میں معجزات دکھلاؤں۔ تیسرے سلاطین کے دربار میں میرے پاس اس علاقہ کے حاکم کی شکایت لائے۔ میں نے کہا وہ شخص تو۔ لم و دل اور پاس و امین ہے۔ انھوں نے کہا واجب ہے کہ اس کے عدل کا فائدہ تمام خلق کو پہنچایا جائے۔ صرف ہم جن اس کے فائدہ کے ساتھ مخصوص رکھے جائیں اور دوسرے لوگ اس کے عدل کے فائدہ سے محروم رہیں۔ افضل الاخلاق

۲۳۲۔ ابن سابط کی توبہ کا قصہ

ابن سابط نامی رفقہ لونی شریف آدمی اس کا نام سن کر انتہائی نفرت کا اظہار کیے بغیر نہ رہتا تھا۔ وہ اپنے بیٹے میں ایسا برہنہا کہ بیسیوں چوریاں کرنے کے باوجود قانون کی گرفت میں نہیں آتا تھا۔ ایک دن حکام نے اسے گرفتار کر لیا۔ قانون وقت کے مطابق اس کا ایک ہفتہ لگا با۔ وہ ہر اس ایک ناقابل اصلاح مجرم قرار دے کر مدت عمر کے لیے قید خانے میں بھیج دیا۔ بلکہ وہ اس کو "بہتہ کئے شیطان" یا "بہتہ کئے شیطان" کے نام سے کرتے تھے۔ دس دس کی قید خانہ تیسری بار ایک دن ابن سابط کسی طرح بھاگ نکلا اور قید خانے سے بھاگ کر اپنے تئیم پانچہ کو از سر نو زندہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ایک ماہ کے

نقصان اور قید و بند کی طویل پُرسعت زندگی نے اس کے مزاج اور کردار پر ذرہ برابر اثر نہیں ڈالا تھا۔ آزادی کی فضا میں سانس لیتے ہی چوری کی خواہش نے اسے بیتاب کر دیا اور رات کا اندھیرا پھیلتے ہی وہ اپنی ہم پر چل کھڑا ہوا۔ ادھر ادھر پھرتے تین پہر رات گزرتی لیکن اس کو کسی مکان میں داخل ہونے کا موقع نہ مل سکا۔ آخر اسے ایک وسیع حویلی نظر آئی جس کے چاروں طرف دودھ دور تک سناٹا تھا۔ اس حویلی کے وسط میں ایک بہت بڑا پھاٹک تھا۔ ابن سابط پھاٹک کے پاس پہنچ کر رک گیا اور سوچنے لگا کہ اندر جانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اسی سوچ بچار میں اس کا ہاتھ پھاٹک پر جا پڑا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا اس نے آہستگی سے دروازہ پیچھے کی طرف دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک وسیع احاطہ تھا جس کے اندر چاروں طرف کمرے بنے ہوئے تھے اور وسط میں ایک بڑا کمرہ تھا۔ ابن سابط اس بڑے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا اسے یقین تھا کہ یہ کسی بڑے امیر یا سوداگر کا مکان ہے جو نہی اس نے دروازے کو ہاتھ لگایا وہ بھی پھاٹک کی طرح فوراً کھل گیا۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے دھرا دھرا نظر دوڑائی تو اس کو قیمتی ساز و سامان سے بالکل خالی پایا۔ ایک طرف کھجور کے بتور کی ایک پزیرنی چٹائی بچھی تھی۔ اس کے قریب چمڑے کا ایک تکیہ اور بھیر کی کھال کی چند ٹوپیاں پڑی تھیں۔ ایک گوشے میں پشمینہ کے موٹے کپڑے کے چند تھان بکھرے پڑے تھے۔ ابن سابط ایسے معمولی سا مکان کو دیکھ کر جھٹلا اٹھا اور مکان کے مالک کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا کہ اس احمق نے اتنے بے مکان میں کیسا گھٹیا کپڑا اور سامان رکھا ہوا ہے۔ بہر حال مکان سے خالی ہاتھ جانا سے منلو نہ تھا۔ اس نے پشمینہ کے تھانوں کی ایک گھڑی بنائی اور اس کو باندھنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن پشمینہ کے باوجود ایک ہاتھ سے صوف کے موٹے کپڑے کو گرہ نہ لگا سکا اور باپتا ہوا بندھا گیا۔ عین اس وقت دروازہ کھلا اور ایک شخص ہاتھ میں چراغ لیے کمرے میں داخل ہوا۔ خوف اور تارت سے ابن سابط کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اس نے داخل ہونے والے آدمی کو دیکھا۔ اس کا قد دراز، کھنجر اور جسم انتہائی نحیف تھا جس پر گھبے رنگ کی ایک لمبی قباحتھی اور سر پر جھڑکی لٹکی کی ایک لٹکا وہ سیاہ ٹوپی تھی۔ اس قدر نحیف و نراناہ نے اسے کئی شخص کے چہرے پر عجیب سا کالمیان اور نور تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی پنک تھی جس سے کوئی دوسرا شخص اثر پذیر ہونے پر مجبور نہیں ہو سکتا تھا۔

اس نے کمرے میں داخل ہو کر چراغ ایک طرف رکھ دیا اور انتہائی شیریں آواز میں ابن سابط سے مخاطب ہو کر کہا:-

”میرے بھائی! خدایم پر رحمت کرے یہ کام روشنی اور کسی ساتھی کی مدد کے بغیر انجام نہیں پاسکتا دیکھو یہ چراغ روشن ہے اور تمہاری مدد کے لیے میں حاضر ہوں۔ اب ہم دونوں یہ کام اطمینان کے ساتھ کر لیں گے۔“

ابن سابط حیرت سے اجنبی کے منہ کی طرف تک رہا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اتنے میں اجنبی نے تھالوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور پھران کی الگ الگ دو گٹھڑیاں باندھ لیں۔ پھر چانک سے اسے خیال آیا اور اس نے ابن سابط سے مخاطب ہو کر کہا، میرے بھائی معاف کرنا مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ ایسا تمہکا دینے والا کام کر کے تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔ میں ابھی تمہارے لیے گرم گرم دودھ لاتا ہوں۔ اسے پی کر تم تازہ دم ہو جاؤ گے۔ یہ کہہ کر اجنبی کمرے سے باہر نکل گیا اور ابن سابط عالم تحیر میں کھو گیا۔ یکایک اسے کوئی خیال آیا اور اس نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا میں بھی کیسا احمق ہوں اتنا بھی نہیں سمجھ سکا کہ یہ کوئی میرا ہی ہم پیشہ ہے۔ اتفاق سے آج ہم دونوں اس مکان میں جمع ہو گئے ہیں۔ یہ گھر کا بھیدی معلوم ہوتا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ آج یہ مکان رہنے والوں سے خالی ہے اسی لیے وہ روشنی کا سامان لے کر آیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو اس سامان میں سے آدھے کا حقدار بننے کے لیے میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گیا۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اجنبی ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لیے پھر کمرے میں داخل ہوا۔ اور یہ کہہ کر پیالہ ابن سابط کے ہاتھ میں پکڑا دیا کہ اسے پی لو یہ تمہاری بھوک اور تکان کو دور کرے گا۔

ابن سابط کو فی الواقع سخت بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے آٹا فانا دودھ کا پیالہ خالی کر دیا اور پھر کراک کر اجنبی سے کہا:

”دیکھو! میں تم سے پہلے پہنچ گیا تھا اس لیے ہمارے پیشہ کے اصول کے مطابق تمہارا اس مال پر مطلق کوئی حق نہیں۔ تاہم تم نے مال سمیٹنے میں جس مستعدی کا ثبوت دیا ہے اس کے پیش نظر میں عقوڈ بہت مال دے دوں گا۔ چلو اب گٹھڑیاں اٹھائیں اور چلیں۔“

ابن سابط کے جواب میں اجنبی مسکرایا اور پھر شفقت آمیز ہجے میں کہا: ”میرے بھائی تم میرے

حے کا خیال کر کے کیوں اپنا دل میلا کرتے ہو۔ میں تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ تمہارا ایک ہاتھ ہے یہ چھوٹی گٹھڑی تم اٹھا لو اور بڑی گٹھڑی میں اٹھالیتا ہوں۔ جہاں تم کہہ دو میں پہنچا دوں گا۔ ابن سابط نے کہا بس ٹھیک ہے تمہیں مجھ سے بہتر سردار سارے ملک میں نہیں مل سکتا۔ میں یہ چھوٹی گٹھڑی اٹھالیتا ہوں اور تم بڑی گٹھڑی اٹھا کر میرے آگے آگے چلو۔ نجیف الجبشہ اجنبی نے پورا زور لگا کر بڑی گٹھڑی کر پر لادی۔ اس کی خمیدہ کمر اس کے بوجھ سے اور بھی خمیدہ ہو گئی اور وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ابن سابط کے آگے چل پڑا۔ لیکن ابن سابط کو بہت عجلت تھی کیونکہ رات تیزی سے ختم ہو رہی تھی۔ وہ بار بار اجنبی کو دھوکے دیتا کہ تیز چلو۔ اجنبی کئی بار دھوکا کھا کر گرا لیکن پھر اٹھ کھڑا ہوا اور ہانپتا کانپتا پھر تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔ ایک جگہ چڑھائی تھی۔ اجنبی کو بھاری بوجھ کی وجہ سے سخت مشکل پیش آئی اور وہ ایک جگہ بے اختیار گر پڑا۔ ابن سابط نے اس پر گالوں کی بوچھاڑ کر دی اور پھر اس کی کمر پر زور سے ایک طاقت رسید کی۔ اجنبی جوں توں کہے گا اٹھ کھڑا ہوا اور ابن سابط سے معذرت کرنے لگا۔ ابن سابط نے گٹھڑی پھر اس کی پیٹھ پر رکھ دی اور دونوں چلتے چلتے شہر سے دور ایک پہاڑی کھنڈر میں پہنچے۔ یہاں ابن سابط کی پناہ گاہ تھی۔ وہ اپنی گٹھڑی باہر رکھ کر کھنڈر کی دیوار پر سے اندر کود گیا اور اجنبی نے دونوں گٹھڑیاں باہر سے اندر پھینک دیں۔ اس وقت چاند کی روشنی میں ابن سابط نے اطمینان سے اجنبی کے چہرے پر نظر ڈالی جو اس کے سامنے کھڑا ہاتھ رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ اجنبی کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں۔ یکایک وہ ملکوتی تبسم کے ساتھ یوں گویا ہوا۔ ”میرے بھائی یہ مال تمہیں مبارک ہو۔ اس مکان کا مالک میں ہی ہوں اور یہ مال تجھے خوشی سے بخشتا ہوں۔ افسوس کہ میں تمہاری خاطر خواہ خدمت نہیں کر سکا۔ بلکہ راستے میں اپنی کمزوری اور سستی کی وجہ سے تمہارے لیے پریشانی کا باعث بنا، خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ اچھا اب میں تم سے رخصت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ!“

اجنبی یہ کہہ کر تیزی سے شہر کی طرف روانہ ہو گیا لیکن اس کے الفاظ خنجر بن کر ابی سابط کے سینے میں پیوست ہو گئے۔ سیاہ کاری کے اس پتے کے دل و دماغ کو اجنبی کے محیر العقول حسن سلوک نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا دنیا میں ایسے انسان بھی ہوتے ہیں؟ میں نے

اسے کیا سمجھا اور اس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ یہ سوچتے سوچتے اس کا دماغ ماؤف ہو گیا۔ ضمیر کی غلش نے اسے بے چین کر دیا اور سپیدہ سحر نمودار ہوتے ہی اجنبی کی تلاش کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ اب اس کے دل میں کسی کا خوف نہیں تھا۔ بس یہی آندو تھی کہ اس اجنبی کے قدموں پر سر رکھ دے۔ رات والا مکان ڈھونڈنے میں اسے کوئی دقت نہ ہوئی اس کے باہر کھڑے ہو کر ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کس تاجر کا مکان ہے؟ اس شخص نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کہا میاں! تم مسافر معلوم ہوتے ہو، یہاں کسی تاجر کا کیا کام، یہ تو شیخ جنید بغدادی کی قیام گاہ ہے۔

ابن سابط نے یہ نام سن رکھا تھا لیکن شیخ کا صورت آشنائے تھا۔ پھانک سے اندر داخل ہوا اور دیکھا کہ سامنے والے بڑے کمرے کا دروازہ کھلا ہے اور چٹائی پر تکیہ سے سہارا لگائے وہی رات والا اجنبی بیٹھا ہے اور اس کے سامنے تیس چالیس آدمی مؤدیانہ انداز میں بیٹھے ہیں ابن سابط ٹھٹک کر وہیں کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں مسجد سے اذان کی آواز آئی۔ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب وہ سب چلے گئے تو شیخ بھی اٹھے۔ جو نبی اٹھوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا ابن سابط روتا ہوا ان کے قدموں پر گر گیا۔ انفعال کے آنسوؤں نے اس کے دل کی ساری سیاہی دھو ڈالی تھی۔ شیخ نے نہایت محبت اور شفقت سے اس کو زمین سے اٹھایا اور گلے لگا لیا۔ ابن سابط کے دل کی دنیا اب بدل چکی تھی۔ دوسروں نے جو راہ برسوں میں طے نہیں کی تھی ابن سابط نے وہ چند لمحوں میں طے کر لی۔ وہ شیخ کے حلقہ اہدوت میں داخل ہو گیا اور ان کے فیض محبت سے ”بتھ کٹے شیطان“ کی بجائے ”شیخ احمد ابن سابط“ بن گیا اور اہل اللہ میں شمار ہوا۔ جس شخص کو چالیس سال تک دنیا کی ہولناک سزائیں نہ بدل سکیں اس کو ایک مردِ خدا کے حسنِ اخلاق اور قربانی نے چند ساعتوں میں خاصانِ خدا کی صف میں شامل کر دیا۔

۲۳۳۔ روحانی سیر

حضرت شیخ صفی الدین فرماتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ محمد ازہری عجمی بڑے ہی صاحبِ سیاحت تھے۔ ان کی کرامتوں اور حکایتوں سے عقل متحیر رہ جاتی ہے۔ شیخ ابو عبد اللہ کے شاگرد شیخ بکر فرماتے

یہی کہ مجھے شیخ عجمی نے تین سو ساٹھ ایسے جہانوں میں داخل کیا جو عالم سموات والارض کے ماسوائے اور فرمایا مجھے ایک مرتبہ کوہ قاف پہ پہنچایا اور ایک سانپ دکھایا جو سپاہ پر طلقہ باندھے بیٹھا تھا اور اس کا سر دم پر رکھا تھا اور اس سانپ کا رنگ سبز تھا شیخ جب مجھے کسی امر خارق کی طرف لے جاتے یا زمین لپٹی باقی تو میں ان کے ہمراہ اس موجودہ جس سے غائب رہتا تھا۔ ایک دن حضرت شیخ دمشق سے نکلے۔ میں ان کے ہمراہ تھا ہم طبرہ پہنچے اور حضرت سلیمان کی قبر پر پہنچے۔ میں نے حضرت شیخ سے دریافت کیا۔ کیا یہ قبر حضرت سلیمان کی ہے؟ تو شیخ نے فرمایا یونہی کہا جاتا ہے۔ پھر ہم آگے بڑھے اور میں حضرت شیخ کے پیچھے پیچھے ہوا پر معلق چلا جا رہا تھا تو مجھے ایک خوفناک مکان نظر آیا وہاں سے کچھ لوگ آئے اور انھوں نے حضرت شیخ کو سلام کیا اور شیخ کی دعا اور برکت حاصل کی اور آگے آگے چلے۔ میں نے ان لوگوں میں وحشت دیکھی۔ شیخ نے میری جانب التفات کی اور فرمایا اے ملہ! اپنے کو بچاؤ اور میرے ساتھ مشغول رہو۔ ان لوگوں کے ساتھ مشغول نہ ہو جن کو تم دیکھ رہے ہو۔ یہ لوگ جہنمی اور ہم حضرت سلیمان کی قبر پر جا رہے ہیں۔ چنانچہ جب ہم شہر میں پہنچے تو حضرت شیخ کی ایک دوسری قوم سے ملاقات ہوئی اور وہ لوگ ہمیں ایک مکان میں لے گئے۔ وہ ایک بہت ہی بڑا محل تھا۔ حضرت شیخ آگے آگے جا رہے تھے اور میں ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ مکان کے اندر ایک شخص کو کھڑے دیکھا جن کے چہرے پر نور تھا اور ان کے ہاتھ میں عصا تھا۔ شیخ نے فرمایا یہ حضرت سلیمان ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ نو بوسہ دیا۔ ان کے ایک ہاتھ میں انگوٹھی تھی۔ پھر پیچھے ہٹے تو حضرت سلیمان کے خدام جتوں نے حضرت شیخ کو ہاتھوں ہاتھ ایک مکان میں پہنچا دیا۔ جہاں مہمان نوازی کا سارا سامان موجود تھا۔ وہاں کھانا پیش کیا گیا۔ شیخ نے اور میں نے کھانا کھایا۔ حضرت شیخ کو حضرت سلیمان کے ذخائر اور خزانے دکھائے اور سیر کرانے لے گئے۔ حضرت شیخ کو ایک فرش پر لاکر کھڑا کیا اتنے میں ہوا آئی اور اس فرش کو بچھا دیا آپ نے اسے دیکھا۔ یہ تخت بلقیس کے پاس لے گئے وہ بھی شیخ نے دیکھا۔ جب ذخائر سلیمان شیخ نے دیکھے لیتے تو ایک غار میں گئے جہاں سے بھینسا ہٹ کی آواز اور بدبو آ رہی تھی۔ جنات نے عرض کیا یا شیخ! یہ ابلیس کا قید خانہ ہے۔ وہ اس غار میں حضرت سلیمان کے زمانے سے قید ہے۔ جیسی شیخ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو حضرت شیخ کے واسطے تخت حاضر کیا گیا۔ حضرت شیخ نے میری جانب اشارہ فرمایا، تو میرے واسطے بھی ایک تخت لایا گیا۔ جب ہم ان پر سوار ہوئے تو وہ تخت ہمیں لے کر ہوا پھاڑے۔ ہم

یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ہمیں کون لوگ اڑائے لیے جا رہے ہیں۔ ہوا پر سمندر کے پار تک پہنچے اور ایک جگہ پر پہنچ کر تخت زمین پر اترے۔ ہم ان پر سے اتر گئے اور وہ تخت اسی طرح ہوا میں بلند ہو گئے۔ وہاں سے شیخ چلے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا اس طرح ہم اکٹھے دمشق واپس آئے۔

۲۳۴۔ اہل قبور کو ثواب پہنچانا

حضرت علی المرافقی کو ایک رات اپنا ایک دوست یاد آیا جسے وفات پائے ہوئے مدت گزر چکی تھی اس کا خیال آتے ہی سوچا کہ اس کی قبر پر جا کر ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔ چنانچہ اسی وقت گھر سے نکلے اور اس کی قبر کے قریب پہنچ کر پہلے نماز پڑھی اور پھر اس کے لیے دعا کی۔ فوراً حضرت پر غنودگی طاری ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ وہ دوست زنجیروں میں جکڑا ہوا عذاب میں مبتلا ہے۔ حضرت نے حال دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ جب سے دنیا میں آیا ہوں اسی عذاب میں مبتلا ہوں۔ فوراً ہی صیdam ہو گئے اس عذاب کو دیکھنے کی وجہ سے بید زنجیدہ خاطر تھے کہ تین دن بعد اس دوست کو پھر خواب میں دیکھا تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ نور کے ستر لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے سر پر نور کا تاج تھا۔ حضرت کے دریافت حال پر اس نے بتلایا کہ مہر کے ایک آنے والے قافلے میں سے ایک شخص نے اعوذ، اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ اہلاص پڑھی اور اللہ سے عرض کیا کہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب امت محمدیہ کے تمام مردوں کو پہنچ جائے۔ اللہ رحیم و کریم نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ تمام مردوں کو اس کا ثواب تقسیم ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور رحمت سے مجھے بھی اس ثواب کی وجہ سے آزاد کر دیا۔

۲۳۵۔ اللہ کی مدد کا ایک واقعہ

حضرت شیخ ابوزید قرطبی سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک بار سفر کیا۔ ہماری ہمراہ گاؤں کے ایک نیک آدمی بھی تھے۔ ہم ایک خندق پر پہنچے جس میں بہت سے درخت تھے۔ اس شخص کو آثارِ قدیمہ سے دلچسپی اور واقفیت تھی۔ انھوں نے کہا کہ یہ خندق آباد ہے۔ ہم خندق میں اترے اور سرعت سے آگے بڑھتے ہوئے خندق کے دوسری جانب چلے۔ جب ہم درختوں کو پار کر کے آگے بڑھے تو ہم

نے تین مسلح آدمیوں کو دیکھا جو ہم پر حملہ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ مسلح بدوی نے ہمارے قریب پہنچ کر کہا کہ تم اللہ کی طرف نکلے تھے؛ ہم نے کہا ہاں بدوی نے کہا پھر اللہ پر بھروسہ رکھو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔ اور تم میں سے کوئی دائیں بائیں نہ دیکھے چنانچہ وہ شخص آگے ہوا اور ہم اس کے پیچھے چلے۔ چلتے چلتے ہم بدوی سے آگے نکل گئے اور وہ پیچھے رہ گئے۔ میں نے اپنے ساتھی کو پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مسلح آدمیوں نے ہمیں اپنے نیزوں کی نوک پر لے لیا تھا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان بیٹروں نے تو ہمیں پالیا۔ میری بات سن کر میرا ساتھی کھڑا ہو گیا اور مڑ کر ان بیٹروں کو دیکھا اور کہا "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم" میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا بتاؤ اب کیا کریں؟ اس نے کہا تم ہی کوئی ترکیب نکالو۔ میں نے کہا دیکھو چاشت کا وقت ہے اور نقل نماز میں جماعت جائز ہے۔ میں آگے بڑھ کر تمہیں نماز پڑھاتا ہوں۔ اس وقت وہ لوگ آگے نکل جائیں گے میرے ساتھی نے کہا اے ابو زرید! اس وقت ہمیں چاہیے کہ ہم ان سے چھپ جائیں۔ میں نے کہا جیسے تمہاری مرضی۔ میرے ساتھی نے ہاتھ اٹھا کر ڈاکوؤں کو دیکھا تو وہ کھڑے ہو گئے اور کوئی ان میں سے آگے نہیں بڑھا۔ جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ ہم آگے چلے۔ میرے ساتھی نے اس کے بعد کچھ نہ کہا اور ہم خاموشی سے ایک دوسرے میں پہنچے جہاں ہم نے ہر طرح اپنے آپ کو محفوظ پایا۔ میرے ساتھی نے کہا دیکھو وہ بیٹرے ابھی تک اسی طرح کھڑے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہوتا تو انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر چلا جاتا اے اللہ! انہیں اب بھی سیدھا راستہ دکھاتا کہ وہ توبہ کر سکیں۔ پھر ان کی طرف اشارہ کیا اور کہا جاؤ۔ میں نے دیکھا وہ سب کے سب زمین پر بیٹھ گئے اور ساتھیوں سے باتیں کرنے لگے۔ میں اپنے ساتھی کے اس کمال سے حیران رہ گیا۔

۲۳۶. حضرت جلال الدین تبریزی کی کرامت

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی اولیائے کرام میں مشہور بزرگ گزے ہیں۔ حضرت نے سلطنت ترک کر کے درویشی اختیار کی تھی اور حضرت شیخ ابوسعید تبریزی کے مرید ہوئے۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد عرصہ دراز تک شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر رہ کر مراتب کمال حاصل کیے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی ہر سال حج کے لیے تشریف لے جاتے تو حضرت پیدل ساتھ جلتے۔ حضرت شیخ

کے کھانے پکانے کی دیکھی اور انگیٹھی ہر وقت اپنے سر مبارک پر رکھتے تھے۔ جس وقت بھی حضرت شیخ کو بھوک لگتی تو حضرت تازہ تازہ کھانا پیش کرتے۔ باوجود انگیٹھی میں آگ ہونے کے سر مبارک کو آگ سے نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

ایک مرتبہ سفر حج میں حضرت جلال الدین تبریزی کے ہمراہ احمد الدین کرمانی بھی تھے۔ حضرت کرمانی فرماتے ہیں کہ اتفاق سے ہمارا قافلہ ایک ایسے گرم ریگستان سے گزرا کہ اکثر اہل قافلہ کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ سواری کے جانور بھی چپنے سے عاجز ہو گئے لیکن کچھ دور چل کر ہمیں شتر فروشوں کا ایک کارواں ملا۔ ہمارے قافلہ میں جو لوگ صاحب ثروت تھے انہوں نے تو بیس بیس اشرفی دے کر اپنے لیے تازہ دم اونٹ خرید لیے۔ لیکن جو نادار تھے وہ یہی افسردہ نظر آتے تھے۔ وہ لوگ نہ تو اونٹ خرید سکتے تھے اور نہ چھالے پر جانے کی وجہ سے چل ہی سکتے تھے۔ حضرت اپنے ساتھیوں کی اس بے بسی سے بہت متاثر ہوئے۔ شتر فروشوں کو طلب فرمایا اور دریافت کیا کہ کس قافلہ اونٹ تمہارے پاس ہیں اور کتنی قیمت پر فروخت کرو گے۔ تاجروں نے بتایا کہ ان کے پاس پانچ سو اونٹ ہیں اور فی اونٹ کی قیمت بیس اشرفی ہے۔ حضرت جلال الدین تبریزی نے ارشاد فرمایا امیر قافلہ کو بلاؤ تاکہ اس کو اونٹوں کی قیمت ادا کی جاسکے۔ بیوپاریوں کے قافلہ کا سردار حاضر ہوا تو حضرت وہیں پر بیٹھ گئے اور بالفاظ بلند تین مرتبہ فرمایا۔ یا لطیف! یا لطیف! یا لطیف! پھر دست مبارک ریت کے اندر ڈالا اور فوراً باہر نکال لیا اور بیس اشرفیاں امیر قافلہ کے سامنے ڈال دیں۔ حضرت نے پانچ سو مرتبہ ایسا ہی عمل فرمایا اور تمام اونٹ خرید کر اپنے ساتھیوں کو دیے مگر خود پیدل مکر منظمہ تک تشریف لے گئے۔

۲۳۷۔ شیخ ابو عبد اللہ سے اللہ والوں کی نصیحتیں

شیخ ابو عبد اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ کوہِ رکام کی دشتِ بربادی میں اس لیے اختیار کی کہ شاید مردانِ خدا میں سے کوئی نظر پڑے تو اس سے کچھ حاصل کروں۔ اتفاقاً میں ایک روز چند اشعار عشقیہ پڑھ رہا تھا کہ ایک عورت سنتی ہوئی آگئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر کسی مرد سے ملاقات ہوتی تو اچھا تھا۔ یہ خطرہ دل میں گزرا ہی تھا کہ وہ بولی۔ لے ابو عبد اللہ! تمہارا حال بھی بہت عجیب ہے۔ جہاں جس شخص کو عورتوں کے مقامات تک بھی دسترس نہ ہو وہ مردوں کے

ملنے کا کیا ارادہ کرے۔ میں نے کہا کہ تم نے تو بہت بڑا دعویٰ کیا، کہا وہ دعویٰ تو حرام ہے جو بے دلیل تو
میں نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟ کہا دلیل یہ ہے کہ مالک و محبوب حقیقی میرے لیے ایسا
جیسا کہ میں ارادہ کرتی ہوں کیونکہ میں اس کے لیے ایسی ہوں جیسا اس کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا کہ
اگر یہ بات ہے تو ابھی بھٹی ہوئی مچھلی آئے۔ کہا کہ لا حول ولا قوۃ! تم نے تو بہت ہی ادنیٰ چیز کا سوال
کیا۔ یہ کیوں نہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ شوق کے ایسے بازو عطا فرمائے کہ اس کے ذریعہ سے میری طرح
اس تک اُڑ جائے۔ پھر یہ کہہ کر اُڑ گئی۔ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر بہت نادوم ہوا اور اس
وقت کوئی شے اپنی ذلت سے زیادہ تلخ... اور اس کے مرتبہ اور عزت سے زیادہ شیریں نہ معلوم
ہوئی اور میں بھی اس کے پیچھے دوڑا۔ اور کہا اے سیدہ! تمہیں اس ذات کی قسم ہے کہ جس نے تمہیں
دیا اور مجھے محروم کیا اور تم پر بخشش کی اور مجھے بے نصیب کیا، خدا کے واسطے میرے لیے کچھ دعا کی
امداد کرو۔ کہا کہ تم کو تو مردوں کی دعا چاہیے، عورتوں سے کیا مطلب؟ میں نے کہا خیر اگر دعا نہیں
کرتیں تو برائے خدا ایک نظر تو جو یہی سہی۔ کہا کہ جس رفیع حال میں میں مشغول ہوں وہ حالت تیری
طرف نظر ڈالنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ میں نے کہا دو کلمات دعا ہی سہی، کہا کل صبح تو ایک دعا کرنے
والے مقبول سے ملے گا۔ یہ کہہ کر چلی گئی اور میرے آرام کو تلخ کر گئی۔ خیر جوں توں شام ہوئی اور رات
جس طرح گزری گزری گئی، صبح ہوئی تو دیکھا کہ سامنے سے ایک شخص گھٹنوں کے بل آ رہا ہے اور چہرہ پر
بندگی کے علامات ہو رہا ہیں اور محبت کے آثار نمایاں ہیں۔ انھیں دیکھ کر میرے دل میں خطرہ گزرا کہ
اُس عورت نے جس بزرگ کا ذکر کیا تھا وہی معلوم ہوتے ہیں۔ وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہو کر بولے
ہاں ہاں! میں وہی ہوں۔ میں نے کہا حضرت! کچھ ایسی دعا فرمائیے جس سے محبوب حقیقی تک کچھ
دسترس ہو۔ فرمایا ابو عبد اللہ! جس میں کچھ دعویٰ نہ تھا اس کی دعا سے تو تم محروم ہے۔ کیا تمہیں
اس قدر بھی بصیرت نہیں کہ ریاضۃ کو قیہ کو پہچانو۔ اب میں اس وقت تک دعا نہیں کر سکتا جب تک
تم دیوانوں سے نہ ملو اور وہ کل تمہیں ملیں گے۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ غائب ہو گئے اور مجھ پر غم کے
پھاڑ آپڑے۔ دوسرے روز دیکھا کہ ایک قاری ایسی دردناک آواز اور غمناک قلب سے یہ
آیت تلاوت کرتا ہے کہ سننے والا پانی پانی ہوا جاتا ہے ”وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَقُوا
حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ لِأَوَانِهَا“۔ میں یہ سن کر اس کی آواز پر مفتون ہو گیا اور اس

سے کہا تجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے تیری آواز میں یہ سن بختا ہے، تو میرے قلبِ خستہ پر رحم کر۔
 کچھ دیر بعد ایک شخص برآمد ہوا کہ محبت الہی سے چور چور تھا۔ بولا تجھے ایسے دیوانے سے کیا کام جس کے
 آنسو کسی وقت بھی نہیں تھمتے لیکن چونکہ تجھ کو دماغ کے لیے میرے حوالے کیا گیا ہے اس لیے کہتا ہوں کہ
 ایسے دیوانوں کی درگاہ کو لازم پکڑ اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے
 پھیر میں نے ان سے عرض کیا حضرت! اور کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا اپنے نفس پر رحم کر یعنی گناہوں کو
 پھوڑ دے۔ دنیا کے پاس بھی نہ جا کیونکہ یہ دنیا ایسی بے وفا ہے جو اس کے رٹے چاہنے والے ہیں،
 اٹھیں تو ڈوبی دیتی ہے اور بیچ والوں کا گلا گھونٹتی اور کم درجہ والوں کو آگ میں جلا کر خاکِ سیاہ
 کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی قبولیت اور وصول و صدق سے بہرہ مند کر کے اپنے پسندیدہ لوگوں
 سے بناوے اور انشاء اللہ میں تجھے لذتِ نظر سے محروم نہ کروں گا اور ان لوگوں میں تجھے کروں گا
 جو مائتہ کے بعد خیر پر قناعت کرتے ہیں۔ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ انھوں نے اشارہ فرمایا، میں
 سمجھ گیا۔ (زنتہ البساتین)

۲۳۸۔ یا طنی نعمت

حضرت شہاب الدین عمر سہروردی کے ایک خادم فرماتے ہیں کہ میں چالیس دن تک خلوت میں
 اپنے پیر و مرشد کے ساتھ رہا۔ پورا چلہ گزر جانے کے بعد میں نے حضرت کو بلند پہاڑی کی چوٹی پر اس شان
 سے بلوہ افروز دیکھا کہ حضرت کے گرد جواہرات کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور حضرت کے ہاتھ میں ایک پیمانہ
 ہے۔ پہاڑ کے نیچے بہت سے لوگ دامن پھیلانے کھڑے ہیں۔ حضرت اس پیمانے کو جلد بلد جواہرات
 سے بھر بھر کر مانگنے والوں کی طرف پھینک رہے ہیں۔ جواہرات جب ذرا کم ہوتے ہیں تو اس تیزی کے
 ساتھ بڑھتے ہیں کہ کمی کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ جب میں اعتکاف سے باہر آیا تو حضرت شیخ کی خدمت
 میں حاضر ہوا اور اپنے مشاہدے کے اظہار کا ارادہ کیا۔ یکایک حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا
 بالکل صحیح ہے۔ یہ سب کچھ اس کی برکت ہے کہ میرے سینے پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنا
 دستِ کرامت رکھا تھا اور اس ہاتھ سے انھوں نے مجھے میرے کلام کے بدلے میں یہ نعمت عطا
 فرمائی تھی۔

۲۳۹. نئے ابدال کا انتخاب

شیخِ یمن سے مروی ہے کہ وہ مقام زبید سے ساحل کی جانب چلے جو ہواب کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے ہمراہ ان کا ایک شاگرد تھا۔ راستہ میں ایک مقام پر بید کا جنگل نظر آیا۔ شیخ نے شاگرد سے کہا کہ جاؤ ایک بید توڑ لاؤ۔ شاگرد شیخ کا حکم بجالایا لیکن دل ہی دل میں سوچتا تھا کہ اس بید کو پاس رکھنے سے حضرت شیخ کا مقصد کیا ہے۔ چنانچہ چلتے چلتے شیخ اور ان کا شاگرد ایک ایسے گاؤں میں پہنچے جہاں سناک قوم کے لوگ رہتے تھے، یہ لوگ مردار کھاتے، نشہ کرتے اور نماز و روزہ سے غافل رہ کر دن رات رقص و سرود میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ نے شاگرد سے کہا اس لیے بڑھے کو میرے پاس لے آؤ جو طیبہ بجا رہا ہے۔ شاگرد نے اس شخص سے جا کر کہا کہ تمہیں شیخ بل رہے ہیں ان کی خدمت میں چلو۔ وہ شخص اسی وقت شاگرد کے ہمراہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب شیخ کے سامنے آیا تو شیخ نے شاگرد سے کہا اسے بید مارو۔ شاگرد نے اسے حد شراب لگائی۔ پھر شیخ نے فرمایا، ہمارے آگے آگے چلو۔ وہ ہمارے ساتھ سمندر کے کنارے پہنچا۔ شیخ نے کپڑے پاک صاف کر لے کا اور غسل کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی طریقہ بھی بتایا۔ جب اس نے کپڑے پاک صاف کر کے غسل کیا تو شیخ نے وضو کا طریقہ سکھایا اور پھر نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور آگے بڑھ کر شیخ نے دونوں کو تہ پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیخ نے کھڑے ہو کر اپنا مصلی پانی پر بچھایا اور فرمایا آگے بڑھو اور اس مصلی پر کھڑے ہو جاؤ۔ وہ شخص سجادہ پر کھڑا ہو کر پانی پر چلنے لگا۔ یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ شاگرد نے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا، نہایت افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ مجھے آپ کی خدمت میں رہتے ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن اب تک یہ بات حاصل نہ ہوئی اور اسے ایک لحظہ میں ہو گئی اور ایسی بڑی کرامت اس سے ظاہر ہوئی۔ شیخ نے روک کر فرمایا اے بیٹے! میں کیا چیز ہوں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ سوک کیا ہے۔ مجھے تو یہ ارشاد ہوا تھا کہ فلاں ابدال کا انتقال ہوا ہے اس کی جگہ فلاں شخص کو ابدال بنا دو۔



۲۲۰. روحانی تصرف

حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا یا حضرت! فرنگی میرے لڑکے کو قید کر کے لے گئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا صبر کر، اس عورت نے کہا کہ حضرت مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ حضرت نے دعا فرمائی۔ خدایا اس کی بیڑی توڑ دے اور اس کا غم جلدی دور کر دے پھر عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اب تو اپنے گھر جا۔ لڑکے کو گھر میں پلے گی وہ چلی گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ لڑکا گھر میں ہے، وہ حیران ہوئی اور لڑکے سے دریافت کیا کہ تو کس طرح یہاں پہنچا۔ لڑکے نے بیان کیا میں ابھی قسطنطنیہ میں تھا۔ میرے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور نگہبان مجھ پر مقرر تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اس نے مجھے اٹھایا اور آٹکھ جھپکنے میں یہاں لے آیا یہ سن کر وہ عورت پھر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور لڑکے کا قصہ بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کیا تو امر الہی سے تعجب کرتی ہے کہ وہ ایسا کرنے پر قادر نہیں ہے؟

۲۲۱. ایک ولی اللہ کی حکمتِ عملی

شیخ مفاوری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں چند سال تک جنگ کا شوقین رہا اور چند سال سیر و سیاحت میں گزارے۔ بعض کاموں کے سلسلے میں حکماء کفار کے شہروں میں داخل ہوا۔ کفار کی نظروں سے غائب ہونا میرے اختیار میں تھا اگر میں چاہتا تو وہ مجھے دیکھ سکتے تھے اور اگر میں نہیں چاہتا تو وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایک بار اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا کہ میں ان کے ملک میں جاؤں اور ایک مدیق سے ملاقات کروں۔ چنانچہ جب میں ان کے ملک میں پہنچا اور ان لوگوں نے مجھے دیکھا تو مجھے گرفتار کر لیا۔ مجھے گرفتار کرنے والا بہت خوش ہوا اور میری مشکلیں باندھ کر بازار میں لے آیا تاکہ مجھے بیچے۔ میں بھی یہی چاہتا تھا مجھے ایک معتبر آدمی نے خریدا اور مجھے گرجے کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ میں ایک مدت تک گرجے کی خدمت کرنا رہا۔ ایک دن گرجے میں ان لوگوں نے بے ہمتی فرمائی پیلے اور خوشبو جلائی گئی۔ میں نے دریافت کیا، کیا بات ہے؟ ان لوگوں نے کہا بادشاہ کی عادت ہے کہ سال میں ایک بار گرجے میں آتا ہے اور تنہا ہی گرجے میں عبادت کرتا ہے۔

جب بادشاہ آیا اور ان لوگوں نے گرجے کو خالی کر کے گرجے کے دروازے بند کر دیے تو میں صرف ان لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہا۔ جب بادشاہ نے اطمینان کر لیا تو قریب گاہ میں پہنچا جو گرجے میں تھی اور قبلے کی جانب منہ کر کے تکبیر کہی۔ اس وقت مجھ سے فرمایا گیا کہ یہ وہی ہیں جن سے ہم تمہیں ملانا چاہتے تھے۔ چنانچہ میں ظاہر ہو کر ان کے پیچھے سلام پھیرنے تک کھڑا رہا۔ انہوں نے میری طرف دیکھا تو کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا آپ جیسا مسلمان ہوں۔ فرمایا تمہیں یہاں کونسی چیز لے آئی ہے؟ میں نے کہا مجھے آپ سے ملنے کا حکم ہوا تھا اور آپ سے ملاقات کا یہی طریقہ میری سمجھ میں آیا۔ مجھ سے مل کر وہ بہت خوش ہوا میں نے ان کا حال کشف سے معلوم کیا، انہوں نے میرا مال دیکھا۔ میں نے انہیں صدقین میں پایا۔ میں نے ان سے دریافت کیا آپ کی ان کفار کے درمیان باطنی حالت کیا ہوگی؟ فرمایا اے ابوالحجاج! مجھے ان کے درمیان بڑا نفع ہے اور مسلمانوں کے درمیان رہ کر ویسے فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ میں نے دریافت کیا وہ کیا فوائد ہیں؟ انہوں نے فرمایا میرا توحید اور اسلام اور اعمال صرف اللہ ہی کے واسطے ہیں کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہے۔ حلال کھاتا ہوں جس میں کوئی شہہ نہیں ہے اور مسلمانوں کو نفع پہنچاتا ہوں، انہیں کفار کے شر سے بچاتا ہوں۔ کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا اور کفار کو حکمت سے اسلام کی عظمت سے روشناس کراتا ہوں کہ میں اگر مسلمانوں کا سب سے بڑا بادشاہ ہوتا تو یہی نہ کر سکتا۔ انشاء اللہ عنقریب میں اپنے تفرقات تمہیں دکھاؤں گا۔ پھر ہم نے ایک دوسرے کو وداع کیا اور میں لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہو گیا اور بادشاہ نکل کر گرجے کے دروازے پر جا بیٹھے اور کہا کہ گرجے کے سارے مخصوص لوگوں کو حاضر کرو۔ چنانچہ لوگ پیش کیے گئے اور کہا گیا یہ عالم ہیں۔ یہ محافظ ہیں یہ راہب ہیں۔ بادشاہ نے دریافت فرمایا گرجے کی خدمت کون کرتا ہے؟ وزیر نے اس شخص کو پیش کیا جس نے مجھے خرید کر اس گرجے کی خدمت پر مامور کیا تھا۔ بادشاہ اس پر سخت ناراض ہوا اور کہا تم سب کے سب خدا کے گھر کی خدمت سے منکر ہو گئے ہو اور ایک ایسے شخص کو اس خدمت کے لیے مقرر کیا ہے جو غیر مذہب کلہ ہے۔ تم نے خدا کے گھر کو ناپاک کر دیا۔

یہ کہہ کر بادشاہ نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ بادشاہ نے وزیر کو مخاطب کر کے کہا کہ باوجود اس کے کہ یہ شخص غیر مذہب کا تھا لیکن اس نے اس طرح گرجے کی خدمت کی ہے کہ یہ عزت کا مستحق ہے اس کو خلعت اور سواری دے کر وطن روانہ کیا جائے۔ چنانچہ میں اپنے وطن لوٹ آیا۔

۲۳۲۔ کرامت حضرت خواجہ نور محمد مہاروی

میاں نور بخش مہاروی سے منقول ہے کہ مولوی فیاد الدین صاحب سکنہ مہار شریف خواجہ نور محمد شہید کے استاد اور حضرت مولانا صاحب دہلوی کے مرید تھے۔ انھیں حضرت قبلہ عالم کی ولایت پر زیادہ اعتماد نہ تھا۔ فقط پیر بھائی سمجھتے تھے۔ ایک بار انھوں نے حج کا ارادہ کیا۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا مولوی صاحب! آپ کا یہاں رہنا بہتر ہے کہ چند اور لوگ آپ سے علم حاصل کر لیں گے مگر انھوں نے حضرت قبلہ عالم کے حکم کے مطابق عمل نہ کیا اور رخصت لے کر روانہ ہو گئے۔ روانگی کے وقت حضرت قبلہ عالم نے فرمایا۔ خیر مولوی صاحب! آپ حج پر جائیں البتہ اگر کہیں مشکل پڑے تو فقیر کو یاد کر لیں۔ انشاء اللہ بندہ کو حاضر پائیں گے۔ مولوی صاحب روانہ ہو گئے۔ دوران سفر سمندر میں ایک دن طوفان آگیا اور جہاز غرق ہونے لگا۔ تمام مخلوق تالہ و فغاں کرنے لگی۔ مولوی صاحب کو قبلہ عالم کے وہ الفاظ یاد آ گئے کہنے لگے یا حضرت خواجہ نور محمد جی! مدد فرمائیے۔ اسی وقت مولوی صاحب پر غنودگی طاری ہو گئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم اسی جہاز میں سوار ہیں اور فرماتے ہیں غم نہ کرو مولوی صاحب! اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اس تمام مخلوق کو تمہارے طفیل غرق ہونے سے بچاتے ہیں۔ جب بیدار ہوئے تو مولوی صاحب نے جہاز میں سوار لوگوں کو کہا کہ دوستو! غم نہ کرو انشاء اللہ ہم غرق نہیں ہوں گے آخر اللہ تعالیٰ نے جہاز کو خیر و عافیت سے کنارے پر لگا دیا اور سب صبح و سلامت مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ عرفات کے میدان میں کیا دیکھتے ہیں کہ خلیفہ حج کے وقت حضرت قبلہ عالم بھی اسی صف میں کھڑے ہیں جہاں مولوی صاحب تھے جب خلیفہ ختم ہوا تو غائب ہو گئے۔ مولوی صاحب نے ان لوگوں سے جو صف میں آپ کے برابر کھڑے تھے پوچھا کہ وہ بزرگ کہاں گئے؟ کہتے لگے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ البتہ یہ بزرگ پنجابی ہے اور ہم اسے ہمیشہ خانہ کعبہ میں دیکھتے ہیں اور ہر سال موسم حج میں بھی یہاں موجود ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب حج سے فارغ ہو کر وطن واپس پہنچے تو حضرت قبلہ عالم نہر ہریاری تک تشریف لائے۔ مولوی صاحب دوڑ کر قدم بوس ہوئے۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب! آپ کا یہ سر حرمین الشریفین پہنچا ہے، میرے پاؤں میں نہ رکھیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ حضور! میں دونوں مقامات کو آپ کی قدم بوسی کی خاطر چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ پس حضرت قبلہ عالم نے راہ خلا میں ان کی ایسی تربیت کی کہ تکمیل و خلافت کے درجہ

۲۲۳۔ حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندی کا واقعہ بیعت

حضرت نقشبندی نے خواجہ امیر کلال کی عبادت و ولایت کا شہرہ سنا تو ان کی ملاقات کو گئے جہاں کی خانقاہ کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک عجم ہے جو ایک میدان کے گرد جمع ہے جب آپ قریب پہنچے تو آپ کو معلوم ہوا کہ اس میدان میں کشتی ہو رہی ہے اور حضرت امیر کلال بھی شریک کشتی میں۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری کیونکہ آپ عالم جلیل اور پابند شریعت تھے۔ آپ کے دل میں جب یہ بات پیدا ہوئی اسی وقت آپ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ مورکھ حشر پیا ہے ان کے اور جنت کے درمیان ایک دلدل کا دریا مائل ہے۔ یہ اس پار جانا چاہتے ہیں جب دریا میں اترتے ہیں تو جتنا زور آگے بڑھنے کے لیے لگاتے ہیں اتنا ہی دلدل میں دھستے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بغلوں تک دلدل میں دھنس جاتے ہیں۔ اسی صورت میں سخت پریشان ہو جاتے ہیں کہ اس میں سے کیسے نکلا جائے۔ اتنے میں امیر کلال تشریف لاتے ہیں اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو دلدل سے باہر نکال کے دوسری طرف جنت میں لے جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی آنکھ کھلتی ہے تو آپ اس سے پہلے کہ امیر کلال سے کچھ عرض کریں وہ خود انہیں مخاطب کر کے فرماتے گئے: بہادر الدین اگر تم کشتی نہ لڑیں تو یہ طاقت کہاں سے آئے جس سے تمہیں دلدل سے نکالا جائے۔ یہ سن کر خواجہ بہادر الدین امیر کلال کے قدموں میں گر پڑے اور ان کی بیعت کر لی۔

۲۲۴۔ تلاشِ مُرشد

ایک شخص ایک مدت سے کسی پیر کامل کی تلاش میں تھا۔ بہت کوشش کی مگر مطلوب و مقصود نہ مل سکا۔ ایک رات خدا سے عرض کیا کہ اے اللہ! کل صبح فجر کی نماز کے بعد گھر سے نکلوں گا جو سامنے آئے گا اسی کی ہی بیعت کر لوں گا۔ صبح نماز پڑھ کر گھر سے نکلے تو سب سے پہلے جس شخص سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ چور تھا اور چوری کا مال ہاتھ میں پکڑے آ رہا تھا۔ اس طالبِ ملوق نے چور کا ہاتھ پکڑا اور کہا حضرت! بیعت لیجئے۔ وہ چور بٹا حیران ہوا اور لولا میں تو چور ہوں۔ چوری کا اسباب

میرے ہاتھ میں ہے۔ میں کس بنا پر آپ کو بیعت کر سکتا ہوں۔ وہ صاحب بالکل نہ مانے اور کہا کہ میں نے اپنے آپ سے عہد کیا تھا کہ صبح فجر کی نماز کے بعد گھر سے یا ہر نکلوں گا جو شخص ملے گا اسی کی بیعت کر لوں گا۔ چنانچہ تم ہی پہلے شخص ہو جس سے میری ملاقات ہوئی ہے اب اللہ سے کیے ہوئے عہد کے مطابق تمہیں میری بیعت لینی ہوگی۔ دونوں میں ابھی کشمکش ہو رہی تھی کہ وہاں حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے آئے۔ انہوں نے خدا کے حکم سے اس چور کو آن کی آن میں تمام مراتب دیے اور تمام مقامات فوراً ملے کر وائے۔ ان کو ولی بنایا اور اس چور سے بیعت لی اور اب وہ حضرت خضر کی طلسمی نگاہوں کی تابلیش سے قلب بن چکا تھا۔ اس نے اس طالب صادق اور مرشد کامل کے متلاشی کی بیعت کی۔

۲۳۵. آتش پرستوں کا قبول اسلام

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہرونی سفر کرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر جا پہنچے جہاں آتش پرست رہتے تھے۔ ان لوگوں نے ایک تشکدہ تیار کر رکھا تھا جس پر ایک بڑا گنبد تھا یہ آتشکدہ روزانہ جلایا جاتا اور وہ لوگ آگ کی پوجا کرتے۔ خواجہ صاحب اس مقام سے قدرے فاصلے پر ایک ندی کے کنارے فرکوش ہوئے اور خضر الدین نامی خادم کو بھیجا کہ قریبی بستی سے جا کر آٹا اور آگ لے آئے تاکہ روٹیاں بنالی جائیں۔ خادم بستی میں گیا۔ وہاں سے آٹا خرید کر پھر آتشکدہ کے پاس آیا اور آتش پرستوں سے آگ مانگی۔ پجاریوں نے آگ دینے سے انکار کر دیا اور خادم آگ کے بغیر واپس آگیا اور خواجہ صاحب سے واقعہ بیان کر دیا۔

خواجہ صاحب خود آتش کدہ کے پاس گئے اور پجاریوں کو وعظ و نصیحت کی کہ اس آگ کو پوجنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ فرمایا یہ تو حقوٹے سے پانی سے قنا ہو جاتی ہے یعنی اسے بقا حاصل نہیں اس لیے ایسی چیز کی پرستش بے معنی ہے جو اپنا وجود قائم نہ رکھ سکے۔ پجاریوں نے جواب دیا کہ آگ کا وجود بہت عظیم ہے لہذا ہم اس کی پرستش کیوں نہ کریں۔

خواجہ صاحب نے فرمایا تم اتنی مدت سے اس آگ کو پوج رہے ہو۔ ذرا پتا پاؤں اس میں رکھو میں دیکھوں تو یہ تمہیں جلاتی ہے یا نہیں؟ وہ بولے کہ آگ کی خاصیت ہی جلا نا ہے۔ پھر یہ ہمیں کیسے نہ جلائے گی۔ غرض وہ لوگ بحث میں پڑ گئے اور خواجہ صاحب کے ارشاد پر کوئی توجہ نہ دی۔ تب حضرت

عثمان ہرونی نے اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دیا آپ کے ہاتھ کو آگ نے نہ جلایا جسے دیکھ کر وہ لوگ متحیر ہو گئے اور آپ سے متاثر نظر آنے لگے۔ بعد ازاں آپ نے پھر انہیں وعظ و نصیحت فرمائی اور وہ سب کے سب تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے۔

۲۳۶۔ ایک مجذوب کی توجیہ کا اثر

حضرت خواجہ معین الدین کو والد کی وفات کے بعد ایک باغ اور ایک چکی وراثت کے طور پر ملی۔ چنانچہ آپ نے باغبانی کو ذریعہ معیشت بنایا اور اپنا سارا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے و زخموں کو پانی دیتے، زمین کو ہموار کرتے، پودوں کی کاٹ چھانٹ عمل میں لاتے، کھاد وغیرہ کا بندوبست کرتے اور خود ہی پھلوں کو فروخت کرتے۔

ایک روز آپ اپنے باغ میں آرام فرما رہے تھے کہ ابراہیم قندوزی نامی ایک مشہور بزرگ اور مجذوب وہاں تشریف لائے۔ یہ بزرگ دنیا کے بھگڑوں سے بے نیاز اور آگ تھلگ ہو کر پھرتے رہتے تھے۔ خواجہ اجیری نے انہیں دیکھا تو مہمان نوازی کے طور پر انہیں ایک سایہ دار درخت کے نیچے بٹھایا پھر انگوڑوں کا ایک خوشہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ بزرگ صاحب نظر تو تھے ہی۔ پہلی نگاہ میں خواجہ اجیری کو پہچان لیا اور اپنے مطلب کا آدمی پا کر اپنی کشکول سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکالا اسے چاکر خواجہ صاحب کے منہ میں ڈال دیا۔ کھلی حلق سے اتری ہی تھی کہ خواجہ صاحب کی کیفیت بدل گئی۔ ان کے قلبی رجحان میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہو گیا۔ زندگی نے کیسر پٹنا کھایا اور عشق الہی نے دل پر گہرے اثرات مرتب کر دیے۔ وہ بزرگ اپنا کام کر کے چلتے بنے اور ادھر خواجہ صاحب ایک نیا انقلابی عزم کے اٹھے۔ باغ، چکی اور دوسرا تمام اثاثہ فروخت کر کے ساری رقم فقراء اور مساکین کو دے دی اور خود خدایا پر توکل کر کے تنہا تنہا پڑے۔

۲۳۷۔ ایک بد اخلاق حکمران کی توبہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی جب سفر کرتے کرتے سبزوار میں آئے تو وہاں ان دنوں یادگار محمد کی حکومت تھی جو بڑا بے دین اور بد اخلاق شخص تھا۔ رقص و سرود اور عیاشی کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔

اس نے اپنی سیر و تفریح کے لیے شہر سے باہر ایک باغ تعمیر کرا رکھا تھا۔ جس میں تہایت صاف ستھرا حوض تھا۔ خواجہ اجیری جب اس باغ کے قریب پہنچے تو چونکہ سفر کے باعث بہت تھکے ہوئے تھے اور پانی کی ضرورت تھی اس لیے باغ میں حوض کے کنارے پہنچے غسل فرمانے کے بعد آپ نے نماز ادا کی، پھر تلاوت قرآن میں لگ گئے۔ اتفاقاً اسی روز مشہور ہوا کہ یادگار محمد اپنے باغ کی سیر کو آرہا ہے۔ ایک درویش جو خادم کی حیثیت سے حضرت کے ہمراہ تھا یہ خبر سنتے ہی دوڑتا ہوا آپ کے قریب آیا اور عرض کیا، مناسب ہوگا کہ اب ہم باغ سے باہر چل کے ٹھہریں۔ آپ اس کی گھرائی ہوئی صورت دیکھ کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا اگر تمہارا جی چاہے تو چلے جاؤ اور اس درخت کے نیچے جا کر ٹھہرو۔ میں تو یہاں سے نہ اٹھوں گا۔ وہ خادم تو حسب اجازت اس درخت کے نیچے چلا گیا جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا اور ادھر شاہی فراشوں نے حوض کے کنارے حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کے برابر ہی اپنے بادشاہ کے لیے قالین لاکر بچھا دیا۔ وہ چاہتے تھے کہ حضرت سے اٹھنے کو کہیں مگر نور عرفان کی ان پر ایسی سمیت طاری ہوئی کہ کچھ کہنے کی جرات نہ ہوئی۔

اتنے میں خود یادگار محمد اپنے چچا اور حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کو اپنے قالین کے برابر بیٹھے دیکھ کر نہایت مبہم ہوا اور اپنے خدمتگاروں کو سخت وسست کہنے لگا کہ اس فقیر کو یہاں سے کیوں نہ نکال دیا۔ یہ کلمہ سنتے ہی حضرت نے سراٹھایا اور اس پر جلال و غضب کی ایسی نظر ڈالی کہ اس کے ہاتھ پاؤں میں لرزہ پڑ گیا اور اسی حالت میں تھر تھراتے تھر تھراتے زمین پر گر کر بیہوش ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ ایک دنیا دار بندہ ہوس، ایک کامل ولی اللہ اور آشنا حقیقت کی پُر جلال نظر کی کیا تاب لاسکتا تھا اس کے نوکوں وغیرہ نے جب یہ حالت دیکھی تو دوڑ کر حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور عجز و الحاح سے گڑ گڑا کر ڈگڑا کر عرض کیا کہ حضرت ان کی گستاخی معاف فرمائیں۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ اتنے بڑے صاحب باطن ولی ہیں۔

ان لوگوں کے رونے دھونے پر آپ کو ترس آیا۔ وہ جلال کم ہوا اور اس خادم درویش کو جسے سامنے ہی ایک درخت کے نیچے ٹھہرنے کا حکم دیا تھا، قریب بلکے حکم فرمایا کہ اس حوض میں سے تھوڑا سا پانی لو اور رسم اللہ کہہ کر اس شخص کے منہ پر پھڑک دو۔ اس درویش نے مرشد کے حکم کی تعمیل کی اور جیسے ہی پانی پھڑکا، یادگار محمد کو ہوش آگیا۔ مگر اب سرکشی و نخوت کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اٹھتے ہی حضرت

کے قدموں پر سر رکھ دیا اور حضور قلب کے ساتھ عرض کیا یا شیخ! آج سے میں نے تمام ممنوع چیزوں کو چھوڑ دیا اور آپ کے ہاتھ پر اپنے گل گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ اب میرا قصور معاف ہو۔ آپ نے کمال مہربانی سے اپنے دستِ شفقت بڑھائے۔ اس کے سر کو اپنے قدموں پر سے اٹھایا اور نہایت نرمی کے الفاظ میں ارشاد فرمایا: خاندانِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا دعویٰ کرنا اور ان کی پیروی نہ کرنا بالکل بے معنی ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے امہ اہلبیت کے مناقب ایسے موتوں اور موثر الفاظ میں بیان فرمائے کہ یادگار محمد اور اس کے تمام رفقاء زار و قطار رونے لگے اور سب نے آپ کے سامنے توبہ کی۔

یہ پسند و نصائح سن کر یادگار محمد نے وضو کیا اور شکر کرنے کی دو رکعت نماز ادا کر کے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس عزت سے آپ نے اسے سرفراز فرمایا اور آپ کے مریدوں میں شامل ہو کر اسے سلسلہ مبارکِ حشمتیہ میں داخل ہونے کی عزت حاصل ہوئی۔ یہ چیز صرف ایک ولی اللہ کی نظرِ کیمیا اثر کے ساتھ ہی مخصوص ہے کہ یادگار محمد حضرت کی صحبتِ فیض میں پہنچنے سے ایک ساعت پیشتر تو ایسا تھا کہ ہر شخص اسے نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اس کی صحبت سے پناہ مانگتا تھا۔ اور اس کو بدترین خلق اللہ تصور کرتا تھا، یا ایک رمز شناس حقیقت نے یہ معجز نما اثر کیا کہ ایک ہی گھڑی بعد وہ ایسا شخص تھا کہ ہم آپ اور سارے مسلمان اس کی خوش اقبالی پر رشک کرتے ہیں (انوارِ صفیاء)

۲۴۸۔ حضرت خواجہ معین الدین ہشتی کی کرامت

حضرت خواجہ معین الدین جن دنوں اجمیر تشریف لائے ان دنوں اجمیر، ہندوستان میں بڑی اہمیت کا شہر تھا۔ یہ پرتھوی راج کی حکومت کی راجدھانی تھی۔ اجمیر میں داخل ہوتے ہی آپ نے جس جگہ کو اپنے قیام کے لیے پسند فرمایا وہ اتفاق سے پرتھوی راج کے اونٹوں کی جلے قیام نگلی۔ پرتھوی راج کے سارباہوں نے جب ایک مسلم کو اپنے راجہ کی زمین پر یوں قبضہ کر کے بیٹھے دیکھا تو انھیں ٹوکتے لگے کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ دیں۔ خواجہ صاحب نے جواب دیا کہ اتنا بڑا میدان ہے، تمہارے راجہ کے اونٹ بھی بیٹھ سکتے ہیں، پھر مجھ غریب کو کیوں تنگ کرتے ہو؟ مگر وہ سارباہ مسلسل ضد میں کہتے

رہے کہ نہیں اگر راجہ کو علم بھی ہو گیا کہ ایک بے دین اس کی زمین پر ڈیرا جمائے بیٹھا ہے تو جانے وہ کیا کر ڈالے۔ آخر حید ساریبان سرد سے زیادہ بڑھنے لگے تو خواجہ معین الدین چشتی نے اس جگہ سے اٹھتے ہوئے ساریبان کو مخاطب کیا۔ لو بھئی ہم تو اٹھ کے جا رہے ہیں، تم بٹھا لو اب اپنے راجہ کے اونٹوں کو مگر خدا معلوم وہ بھی ہماری طرح اٹھ سکیں گے یا نہیں۔ آپ تو یہ کہہ کر اٹھ کے چل پڑے اور ساریبان آپ کی بات کے مفہوم سے نا آشنا اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

حضرت خواجہ نے اپنے ساتھیوں سمیت اناساگر نامی جگہ پر جا کر قیام کیا۔ ادھر ہمارا راجہ پرتھوی راج کے اونٹ میدان میں ایسے بیٹھے کہ اٹھنا ہی بھول گئے۔ لوگوں کے ہاتھ ایک عجیب تماشا لگ گیا، شہر بھر کے لوگ میدان میں اکٹھے ہو گئے اور شاہی ساریبانوں کی ان مضحکہ خیز کوششوں کو دیکھنے لگے جو وہ اونٹوں کو اٹھانے کے لیے کر رہے تھے۔ راجہ کو بھی خبر ہو چکی تھی۔ سو وہ بھی موقع پر پہنچ گیا۔ جب کسی طور بھی اونٹ اپنی جگہ سے نہ ہلے تو بالآخر ساریبانوں کو حضرت خواجہ کے الفاظ یاد آ گئے جو انھوں نے میدان سے اٹھتے ہوئے کہے تھے۔ انھوں نے ڈرتے ڈرتے ہمارا راجہ سے ذکر کیا۔ پرتھوی راج یہ سن کر جہاں حد زیادہ خوفزدہ ہو گیا وہیں ساریبانوں پر بھی آنکھیں نکالیں اور کہنے لگا کہ جاؤ انھی بزرگ سے جا کر معافی مانگو اور عزت و احترام سے ان کی جو خواہش ہو پوری کرنا۔ ساریبان کانپتے کانپتے آپ کے پاس پہنچے اور آپ کے قدموں میں گر کر معافی کے طلبگار ہوئے۔ آپ نے کہا تمہارے راجہ کے اونٹ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ جاؤ، جا کر اپنا کام کرو۔ ساریبان گھبرا کر کھڑے ہوئے اور میدان کی طرف دوڑ لگادی۔ جہاں واقعی اونٹ میدانوں میں کھڑے تھے۔ اس واقعہ کے بعد خواجہ معین الدین چشتی کی شہرت علاقہ بھر میں پھیل گئی۔

اناساگر، جہاں خواجہ نے اپنا نیا ٹھکانہ بنایا تھا اس جگہ ہندوؤں کے لاتعداد مندر تھے۔ یہ جگہ انادیوی نامی راجہ نے بنوائی تھی۔ خواجہ صاحب نے اسی جگہ کو اپنی تبلیغ کے لیے منتخب کر لیا اور یہیں بیٹھ کر کفرستان میں نور حق سے اجالا کرنے لگے۔ آپ کی پُراثر تبلیغ اور پھر دینِ حق کی کرامات سے اردگرد کے لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ یہ صورتحال دیکھ کر ملتان کے مندروں کے پنڈتوں سمیت عام متعصب ہندوؤں میں تہلکہ مچ گیا اور انھوں نے پرتھوی راج کو اس بے خلاق کارروائی کے لیے آمادہ کرنا شروع کیا۔

پرفھوی راج میں اتنی عقل تو بہر حال تھی ہی کہ وہ ایک مسلمان صوفی سے جھگڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ عیاز ذہن کا شخص تھا۔ اس نے سوچا یہ مسلم صوفی جو کرامات دکھاتا ہے ان کا مقابلہ کسی ایسے ہی بندے سے کروانا چاہیے، اس نے اس سلسلے میں اجیر کے سب سے بڑے مہنت رام دیو کو حکم دیا کہ جان درویش اور ان کے مریدوں سے مل۔ یہ لوگ تو مجھے جا سوس سماں دکھائی دیتے ہیں۔ پرتو ایسا نہ ہو کہ ہم غفلت میں مارے جائیں اور یہ اسلامی راج کی راہ ہموار کر کے چلتے بنیں۔ تو جا انھیں ٹول اور کسی طرح اجیر سے بھی نکال دے۔ اگر طاقت بھی استعمال کرنا پڑے تو ادش کرنا۔

رام دیو پنڈتوں اور پجاریوں کے ایک مجموعہ میں بڑی شان سے گردن اکرائے خواجہ کے آستانے کی طرف بڑھا اور جیسے ہی ان کے روپرو پہنچا، خواجہ نے اپنی ایک ہی نگاہ ان پر ایسی ڈالی کہ اس بزرگ کامل کی نگاہ کو باطل کا جھگٹا سہہ نہ سکا اور اگلے ہی لمحے اس غول کا سردار رام دیو مہنت آپ کے قدموں میں گرا اسلام کی امان میں آنے کا درد کرنا تھا۔ آپ نے اسے حلقہ اسلام میں لانے کے لیے کلمہ توحید پڑھایا اور اس کا نام شادی دیو رکھ دیا۔

رام دیو کے مسلمان ہوتے ہی ہندوؤں اور خود راجہ کے دل میں آپ کا خوف چھا گیا۔ ہندوستان میں جادو عام تھا وہ لوگ آپ کو بھی ایک ساحر سمجھنے لگے اور خیال کرنے لگے کہ آپ اپنی انھی ساحرانہ قوتوں کے بل بوتے پر ہندوؤں کو مسلمان کر رہے ہیں۔ چنانچہ راجہ نے سوچا کہ مسلمان ساحر کے مقابلے پر کوئی ساحر ہی لایا جائے۔ اس زمانے میں اجیر اور آس پاس کے علاقوں میں جے پال نامی ساحر کا بڑا چمچا تھا۔ راجہ نے اسے فوراً اجیر طلب کیا اور خواجہ غریب نواز کے مقابلے کے لیے آمادہ کیا۔ ادھر خواجہ صاحب کو بھی جے پال جوگی کے آنے کا علم ہو گیا۔ آپ نے وضو کیا اور اپنے ہمراہیوں کے گرد عصا مبارک سے دائرہ بنا دیا اور ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ دشمن اس دائرے کے اندر نہ آسکیں گے چنانچہ جب جے پال نزدیک آیا اس کے ہمراہیوں کا پیر طائرے کے اندر پڑا اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑے جے پال نے یہ بندوبست کیا کہ حضرت خواجہ کے ہمراہیوں کو اتنا سا گر سے پانی نہ لانے دیں۔ جو نہی حضرت خواجہ کو ان لوگوں کی اس حرکت کا علم ہوا حضرت خواجہ نے شادی دیو کو حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو ایک پیالہ پانی اس تالاب میں سے لے آئے۔ حضرت خواجہ کے حکم کے مطابق شادی نے تالاب سے پیالہ بھر لیا۔ پیالہ کے بھرتے ہی تالاب کا پانی ایسا خشک ہوا کہ جیسے کبھی اس میں پانی ہی نہیں تھا۔ پیالے

کی یہ کیفیت تھی کہ ہر چند اس میں سے پانی خرچ ہوتا تھا مگر پانی پیالے میں جوں کا توں رہتا۔ پانی کے خشک ہو جانے سے جے پال کے ساتھیوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ جے پال یہ دیکھ کر دائرہ حصار کے قریب آیا اور کھڑے ہو کر آواز دی کہ بندگانِ خدا پیالے سے مرے جاتے ہیں اور آپ تماشا دیکھ رہے ہیں۔ فقیر کو رحم و کرم کرنا چاہیے نہ کہ ظلم۔ فیروں کا کام بندگانِ خدا کی پیاس بجھانا ہے۔ حضرت خواجہ چشتی نے جے پال کی منت و ناری پر شادی دیو کو حکم دیا کہ پانی کا پیالہ تالاب میں ڈال دو۔ ڈالتے ہی معاً تالاب بدستور پانی سے بھر گیا۔ جادو گروں نے تالاب کو پانی سے بھرا ہوا دیکھ کر پھر جادو کرنا شروع کیا۔ پہاڑ سے ہزار ہا سیاہ سانپ نکل کر حضرت خواجہ کی طرف آنے شروع ہوئے۔ مگر جو سانپ قریب دائرے کے آیا دائرے کی لکیر پر سر رکھ کر رہ گیا۔ جب یہ عمل بھی کارگر نہ ہوا تو پھر آسمان سے آگ برسی شروع ہوئی۔ آگ کے ڈھیر لگ گئے، ہزاروں درخت جل گئے مگر دائرہ حصار میں کچھ نقصان نہ ہوا۔

آخر جے پال جوگی نے ایک مرگ چھالے میں بیٹھ کر ہوا میں اڑنا شروع کر دیا۔ خواجہ غریب نواز نے اپنی کھڑاؤں اتاری اور ہوا میں اچھال دی، کھڑاؤں ہوا میں بلند ہوتی گئی، یہاں تک کہ جے پال کی کھوپڑی اس کی پہنچ میں آگئی۔ چنانچہ عین جے پال کے سر پہنچ کر کھڑاؤں نے منڈلانا شروع کر دیا اور جے پال کے سر پر ضربیں لگانے لگی۔ جے پال نے ہر ممکن کوشش چنے کی اختیار کی مگر کھڑاؤں کہا رکنے کا نام لینے والی تھی۔ بالآخر تکلیف کی شدت سے عاجز آ کر جے پال فوراً مرگ چھالہ سمیت زمین پر لٹا اور آپ کے قدموں میں گر کر اعترافِ شکست کیا۔ ساتھ ہی اسلام قبول کرنے کا خواہشمند ہوا۔ خواجہ غریب نواز نے اسے معاف کرتے ہوئے مسلمان کیا اور اس کا نام عبداللہ رکھ دیا۔

۲۲۹۔ حضرت بابا فریدؒ کے ماتھوں جوگی کا قبولِ اسلام

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے ہمیں اشارہ ربانی ابو دھن تشریف لے گئے آپ کی بزرگی اور کرامات کا شہرہ ہر جگہ ہو چکا تھا اور ہر چہار طرف سے بڑے بڑے غیر مسلم جوگی آپ کی آزمائش کے لیے آتے تھے۔ ایک جوگی ابو دھن میں بھی مقیم تھا اور وہاں کے لوگ بکثرت اس کے معتقد تھے۔ یہ جوگی اپنے طریقے کے مطابق جوگی کی بہت سی مشقیں کر چکا تھا اور حبسِ دم میں بھی ماہر تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ وہ ہفتے میں صرف ایک بار گائے کا دودھ پیتا تھا۔ اس کے بیشمار معتقدین آٹھویں دن اس کیلئے

دودھ لاتے تھے اور وہ شخص اتنی مشق بہم پہنچا چکا تھا کہ جس قدر دودھ آتا سب پی جاتا تھا۔ اس کے بہت سے چیلے اور شاگرد بھی اس کے پاس رہتے تھے۔ جوگ میں اگرچہ بہت کچھ حاصل کر چکا تھا مگر وہ اس سے مطمئن نہ تھا اور کسی ایسے استاد کا متلاشی تھا جو اسے اور کچھ کمالات سکھائے۔ حضرت بابا صاحب کی تشریف آوری کا اسے علم ہوا تو ایک دن اپنے تمام شاگردوں اور چیلوں کی جماعت ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ راہ میں اس نے اپنے دل میں حضرت بابا صاحب کی بزرگی اور کرامت کا ایک امتحان یہ مقرر کیا کہ اگر حضرت کامل ہیں تو میرے کانوں سے سونے کی مندیریاں خود بخود نکل کر گر پڑیں گی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت بابا صاحب پر فضل الہی سے اس کے دل کا حال متکشف ہو گیا اور آپ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو فوراً اس کے دونوں کانوں کی مندیریاں نکل کر زمین پر گر گئیں۔ پہلے امتحان میں یہ حال دیکھ کر اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ حضرت بابا صاحب کی کرامت اب اس میں ہے کہ یہ مندیریاں یہیں بیونہ زمین ہوں۔ اور تخم کی طرح پھوٹ آئیں۔ اور ان میں شاخیں بھی نکل آئیں۔ خدا کے فضل سے حضرت کو یہ خیال بھی معلوم ہو گیا اور مندیریاں زمین میں دھنس گئیں اور ان واحد میں وہاں پورے آگے آئے اور ان میں شاخیں نکل آئیں۔ ان دونوں امتحانات کے بعد وہ جوگی آپ کا معتقد ہو گیا اور جس منزل میں خود تھا اس سے آگے کی دریافت کے ارادے سے اس نے حضرت بابا صاحب سے عرض کیا کہ میں ایک امتحان اور لینا چاہتا ہوں۔ میں خود غائب ہوتا ہوں آپ مجھے تلاش کر کے لے آئیے میں مرید ہو جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ زمین پر چت بیٹ گیا، اور جس دم کی مشق کے ذریعے اس نے اپنی روح جسم سے نکال دی۔ روح پرواز کرنے لگی۔ آپ نے فوراً مراقبہ کیا تو دیکھا کہ جوگی کی روح عالم ملکوت کی سیر کر چکی تھی۔ آپ نے فوراً اس کی روح کو روک لیا اور اس روح سے فرمایا اب اور آگے بڑھنے کی جرات نہ کر۔ یہاں تک تیری رسائی محض اس وجہ سے ہو سکی کہ تجھے حق کی تلاش ہے۔ اس مقام سے آگے بڑھنے کی اجازت صرف اہل ایمان کو ہے۔ اور وہ چیز جو تجھے حاصل نہیں، مناسب یہی ہے کہ واپس لوٹ آ۔ یہ سن کر اس کی روح واپس آگئی۔ جوگی اٹھ بیٹھا۔ اور ہوش میں آتے ہی آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

(انوارالفرید)

۲۵۰۔ حضرت بابا فرید الدین اور ایک مُلا کا واقعہ

حضرت سلطان المشائخ حضرت مولانا خواجہ سید بدر الدین اسحاق کے حوالے سے فرماتے تھے، کہ ابوحنیفہ کے قریب کوئی مُلا صاحب رہتے تھے جن کو اپنے علم کا بہت گھمنڈ تھا اور دوسریوں کو بے علم سمجھ کر حقارت سے دیکھا کرتے تھے۔ ایک دن وہ حضرت شیخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت مجلس میں کئی لوگ موجود تھے۔ مُلا صاحب نے اپنی علمیت امدہ ہمدانی کے قصے بیان کرنے شروع کیے۔ حضرت شیخ العالم نے ان کے قصے سنتے سنتے ان سے پوچھا کہ مولانا اسلام کے رکن کتنے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا پانچ ہیں۔ ایک کلمہ، دوسرا نماز، تیسرا روزہ، چوتھا زکوٰۃ، پانچواں حج۔ حضرت شیخ العالم نے فرمایا، میں نے تو پھٹا رکن بھی سنا ہے۔ مُلا صاحب نے بگڑ کر جواب دیا، پھٹا رکن کوئی نہیں ہے۔ آپ نے جو کچھ سنا غلط سنا۔ حضرت نے جواب دیا، جی نہیں میں نے معتبر اہل علم سے سنا ہے کہ اسلام کا پھٹا رکن روٹی ہے۔

اس پر مُلا صاحب کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا مجھے آپ لوگوں سے اسی لیے اختلاف رہتا ہے کہ آپ لوگ بے علم اور کم علم ہوتے ہیں لیکن عالم بننے کی کوشش میں خواہ مخواہ دخل در معقولات کرتے رہتے ہیں۔ میں نے جو پانچ رکن بیان کیے ہیں یہ حدیثوں میں موجود ہیں، فقہ میں موجود ہیں۔ آپ نہیں چھٹے رکن کو بیان کرتے ہیں وہ نہ حدیثوں میں ہے نہ فقہ میں۔ حضرت شیخ العالم نے تبسم کے بعد فرمایا نہیں مولانا! وہ قرآن میں بھی ہے، حدیث میں بھی ہے اور فقہ میں بھی ہے۔ یہ سن کر مولانا کو اتنا زیادہ غصہ آیا کہ وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا اللہ فرماتا ہے **فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ**۔ نصیحت کے بعد ظالم قوم کے پاس نہ بیٹھا اس لیے میں جاتا ہوں شیخ العالم نے بہت نرمی کے ساتھ ان کو ٹھہرانا چاہا مگر مُلا صاحب نہ ٹھہرے اور چلے گئے۔

جب مُلا صاحب حضرت بابا کی مجلس سے ناراض ہو کر چلے گئے تو انہوں نے کچھ عرصے کے بعد حج کے سفر کا ارادہ کیا اور پوری تیاری کے بعد روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں پہنچ کر سات برس وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد ہندوستان کے جہاز میں سوار ہو کر واپسی کے خیال سے روانہ ہوئے۔ دو چار دن کے بعد سمندر میں سخت طوفان آیا اور مُلا صاحب کا جہاز طوفان کے باعث تباہ ہو گیا۔ مُلا صاحب

جہاز کے ایک تختے پر بہتے ہوئے کنارے پر پہنچے اور تختے سے اتر کر خشکی میں آئے۔ وہاں سوکھے پہاڑ تھے۔ نہ درخت نہ گھاس تھی۔ ملا صاحب تین دن بھوک پیاس کی حالت میں ایک غار میں بیٹھے رہے۔ یکا یک وہاں ایک آدمی آیا جس کے سر پر خوان تھا اس نے آواز دی کہ میں روٹی فروخت کرتا ہوں۔ انھوں نے اس سے کہا کہ میں عالم ہوں اور میں نے سات حج کیے ہیں۔ میرا جہاز تباہ ہو گیا ہے۔ میرے پاس ایک پیسہ بھی موجود نہیں ہے اور میں تین رات دن سے بھوکا پیاسا ہوں۔ اس شخص نے جواب دیا میرے پاس کھانا بھی ہے اور پانی بھی ہے مگر میں دکاندار ہوں، بغیر قیمت کے کھانا پانی نہیں دے سکتا۔ انھوں نے کہا کیا تم مسلمان ہو؟ اس نے جواب دیا ہاں الحمد للہ! ملا صاحب نے اس کو مسافروں مہمانوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنے کی نسبت وعظ سنایا اور سمجھایا کہ تو مجھ بھوکے پیاسے کو کھانا اور پانی دے دے۔ اس نے کہا یہ سب کچھ ٹھیک ہے لیکن میں بغیر قیمت کے کھانا پانی نہیں دے سکتا۔ یہ کہہ کر وہ جانے لگا تو ملا صاحب نے اس سے کہا تو کیسا مسلمان ہے، تجھے رحم نہیں آتا۔ اس نے مڑ کر جواب دیا اگر میں رحم کروں تو آج ہی میری دکانداری کا خاتمہ ہو جائے۔ اچھا میں رحم کرتا ہوں، تم اپنی زبان سے یہ کہہ دو کہ سات حج کا ثواب تم نے مجھے دیا۔ ملا صاحب نے خیال کیا کہ زبان سے کہہ دینا کوئی چیز نہیں ہے اور اس سے میرا ثواب نہیں جاسکتا۔ اس لیے انھوں نے کہا میں نے تجھے روٹی اور پانی کے بدلے سات حج کا ثواب دیا۔ اس شخص نے یہ سنتے ہی خوان ان کے آگے رکھ دیا اور انھوں نے پیٹ بھر کے روٹی کھائی اور ٹھنڈا پانی پیا۔ اس کے بعد اس سے پوچھا تو کہاں رہتا ہے اور کیا یہاں کوئی آبادی بھی ہے؟ اس نے جواب دیا میں روٹی فروخت کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے خالی برتن لے کر غار سے باہر گیا اور ملا صاحب جھپٹ کر اس کے پیچھے روانہ ہوئے تاکہ دیکھیں وہ کدھر سے آیا تھا لیکن باہر نکلتے ہی وہ پہاڑوں کے چکروں میں کہیں غائب ہو گیا۔ ہر چند تلاش کیا لیکن کہیں نہ ملا۔ آخر مجبور ہو کر ملا صاحب دیلے کے کنارے آن بیٹھا کہ شاید کوئی کشتی یا جہاز ادھر سے گزرے، یہاں تک کہ تین رات دن گزر گئے اور ان کی حالت بھوک اور پیاس سے پھر تڑپ ہو گئی۔ تب وہی شخص پھر سر پر خوان رکھے دکھائی دیا اور اس نے اس شرط پر ان کو روٹی کھلائی کہ ساری عمر کے روزوں کا ثواب زبانی ان سے لے لیا آج بھی جب وہ جانے لگا تو ملا صاحب اس کے پیچھے دوڑے مگر وہ پھر کہیں غائب ہو گیا۔ اور

تین رات دن غائب رہا۔ اور جب ان کی حالت بھوک پیاس کے سبب بہت خراب ہو گئی تب وہ پھر کھانے کرایا اور ساری عمر کی زکوٰۃ کا ثواب لے کر چلا گیا۔ اس کے بعد وہ تین رات دن کے بعد پھر کھانے کرایا اور ساری عمر کی نمازوں کا ثواب لے کر چلا گیا۔ آخر اب کے تین رات دن کی بھوک پیاس کے بعد وہ کھانے کرایا تو ملا صاحب نے کہا میں سات حج کا ثواب دے چکا، ساری عمر کے روزوں کا ثواب دے چکا، ساری عمر کی زکوٰۃ کا ثواب دے چکا، ساری عمر کی نمازوں کا ثواب دے چکا۔ اب میرے پاس کچھ نہیں جو میں تجھے دوں۔ اس شخص نے کہا یہ کاغذ اور قلم دوات لایا ہوں اس پر لکھ دیجئے، کہ میں نے ایک وقت کی روٹی اور پانی کے بدلے سات حجوں کا ثواب فروخت کیا۔ پھر ساری عمر کے روزوں کا ثواب فروخت کیا، پھر ساری عمر کی زکوٰۃ کا ثواب فروخت کیا، پھر ساری عمر کی نمازوں کا ثواب فروخت کیا اور آج میں ایک وقت کی روٹی اور پانی کے بدلے یہ تحریر دیتا ہوں۔ چنانچہ ملا صاحب نے یہ عبارت لکھ دی اور اس کے بعد انھوں نے اپنا نام اور مقام اس کاغذ پر لکھ دیا اور وہ کاغذ اس کو دے دیا۔ اس نے کھانا پانی ملا صاحب کے سامنے رکھا اور ملا صاحب نے کھانے کے بعد اجازت انداز سے کہا، خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ تم کہاں رہتے ہو تاکہ میں تمہارے ساتھ وہاں چلوں اور اپنی روزی کے لیے کچھ محنت مزدوری کروں۔ کیونکہ اب میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی باقی نہیں رہا ہے۔ اس شخص نے خفا ہو کر کہا کہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے برتن اٹھائے اور کاغذ جیب میں رکھا اور پہاڑ کی طرف چلا۔ ملا صاحب تازہ دم تھے، دوڑے کہ اس کو پکڑ کر مجبور کریں اور آبادی کا راستہ پوچھیں۔ وہ بھی بھاگا اور ملا صاحب بھی اس کے پیچھے بھاگتے رہے یہاں تک کہ آگے جا کر اس نے ٹھوکر کھائی اور وہ گرا۔ ملا صاحب خوش ہوئے کہ اب میں اس کو پکڑ لوں گا اس لیے انھوں نے زیادہ تیزی سے دوڑنا شروع کیا لیکن انھوں نے بھی ٹھوکر کھائی اور گرے اور قبل اس کے کہ وہ اٹھیں وہ شخص اپنا برتن لے کر بھاگا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ آخر مجبور ہو کر ملا صاحب سمندر کے کنارے آئے اور عادت کے موافق وہاں بیٹھ گئے۔ یکایک انھوں نے دور سے دیکھا ایک جہاز جا رہی ہے۔ انھوں نے اپنا عامہ سر سے اتار لیا اور اس کو بلا کر چیخنا شروع کیا کہ میری مدد کرو، میری مدد کرو۔ جہاز والوں نے جہاز روک لیا اور ایک کشتی ان کے پاس بھیجی اس میں سوار ہو کر جہاز پر آئے اور جہاز میں سوار ہوئے۔ اس جہاز میں حاجی لوگ سوار تھے اور ہندوستان

جائے تھے انھوں نے ملا صاحب کی بڑی خاطر کی اور بہت آرام سے ملا صاحب ہندوستان پہنچ گئے، اپنے گھر میں آئے بال بچوں کو دیکھا اور اس کے بعد ایک دن حضرت شیخ العالم سے ملنے آئے۔ جب ملا صاحب حضرت بابا صاحب کی مجلس میں حاضر ہوئے اس وقت بڑے بڑے علماء اور مشائخ حضرت کی خدمت میں دست بستہ حاضر تھے حضرت بابا صاحب کی نظر ملا صاحب پر پڑی تو تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور بہت ہی اخلاق کے ساتھ ارشاد فرمایا آئیے ملا صاحب! بہت عرصے کے بعد آنا ہوا۔ ہم تو ہمیشہ آپ کو یاد کرتے رہتے تھے۔ کہیے کیا وجہ ہوئی جو اتنے عرصے تک آپ یہاں نہیں آئے؟

ملا صاحب نے اپنی خشک عادت کے موافق حضرت سے مصافحہ کیا اور حضرت کے قریب بڑی نخوت اور تمکنت کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حاضرین مجلس کو ملا صاحب کی یہ ادبیت ناگوار ہوئی۔ کیونکہ ملا صاحب حضرت کے قریب اس طرح بیٹھے تھے گویا وہ حضرت کے ہمسر ہیں یا حضرت سے بھی زیادہ ان کا درجہ اور مرتبہ ہے۔ مگر حضرت بابا صاحب کے رعب کے سبب سب خاموش تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ حضرت کے جہان کو ادب سے بیٹھنے کے لیے کچھ کہتا۔

آخر حضرت بابا صاحب نے ملا صاحب سے پوچھا، ہاں ملا صاحب! آپ نے بتایا نہیں کہ اتنی مدت تک کیوں نہیں آئے تھے۔ ملا صاحب نے نہایت غرور اور تکبر کے انداز سے جواب دیا جتنا میں اس ملک میں موجود نہ تھا، حج کرنے گیا تھا۔ سات برس تک مکہ معظمہ میں رہا اور سات دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت کی اور سات حج کیے۔ حرمین میں نمازوں اور روزوں کا جو زیادہ ثواب ملتا ہے وہ سب میں نے حاصل کیا اور اب سات برس کے بعد وہاں سے واپس آیا ہوں۔ واپسی میں جہاز کی تباہی کا صدمہ بھی اٹھایا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راستے کی مصیبتیں ختم ہوئیں اور میں بخیریت تمام اپنے گھر پہنچ گیا۔ اور سب اہل و عیال کو سلامت اور خوش و خرم دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔

حضرت بابا صاحب نے ملا صاحب کا بیان سن کر ارشاد کیا کہ آپ بڑے خوش نصیب ہیں سات حج کیے، سات بار مدینہ منورہ کی زیارت کی، سات برس تک حرمین میں نمازیں پڑھیں، سات رمضانوں کے روزے رکھے سبحان اللہ بڑی سعادتیں آپ نے حاصل کیں۔ مگر یہ تو فرمائیے

کہ آپ اب تو ہم سے خفا نہیں؛ مَلا صاحب نے جواب دیا کہ میں خفا ہی کب تھا؛ حضرت نے فرمایا سات سال پہلے آپ یہاں سے ناراض ہو کر گئے تھے۔ میں اسی خفگی کا ذکر کر رہا ہوں۔ مَلا صاحب نے کہا مجھے یاد نہیں کہ کیا بات ہوئی تھی۔ آپ یاد دلائیے شاید مجھے یاد آجائے۔

حضرت نے فرمایا ہم نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اسلام کے رکن کتنے ہوتے ہیں؛ آپ نے جواب دیا تھا کہ اسلام کے پانچ رکن ہوتے ہیں۔ ایک کلمہ، دوسرے نماز، تیسرے رمضان کے روزے، چوتھے زکوٰۃ، پانچویں کعبے کا حج۔ تو ہم نے کہا تھا کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی بھی ہے۔ اس سے آپ خفا ہو کر یہاں سے چلے گئے تھے اور قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی تھی کہ نصیحت کرنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ گویا اس طرح آپ نے ہم کو ظالم قرار دیا تھا اور ہم کو اس بات کا بڑا صدمہ تھا اور ہم روزانہ آپ کو یاد کرتے رہتے تھے۔

یہ سن کر مولانا منہ سے اور انہوں نے کہا ہاں ہاں! مجھے یاد آیا یہ ٹھیک ہے میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ درویش لوگ بے علمی اور کم علمی کے سبب ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہوتی ہیں۔ اسلام کے رکن تو پانچ ہی ہیں۔ چھٹا رکن کوئی نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا مولانا میں اگرچہ بے علم یا کم علم ہوں۔ لیکن میں نے یہ بت لکھی ہوئی دیکھی ہے کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی ہے۔ مولانا نے خفا ہو کر کہا اگر لکھا ہوا دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دیجیئے۔ حضرت نے اپنے خادم کو آواز دی کہ میری فلاں کتاب لانا۔ خادم ایک موٹی کتاب لے کر آیا۔ حضرت نے حاضرین سے فرمایا تم میرے پاس سے ذرا ہٹ جاؤ۔ سب لوگ دور ہٹ گئے۔ حضرت نے مولانا کو اور قریب بلایا اور کتاب کے اوراق الٹ الٹ کر وہ عبارت ڈھونڈنے لگے جس کے لیے کتاب منگائی تھی۔ یکایک حضرت نے فرمایا بیٹھے یہ عبارت موجود ہے۔ مرشد نے جھک کر کتاب کو دیکھا اس کتاب میں کوئی حرف نہ آیا، سادہ ورق تھا، چاہتے تھے کہ یہ کہیں کہ یہ ورق تو سادہ ہے۔ یکایک مولانا کو ان کے ہاتھ کے لکھی ہوئی وہ عبارت نظر آئی جو انہوں نے پہاڑ کے کھانا کھلانے والے کو دی تھی۔ جو نبی مولانا نے اپنے ہاتھ کی تحریر پڑھی ایک بیخ ماری حضرت نے کتاب بند کر دی اور مولانا حضرت کے قدموں میں گر پڑے۔ توبہ کی اور اسی وقت بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے اور اس دن سے سکوت اختیار کیا۔ پھر مرتے دم تک کبھی انہوں نے کسی سے بات نہ کی۔ اکثر کہ یہ ان پر طاری رہتا تھا۔ (انوارِ مصیاء)

۲۵۱. حضرت بابا فرید الدین کی عالم سے بیوی واپس مل گئی

حضرت شیخ العالم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اپنی مصیبت بیان کی کہ اس کی بیوی کو ڈاکو چھین کر لے گئے ہیں اور اس وقت سے اس نے کھانا پھوڑا دیا ہے۔ حضرت نے اس سے فرمایا میں دعا کروں گا تمہاری بیوی تم کو مل جائے گی۔ تم کھانا نہ پھوڑو۔ چنانچہ اس نے کھانا کھایا اور چند روزہ حضرت کی خدمت میں حاضر رہا۔ ایک دن وہ حضرت کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص بادشاہی آدمیوں کی حراست میں ہتھکڑیاں بیڑیاں پہنے ہوئے آیا اور اس نے حضرت سے دعا کی درخواست کی اور کہا کہ مجھے دہلی کے بادشاہ کے پاس لے جا ہے یہ معلوم نہیں میرا حشر ہو۔ اس واسطے میں ان سپاہیوں کو راضی کر کے یہاں تک پہنچا ہوں اور اب دہلی جا رہا ہوں۔ حضرت نے جواب دیا ہم دعا کریں گے ہمارے اس مہمان کو بھی اپنے ساتھ دہلی لیتے جاؤ۔ اگر تم کو دہلی جا کر رہائی مل جائے تو ہمارے اس مہمان کو ایک لونڈی دلوادینا۔ اس شخص نے جواب دیا بس و چشم اس کی تعمیل کروں گا۔ چنانچہ وہ شخص حضرت کے مہمان کو لے کر دہلی گیا اور بادشاہ کے سامنے اس کی پیشی ہوئی۔ بادشاہ نے اس کو بے قصور سمجھ کر رہا کر دیا۔ رہا ہونے کے بعد اس نے بازار سے ایک خوبصورت لونڈی خریدی اور حسب وعدہ حضرت شیخ العالم کے مہمان کو دے دی۔ مہمان نے دیکھا تو یہ لونڈی اس کی وہی بیوی تھی جسے ڈاکو چھین کر لے گئے تھے۔ (انوار صفیاء)

۲۵۲. پیر و مرشد پر نچتہ یقین

ابتدائی زمانہ میں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب اجمیری دہلی میں آئے ہوئے تھے۔ اور حضرت بابا صاحب بھی دہلی میں حضرت خواجہ قطب صاحب کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب اجمیری نے خواجہ قطب صاحب سے فرمایا آؤ ہم دونوں مسعود کو فیض اور نعمت دیں چنانچہ انھوں نے بابا صاحب کو بیچ میں کھڑا کر لیا اور دونوں بزرگوں نے بابا صاحب کو کھڑے ہو کر توجہ دینی شروع کی اور باطنی نعمتوں سے مالا مال کر دیا اس کے بعد حضرت خواجہ قطب صاحب نے بابا صاحب سے فرمایا مسعود! دادا پیر کے قدموں میں سر رکھو۔ بابا صاحب نے حضرت خواجہ صاحب

کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا میں کہتا ہوں دعا پیر کے قدموں میں سر رکھو۔ تم میرے قدموں میں سر جھکتے ہو۔ یا صاحب نے جواب دیا ان قدموں کے سوا اور قدم نظر نہیں آتے یہ جواب سن کر حضرت خواجہ صاحب اجیری نے فرمایا بختیار! بختیار! مسعود ٹھیک کہتا ہے۔ وہ منزل کے دروازے پر پہنچ گیا ہے۔ جہاں وحدت کے سوا دُئی کا نام باقی نہیں رہتا۔ پھر کیونکر اس کو تیرے سوا میں نظر آؤں۔ (انوار الصفاء)

۲۵۳۔ قاضی کی چیرہ دستی کا انجام

کہتے ہیں کہ اجودھن کا قاضی آپ کی کرامات اور مقبولیت دیکھ کر دشمن ہو گیا اور مختلف طریقوں سے آپ کو تکلیف پہنچانے کی تاک میں رہنے لگا۔ وہ طرح طرح سے بابا فرید کو تنگ کرتا اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ تنگ آکر اس علاقے سے ترک سکونت اختیار کر جائیں۔ مگر بابا فرید اس کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بابا فرید اکثر اوقات دو دو گھنٹے تک طویل سجدوں میں رہتے۔ ایسے عالم میں موسم سرما کی شدت سے بچانے کی غرض سے آپ کے مرید آپ پر گرم کپڑے یا پوستین وغیرہ ڈال دیا کرتے ایک روز جب مرید بابا فرید کے سجدے سے سر اٹھانے کے منتظر تھے تو ایک قلندر اندر داخل ہوا۔ اس نے بابا فرید کو سر بسجود دیکھا تو اظہار ناراضگی کیا اور بلند آواز سے ان کی شان میں کلماتِ بے ادبی کہنے لگا۔ مرید سانس روکے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ قلندر کی بے ادبی اور گستاخی بڑھتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ بابا فرید کے کانوں تک بھی اس کی آواز پہنچ گئی۔ آپ نے سجدے سے سر اٹھائے بغیر فرمایا کوئی ہے؟

حضرت نظام الدین بھی اس وقت حاضرین میں شامل تھے۔ باادب ہو کر بولے۔ حضور آپ کا غلام نظام الدین خدمت میں حاضر ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ جو قلندر اندر آیا ہے اس کی کمر میں کیا زنجیر بندھی ہوئی ہے؟

قلندر اب اتنا خوفزدہ ہو گیا تھا کہ مزید گفتگو کی تاب نہ لاسکا اور تیزی سے سر پر سر رکھ کر بھاگ گیا۔ بعد میں یہ انکشاف ہوا کہ یہ شرارت اجودھن قاضی نے کی تھی۔ اس نے قلندر کو معقول رقم بطور انعام عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا بشرطیکہ وہ بابا فرید کی زندگی کا چرانہ گل کرے مگر قلندر آپ کی جلالت

کی تاب و لاسکا اور فرار ہو گیا۔ انھوں نے جواب دیا جی ہاں! پوچھا کہ اس کے کانوں میں ہتھی مانت کے سینہ ملتے بھی موجود ہیں؟ جواب ملا حضرت بیشک ایسا ہی ہے۔ قلند اس موقع پر گھبرا گیا مگر اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا۔ بابا فرید کی آواز ایک بار پھر بلند ہوئی، نظام الدین! کیا اس کی کمر میں ایک پھری بھی بندھی ہوئی ہے؛ تو پھر اس شخص سے کہو کہ اگر بہتری چاہتا ہے تو یہاں سے چپ چاپ چلا جائے ورنہ پکھٹائے گا۔

کہتے ہیں کہ جب قاضی کی یہ کوشش ناکام ہو گئی تو اس نے دوسرے طریقے اختیار کیے۔ شہر کے حاکم کے پاس پہنچا اور شکایت کی کہ بابا فرید خلقِ خلو حاکم کے خلاف بغاوت پر اکساتے ہیں اور لوگوں میں بے چینی اور بد امنی پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ حاکم نے بھی قاضی کی باتوں میں آکر بابا فرید اور ان کے مریدوں اور لواحقین کو ستانے کا عمل شروع کیا۔ بابا فرید تو ان حرکات سے بے پروا تھے مگر لڑائی فکرمند ہو گئے۔ وہ خوفزدہ ہو کر سوچنے لگے کہ اگر یہی عمل رہا تو کچھ عرصے بعد ان لوگوں کی ہمتیں اتنی بڑھ جائیں گی کہ عزت و آبرو اور جان کی حفاظت کرنا بھی دُور ہو جائے گا۔ چنانچہ جب حاکم کی چیرہ دستیوں سے بڑھ گئیں تو ایک دن آپ کے صاحبزادے بابا فرید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حاکم کی شکایت کرتے ہوئے بتایا کہ اس کے مظالم سے زندگی وبال ہو چکی ہے اور اس کی گستاخیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ بابا فرید خاموشی سے ان کی شکایت سنتے رہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ میں تھاما ہوا عصا زمین پر مارا۔ کہتے ہیں کہ اسی لمحے حاکم شہر شدید دردِ شکم میں مبتلا ہو گیا۔ حکیموں اور ویدوں نے بہتیرا علاج کیا مگر درد بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ یہاں تک کہ اسے احساس ہو گیا کہ اس پر یہ غلاب بابا فرید کی وجہ سے نازل ہوا ہے اس نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اسے فی الفور بابا فرید کی خدمت میں لے چلیں۔ انھوں نے حکم کی تعمیل کی مگر حاکم شہر یہ مسافت طے کر کے بابا فرید کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔ (جو دمن کے قاضی اور دوسرے لوگوں کو حقیقتِ حال کا علم ہوا تو کانپ کر رہ گئے۔) (جو اہر فریدی)

۲۵۲۔ گنج شکر کی وجہ تسمیہ

بابا فرید کو شیرینی بہت پسند تھی اور شکر آپ کی پسندیدہ تھی۔ اس بارے میں ایک روایت بھی

مشہور ہے۔ ایک بار شکر کے بیوپاری گدھوں پر شکر کی بوڑیاں لادے ہوئے آپ کے سامنے سے گزرے تھے۔ آپ نے ان سے تھوڑی سی شکر خریدنی چاہی مگر وہ بوڑیوں میں سے مختصر مقدار میں شکر فروخت کرنا نہیں چاہتے تھے اس لیے بہانہ بتاتے ہوئے کہا کہ ان بوڑیوں میں شکر نہیں تک ہے، آپ مسکرائے اور فرمایا ٹھیک ہے تک کہتے ہو تو تک ہی ہوگا کہتے ہیں کہ یہ بیوپاری جیب اپنی منزل پر پہنچے اور بوڑیوں کو کھول کر دیکھا تو ان میں واقعی شکر کی جگہ تک بھرا ہوا تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ کرامت ہونہ ہو یا فرید کی ہے۔ چنانچہ پشیمان ہو کر واپس بابا فرید کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا حضرت ہم بہت شرمسار ہیں کہ ہم نے آپ کے سامنے جھوٹ بول دیا تھا۔ ان بوڑیوں میں واقعی شکر ہی تھی۔ جواب تک میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اذراہ کرم ہمارا قصور معاف فرمائیں اور اس کو دوبارہ شکر میں تبدیل کر دیں تو نوازش ہوگی۔ بابا فرید نے ان کی غلطی سے درگزر فرمایا اور ان کے لیے دعا کی جس کے نتیجے میں یہ تک دوبارہ شکر میں تبدیل ہو گیا۔

آپ کو گنج شکر کے الفاظ سے بھی پکارا جاتا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کو بچپن ہی سے شیرینی سے بہت رغبت تھی جب آپ کی والدہ نماز پڑھنے میں مصروف ہوتیں تو اس سے پہلے ہی کس فرزند کے لیے مہری کی ڈبیاں نکال کر جائے نماز کے نیچے رکھ لیا کرتیں۔ جہاں سے ننھا فرید الدین مہری نکال کر کھایا کرتا کئی بار ایسا ہی ہوا کہ والدہ مہری رکھنا بھول گئیں مگر آپ جب بھی جائے نماز کا کونہ اٹھاتے اس کے نیچے سے مہری کی ڈبیاں دستیاب ہو جاتیں۔ ایک اور روایت بھی مشہور ہے کہ آپ کی زبان سے اگر مٹی بھی چھو جاتی تو شکر بن جاتی۔ کیونکہ آپ کو شکر پسند تھی اور اللہ اپنے محبوب بندے کی خواہش کو مانا نہیں چاہتا تھا اور اسی وجہ سے آپ گنج شکر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

(جو اہر فریدی)

۲۵۵۔ حضرت علی احمد صاحب کا واقعہ نکاح

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی احمد صاحب کی والدہ کے اصرار پر حضرت کا نکاح حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی صاحبزادی سے ہو گیا۔ رات ہوئی تو مخدوم صاحب کی والدہ محترمہ نے آپ کے حجرے میں چراغ روشن کر کے دلہن کو حجرہ میں پہنچا دیا۔ دلہن بہ پاس ادب دست بستہ کھڑی رہی

تجد کے وقت جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو سامنے عورت کھڑی نظر آئی۔ آپ نے دریافت کیا تم کون ہو؟ کیوں کھڑی ہو؟ دھن نے جواب دیا میں آپ کی زوجہ ہوں۔ خدمت گزارى کے لیے حاضر ہوں۔ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا خلدو حدو لا شریک ہے اس کی کوئی بیوی نہیں۔ میں اس کا بندہ ہوں اور اس کے جمال میں گم ہوں۔ یہ فرما کر آپ پھر مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے ان الفاظ پر جہاں آپ تھے وہاں جلال انوارات الہی کا نزول ہوا۔ جنہیں آپ کی دھن برداشت نہ کر سکی اور نہ ہوش ہو کر گر گئی اور کچھ دیر کے بعد قنائے الہی سے اللہ کو پیاری ہو گئی۔

حضرت مخدوم صاحب کی والدہ کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ وہ حضرت مخدوم صاحب کی مجذوب حالت سے باخبر تھیں۔ احتیاط کے طور پر انہوں نے حجرہ کا دروازہ کھلوایا۔ یہ دیکھ کر کہ مخدوم صاحب مراقبہ میں مصروف ہیں اور دھن اللہ کو پیاری ہو گئی ہے، والدہ محترمہ نے نہایت غصہ کی حالت میں حضرت مخدوم صاحب کی پشت پر زور سے ہاتھ مار کر فرمایا کہ میں نے تمہارے ماموں کی بیٹی سے تمہاری شادی کی تھی لیکن تم نے دھن کو کیا کر دیا ہے! بتاؤ میں تمہارے ماموں کو کیا جواب دوں گی اور کیا منہ دکھاؤں گی؟ مخدوم صاحب نے جواب دیا اماں جان میرا کیا قصور ہے یہی رضائے الہی تھی۔ (تذکرہ حضرت علی احمد صابر۔ ص ۷۰)

۲۵۶۔ حضرت علی احمد صابر کی کرامت

حضرت شیخ جمال ہانسوی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے سب سے پہلے خلیفہ تھے۔ حضرت بابا صاحب کو آپ سے سید محبت تھی۔ حضرت بابا جس کو خرقہ خلافت عطا کرتے تو پہلے اس کو ارشاد فرماتے تھے کہ پہلے ہانسی جا کر خلافت زمانہ پر مہر لگوا لو۔ بغیر مہر کے کسی کو خلافت نامہ عطا نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ اسی حکم کے تحت آپ حضرت جمال الدین ہانسوی کی خدمت اقدس میں دہلی پہنچ گئے اور آپ سے خلافت نامے پر مہر کی درخواست کی۔ رات کی تاریکی ہو چکی تھی۔ قطب صاحب نے فرمایا اس وقت موقع نہیں ہے اب آرام فرمائیے۔ صبح کو مہرود مستحظ کر دیے جائیں گے۔ حضرت مخدوم صاحب نے اسی وقت مہرود مستحظ کرنے پر اصرار کیا۔ چراغ طلب کیا گیا۔ اس روز ہوا زور سے چل رہی تھی۔ ہوا کا جھونکا آیا، چراغ گل ہو گیا۔ حضرت مخدوم صاحب نے اپنی انگلی پر کچھ پڑھ کر

دم کیا۔ مثل شمع کے روشن ہو گئی اور فرمایا کہ اب بھی چراغ بجھ جائے گا! حضرت شیخ صاحب نے آپ کی اس حرکت اور غصے پر بہت کچھ غور فرما کر کہا کہ ابھی روشنی کم ہے صابر صاحب نے جھلا کر پھرانگلی پر دم کیا تو وہ مثل مشعل کے روشن ہو گئی۔ شیخ صاحب نے تب تو خیال فرمایا کہ جب ان کے غصے اور تنگ مزاجی کا یہ حال ہے تو یہ وہلی کی قطبیت کیا کریں گے۔ دو چار دن میں جلا کر خاک کر دیں گے۔ اور وہلی بلا وجہ تباہ و برباد ہو جائے گی۔ اور صابر صاحب سے فرمایا کہ بھائی تم تو بہت جوشیلی طبیعت کے آدمی ہو اور وہلی والے تمہارے غصہ اور جلال کی تاب نہ لاسکیں گے تم ذرا سی ہی بات پہ اس کو جلا کر خاک سیاہ کر دو گے۔ اس لیے میں نہیں مناسب سمجھتا کہ تمہیں وہلی میں رکھا جائے۔ یہ فرما کر سند قطبیت کو چاک کر دیا۔ حضرت صابر صاحب جو عین منظر جلال تھے، جھلا اس حرکت کی تاب کہاں لاسکتے تھے۔ غصہ میں آگ ہو گئے اور جلال میں آ کر فرمایا: ”تو سند میں چاک کر دی، ہن سلسلہ ترا بریدم“ یعنی تم نے میری سند چاک کر ڈالی، میں نے بھی تمہارا سلسلہ قطبیت قطع کر دیا۔ یہاں یہ ہو رہا تھا اور ادھر بابا صاحب قدس اللہ سرہ اپنی مجلس میں ارشاد فرما رہے تھے کہ آج دین کے دو بڑے پہلوانوں میں لڑائی ہو رہی ہے خدا خیر کرے۔

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد حضرت مخدوم چاک حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ہانسی کا واقعہ گوش گزار فرمایا۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ جب جمال نے تمہارا قطبیت نامہ چاک کیا تو تم نے اپنی زبان سے کچھ کہا تو نہیں؟ مخدوم صاحب نے عرض کیا میں نے طیش میں آ کر یہ کہہ دیا تھا کہ تم نے میرے فرمان قطبیت کو چاک کیا، میں نے تمہارا سلسلہ چاک کر دیا۔ حضرت بابا صاحب نے پوچھا اول سے یا آخر سے؟ مخدوم صاحب نے جواب دیا ”اول سے“ حضرت بابا صاحب نے فرمایا دین کے پہلوانوں کا تیر خطا نہیں کرتا۔ خیر ہوئی کہ تم نے اول سے کہا آخر سلامت رہا۔ تمہارے سلسلہ میں ایک قطب پیدا ہو گا وہ (تمہارا مرید) دعا کرنے گا۔ اس کی دعا کی برکت سے قطب ہانسوی کا سلسلہ باقی رہے گا۔

۲۵۷۔ گمشدہ بکری کا واقعہ

حضرت علی احمد صابریہ کلیر میں قیام پذیر ہو گئے تو وہاں کے قامنی تبرک کو آپ کا وہاں

رہنا ناگوار نہ رہا۔ اس نے کھلم کھلا آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ جو لوگ آپ کے پیرو ہو گئے تھے ان کو بھگانا شروع کر دیا اور جو لوگ میت کے لیے آتے تھے ان کو روکنا اور طرح طرح سے بلاؤ دہنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ آپ تک نہ پہنچ سکے اور بعض لوگوں نے آپ کی قربت بھی چھوڑ دی۔ ثابت قدم رہنے والے مہریدوں میں صرف شیخ بہاء الدین شیخ جمال الدین مسما گلزادی، اس کا رڈ کا اور اس گلزادی کا خاوند تھا۔

قاضی تبرک کی مخالفت اور ظلم و ستم کی کچھ انتہا ہی نہ رہی۔ یہاں تک کہ اس نے قیام الدین رئیس کلیر کو بھی آپ کی طرف سے بدظن کر دیا اور شکایت کی کہ کلیر میں ایک ایسا شخص وارد ہوا ہے جو خود کو امام کہلانا چاہتا ہے اور اپنی بزرگی اور برتری کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے آپ کو کسی مفسد کا بھیجا ہوا صاحبِ ولایت علاقہ کلیر کہتا ہے۔ وہ مسجد میں بھی اسی قسم کے وعظ اور ملتئیں کرتا ہے جس سے نمازیوں کی فاذوں میں فتور پڑتا ہے۔ اگر فوراً اس کا تدارک نہ کیا گیا تو ممکن ہے کہ وہ کسی دن ہمارے مراتب اور اقتدار کے لیے نقصان رساں ثابت ہو۔ بہت جلد اس کے اثر و رسوخ کو زائل کرنا چاہیے۔ رئیس کلیر نے جب قاضی تبرک کی یہ باتیں سنیں تو اس پر بھی بہت اثر ہوا اور اسے اپنی ریاست میں اپنا اقتدار ختم ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔

قاضی تبرک کی باتیں سن کر آخر قیام الدین ذمواں رئیس کلیر جمعہ کے دن مسجد میں آیا۔ حضرت مخدوم صاحب اس کے آنے سے قبل ہی تشریف لاپکے تھے اس نے دریافت کیا کہ قاضی صاحب! وہ کون شخص ہے جو امامت کا خواستگار ہے۔ قاضی تبرک نے حضرت مبارز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ صاحب ہیں۔ ذمواں نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر آپ امامت اور خلافت کے مدعی ہیں اور اپنے کو قطبِ زمانہ کہتے ہیں تو میری سفید رنگ کی نہایت خوبصورت اور قد آور بکری عمر تین ماہ سے کم ہے بتلائیے وہ کہاں ہے اگر آپ بتلا دیں گے تو ہم کو یقین ہو جائے گا کہ آپ آفتابِ ہند میں سے ہیں اور آپ کو اپنا امام مان لیں گے اور سیت کر لیں گے۔ حضرت مخدوم نے ایک ذرا سی توجہ عالم ارواح کی جانب فرمائی اور باقاعدہ اٹھا کر فرمایا کہ بکری کے کھانے والے لوگو! نکل آؤ۔ ایک آن کی آن میں ستائیس آدمی پریشانی کے عالم میں جامع مسجد میں داخل ہوئے۔ حضرت مبارز صاحب نے فرمایا کہ رئیس شہر کی بکری تم لوگوں نے پکڑ کر کھائی ہے اس کا مفصل حال بیان کرو۔ ان لوگوں نے

رئیس کے خوف کی وجہ سے صاف انکار کیا کہ ہم پر بہتان ہے ہم قطعی نہیں جانتے۔ حضرت نے فرمایا، کہ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ خود ہی اپنا اپنا حال بیان کر دو۔ ورنہ ابھی فریسی دیر میں پردہ فاش ہو جائے گا اور اس وقت تم لوگوں کو بہت شرمندہ ہوتا پڑے گا۔ مگر وہ لوگ انکار ہی کرتے رہے تب حضرت نے رئیس شہر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اپنی بکری کا نام لے کر پکارو۔ تب اس نے حرمینہ (کہ اس بکری کا نام تھا) کہہ کر بکری کو آواز دی تو ہر شخص کے شکم سے جُدا جُدا آواز آئی کہ میں ان لوگوں کے پیٹ میں ہوں۔ ان لوگوں نے آدھی رات کو چاہ صدق کے کناٹے پر ذبح کر کے میرا گوشت بھون کر کھایا تھا اور بڑیاں کھال میں رکھ کر اور ایک پتھر اس میں رکھ کر کنویں میں چھوڑ دیا تھا۔ یہ کنواں صدق کے کوچہ میں تھا اور اس کو رئیس نے بہت گہرائی میں کھدوایا تھا اور جس پر عتاب ہوتا تھا وہ اس کنویں میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اب رئیس کو بالکل یقین ہو گیا اور اس نے آپ سے عرض کیا کہ آپ واقعی اقطاب میں سے ہیں اور چاہتا تھا کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرے کہ مکار قاضی نے سوچا کہ یہ تو معاملہ پٹیا چاہتا ہے اور میری زندگی اور وقت سب خاک میں ملا چاہتی ہے تو چپکے سے اس نے رئیس کے کان میں کہا کہ اس کے دھوکے میں نہ آئیے گا یہ بہت بڑا جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ رئیس اس کے دغلانے میں آگیا اور کہا کہ یہ معاملہ جادو کا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت صابر صاحب مسکرا دیے اور کہا کہ اللہ تم کو حقیقت سے آگاہ کرے گا۔

۲۵۸۔ حقیقت فنا و بقا

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت علی احمد صابر کے خلیفہ حضرت خواجہ شمس الدین نے ایک روز مخدوم پاک سے سوال عرض کیا تھا کہ فنا و بقا کا راز کیا ہے؟ تو حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا تھا کہ کسی وقت ظاہر کر دیا جائے گا۔ حضرت خواجہ شمس الدین کو وہ سوال یاد آ گیا مگر یہ ایک واقعہ تھا کہ جس کو مدین گزریں جو حضرت خواجہ صاحب کے ذہن سے خارج ہو چکا تھا مگر آج جس وقت سب لوگ قبر شریف کی چشمہ بندی مصروف تھے تو حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ امام صاحب سے ملاقات کر کے ان کے حالات اور نام و نشان دریافت کر لینا چاہیے ورنہ یہ بات پردہ راز میں رہ جائے گی کہ نماز جنازہ کس نے پڑھائی۔ چنانچہ آپ سوار امام کی جانب

متوجہ ہوئے تو وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر سوار مہر چلے تھے اور خواجہ صاحب کو اتنا دیکھ کر گھوڑا مغرب کی جانب بڑھا دیا۔ حضرت خواجہ صاحب گھوڑے کے پیچھے دوڑے اور کچھ دور جا کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور عرض کیا کہ حضرت! اپنا نام و نشان کو تھلائیے تاکہ یہ بات پردہ راز میں نہ رہے۔ یسن کر سوار نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا دیا اور فرمایا کہ فقیر کے جنازے کی نماز فقیر ہی نے پڑھائی ہے۔ چہرہ پُر نور دیکھتے ہی ہجرت میں آگئے تو حضور نے قبر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ شمس الدین حیرت کی کوئی بات نہیں ہے وہ فنا ہے یہ بقاء ہے۔ الحمد للہ کہ بموجب وعدہ کے آج یہ مسئلہ بھی تم کو بچشم خود دکھلا کر سمجھا دیا۔ ایک بار مجھ پر ایفائے وعدہ کا باقی تھا اس سے بھی آج سبکدوش ہو گیا۔ یہ سنتے ہی حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور وہ سوار صاحب چدھر سے تشریف لائے تھے ادھر کو رواد ہو گئے۔

۲۵۹۔ احترامِ مُرشد کی انتہا

امیر خسرو حضرت محبوب الہی کے خاص مرید تھے ان کو اپنے مرشد سے بڑی محبت تھی۔ ایک مرتبہ ایک سائل حضرت محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ طلب کیا۔ اس وقت حضرت محبوب الہی کے پاس دینے کو اور کچھ نہ تھا۔ چنانچہ انھوں نے اس خیال سے کہ سائل عالی واپس نہ جائے، اپنی جوتیاں ہی اس کو دیدیں۔ جن کو لے کر وہ چلا گیا۔ راستے میں اس کی ملاقات امیر خسرو سے ہو گئی۔ انھوں نے اس فقیر سے پوچھا تم میں سے میرے آقا حضرت نظام الدین اولیاء کی خوشبو آ رہی ہے کہیں تم ان کے دربار میں سے تو نہیں ہو کر آئے۔ سائل نے عرض کی۔ میں ان کے پاس کافی دیر ٹھہرا ہوں مگر سوائے ان کی دو جوتیوں کے مجھے کچھ نہیں ملا۔

امیر خسرو نے اس فقیر سے کہا یہ جوتیاں مجھے دے دو اور اس کے بدلے میرا سارا مال و زر تم لے لو۔ فقیر حیران ہوا اور بولا کہ آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔ امیر خسرو نے کہا ہرگز نہیں لاؤ جوتیاں چنانچہ آپ نے اپنے مرشد کی جوتیاں لے کر سارا اسباب اور مال و زر اس فقیر کے حوالے کر دیا۔ پھر جوتیاں لے کر حضرت محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت نے اپنی جوتیاں امیر خسرو کے ہاتھ میں دیکھیں تو مسکراتے ہوئے فرمایا۔ خسرو! یہ جوتیاں تم نے بہت سستی خریدی ہیں۔ اس واقعہ

سے پتہ چلتا ہے کہ امیر خسرو کو اپنے پیروں میں حضرت محبوب الہی سے کس قدر محبت، اُتس اور ولایت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عام مجلس سے اٹھ کر اپنے حجرے میں تشریف لے جاتے تھے تو سب طے والوں کو روک دیا جاتا تھا لیکن خسرو کے لیے بلا تامل چلے آنے کی اجازت تھی۔ خسرو روزانہ آپ سے خوابگاہ میں ملنے آتے اور آپ کے پہلو میں بیٹھ کر باتیں کرتے اور جب حضرت محبوب الہی کی آنکھ لگ جاتی تو خسرو آپ کے قدموں پر سر رکھ کر سو جاتے تھے۔

۲۶۰۔ شانِ ولایت

حضرت محبوب الہی کا نام جب بہت ہی شہرت اختیار کر گیا تو مکہ کے بعض لوگوں نے کہنا شروع کر دیا۔ باوجود استطاعت اور ثروت کے حضرت نے کعبہ کا حج تو ادا کیا نہیں، کیا وہ اتنے بڑے دلی ہیں کہ وہ حج کو فرنی ہی نہیں سمجھتے۔ ان لوگوں کی باتیں سن کر کعبہ کے مجاور جو چالیس سال سے کعبہ میں رہتے تھے۔ انھوں نے فرمایا۔ آپ لوگ حضرت محبوب الہی کے حج کی بات کرتے ہیں۔ میں تو کئی سالوں سے حضرت کو کعبہ شریف میں نماز فرما کر تے ہوئے دیکھتا ہوں۔ یہ بات دہلی کے ان لوگوں نے بھی سُنی جو حج کے لیے مکہ تشریف لے جاتے تھے مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ حضرت سے آکر تصدیق کرے ایک روز فجر کی نماز سے کچھ دیر پہلے آپ کا خادم حسب معمول لوطا پانی سے بھر کر آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور انتظار کرنے لگا کہ حضرت ابھی باہر نکل کر لوطا لیں گے۔ جب کافی دیر حضرت باہر نہ نکلے تو اس کے حجرے میں جھانکا مگر اندر حضرت کو نہ پا کر سارے گھر اور چھت پر تلاش کیا۔ اور بہت پریشان ہوا۔ جب دوبارہ حجرے کے پاس آیا تو حضرت نے آواز دے کر لوطا منگوا یا۔ اس پر خادم نے عرض کی۔ حضرت تھوڑی دیر پہلے میں نے آپ کو حجرے میں نہ پا کر سارے گھر اور چھتوں پر تلاش کیا آپ کہیں نہ ملے اب آپ حجرے میں ہی ہیں۔ کہیں یہ وہ بات تو نہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ فجر کی نماز کعبتہ اللہ میں پڑھتے ہیں۔ یہ سن کر محبوب الہی آبدیدہ ہو گئے اور عرض کی کہ میری اتنی مجال اور ہمت کہاں، یہ تو اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ غیب سے ایک سانٹنی بھیج دیتا ہے جو آن کی آن میں مجھے نماز فجر کے وقت کعبہ میں لے جاتی ہے اور وہاں بھی لاتی ہے۔

۲۶۱۔ محبت کی خوشبو

حضرت بابا فرید نے جو کبلی حضرت نظام الدین اولیاء کو عطا فرمائی تھی۔ آپ نے وہ قاضی حمید الدین کو مرحمت فرمادی۔ اس میں سے ایک خاص قسم کی خوشبو آتی تھی۔ قاضی صاحب یہ سمجھے کہ یہ خوشبو عارضی ہے۔ تھوڑے عرصے بعد خود بخود ختم ہو جائے گی لیکن خوشبو ختم ہونے کی بجائے روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ اس کبلی کو بار بار دھویا بھی مگر خوشبو کم نہ ہوئی۔ ایک دن قاضی صاحب نے آپ سے اس خوشبو کی بابت پوچھا تو حضرت محبوب الہی رونے لگے اور فرمایا قاضی صاحب! یہ بوئے محبت جو کبلی کے ریشے ریشے میں سمائی ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں اور مقربوں کو عنایت فرماتے ہیں اور اولیاء اللہ ہی اس کو پاتے ہیں۔ یہ خوشبو کبلی سے کبھی دور نہ ہوگی اور وقت کے ساتھ اس میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبت عارضی نہیں ہوتی اور محبت کے عالم میں وہ جو کچھ عطا فرماتا ہے وہ بھی دائمی ہوتا ہے اور یہ خوشبو کیونکہ عطا الہی ہے لہذا اس کو فنا بالکل نہیں آئے گی بلکہ اس کو دوام حاصل رہے گا۔ قاضی حمید الدین بہت خوش ہوئے اور اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ چیز عطا کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی خوشبو ہے۔

۲۶۲۔ زیادتی کا صلہ عاجزی

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگ حضرت نظام الدین اولیاء کی زیارت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر شخص اپنی اپنی حیثیت کے مطابق آپ کے لیے تحفہ لایا ان میں ایک طالب علم بھی تھا۔ اس کے پاس ان کو دینے کے لیے کچھ نہ تھا۔ اس نے تھوڑی سی مٹی ایک کاغذ میں ڈالی۔ اس کی پٹی یا بنائی اور تحفوں میں رکھ دی۔ اس کا خیال تھا کہ جب خادم سب کے تحفے اٹھا کر لیجائے گا تو یہ پٹی یا بھی چلی جائے گی یوں اس کا بھرم رہ جائے گا۔ جب خادم تمام تحائف اٹھانے لگا تو حضرت محبوب الہی نے اس پٹی یا کی طرف اشارہ کیا اور اس کو اٹھانے سے روک دیا اور فرمایا یہ پٹی یا مجھے دے دو اس میں بڑا عمدہ سر مر ہے۔ اب جب پٹی یا آپ کے ہاتھ میں پکڑائی گئی تو اس طالب علم کی حالت دیدنی تھی۔ وہ شرمندگی کی وجہ سے پانی پانی ہوتا تھا۔ فوراً آپ کے کان میں جا کر اصلی صورت حال

بیان کی۔ آپ نے اس کو تشفی دی اور فرمایا تو اپنی پڑیا کھول کر دیکھ اس میں سے سُرمایہ ہی نکلے گا۔ جب پڑیا کھولی گئی تو اس میں سے واقعی سُرمایہ نکلا۔ طالب علم بہت خوش ہوا۔ آپ نے طالب علم سے فرمایا تو اپنی حاجت بیان کر۔ طالب علم خاموش رہا۔ اس پر آپ نے اپنی پوشاک اس کو عنایت کر دی۔

۲۶۳۔ سچے دل سے اللہ سے جو مانگو ملے گا

حضرت محبوب الہی فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک اعرابی اور اس کے بچے کئی روز سے فاقے سے تھے ایک روز وہ اپنے بچوں سمیت پتھروں سے بھولی بھرے ہوئے خانہ کعبہ میں آیا۔ اس نے کعبہ شریف کو مخاطب کر کے کہا کہ مجھے اور میرے بچوں کو ابھی کھانا چاہیئے۔ ہم کئی روز سے بھوکے ہیں۔ اگر ہمیں کھانا دیا گیا تو ہم یہ پتھر تم پر برسائیں گے۔ یہ بات ابھی اس اعرابی کے منہ میں ہی تھی کہ ایک اشرفیوں کی بوری کعبہ کی چھت سے نیچے گری اور ندا آئی۔ یہ لے اشرفیاں اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال۔

اعرابی نے پھر کہا اے خدا مجھے اشرفیاں نہیں چاہئیں۔ مجھے تو اپنے اور اپنے بچوں کے لیے روٹیاں چاہئیں۔ چنانچہ ان کی آن میں کچھ روٹیاں کعبہ کی چھت سے آگئیں۔ جو لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے انہوں نے اعرابی سے کہا کہ تم نے روٹیوں کو اشرفیوں پر کیوں ترجیح دی؟ اعرابی بولا، جتنی چیز کا بار انسان اٹھا سکے وہی اٹھانا چاہیئے۔ ہم روٹی کا حق تو ادا نہیں کر سکتے پھر اشرفیوں کا حق کیونکہ ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جو کچھ دیتا ہے ہم اس کو فراموش کر دیتے ہیں۔ اس لیے اس سے اتنا ہی مانگنا چاہیئے جتنا ہم یاد بھی رکھیں اور اس کا حق بھی ادا کر سکیں۔ انسان کو حق کی ادائیگی خواہ وہ اللہ کی ہو یا نیندوں کی ہر حال میں یاد رکھنی چاہیئے۔

۲۶۴۔ روحانی طریقے سے کعبے جانے کا واقعہ

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے فضائل و برکات کا جب عام شہرہ ہوا تو اہل مکہ نے ایک دن کہا کہ افسوس مولانا نظام الدین نے ابھی تک حج ادا نہیں کیا اس موقع پر وہ بزرگ بھی تشریف فرما تھے جو چالیس برس سے خانہ کعبہ کے مجاور تھے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں یہ بات غلط ہے۔ مولانا

نظام الدین ہمیشہ صبح کی نماز اول وقت خانہ کعبہ ہی میں ادا کرتے ہیں۔ اس بات کا شہرہ پورے مکہ معظمہ میں ہوا۔ جسے وہی کے حاجیوں نے بھی سنا لیکن حضرت کی عظمت و جلال کی وجہ سے آپ سے کوئی اس بات کو دریافت کرنے کی جرأت نہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ جب حضرت اپنے حجرے میں تھے آپ کا ایک مرید وضو کا پانی لیے ہوئے حجرے کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ جب کافی دیر ہو گئی تو وہ یہ سمجھا کہ حضرت اوپر چھت پر تشریف فرما ہوں گے۔ یہ سمجھ کر وہ حجرے کے اندر گیا لیکن وہاں بھی حضرت موجود نہ تھے۔ پھر وہ چھت کے اوپر گیا وہاں بھی نہ پایا۔ ناچار حجرے کا دروازہ بند کر کے بدستور کھڑا ہو گیا کہ اسی وقت حضرت نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا۔ اسی اثنا میں اور مرید بھی آگئے نماز ادا کرنے کے بعد اس مرید نے عرض کیا کہ یا حضرت! میں چھت پر گیا تھا مگر آپ وہاں بھی تشریف نہ رکھتے تھے لیکن جب میں باہر آیا تو آپ نے پانی طلب فرمایا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ نماز کی ادائیگی کے لیے کعبہ شریف گئے ہوں گے اور جو کچھ اس مرید نے حاجیوں سے سنا تھا عرض کر دیا۔ اس پر حضرت نے چشم پر آب ہو کر فرمایا کہ میں اس قابل کب ہوں مگر یہ رحمت پروردگار ہے کہ ایک سائنڈنی ٹیب سے پیدا ہو کر مجھے حجرے کی چھت سے اپنے اوپر سوار کر کے کعبہ میں لے جاتی ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد واپس پہنچا جاتی ہے۔

۲۶۵۔ حالِ باطن کو محقق رکھنا چاہیے

حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء کی زیارت کے خیال سے ایک عقیدت مند چل پڑا۔ جب بوندی میں آیا وہاں ایک شیخ مومن بزرگ تھے ان کی زیارت کو گیا۔ شیخ مومن نے پوچھا کہاں جائے گا؟ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت نظام الدین اولیاء کی زیارت کو دہلی جا رہا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ شیخ نظام الدین کو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ وہ شب جمعہ میں آپ سے کعبہ میں ملتا ہے۔ وہ مجھ کو پہچان لیں گے۔ یہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان درویش کا پیام دیا۔ اپنے آزدہ ہو کر فرمایا کہ وہ درویش عزیز ہے مگر زبان نہیں رکھتا۔ اپنے آپ کو چھپائے رکھتا ہے۔

۲۶۶۔ شانِ فقر

نقل ہے کہ سلطان علاء الدین بڑا مدبر اور فاضل، پابند شریعت تھا اس نے بائیس سال عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ ایک بار امتحان کے ارادے سے چند باتیں امور سلطنت کے متعلق تحریر کر کے حضرت محبوب الہی کو لکھا کہ آپ تمام عالم کے مخدوم ہیں۔ دین و دنیا کی حاجتیں آپ کی ذاتِ برکات سے برآتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مملکتِ دنیا میرے ہاتھ میں دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ امور سلطنت کے متعلق آپ سے چند مشورے لوں، آپ مجھے مشورے سے نوازیں اور ہر حکم کے نیچے حدیثِ نبوی تحریر فرما کر میرے پاس روانہ کریں۔

یہ تحریر سلطان نے اپنے چھوٹے بیٹے خضر خان کو دی کہ حضرت کی خدمت میں لے جا کر اس کا جواب لائے۔ خضر خان اپنے باپ کا حکم بحالاتے ہوئے سلطان کا خط لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے مطالعہ فرما کر حاضرینِ مجلس سے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو۔ اس کے بعد فرمایا کہ فقیروں کو بادشاہوں کے کاروبار سے کیا دلچسپی۔ میں درویش ہوں۔ شہر کے ایک کونے میں پڑا ہوں۔ بادشاہ اور مسلمانوں کے لیے دعائے خیر میں مشغول ہوں۔ اگر بادشاہ نے کاروبار سلطنت کے سلسلے میں ہم سے دوبارہ رجوع کیا تو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔

جب یہ جواب لے کر خضر خان سلطان کے پاس پہنچا تو سلطان بہت خوش ہوا اور معتقد ہو کر دوبارہ اطلاع بھجوائی کہ میں حضرت کی زیارت کو حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ سلطان کے آنے کی ضرورت نہیں ہے ہم دعائے غیب میں مشغول ہیں، غیب کی دعا میں زیادہ اثر ہوتا ہے۔ میرے مکان کے دو دروازے ہیں۔ اگر سلطان ایک دروازے سے داخل ہوا تو میں دوسرے دروازے سے نکل جاؤں گا۔

۲۶۷۔ یارگاہِ قلندر میں تحفے بھیجنے کا قصہ

مشہور بادشاہ علاء الدین خلجی کو بوبلی قلندر سے بڑی عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ اس نے ازراہ عقیدت و محبت کچھ تحائف آپ کی خدمت میں بھیجنا چاہے لیکن آپ کی ناراضگی اور جلال سے خوفزدہ تھا

اس لیے کوئی غلطی قدم نہ اٹھا سکا۔ اُمرار سے اس نے مشورہ کیا کہ کس طرح تحائف ان کو بھیجے جائیں۔ سب نے رائے دی کہ اس کام کے لیے امیر خسرو کو بھیجا جائے۔ امیر خسرو کو فوراً طلب کیا گیا اور بادشاہ نے اپنی پریشانی اس کو بتائی اور کہا کہ اب تم یہ تحائف حضرت بوٹلی قلندہ کی خدمت میں لے جاؤ۔ امیر خسرو نے کہا، جناب آپ کا ارشاد بجا ہے مگر میں بوٹلی قلندہ کے پاس اس وقت تک نہیں جاسکتا جب تک مجھے میرے مرشد عالی حضرت نظام الدین اولیا دراجازت نہ فرمادیں۔ سلطان نے بات مان لی کہ حضرت محبوب الہی سے میں خود اجازت لے لوں گا۔ اب پہلے سلطان علاء الدین خلجی نے حضرت محبوب الہی کی خدمت میں اپنا آدمی روانہ کیا اور حضرت بوٹلی قلندہ کے پاس امیر خسرو کے جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت محبوب الہی نے فوراً اور بلا تاویل اجازت مرحمت فرمادی۔ اب امیر خسرو کو حضرت بوٹلی قلندہ کے پاس جانے سے کوئی اعتراض نہ تھا۔ اس لیے وہ سلطان کے تحائف لے کر حضرت بوٹلی قلندہ کے پاس پہنچے۔ حضرت بوٹلی قلندہ ان کے استقبال کے لیے پہلے ہی گھر سے باہر آچکے تھے۔ امیر خسرو کو حضرت بوٹلی قلندہ نے فالہانہ انداز سے سینے سے لگایا، گھر لے گئے، خاطر و تواضع کی پھر فرمایا امیر خسرو! اپنا کلام سنناؤ۔

امیر خسرو نے جب اپنا کلام سنایا تو حضرت بوٹلی قلندہ نے آپ کو بہت بہت دعائیں دیں۔ اور اس کے بعد اپنا کلام سنایا۔ آپ کا کلام سن کر امیر خسرو زار و قطار رونے لگ گئے۔ حضرت بوٹلی نے امیر خسرو سے پوچھا کہ میرے کلام کی سمجھ بھی آئی؟ امیر خسرو نے عرض کی کہ حضرت اسی لیے ہی گریہ فرمادی کر۔ ہاں میں آپ کا کلام سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد یہ کمال مہربانی بادشاہ کے تحائف قبول کر لیے اور فرمایا۔ اگر حضرت محبوب الہی کا وسیلہ نہ بنایا جاتا تو میں یہ تحائف ہرگز نہ لیتا۔ امیر خسرو نے عرض کیا کہ یا حضرت! بادشاہ کو اس بات کا یقین تھا تبھی تو اس نے شیخ للشیخ کا ہمارا

۲۶۸. فقیر کی آہ و فغاں سے عرش لرزا ہٹا

ایک مرتبہ حضرت بوٹلی قلندہ کا ایک مرید جو کہ مست اور بیخود تھا بانڈار سے گزر رہا تھا۔ آگے سے حاکم شہر کی سواری آرہی تھی۔ ہٹو بچو کا شور مچا مگر مست و سرشار مرید نے شاہی سواری کی آمد کو کوئی اہمیت نہ دی۔ حاکم کے چوہدریوں نے اس کو راستے سے ہٹ جانے کے لیے کہا مگر اس نے

ان کی کسی بات پر کان نہ دھرا۔ اب چوہداروں نے اس کی اتنی پٹائی کی کہ ادھڑوا کر کے رکھ دیا۔ وہ روتا
سکتا ہوا بوعلی قلندر کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت بوعلی قلندر کو بڑا دکھ
ہوا انھوں نے فوراً جلال میں آکر بادشاہ وقت سلطان علاء الدین خلجی کو خط تحریر کیا۔ جس کا مضمون
حسب ذیل تھا۔

”علاء الدین خوطہ دہلی! تمہیں جلائی، نیکی اور بندگانِ خداوند کی فلاح کی میں نے نصیحت
کی تھی مگر آج تیرے ایک حاکم کے کازندوں نے میرے مرید کو مار مار کے بے حال کر دیا
ہے۔ اس کی آہوں نے عرش ہلا کر رکھ دیا ہے۔ تمہیں میں حکم دیتا ہوں کہ اپنے حاکم مذکور
کو سزا دے اور کوتاہی نہ کرو ورنہ عذابِ الہی کے لیے تیار رہ۔ اگر تو سزا دینے میں تا کام رہا
تو تو حکومت کے لائق نہیں۔“

سلطان علاء الدین خلجی حضرت بوعلی قلندر کا خط پڑھ کر سناٹے میں آ گیا۔ فوراً مذکورہ حاکم
کو پایہ جولاں پیش ہونے کا حکم جاری کیا۔ جب حاکم کو زنجیروں میں جکڑا ہوا سلطان کے سامنے پیش
کیا گیا تو اس نے مرید کو مارنے کی تفصیل پوچھی۔ حاکم نے کہا جہاں پناہ! بلاشبہ میرے چوہداروں نے
حضرت بوعلی قلندر کے مرید کو مارا ہے مگر اس میں میری مرضی کا کوئی دخل نہ تھا۔ چوہداروں نے میری
خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسا عمل از خود کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا اگرچہ تو نے ایسا کرنے کا حکم
نہیں دیا لیکن تیرے چوہدار جس وقت مارنے والی نامعقول حرکت کر رہے تھے تو دیکھ رہا تھا۔ تو ان کو
روک سکتا تھا اور مختاری خاموشی اور تماشہ بینی کا صریحاً مطلب یہ ہے کہ تو نے جان بوجھ کر اپنے
چوہداروں کو ایسا کرنے دیا۔ اور اس میں تیری ایما اور رضامندی باقاعدہ شامل تھی۔ حاکم بادشاہ کے
ارادوں کو بھانپ گیا اور رونے لگا کہ میں بے گناہ ہوں۔

سلطان نے کہا، تو میری نظر میں، حضرت بوعلی قلندر کی اور ان کے مرید کی نظر میں گناہ گار ہے
اور ان کا گناہ گار خدا اور اس کے رسول کا بھی گناہ گار ہے اور ایسے گناہ گار کو معاف کرنا کہاں کی
عقلندی ہے۔ ہزاروں سنتوں کے باوجود بھی بادشاہ نے حکم دیا کہ حاکم شہر کی اتنی ہی پٹائی کی جائے
اور اس کی جائیداد ضبط کر لی جائے اور آئندہ ہمیشہ کے لیے اس کے خاندان کے ہر فرد کو شاہی ملازمت
کانا اہل قرار دے دیا جائے۔ اس کے بعد بادشاہ امیر خسرو کی دساطت سے حضرت بوعلی قلندر

سے معذرت کا طلبگار ہوا۔ حضرت بوعلی قلندر بولے، سلطان نے انصاف کا بول بالا کیا ہے ورنہ اس مرید کی آہ و فغاں سے تو عرش بھی لرز گیا تھا۔ اب میں سلطان کو معاف کرتا ہوں اللہ بھی سلطان کو معاف کرے۔

۲۶۹ حضرت بوعلی قلندر کی حالتِ جذب کا واقعہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ پر شدید جذب و سکر کا غلبہ طاری ہو گیا جس کی بنا پر شریعت کے بہت سے اعمال کی پابندی میں کمی آگئی۔ حتیٰ کہ نماز تک ترک ہو گئی۔ لوگوں نے اس دور کے ایک بہت بڑے مفتی سے اس معاملے میں بات چیت کی کہ حضرت بوعلی قلندر بزرگ صفت انسان ہیں۔ اس لیے ان کا نماز کو ترک دینا اچھا نہیں۔ لہذا آپ انہیں نماز کی ترغیب دیں تاکہ بزرگی اور ولایت پر آج نہ آئے۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے مفتی منیاء الدین سنائی حضرت بوعلی کی خدمت میں پہنچے اور ان سے سوال کیا کہ بوعلی آپ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ آپ نے وہی فقرہ دہرایا۔

”بے عیب فات اللہ کی، اللہ بس باقی ہوس“

مفتی نے کہا کہ جو کچھ بھی ہو نماز کی ادائیگی ہر حال میں لازم ہے اس سے پہلو تہی کرنے کی بالکل اجازت نہیں۔ حضرت بوعلی نے جواب دیا کہ مفتی صاحب! آپ اپنا کام کیجئے، مجھے نماز معاف ہو چکی ہے اب مفتی کو ٹیٹا غصہ آیا اور وہ بولا تم عجیب آدمی ہو نماز رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف نہیں تھی تو تمہیں کیسے معاف ہو گئی؟ حضرت بوعلی نے جواب دیا، مفتی! تو مجھے میری حالت پر چھوڑ دے، میں مست الست ہوں اور دکھاؤ کی نیاز ادا کرنے کا مجھے بالکل شوق نہیں مگر مفتی مقررہ کہ تمہیں نماز بہر حال پڑھنی ہوگی۔ یہ باتیں سن کر بوعلی قلندر کو بھی جوش اور ہوش آ گیا۔ فرمایا، مفتی! رسی سے میری کمر باندھ دے۔ اگر میری کمر بندھی رہی تو میں تیرے کلموں کی تعمیل کروں گا اور اگر میری کمر آزاد ہو گئی تو میرا پیچھا چھوڑ دینا کیونکہ میں آزاد آدمی ہوں، مجھے اپنی پابندیوں میں مت گھسیٹو۔

اب مفتی منیاء الدین سنائی نے آپ کی کمر رسی سے مضبوطی کے ساتھ باندھ دی مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ رسی کمر سے دُور جاگری اور حضرت بوعلی بدستور آزاد رہے۔ مفتی بہت شرمندہ ہوئے اس پر بوعلی خاص لہجے میں بولے ”بابا! میں عاشق ہوں اور عشق میں مبتلا ہوں تو مجھے کس نماز کے

پڑھنے کی بات کر رہا ہے اگر تو بھند ہے تو میں تیرے ساتھ نماز ادا کرتے کے لیے تیار ہوں۔ نیت باندھو
 فرض نماز کی۔ مفتی صاحب کی خوشی دیدنی تھی کہ انھوں نے کامیابی حاصل کر لی تھی اب مفتی صاحب
 امام بنے اور بوعلی مقتدی۔ جب نماز شروع ہوئی تو بوعلی پر استغراق کا عالم شروع ہو گیا۔ مفتی صاحب نماز
 پڑھا بھی چکے مگر بوعلی جوڑ کے توں کھڑے ہے۔

اب مفتی صاحب نے پوچھا، بوعلی قلندر! نماز ختم ہو گئی ہے جبکہ تو ابھی تک نیت باندھے کھڑا ہے
 بوعلی قلندر نے جواب میں ایک شعر پڑھا جس کا مطلب حاضرین کی سمجھ میں نہ آیا۔ انھوں نے حضرت سے
 سوال کیا کہ حضرت! تفصیل سے بات بتلائیں کہ آپ نماز کو نیت سے آگے کیوں نہیں لے سکے۔ حضرت نے
 فرمایا کہ مفتی کی گھوڑی نے بچہ دیا ہے اور جہاں مفتی کے گھر گھوڑی اور بچہ موجود ہے وہاں گندم رکھنے والی
 کنواں نا جگہ بتی ہوئی ہے لہذا ساری نماز میں مفتی کے دل و دماغ پر اس فکر کا ڈیرہ جارہا ہے کہ کہیں
 گھوڑی کا بچہ گندم والے کنویں میں نہ گر جائے۔ میں ایسی نماز کا قائل نہیں۔ میں اپنے حواس سے بیگانہ ہوں
 اور ایک غلام کی طرح عشق الہی میں غرق ہوں۔ اور خاموش رہتا ہوں کیونکہ غلام نہیں بولا کرتے۔ آپ کی
 باتیں سن کر مفتی صاحب بڑے شرمندہ ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔

اس شرمندگی کے انتقام کے طور پر مفتی ضیاء الدین سنہ ۱۹۰۷ء کے مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر حضرت
 بوعلی کے ترکِ صلوٰۃ پر ایک محضر نامہ تیار کیا تاکہ حضرت بوعلی کو نماز چھوڑنے کے الزام میں سزا مل سکے۔
 محضر نامہ میں یہ بات تحریر کی گئی کہ "شرف الدین صرف بوعلی قلندر عالم فاضل شخص ہے اور وہلی میں ۴۰
 سال تک وعظ و نصیحت اور درس و تدریس اور علمی مشاغل میں معروف رہا ہے مگر اپنے وطن پانی پت میں
 آکر علوم ظاہری سے دور ہو کر عالموں اور فاضلوں سے متنفر ہو گیا ہے۔ متابع شریعت سے تہی دست
 ہو چکا ہے لہذا سزا کا مستوجب ہے۔" محضر نامے پر مفتی ضیاء الدین سنہ ۱۹۰۷ء کے علاوہ دیگر مفتیان
 متین کے بھی دستخط تھے۔

جب یہ محضر نامہ خواجہ علی انصاری کے پاس آنری تصدیق کے لیے پہنچا تو انھوں نے محضر نامہ پھاڑ
 دیا۔ یہ دیکھ کر مفتی ضیاء الدین نے غصہ میں آکر خواجہ علی انصاری پر دعویٰ دائر کر دیا۔ جب عدالت میں
 خواجہ علی انصاری پیش ہوئے تو محضر نامہ پھاڑنے کے متعلق استفسار کیا گیا۔ آپ نے قرآن مجید کی ایک
 آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ تھا "مت جاؤ نماز کے فریب نشے کی حالت میں" اور فرمایا جب بوعلی قلندر

اپنے حواس میں ہی نہیں ترودہ شرعی پابندیوں کے کیونکہ متحمل ہو سکتے ہیں۔ اس پر مفتی ضیاء الدین ستامی کی تشفی ہو گئی اور معاملہ ختم ہو گیا۔

۲۷۰۔ حضرت بوعلی قلندر کا تصرف

حضرت شیخ جلال الدین، حضرت شیخ بوعلی شاہ قلندر کی ملاقات کو گئے تو انہوں نے راسنے میں ایک خوفناک شیر دیکھ کر کہا، اے شیر! یہ عاشقانِ الہی کا مقام ہے یہاں تیرا کیا کام؟ شیر یہ س کر حضرت بوعلی شاہ قلندر کے حجرے کی طرف روانہ ہوا۔ شیخ جلال الدین بھی شیر کے پیچھے پیچھے حضرت کے حجرے کی جانب بڑھے۔ آگے جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ چار اور شیر بھی حضرت کے حجرے کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ سمیت ناک منظر دیکھ کر حضرت کو کسی قدر دہشت معلوم ہوئی مگر چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر خود تشریف لے آئے اور فرمایا تم جاوے رازداروں میں سے ہو۔ آؤ تمہیں شیروں کا ناما دکھائیں۔ چنانچہ حضرت بوعلی شاہ قلندر اور حضرت شیخ جلال الدین نے دیکھا کہ چاروں شیر آپس میں کھیل کود رہے ہیں لیکن جب ان شیروں نے حضرت بوعلی شاہ قلندر اور حضرت شیخ جلال الدین کو دیکھا تو ان کے قدموں میں پالتو بلیوں کی طرح بوٹنے لگے۔

۲۷۱۔ روحانی بصیرت

سلطان غیاث الدین شاہِ دہلی کو لڑکے کی بڑی تمنّا تھی لیکن قدرتِ الہی کہ جب بھی اس کے حرم میں بچہ ہوتا لڑکی ہوتی۔ سلطان نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ اگر لڑکی پیدا ہوگی تو جان سے مار دوں گا۔ چنانچہ وہ کچی لڑکیاں متاعِ گر چکا تھا۔ اتفاقاً پھر ایک حرم کے ماں لڑکی پیدا ہوئی تو حرم نے ماتا سے مجبور ہو کر لڑکی کو ایک مٹکے میں بند کر کے دریا کے کنارے جنگل میں رکھوا دیا۔ اور بادشاہ سے کوئی بہانہ کر دیا۔ ایک دھوپ جھنگل میں آیا تو اس کی ہلکے پر نظر پڑی اور وہ اس لڑکی کو گھر لے گیا اور اپنی بیٹی بنا کر پال لیا۔ جب یہ لڑکی بارہ برس کی ہوئی تو سلطان نے شکار کھیلتے ہوئے اس کو دیکھ لیا اور اس پر عاشق ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا لیکن بادشاہ جب بھی اس سے ہم بستری کی خواہش کرتا، لڑکی کے خون جاری ہو جاتا۔ بادشاہ نے حکیموں اور نجومیوں سے ہر چند اس کی وجہ معلوم کرنا چاہی

لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر بادشاہ سب طرف سے یلوس ہو کر حضرت قلندر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مقصد بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا دو تین دن بعد آنا اس وقت جواب دوں گا۔ بادشاہ کے جانے کے بعد مراقبہ کیا تو اصل حقیقت حضرت پر منکشف ہو گئی۔ جب بادشاہ دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا غیث الدین! تیرے معاملے میں عجیب انکشاف ہوا ہے۔ وہ لڑکی جس سے تو ہم بتری چاہتا ہے تیری بیوی نہیں ہے بلکہ تیری بیٹی ہے۔ اس کو محض اس لیے خون آجاتا ہے کہ اللہ تجھے اس گناہ کبیرہ میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔ جا اور اپنی فلاں حرم سے اس بات کی تحقیق کر لے۔ بادشاہ نے واقعہ کی تحقیق کی تو بالکل درست نکلا۔ بادشاہ خوفِ الہی سے کانپ گیا، توبہ و استغفار کی۔ پھر حضرت نے بادشاہ کے حق میں دعا کی اور خدا نے اس کو چار بیٹے عنایت کیے۔

۲۷۲۔ عمر کے دس سال کا ایشار

حضرت شیخ جلال الدین نے کئی حج ظاہری طور پر ادا کیے۔ حضرت ہمیشہ نماز جمعہ مکہ معظمہ میں ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت کے دل میں خیال آیا کہ اگر حضور نبی اکرمؐ کی اجازت ہو تو کبھی پانی پت میں اودھ کبھی مکہ معظمہ میں نماز ادا کروں۔ اس کا شب سرکارِ دو جہاں خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے جلال! تیرا کعبہ تیرے پاس ہے۔ یعنی میرے فرزند سید محمود کے پاس تیرے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ اس روز سے حضرت سید محمود کے مزار پر جا کر نماز جمعہ پڑھا کرتے۔ ایک روز فرزندوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی عمر میں سے کچھ مخدوم جہانیاں کو دے دوں کیونکہ ان کی عمر ختم ہو چکی ہے۔ تمہاری اس سلسلے میں کیا رائے ہے؟ فرزندوں نے عرض کیا کہ ہم کیونکر یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ حضرت کی عمر کسی دوسرے کو مل جائے۔ مگر خواجہ شبلی نے عرض کیا اگر فرمانِ حق اسی طرح ہو تو تامل نہ ہونا چاہیے دوست کا حکم برونہ ہونے پائے۔ یہ سن کر حضرت اٹھے اور صاحبزادہ عبدالقادر کو ساتھ لیا اور فرمایا کہ میرے پیر پر اپنے پیر رکھ دو اور آنکھیں بند کر لو۔ صاحبزادے نے والدِ محترم کے حکم کی تعمیل کی۔ جب آنکھیں کھولنے کا حکم دیا تو آنکھیں کھولیں۔ صاحبزادے نے خود کو دہلی میں مخدوم جہانیاں کے پاس پایا۔ اس وقت مخدوم جہانیاں حالت نزع میں تھے۔ حضرت ان کے سر ہانے کھڑے ہو گئے اور سلام علیک کہی۔ انھوں نے آنکھیں کھول کر سلام کا جواب دیا۔ حضرت نے مخدوم جہانیاں کو گلے سے لگایا، اور

اور فرمایا کہ اٹھو وہ فوراً اٹھ بیٹھے۔ حضرت نے فرمایا کہ وضو کرو۔ جب وہ وضو سے فارغ ہوئے۔ فرمایا کہ دو گانہ ادا کر۔ دو گانہ ادا کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بحکم خدا میں نے اپنی عمر کے چند سال تم کو دیے یہ فرما کر وہاں سے باہر آئے اور جس طرح تشریف لائے تھے اسی طرح واپس پانی پت آئے۔

مخدوم جہانیاں کو صحت کُل ہو گئی۔ سلطان اس واقعہ کو سن کر اپنے پیرو مرشد مخدوم جہانیاں کی خدمت میں حقیقت سال دریافت کرنے آیا۔ مخدوم جہانیاں نے فرمایا کہ شیخ جلال الدین پانی پت سے آئے تھے۔ انہوں نے میرے حق میں دعا فرمائی اور اپنی عمر سے دس سال مجھے بخش کر چلے گئے ہیں۔

۲۷۳۔ توکل کرنا سیکھ

ایک مرتبہ شاہ کلیم الشرح پہ جاہے تھے۔ ہمراہ ایک قافلہ تھا۔ مریدوں اور ارادت مندوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی شامل تھے۔ قافلہ سفر طے کرتا رہا۔ عین درمیان میں پہنچ کر قافلہ کے پاس پانی بوند تک نہ رہا۔ لوگ حیران پریشان چاروں اطراف ریت کے خشک ٹیلوں کو دیکھتے اور انجام سے خوفزدہ ہو جاتے۔ پیاس نے جس طرح انہیں بڑھال کر رکھا تھا وہ ایک انتہائی خطرناک علامت تھی۔ حضرت سے مشکل بیان کی گئی تو آپ نے حکم دیا کہ چاروں طرف پھیل کر تلاش کرو، کہیں نہ کہیں تو کوئی کنواں نظر آ ہی جائے گا۔ جستجو کرنے سے کیا نہیں مل جاتا۔ ہدایت پہ عمل ہوا۔ تھوڑی ہی دیر بعد قافلے والوں نے بالآخر ایک کنواں تلاش کر ہی لیا مگر بد قسمتی نے ابھی پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ کنواں ملا تو چہروں پہ مسرت کی لہر ابھری مگر کتوں کی حالت دیکھ کر فوراً ماند پڑ گئی۔ پانی تھا تو سہی مگر سطح سے اس قدر نیچے کہ پانی بھرنا مشکل ہی نہیں ناممکن سا لگتا تھا۔ دوبارہ شاہ کلیم سے رجوع کیا گیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے کہا اطمینان رکھو میں نمازی نیت باندھتا ہوں تم خدا کی شان دیکھو۔ یہ کہہ کر آپ نے نماز کی نیت باندھی اور لوگوں نے حیرت سے دیکھا کہ کنویں کا پانی خود بخود سطح پر اس قدر ابھرا یا کہ کنویں کی منڈی سے بھی باہر پھیلنے لگا۔ لوگوں کے چہرے مسرت و شادمانی سے چمکنے دکنے لگے۔ پھر آپ نے انہیں پانی استعمال کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور باقہ منہ دھوئے۔ اتنے میں ایک مرید نے اپنی طرف سے دورانہی ظاہر کرتے ہوئے ایک مشکیزہ تھاما اور پانی بھرنا چاہا۔ جونہی اس نے مشکیزہ پانی سے بھر کر نکالا۔ پانی کی سطح گرتی چلی گئی اور کنویں کی تہ تک جا پہنچی۔ لوگوں نے حیرت سے یہ منظر دیکھا لیکن اپنے

افسوس بھرے لہجے میں فرمایا افسوس! اناروں تم نے اللہ پر بھروسہ نہ کیا۔ وہ جہنم میں بیٹھے لوگوں
پہنچا دیتا ہے تمہیں کیوں پیسا مارتا۔ کاش تم اللہ پر توکل کرنا سیکھ لو۔ (حیاتِ کلیم)

۲۷۴. آپ کی دعا سے انار میٹھے ہو گئے

شاہِ کلیم اللہ کا ایک مرید یاغبانی میں بے پناہ تہارت رکھتا تھا اس کا اپنا ایک باغ بھی تھا
جس میں وہ انار کی کاشت کرتا تھا۔ یہ ایک وسیع باغ تھا جس پر وہ بھرپور توجہ دیا کرتا زمین کی بوائی سے
لے کر ہر کام وہ خود کرتا۔ تجربہ و علم کا بھرپور استعمال کرتا۔ مگر نہ جانے کیا بات تھی کہ جب بھی فصل پک کر
تیار ہوتی وہ انار کھٹے نکلتے۔ اور اس طرح اس کی ساری محنت غارت جاتی کیونکہ اس کے خستے اناروں
کو منڈی میں کون خریدتا۔ اور اگر کوئی آمادہ بھی ہو با آ تو اس قیمت پر جو اس مرید کی کل االت سے بھی
کہیں کم ہوتی۔ یہ صورتحال جب گاتا رہی تو وہ پریشان حال آپ کے پاس آیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔
آپ نے اس پریشان مرید کو جب یوں اپنی محنت کے رائیگاں جانے پر افسوس کا اظہار کرنے دیکھا تو
فوراً اس سے ہمدردی ہوئی اور آپ اس کے ساتھ اس کے باغ میں چلنے کو تیار ہو گئے۔ وہ شخص خوشی
سے دیوانہ ہوا بارہا تھا۔ اس کے لیے یہی بات کیا کہ قابلِ عزت تھی کہ آپ اس کے باغ کو سعادت
بخشنے باہر سے تھے۔ باغ میں جا کر آپ نے اپنے مرید سے کہا: ذرا ہمیں بھی تو چکھا ڈالتے باغ کا پھل
ہم بھی تو دیکھیں کہ آخر اس میں کیا ترشی سے جو اچھے داموں پک نہیں پاتا۔ مرید نے عقیدت و احترام
سے ایک انار آپ کی طرف بڑھایا۔

آپ نے چکھا تو کہا کیوں سے! تو تو کہتا تھا کہ تیرے باغ کے سبھی انار اتنے ترش ہوتے ہیں کہ نندا کی
پناہ گھر میں نے تو اس سے زیادہ شیریں انار آج تک نہیں کھایا۔ اس نے بے یقینی سے آپ کو دیکھا تو آپ
نے مسکراتے ہوئے کہا: دوسرا انار توڑ کر خود ہی اندازہ لگا لو۔ اس شخص نے فوراً ایک انار توڑ کر کھایا
تو وہ واقعی بہت میٹھا تھا۔ اس کے بعد اس نے کئی اور انار توڑ کر کھائے مگر سبھی شیریں نکلے۔ یوں
اس کے باغ کی شہرت اور انار کی مٹھاس دور دور تک پھیل گئی۔

(حیاتِ کلیم)

۲۷۵۔ اصلاحی نصیحت کا اثر

حضرت کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی کا ایک عقیدت مند خواجہ محمد یوسف تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ خواجہ محمد یوسف کا ایک عزیز تھا جس کے طور طریقوں سے وہ سخت تالاں تھے۔ اس کے طور طریقے بھی ایسے تھے کہ شرفاء کانوں کو ہاتھ لگائیں۔ اس ادارہ اور بد عمل شخص کو خواجہ محمد یوسف اور دیگر متعلقین نے بے انتہا سمجھایا۔ بدی نیکی کی راہ دکھانی مگر مجال ہے جو اس نے کسی کا اثر قبول کیا ہو۔ اس کے تنگ دھنگ وہی رہے جو تھے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ یہ تو چکنے کھڑے کی مانند ہے۔ بہر نصیحت پھیل کر اس سے اتنا جاتی ہے تو انھوں نے فیصلہ صادر کر دیا کہ یہ ناقابل اصلاح ہے۔ خدا نے چاہا تو درست ہو جائیگا۔ ورنہ یہ بدی کی راہ کا ایسا مسافر ہے جو نیکی پر آ ہی نہیں سکتا۔ خواجہ محمد یوسف اور دوسرے لوگوں نے اس سے قطع تعلق کر لیا۔ اس بات سے وہ شخص اور زیادہ ضد میں آ گیا۔ اور انھیں چڑانے کی خاطر جان بوجھ کر مزید غلط اور گمراہ کن حرکات کرتا۔ آخر خواجہ یوسف نے تنگ آ کر اسے زبردستی پکڑا اور شاہ کلیم کی خانقاہ میں لے گئے۔ رقت آمیز لہجے میں بولے۔ "حضرت! اس نے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ خاندان کا نام سر بازار اچھالتا پھر رہا ہے۔ ایک نظر لہم اس پر بھی ڈالیں۔"

آپ نے اس شخص کو دیکھا اور پھر نرمی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے سینے پر رکھتے ہوئے فرمایا، کیوں سے، کیوں ایسی حرکات کرتا پھرتا ہے کہ جن سے عزیزوں کا دل جلے۔ آپ کی نصیحت کا اس شخص پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے زرد توبہ لیا اور آپ سے خواہش ظاہر کی کہ آپ اس کی تعلیم دزبیت کا فریضہ انجام دیں۔ اللہ نے ہند سے اپنے کتبوں کی معافی مانگنے کے لائق بن سکے۔ آپ نے اس پر پھر پورا توجہ دی۔ اس کے بعد اس شخص نے آپ کی خانقاہ میں ہی عبادت و ریاضت میں وقت گزارنا شروع کر دیا۔ ردِ منہ مہر حج کے لیے گیا اور تیسری مرتبہ حج کر کے مدینہ شریف، حضورؐ کی زیارت کو گیا تو وہیں کاہنہ کر رہ گیا۔ (حیاتِ کلیم)

۲۷۶۔ حضرت کلیم اللہ کا طریقہ ملاقات

جو بھی آپ کا ایک مرتبہ مرید بن جاتا اور عزم و استقلال اور محبت لے کر ایک پیکر میں ڈھل جاتا۔

مصائب و تکالیف کا زمانہ ہوتا یا افلاس کے ماحولوں تک دستی کا، ان کا سببہ عزم سے بھرا ہوتا۔ دل میں رقت اور سوز و گداز کی فراوانی ہوتی اور صبر و پامروں سے ان مشکلات کا سامنا اور مقابلہ کرتے۔ شاہ کلیم، کاشف سوئی تے۔ آپ کا معمول ہوتا تھا کہ جو شخص بھی آپ کی خانقاہ میں داخل ہوتا آپ اسے اسی کے نام سے پکارتے ہوئے انتہائی محبت سے پیش آتے۔ بعض اوقات یوں ہوتا کہ کوئی انجان بندہ بھی آپ کی خانقاہ میں داخل ہوتا اور اس سے پہلے کہ وہ اپنا تعارف کر لے آپ اسے پہلے ہی اس کے نام سے پکار کر پتے پاس بلا لیتے اور وہ حیرت زدہ رہ جاتا۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ وہ آپ کا چرچا و شہرہ سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ آپ نے اسے نوادہ کو دیکھتے ہی اس کے نام سے پکارا اور اتنی محبت و چابوت سے پاس بلایا۔ گویا ایک لڑیل عمر سے کی رفاقت رہی ہو اس کے ساتھ۔ وہ شخص آپ کے منہ سے اپنا نام سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا حضرت! جہاں تک میرا خیال ہے بلکہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ میں آج پہلی مرتبہ آپ سے مل رہا ہوں پھر آپ کو میرا نام کیونکر معلوم ہوا؟ آپ نے مسکراتے ہوئے کہا، جس کا معلم اللہ ہو تمام عالموں کا عالم، اس سے کچھ بھی بعید نہیں۔ (حیاتِ کلیم)

۲۷۷. حضرت کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی کی کرامت

ایک مرتبہ آپ کا ایک ارادت مند دودھ کا پیالہ آپ کی خدمت میں لایا اور پیش کیا۔ آپ کی عادت تھی کہ کبھی لکیلے نہ کھایا تھا نہ پیا کرتے۔ چنانچہ جب اس ارادت مند نے وہ دودھ کا پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو اپنے اسے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ چلے حاضرین محفل سے شروع کرو۔ یہ اشارہ پا کر بیچارہ ارادت مند سخت حیران ہوا۔ اور سوچنے لگا بخل نے حضرت کو کیا ہو گیا ہے اچھی طرح جانتے ہیں کہ پیالے میں اتنا دودھ کہاں ہے جو یہ نام لگ پی سکیں۔ بلکہ ایک بُنڈ تک منہ میں لے جا سکیں۔ حاضرین محفل بھی آپ کے اس اشارے کو مذاق سمجھنے لگے۔ اور خیال کرنے لگے کہ آپ شاید ارادت مند سے یونہی مذاق کر رہے ہیں۔ بہر حال ارادت مند ہاتھ میں پیالے کھڑا ہی رہا۔ یہ دیکھ کر آپ نے اسے اشارہ کیا۔ اب کی مرتبہ آپ اس شخص کی حیرانگی کو دیکھ کر مخطوط بھی بہت ہوئے۔ وہ شخص آپ کا اشارہ پا کر پہلے شخص کے پاس لے کر گیا۔ اس نے جی بھر کر دودھ پیا۔ دوبارہ جو دیکھا تو پیالہ ویسے ہی متہ تک بھرا تھا۔ دوسرے کی باری

آئی پھر میسر اودھ پینے لگا مگر پیالہ خالی نہ ہوا۔ بالآخر تمام لوگوں کے بعد آپ نے خود بھی اس میں سے
دوہ پییا۔ (حیاتِ عظیم)

۲۷۸۔ حضرت شہباز قلندر کی کرامت

بلخ بخارا کے بادشاہ ایک مرتبہ حضرت لعل شہباز قلندر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ
اے شہنشاہِ ولایت! میرے پاس خدا کی دی ہوئی ہر نعمت موجود ہے۔ میری بادشاہت میں میرے حکم کے
بغیر کوئی کام ممکن نہیں ہوتا۔ نعمتِ خداوندی سے میں مالا مال ہوں لیکن ایک چیز ان میں خدمت سے
محسوس کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ میں اولاد سے محروم ہوں۔ آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ خداوندِ کیم
مجھ کو اس نعمت سے بھی نواز دے۔ حضرت لعل سائیں نے بادشاہ کے لیے دعا فرمائی اور ساتھ ہی یہ
بشارت بھی دی کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہیں ایک فرزند صالح دے گا لیکن اس میں ہمارا سا بھاجا ہوگا
بادشاہ نے عرض کی، حضرت! مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میری سلطنت کا
ولی عہد پیدا ہو جائے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد اللہ پاک نے بادشاہ پر مہربانی کر دی اور اس کو ایک
فرزند ارجمند عطا کیا۔

بادشاہ نے بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں نہرو جو اہر تول کہ حضرت لعل سائیں کی خدمت میں پیش
کیے مگر آپ نے ان تمام چیزوں کو رد کرتے ہوئے فرمایا، ہمیں دنیاوی دولت سے کیا سروکار۔ ہم
درویش لوگ ہیں، ان گھگھروں سے تو ہمارا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ہمارا تو تھکے بیٹے میں سا بھاجا
ہے ہم اس میں سے حصہ نہیں لیں گے۔ یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ بچے کو ہمارے سامنے لایا جائے۔ بادشاہ
نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے بچے کو اٹھایا اور اپنی گڈری میں پھپھپا کر بادشاہ سے کہا کہ
اب تم جو کچھ مرضی کرو اس میں آدھا حصہ میرا ہوگا۔ آپ نے اس بچے کا نام ادھم رکھا۔ یہ بڑا کاہی بڑا
ہو کر سلطان ادھم کے نام سے مشہور ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ حکومت کرنے کے بعد اس نے دنیا ترک کر دی اور
باقی ارضی عمر فقیری میں گزار دی۔ سلطان ادھم نے حضرت لعل سائیں کے حکم سے خیر پور کے پاس پہاڑی
پر قیام کیا اور یہاں ہی وفات پائی۔ آپ کا مزار خیر پور میں موجود ہے۔ سلطان ادھم میں سے حضرت
لعل سائیں نے اس کی درویشی کی شکل میں آدھا حصہ لیا۔ (تذکرہ شہباز قلندر)

۲۷۹۔ گمشدہ بیٹے کی تلاش میں مدد

حضرت شہباز قلندر کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ گزنا میں قیام فرماتے۔ ایک روز آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا بیٹا گم ہو گیا ہے آپ اس کی تلاش کر دیں۔ آپ نے وعدہ کیا کہ میں تمہارے بیٹے کی تلاش میں ضرور تمہاری مدد کروں گا۔ اس کے بعد آپ اس شخص کو لے کر ایک خانقاہ میں گئے۔ اس خانقاہ کے اندر سات بزرگ بیٹھے تھے اور عبادت اور ذکر الہی میں مشغول تھے آپ نے ان بزرگوں میں سے ایک کو بازو سے پکڑا اور اس کو اپنے ساتھ خانقاہ سے باہر لے گئے۔ لڑکے کا باپ بڑا حیران ہوا کہ خانقاہ سے جو بزرگ شخص باہر لائے گئے تھے دراصل وہی اس کا لڑکا تھا۔ آپ نے اس شخص کو بتایا کہ تمہارا لڑکا دراصل وہی ہے اور یہ گم نہیں ہوا تھا بلکہ یہ عبادت کی غرض سے آبادی سے دور آکر خلو کو یاد کرنے میں لگن تھا۔ اس شخص نے اپنے لڑکے کو آپ کے حوالے کر دیا۔ آپ نے اس کی تربیت کی اور وہ آپ کے تلمذ و فیض سے روحانیت میں نہایت اعلیٰ مقام حاصل کر گیا (تذکرہ شہباز قلندر)

۲۸۰۔ مریدوں کو نصیحت

ایک روز حضرت زکریا ملتانی مسجد میں تشریف لائے تو وہاں آپ کے مرید اور چند درویش و سنیو کرہے تھے اور آپ کو دیکھ کر سب کے سب لوگ دست و چہرہ کرکھڑے ہو گئے مگر ایک درویش بدستور وضو کرتا رہا اور جب دستوں سے فارغ ہوا تو تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس درویش کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، اصل درویش یہ ہے کہ جس نے خدا کے کام کو مقدم بنانا اور اس کے بعد مرشد کی طرف راغب ہوا۔ یہی دستور درویشی ہے کہ مالک کی طرف پہلے جھکنا، اس کی بندگی اور عبودیت پہلے کر۔ اس کے بعد اپنے شیخ کے لیے تعظیم بجالانے۔ وضو کر کے انسان خدا کی درگاہ میں جاتا ہے اور خدا کے گھر جاتے ہوئے راستے میں کوئی انسان مل جائے خواہ وہ کتنا ہی برگزیدہ ہیوں نہ ہو اس کی تعظیم سے زیادہ اپنی منزل کی طرف بنانا۔ قدم جھننا چاہیے۔ آپ ہمیشہ انکساری کی تعلیم فرماتے تھے اور شخصیت پرستی سے زیادہ خدا پرستی کو معتبر و مقدم جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انکساری نے آپ کو

اوج کمال تک پہنچا دیا تھا۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان)

۲۸۱۔ ایک عالم دین کا واقعہ

ایک مرتبہ ایک بہت بڑا عالم و فاضل اور دانشور بنجارا سے دہلی آیا۔ اس کی ملتان شہرت ہندوستان بھر میں پھیل گئی۔ لوگ اس کو بڑا نکتہ ور سمجھنے لگے۔ ہندوستان میں پھرتا پھرتا وہ ملتان بھی آیا مگر اس نے جناب زکریا ملتانی سے ملاقات کرنا کسرِ شان سمجھا۔ کافی عرصہ ملتان میں قیام کرنے کے بعد جب وہ وہاں سے واپس جانے لگا تو اس کے حواریوں اور ساتھیوں نے اس کو کہا کہ آپ ایک مرتبہ جناب زکریا ملتانی سے تو مل لیں۔ اس نے بڑی رد و کد کی اور جناب زکریا ملتانی سے ملاقات کرنے میں تامل ہوتا مگر اپنے ساتھیوں کے اسرار پر اس کو جناب زکریا کی خدمت میں ناچد حاضر ہونا پڑا۔

اس عالم نے لمبے لمبے بال رکھے ہوئے تھے جن کی ایک لمبی سی لٹ اس کے شانوں پر جمول رہی تھی اور سر پر بڑا سا عمامہ باندھ رکھا تھا جس کا شہ نیچے ٹک رہا تھا۔ جب وہ آپ کی خانقاہ پر پہنچا تو جناب زکریا ملتانی نے اس کو مسکراتے ہوئے مخاطب کیا کہ کندھوں پر دو سانپ لٹکا کر آہے ہو۔ یہ بات کرنے کی ریر تھی کہ اس عالم نے دیکھا کہ اس کے کندھوں پر واقعی دو اصلی سانپ لٹکے ہوئے تھے۔ وہ اس قدر دہشت زدہ ہوا کہ اس کی ساری رعونت، شہنی اور ڈینگ بازی رفقہ کر ہوئی اور دستار و جبہ ایک طرت پھینک کر آپ کے قدموں میں گر گیا۔ آپ نے اس کو اٹھایا اور فرمایا بس اتنی سی بات سے گھبرا گئے تو یہ تمہارا غرور، نخوت اور برتری تھی جو تمہیں اللہ نے سانپوں کی شکل میں دکھائی۔ اسی غرور کو ساتھ لیے پھر رہے ہو اور جب وہ اصلی شکل میں نظر آئے ہیں، تو خوفزدہ ہو گئے ہو۔ یہ سن کر وہ عالم بہت شرمندہ ہوا اور آپ کے قدموں میں گر کر معافی کا خواستگار ہوا۔ آپ سے بیعت ہو کر اس نے جبہ و دستار پرے پھینکے اور سر بھی منڈوا لیا اور آپ کے ساتھ ایک عرصہ تک حجرے میں بند ہو کر عبادت و ریاضت میں غرق رہا۔ وہ ہر ایک سے یہی کہتا تھا کہ اس نے کسی مدرسہ و مکتب سے علم حاصل نہیں کیا بلکہ اس نے سب کچھ جناب زکریا ملتانی کی خانقاہ سے حاصل کیا ہے۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان)

۲۸۲۔ حضرت شاہ رکن عالم کی حضرت نظام الدین سے دوستی

علامہ الدین غلجی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ہندوستان کے تخت و تاج کا نامد، بنا اور قطب الدین غلجی کے نام سے مشہور ہوا۔ قطب الدین غلجی کے تخت نشین ہوتے ہی درباری خوشامدیوں نے اسے یوں گھیرے میں لے لیا کہ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے ماری ہو گیا۔ جو درباریوں نے کان میں ڈالا آنکھ بند کر کے اس کی حقیقت پہ ایمان لے آیا۔ شاہی درباریوں نے دلی میں خواجہ نظام الدین کی شہت و دبیرہ دیکھا تو آگ پر لٹنے لگے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ ہم شاہی دربار سے وابستہ ہیں لہذا عوام ہماری زیادہ عزت کریں گے اور اپنی مشکلات و معائب ہمارے آگے آکر بیان کریں گے۔ تاکہ ہم اس شہنشاہ ہند تک پہنچا سکیں یا اپنے اختیارات سے کام لے کر انھیں دور کریں لیکن یہ لوگ تو بھولے سے بھی ہمارے پاس نہیں آتے اور خواجہ صاحب کے گرد گھیراٹالے بیٹھے رہتے ہیں، تو انھوں نے بادشاہ کو خواجہ کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ قطب الدین بھی اب خواجہ سے عتاب رکھنے لگا۔ اور ان کا وجود اپنی اور اپنی سلطنت کی سالمیت کے لیے حد درجہ خطرناک سمجھنے لگا۔ چاہتا تھا کہ کسی طرح خواجہ نظام الدین کو زک پہنچا کر دلی سے نکلوانے لیکن پھر ان کی درویشی و عظمت کے آگے بے بس ہو جاتا اور سوچتا کہ کہیں یہ میرے حق میں ایسی بددعا نہ کریں کہ مجھی کو دلی کی مسند چھوڑنی پڑ جائے۔ چالاک اور مفسد درباریوں نے جب بادشاہ کو اس کشمکش میں دیکھا تو اسے کہنے لگے کہ اگر آپ ملتان سے شاہ رکن عالم کو دلی بلا لیں تو وہی مقاصد حاصل کر سکتے ہیں جو آپ کے ذہن میں ہیں۔ بادشاہ نے سوالیہ انداز میں درباریوں کی طرف دیکھ کر پوچھا وہ کیسے؟ ان مفسد درباریوں نے عیاری سے کہا۔ شاہ رکن عالم اور خواجہ نظام الدین اولیاء کی آپس میں بہت کم بنتی ہے۔ اس طرح جب ایک شہر میں دونوں یکجا ہو جائیں گے تو دونوں میں رنجش بڑھے گی۔ اور پھر ہم اسی رنجش سے بھرپور فائدہ اٹھالیں گے۔ بادشاہ کو یہ تجویز بڑی بھائی۔ اس نے فوراً شاہ رکن عالم کی طرف ایک دعوت نامہ بھیجا اور دلی آنے کے لیے پُر زور امر کیا۔ شیخ رکن عالم کو اچھی طرح علم تھا کہ اس دعوت نامے کے پس پردہ کیا عوامل ہیں۔ وہ بادشاہ کی عیاری خوب سمجھتے تھے لیکن انھوں نے دلی جانا بھی ضروری خیال کیا۔ چنانچہ اپنے عقیدت مندوں اور راہتمندوں کو ساتھ لیا اور دلی کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ اور خواجہ نظام الدین اولیاء کو بھی معلوم ہو چکا تھا کہ بادشاہ اور اس کے خوشامد پسند کھلاڑی

کیا کہیں کہیں رہے ہیں تو انہوں نے اس کے توڑ کا حل یہی نکالا کہ پہلے خود شاہ رکن عالم کے استقبال کے لیے جائیں۔ اس لیے انہیں جیسے ہی اطلاع ملی کہ شاہ رکن عالم ملتان کے نزدیک پہنچ چکے ہیں تو آپ بھی اپنے ارادتمندوں، عقیدتمندوں اور مریدوں کے ساتھ دہلی شہر سے نکل کر فداآگے جا کر رکن عالم کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور جیسے ہی شاہ رکن عالم دہلی کے نزدیک پہنچے تو آپ کا انہوں نے پرجوش خیر مقدم کیا۔ رات بھر دونوں بزرگ ایک خیمے میں بیٹھے شرعی مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو نظام الدین اولیاء نے شاہ رکن عالم سے الوداعی معافیہ کیا اور پھر اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ دہلی واپس کوچ کر گئے۔ شاہ رکن عالم نے بھی نظام الدین اولیاء کے ہاتے ہی دہلی شہر کی طرف کوچ کا حکم صادر کیا۔ بادشاہ شہر کی فصیل کے پاس شاہی افراد کے ساتھ کھڑے آپ کے استقبال کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ جیسے ہی اسے شاہ رکن عالم کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔ اوہ آپ کے گھوڑے کی لگام تھام کر کچھ فاصلہ آگے بڑھنے کے بعد آپ کو گھوڑے سے اتار کر ایک دوسری آرام دہ سواری پر بٹھایا گیا۔ پھر یہ قافلہ شاہی محل کی طرف روانہ ہوا۔ شاہی محل کے پھاٹک پر پہنچ کر بادشاہ نے جو پیچھے نظر دوڑائی تو اسے انسانوں کے سروں کا اثر دہام نظر آیا جو شاہ رکن عالم کے استقبال کی خاطر ان کے پیچھے چلا آیا تھا۔ بادشاہ نے یہ موقع مناسب گردانا اور شیخ رکن عالم کو وہیں ٹھہرا کر آپ سے عوام کے سامنے مخاطب ہوا۔

”حضرت آپ کا دہلی شہر میں سب سے پہلے کس نے استقبال کیا؟“

شیخ رکن عالم ملتان ہی دہلی کے تاجدار کی بات خوب سمجھ رہے تھے۔ لہذا انہوں نے بندوباز سے

جمع کی طرف دیکھ کر کہا ”لوگو! تمہارے اس شہر میں مجھ ملتان کی درویش کا سب سے پہلے سواکت اس نے لیا تو تمہارے شہر کا سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار انسان ہے اور جو خدا کا محبوب بندہ ہے“ بادشاہ جو اپنی دانست میں آپ کا استقبال کرنے والوں میں سب سے آگے تھا، یہ سن کر خوشی سے پھولانہ سمارتا تھا۔ اس نے پھر بھی مزید تصدیق کے لیے آپ سے کہا ”حضرت! وہ خوش نصیب کون تھا اس کے نام سے بھی تو مطلع فرمائیں تاکہ دہلی کے لوگ جان لیں کہ ان کے شہر کا سب سے پرہیزگار اور عبادت گزار انسان کون ہے؟“

یہ سن کر شیخ رکن عالم نے مجمع کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہا ”لوگو! تمہارے شہر میں داخل ہونے سے پہلے میرا جس شخص نے سب سے پہلے استقبال کیا وہ محبوب الہی خواجہ نظام الدین بدایونی

تھے اور تم لوگ بھی طرح جان لو کہ وہ دلی کے سب سے اچھے بندے اور کے نزدیک محبوب ترین بفر ہیں۔ دلی میں اگرچہ شاہ رکن عالم جب بھی تشریف لاتے تو شاہی دربار کے مہمان کی حیثیت رکھتے اور انھیں محل میں ہی قیام کے لیے مجبور کیا جاتا لیکن آپ اپنا زیادہ وقت نظام الدین اولیاء کی صحبت میں گزارنا پسند فرماتے۔ اکثر گھنٹوں دونوں بزرگ سر جھٹے سیر حاصل گفتگو میں محو پڑتے جلتے اور لوگ دونوں بزرگان دین کی یہ مثالی سنگت اور دوستی رشک سے دیکھتے جو ایک دوسرے کے عہدے سے بے نیاز آپس میں دو دوستوں کی طرح باتیں کرتے رہتے۔ اکثر یوں بھی ہوتا کہ نظام الدین اولیاء اور شیخ رکن عالم دلی کی کسی مسجد میں نماز کے لیے جلتے اور جب نظام الدین نماز ختم کر پاتے تو اس جگہ آن کھڑے ہوتے جہاں شاہ رکن عالم عبادت الہی میں مشغول ہوتے۔ انھیں عبادت میں مشغول دیکھ کر خواجہ نظام الدین چپ چاپ خاموشی سے ان کے پیچھے بیٹھ جاتے اور ان کی نماز ختم کرنے میں وہیں بیٹھے رہتے جیسے ہی شاہ رکن عالم سلام پھیرتے وہ آپ کو دیکھ کر متبسم ہوتے اور آپ سے مصافحہ کر کے آپ کو ساتھ اٹھا کر اسی جگہ لے جاتے جہاں سے نظام الدین اٹھ کر آپ کے پاس تشریف لائے ہوتے تھے اور پھر مسجد کی اس جگہ بیٹھ کر شرعی باتیں کرنے لگتے۔ دونوں درویشوں کی پاکیاں مسجد کے باہر کھڑی ہوتی تھیں اور جب انھوں نے واپس جانا ہوتا تو پاکلیوں کے پاس پہنچ کر آپس میں اسرار کرنے لگتے کہ چپے وہ پاکلی میں سوار ہوں۔ اور اکثر یوں ہوتا کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کا اصرار غالب رہتا۔ اور مجبوراً پہلے شاہ رکن عالم ملتان کی کو پاکلی میں سوار ہونا پڑتا۔ ان دونوں بزرگان دین کی آپس میں یہ چاہت قابل رشک تھی اور آج کل کے علماء کے لیے قابل تقلید بھی۔

سندھ کا ایک عابد بھی آپ کی خانقاہ میں دین حق کی تعلیم کے لیے ٹھہرا ہوا تھا اور آپ سے فیض یا ہورہا تھا۔ وہ دن رات آپ کی خانقاہ میں عبادت اور ریاضت میں وقت گزارتا۔ خانقاہ کا لنگر عظیم الشان تھا اور وہاں کسی قسم کی چیز کی کوئی کمی نہ تھی لہذا خانقاہ میں ٹھہرے ہوئے درویش ہر قسم کے فکر سے آزاد پوری تندی سے خدا کی عبادت میں مشغول رہتے۔

۲۸۳۔ حضرت شاہ رکن عالم کی کرامت

ملتان میں ایک ہندو عورت رہا کرتی تھی، بیوہ تھی اور سوائے ایک اکلوتے بیٹے کے اس کا اور

میں کوئی سہارا نہ تھا مگر وہ نصیبوں علی اس بیٹے کی وفات سے بھی محروم تھی۔ دنیا جہان کی محنت مشقت اٹھا کر اس نے بیٹے کی پرورش کی اور وہ بیٹا جس کے لیے اس نے سب کچھ کیا ایک دن تجارت کی غرض سے خراسان کے سفر پر ایسا روانہ ہوا کہ دوبارہ ملتان کی راہ ہی بھول گیا، نہ تو خود آیا اور نہ ہی کوئی خیریت کا پتہ ماں کو بچھا۔ وہ بیچاری ممتا کی ماری اس کی یاد میں رات بھر روتی رہتی اور دن بھر لوگوں کی منتیں کرتی کہ کسی طرح وہ اس کے بیٹے کو واپس لادیں۔ لوگ بھی رحم کے جذبے سے اسے دیکھتے اور بے بسی کا اظہار کر کے اپنی راہ لیتے۔ آخر جب کچھ ہمدردوں نے دیکھا کہ یہ تو ممتا کی ماری اب پاگل ہونے کو آئی ہے تو کسی نے اسے مشورہ دیا کہ دیکھ تو ملتان کے مسلمان درویش کے پاس جا۔ ان پر ایشور کی بڑی لڑپہ ہے اور وہ تجھے تیرے بیٹے سے ملوا سکتے ہیں۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس عورت نے جب یہ سنا کہ ایک ایسا درویش ہے جہاں سے وہ کامیاب لوٹ سکتی ہے تو اس نے فوراً شاہ رکن عالم کی خانقاہ کی طرف دوڑ گئی اور سیدھی آپ کے حجرے میں پہنچ کر فریاد کرنے لگی کہ شریمان جی مجھ ابھانگ پھریا کریں۔ میرا کلوتا بیٹا بڑے سسے سے مجھ سے الگ ہے بخانے کو صبر ہو گا۔ جذبات کی شدت سے وہ عورت روتی بھی جاتی تھی اور زبان سے فریاد بھی کرتی جاتی۔ آپ نے رحمدلی سے اسے دیکھتے ہوئے چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کر کے مراقبے میں چلے گئے۔ پھر کچھ دیر بعد آنکھیں کھولتے ہوئے اس بندو عورت سے بولے، گھر باؤ تمہارا بیٹا اللہ کی رضا سے گھر پہنچ چکا ہو گا۔

یہ سن کر عورت خوشی سے پاگل ہوتے ہوئے گھر کو دوڑی۔ ابھی وہ گھر کی درہیز سے فریاد دہی تھی کہ اس نے دیکھا کہ اس کا بیٹا ہاتھ میں ہانڈی میں ڈالنے والا بڑا سا چمچ اٹھائے دوڑتا آ رہا ہے۔ عورت نے جب طویل عرصہ کے بعد بیٹے کو دیکھا تو روڑ کر اسے گلے سے لگا لیا اور رو کر اپنا بڑا حال کہ لیا۔ وہ نوجوان حیرت سے کبھی ماں کو دیکھتا کبھی اپنے آبائی شہر کی گلی کو ملتا اور پھر ہاتھ میں پکڑے اس چمچ پہ نظر ڈالتا پھر وہ ماں کو لے کر اپنے گھر میں داخل ہوا اور حیرت سے ماں کو بتانے لگا کہ ماں! یہ تو بڑا ہی فزادہ واقعہ ہو گیا۔ میں تو وہاں خراسان میں بیٹھا ہانڈی میں چمچ ہلا رہا تھا کہ ایک بلی کہیں سے نمودار ہوئی اور وہ تھالی میں رکھے گوشت کو اٹھا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ مجھے اس پر بہت غصہ آیا۔ چنانچہ میں نے ہاتھ میں پکڑے چمچ کے ساتھ ہی اس کے پیچھے دوڑ لگا دی لیکن گھر سے نکل کر اب جو دیکھتا ہوں تو اپنے شہر کی گلی میں نمودار ہو جاتا ہوں۔ ماں! کیا یہ عجیب بات نہیں آخرا ایسا کیسے ہو گیا؟

اس کی ماں جو فرط مسرت سے بیٹے کو دکھتی جا رہی تھی پوری بات سنتے کے بعد اس نے بیٹے کو شاہ رکن عالم کے بارے میں بتایا۔ چنانچہ اگلی صبح اس کا بیٹا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ دیکھ یہ تیری ماں ہی ہے جس نے آج تجھے پال پوس کرانا تو جوان اور باہمت بنا دیا ہے کہ تو گھر سے نکل کر خراسان جیسے دور دراز علاقے میں جا کر تجارت کر سکے۔ پھر بھی تو ماں کو بھول گیا۔ یاد رکھ جس دن تو اپنی ماں کو بھولا اس دن تیرا پر بھوتے بھول جائے گا۔

۲۸۴۔ روحانی غذا کے چہرے پر اثرات

ایک مرتبہ ایک درویش کہیں سے شاہ رکن عالم کی شہرت و عظمت سن کر انہیں ملنے ملتان آیا اور آپ کی خانقاہ میں آکر رہنے لگا۔ ایک دن جب اس کی ملاقات آپ سے ہوئی تو اس نے جب آپ کا ظاہری حسن و جمال اور باطنی کمال دیکھا تو انگشت بندن ہو کر رہ گیا۔ نادان یہ سمجھ بیٹھا کہ اس میں ضرور شاہ رکن عالم کی غذا کی تاثیر ہوگی جو ان کے چہرے سے یوں نور نیک رہا ہے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب خواہ کچھ ہو جائے وہ تو ہرگز خانقاہ کی خوراک استعمال نہ کرے گا۔ اور خانقاہ کا انتظام چلانے والوں سے منکر لگا کر اسے بھی وہی کھانا دیا جائے جو وہ لوگ شاہ رکن عالم کے لیے تیار کرتے ہیں۔ وہ اس خوش فہمی میں مکمل مبتلا ہو چکا تھا کہ شاہ رکن عالم کے چہرے سے جو روشنی پھوٹتی ہے اس کا راز صرف اس اعلیٰ غذا میں پوشیدہ ہے جو ان کے لیے خاص طور پر تیار کی جاتی ہوگی۔ چنانچہ اگلے دن جب اسے کھانا دیا گیا تو اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے بھی وہی کھانا کھلاؤ جو تم لوگ قطب الاقطاب کو کھلاتے ہو۔ خانقاہ کا منگر چلانے والوں نے ہر طرح کی منت سماجت کر کے دیکھ لی لیکن وہ درویش بھی ایک ہٹ دھرم تھا اس نے کسی کی بات تک نہ سنی اور صرف یہی مطالبہ کرتا رہا کہ کھانا کھلاتا ہے تو مجھے وہی کھانا کھلاؤ جو تم لوگ شاہ رکن عالم کو کھلاتے ہو۔

لوگوں نے تنگ آکر اس بات کی آپ کو اطلاع کی۔ آپ نے اسی وقت اپنے دسترخوان سے کھانا اس کے لیے بھجوادیا اور وہ جو خانقاہ کے منگر میں یکے دنیا کے لذیذ ترین کھانوں کو ٹھکرا کر اس بیش قیمت خوراک کی خواہش میں بیٹھا تھا تو اس کے خیال میں شاہ رکن عالم کھاتے ہوں گے۔ اس نے جب اپنے آگے جو کی روٹی اور بے نمک اہلی ہوئی سنری ریحی نو حیرت سے چلا کر بولا کہ یہ تم لوگ مجھے کیا کھانے

کے لیے اٹھالائے ہو۔ لوگوں نے مسکرا کر کہا، بابا! تم نے خود ہی تو خواہش ظاہر کی تھی کہ تم وہ غذا کھانا چاہتے ہو جو شاہ رکن عالم کھاتے ہیں۔ اب وہی غذا تمہارے سامنے سر و کر دی گئی ہے تو تم کہتے ہو کہ ہم یہ کیا اٹھا لائے ہیں؟ وہ درویش یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور شرمندگی کے مارے منہ چھپا کر بیٹھ گیا اور خود کو ملامت کرنے لگا۔ اس نے شاہ رکن عالم کے بارے میں کیسی بے سرو پابا بات سوچی تھی۔ ادھر جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے حجرے میں چلے گئے تو آپ نے اس درویش کو اپنے پاس بلوایا۔ و نہایت سے سر جھکائے آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ بابا! ہماری یہ خوبیوں سنی اور مرغن کھانے سے نہیں بلکہ ریاضت اور عبادت سے حاصل روحانی غذا سے ہے۔ پھر آپ نے اس درویش کو اپنے پاس بلوایا اور اس سے لگایا اور اس درویش نے بغل گیر ہوتے ہی محسوس کیا کہ جیسے اس پر سرفان کے در کھل گئے ہیں۔ فوراً آپ کے قدموں میں گر کر رونے لگا۔ آپ نے اسے اٹھایا اور ریاضت انجام دے کرنے کی تلقین کی اور دینی تعلیم کی اہم باتیں بتائیں۔ وعظ و نصیحت کرنے کے بعد آپ نے اسے رخصت کیا۔

۲۸۵۔ حضرت شاہ رکن عالم کا روحانی مقام

حضرت بہاء الدین زکریا کے دربار میں ایک دفعہ ایک عورت اپنے قریب المرگ گوشہ جگر کو لیے حاضر ہوئی اور حضرت شیخ سے طالب دعا ہوئی۔ حضرت کے دادا نے فرمایا کہ جو منظور خدا ہو گا وہی ہو گا۔ چنانچہ پچھ مر گیا اور وہ عورت مایوس و نامراد اپنے گھر کو جانے لگی۔ اتفاق سے گھر کے باہر حضرت رکن الدین بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جب اس عورت کی یہ حالت دیکھی تو کھیل چھوڑ کر اس کے پاس پہنچے اور دریافت کیا کہ وہ اس طرح کیوں رو رہی ہے۔ عورت نے کہا کہ تمہارے دادا جان کے دربار میں گئی تھی کہ میرے اس مرتے ہوئے بچے کو دوبارہ زندگی حاصل ہو جائے مگر افسوس کہ ناکام لوٹنا پڑا۔ حضرت نے فرمایا، مگر دیکھو تو سہی، مجھے تو بچہ زندہ لگتا ہے۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ جب عورت نے بچہ کے منہ سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو سچ سچ بچہ مسکایا تھا۔ وہ عورت خوشی خوشی گھر چلی گئی۔ جب حضرت کے دادا نے یہ واقعہ سنا تو حضرت کو منع فرمایا کہ بیٹا اہل طریقت کے نزدیک ایسی دلیری پسندیدہ نہیں۔

حضرت کو خداوند پاک سے وہ بزرگی اور عظمت فطری طور پر حاصل ہوئی تھی کہ دس سال کی ہی مختصر عمر میں اس قدر جوش اور جفاکشی ظہور میں آئی کہ کشفِ قلوب، کشفِ قبور، اٹھ

سانی، طے ارض کے رموز و نکات حضرت پر بخوبی ظاہر ہو گئے بارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ علم فقہ اور تفسیر و حدیث پر اس قدر عبور حاصل ہوا کہ عام عقل و ہوش کے انسان کو میسر نہیں آ سکتا۔ حضرت کی طبیعت میں علم، انکسار کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ خلق خدا کو حضرت کی ذات بابرکات سے ہمیشہ فیض بے پایاں پہنچتا تھا۔ کوئی حاجت مند خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا تو نامراد واپس نہ جاتا اس کا مطلب حل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ فرط حاجت روائی کے باعث مخلوق نے آپ کو حضرت قبلہ حاجات مشہورہ کر دیا تھا حضرت کی وضع اور روش حضرت شیخ ابوسعید البوالخیر کی وضع اور روش سے ملتی جلتی تھی۔ حضرت کی مجلس میں حاضرین کے دل میں جو بات ہوتی تھی وہ سب حضرت پر روشن ہو جاتی تھی۔ سبحان اللہ! اس سے زیادہ اور کیا بزرگی ہوگی کہ حضرت کے مریدوں میں حضرت سید جلال بخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت جیسے جلیل القدر بزرگ بھی شامل ہیں۔

حضرت جب پہلی بار دہلی تشریف لائے تو عقیدت مند جو حق درجوق حضرت کی خدمت میں آئے اور عوام و خواص کے علاوہ سلطان علاء الدین جیسا متکبر شخص بھی حضرت کے استقبال کو گیا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنے ہمراہ دہلی لایا۔ خیر مقدم کے روز دو لاکھ تنگہ زر نقد شکرانہ میں حضرت کی خدمت میں روانہ کیے اور پانچ لاکھ تنگہ رخصت کے وقت نذر کیے۔ حضرت ایسی رقم کو اسی وقت دست بدست جس طرح چاہتے فقرا میں تقسیم فرماتے۔ دوسرے دن کے لیے اس میں کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھتے۔ حضرت کو شیخ نظام الدین اویام سے بید محبت تھی۔ ۱۳۱۶ھ کا ذکر ہے کہ سلطان مبارک شاہ خلجی حضرت محبوب الہی، نظام الدین اولیاء سے ناراض ہو گیا اور ان کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کے لیے حضرت کو بلوا بھیجا۔ جب حضرت دہلی کے قریب پہنچے تو خود بادشاہ چند میل آگے چل کر حضرت کے قدموں پر ہوا۔ اس سے پہلے حضرت محبوب الہی حضرت سے مل چکے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا، حدود دہلی میں داخل ہونے پر کونسا آدمی پہلے آپ کی ملاقات کو حاضر ہوا۔ حضرت نے جواب دیا ”جو اس وقت زمانہ میں اپنی نظر نہیں رکھتا“۔ بادشاہ اس جواب سے بہت خوش ہوا اور حضرت محبوب الہی سے اس کی ناراضگی دور ہو گئی۔ حضرت کو محبوب الہی سے اس قدر محبت تھی کہ بارہا یہ فرمایا کہ میں ملتان سے دہلی کا سفر محض سلطان نظام الدین اولیاء کی ملاقات و محبت کے شوق کی وجہ سے اختیار کرتا ہوں۔

دہلی کی خاک پر انواریوں تو ہمیشہ علم و ایمان کا مرکز رہی ہے اور نہ صرف مملکتی امور کے لیے اس

مرزین کو پایہ تخت تسلیم کیا گیا بلکہ مذہبی امور کے لیے بھی اس مرکز کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔ یہی وہ خطہ ہے، جہاں اسلام کے جری فرزندوں نے ایمان کی شمعیں روشن کیں جن کی حرارت و نور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں دوڑ گئی۔ علمائے دین و فضلاء اسلام کے اس دیرینہ مرکز میں حضرت نے بھی قدم رنجہ فرمایا۔ اور مشتاقانِ دین کو اپنی تبلیغ سے گرمی عمل کے لیے ابھارا اور اسلام کے وہ جامع فلسفے اور نکات سمجھائے کہ جذبہ ایمان میں اور زیادہ پختگی پیدا ہوئی۔ حضرت کا یہ وصف تو بزرگانِ دہلی بھی تسلیم فرماتے تھے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل، جہاں عقل انسانی مات اور شکست کھا جاتی تھی، کمال بے ساختگی کے ساتھ حل فرمادیتے تھے۔

۲۸۶۔ بچپن کا روزہ

صاحب سیر السالکین سے روایت ہے کہ ۲۹ شعبان کو آسمان ابراؤد تھا۔ مسلمانانِ شہر حضرت بابا صاحب کے والد ماجد قاضی سلمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آج ۲۹ شعبان ہے اگر حکم ہو تو کل روزہ رکھیں۔ آپ نے فرمایا کہ پانچ میں شک ہے اور ایسی صورت میں روزہ رکھنا ٹھیک نہیں۔ لوگ ایک اور بزرگ کی خدمت میں گئے اور یہ مسئلہ ان سے بھی پوچھا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ آج رات قاضی صاحب کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے وہ قطب ہوگا۔ اگر کل اس نے دودھ نہ پیا تو کل تم بھی روزہ رکھو۔ اگر اس نے دودھ پی لیا تو پھر کل روزہ نہ ہوگا۔ الفرض اسی شب کو حضرت تولد ہوئے اور صبح دودھ نہیں پیا روزہ رکھا۔ تمام شہر نے حضرت کی متابعت میں روزہ رکھا۔ جب افطار کا وقت آیا، حضرت نے دودھ سے افطار کیا۔ اسی طرح رمضان بھر حضرت نے تمام روزے رکھے۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بسبب صنعت و نقاہت حضرت زمین پر گر پڑے۔ قدے مٹی منہ کے پاس پہنچی تو شکر ہو گیا، اس لذر سے حضرت گنج شکر ہوئے۔

۲۸۷۔ عقیدتِ مرشد

حضرت امیر خسرو دہلوی جب پیدا ہوئے تو حضرت کے والد حضرت کو ایک مجذوب کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت کو دیکھتے ہی مجذوب نے فرمایا کہ یہ لڑکا لوطی ہند اور ملک الشعراء یگانہ روزگار ہوگا۔ جب

حضرت خسرو ندریس کے ہوئے تو سلطان المشائخ سے بیعت کی۔ ایک روز ایک فقیر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دستِ سوال دراز کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آج جو کچھ آئے گا تجھ کو دوں گا۔ اس روز کچھ نہ آیا۔ پھر فرمایا کہ کل جو کچھ آئے گا تجھ کو دوں گا۔ کل بھی کچھ نہ آیا۔ حضرت نے اپنے جوتے اس درویش کو دیے اور رخصت کیا۔ فقیر جوتے لے کر چلا۔ اتفاقاً حضرت خسرو راستے میں فقیر سے ملے۔ حضرت خسرو نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا دہلی سے۔ حضرت نے پوچھا سلطان المشائخ کا کیا حال ہے؟ درویش نے کہا غیریت سے ہیں۔ حضرت نے کہا تیرے پاس سے بوئے شیخ آتی ہے۔ شاید ان کی کوئی چیز تیرے پاس ہے۔ درویش نے کہا کہ کفّش خواجہ میرے پاس ہیں۔ سلطان المشائخ نے مجھے عطیے کیے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا اس کو تم فروخت کرنا چاہتے ہو؟ فقیر نے کہا ہاں! حضرت نے پانچ لاکھ روپے اس درویش کو دیکر کفّش خواجہ اس سے حاصل کر لیے اور ان کو سر پر رکھے ہوئے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ خسرو! یہ کفّش تو نے سستی خریدی ہیں۔ آپ نے عرض کیا کہ یا حضرت اس درویش نے اسی پر اکتفا کیا۔ اگر وہ تمام جان و مال اس کفّش کے بدلے طلب کرتا تو میں سب کچھ دے کر لے لیتا۔

۲۸۸۔ رزقِ حلال کھانے کی تلقین

شاہ جہان بادشاہ کسی ہم پر ہزارہ کے دورے پر آیا ہوا تھا یہاں حاسدین نے امام بڑی سرکار کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو بادشاہ کے لیے خطرہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ بادشاہ بھی لوگوں کی باتوں میں آگیا اور اس نے ایک فوج تیار کی جو حضرت امام بڑی کی خانقاہ پر جا کر ان کو اور ان کے معتقدین کو گرفتار کرنے پر متعین کی گئی۔ اس کام کے لیے بادشاہ نے شہزادہ اوزنگ زیب کی ڈیوٹی لگائی۔ اوزنگ زیب آپ کی درس گاہ پر فوج لے کر پہنچ گیا مگر آپ نے اس کی آمد کی بالکل پروا نہ کی۔ اور نہ ہی فوج سے گھبرائے بلکہ قرآن مجید کی درس و تدریس میں مشغول رہے۔ شہزادہ بڑا متاثر ہوا کہ یہ واقعی کوئی درویش انسان ہے جس نے نہ صرف میری آمد کی پروا نہ کی بلکہ فوج سے بھی مرعوب نہیں ہوا۔ آپ نے شہزادے کی دل کی کیفیت کو فوراً بھانپ لیا۔ قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ تھا: "بیشک اللہ کے ولی کسی خوف اور حزن و ملال سے نہیں ڈرتے" اس آیت کے بیان کے بعد آپ دوبارہ درس تدریس

میں مشغول ہوئے۔ ہزاروں گھنٹوں کو بھرا دیا۔ اب شہزادے نے جس قرآن مجید کی ایک بیت تلاوت کی تھی
میں استاد درسوں کی اطاعت کے علاوہ حاکم وقت کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ آپ نے جواباً فرمایا
میں استاد درسوں کی اطاعت میں غرق ہوں۔ بیرون پر واکس طرح کروں۔ پھر آپ نے درس دیتے ہوئے
فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے تمام تعزیریں ہیں جو لائق حمد و ثنا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر و قابض ہے۔ اس کا
نور چہار سو ہے اس کا کوئی شریک و شافی نہیں۔ ہر برائی اور عیب سے مبرا اور پاک ہے۔

اس کے بعد شہزادے نے آپ سے دعا کروائی۔ آپ نے اس کے حق میں تفصیلی دعا کی۔ اس کو دعا
کی اہمیت کے متعلق بتایا۔ اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بیان کیے کہ اللہ تعالیٰ کو دعا
سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں۔ جو اللہ سے دعا نہیں مانگتا اللہ اس پر غضبناک ہوتا ہے۔ دعا مومن کا
ہتھیار ہے اور دعا قبولیت کا یقین رکھ کر مانگنی چاہیے۔ شہزادے نے دعا کے قبول نہ ہونے کے بارے میں
بھی آپ سے بات کی۔ اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ اہل سماں دعا کی قبولیت کے لیے سب سے
بڑی چیز ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ میرے لیے
دعا فرمائیجئے میری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اہل سماں کا بندوبست کرو کیونکہ
دعا کی استجابات رزقِ حلال سے ہوتی ہے۔ بقدر حرام سے چالیس روز تک دعا قبول نہیں ہوتی۔ دوسری
بات استفسار کی ہے۔ انسان عیوب کا اعتراف اور لغزوریوں کا اقرار کر کے استفسار کرے اور آئندہ کے
لیے محتاط روی سے کام لے تو بھی دعا قبول ہو جاتی ہے اور اگر انسان اپنی مذموم حرکات پر بھی قائم رہے
اور دعا بھی کرتا ہے تو پھر دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ وقت ضائع ہو سکتا ہے۔

پھر آپ نے اس کے بعد شہزادے اور رنگ زیب کو خوشخبری دی کہ تم ہندوستان کے بادشاہ بنو گے
مگر یاد رکھو کہ جب تک تم رزقِ حلال نہیں کھاؤ گے اپنی اولاد کو پاک اور اچھی روزی نہیں کھلاؤ گے تمہاری
دعا بر گز قبول نہیں ہوگی۔ اور رنگ زیب پر آپ کی خیمانہ باتوں کا بہت اثر ہوا۔ اس نے بادشاہت سے
پہلے اور بادشاہت کے بعد ہمیشہ قرآن کریم کی کتابت کر کے روزی کمائی اور رزقِ حلال کھایا۔ آپ نے
اور رنگ زیب کو یہ بھی تلقین کی کہ رعایا کے ساتھ انتہائی محبت اور شفقت کا سلوک کرنا بادشاہ کو رزقِ تقویٰ
پہنچاتا ہے اور ایسے بادشاہ سے ہی حکومت کو دوام ملتا ہے جو اپنی رعایا میں مقبول ہو۔ (تذکرہ

اوہیلے پاکستان ص ۲۰۲)

۲۸۹. اللہ کے ولی کا امتحان اچھا نہیں

روایت ہے کہ ایک روز شاہ عبداللطیف چورپور کے جنگل میں ایک خشک اور کہنہ سال شیشم کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ ہندو یا تریوں کا ایک قافلہ وہاں پہنچا۔ آپ نے ریاتریوں سے دریافت کیا تم لوگ اتنا سا دوسا مان اٹھائے کہاں جا رہے ہو؟ ان میں سے ایک نے جواب دیا پر یاگ۔ آپ نے پوچھا وہاں کیا کرو گے؟ جواب ملا، گنگا اور جنتا کے سنگم پر اٹھان کر کے اپنا پاپ صاف کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا گناہ تہانے سے صاف نہیں ہوتے، نیکو کاری اور عبادت الہی سے ہی گناہ صاف ہوتے ہیں۔ ہندو یا تریوں نے آپ کی باتوں کا مذاق اڑایا اور ایک ہندو پر وہمت بولا اگر مخفی عبادت ہی سے اللہ خدا کے قریب ہو سکتا ہے تو آپ کئی برسوں سے اس خشک اور پرانے شیشم کے درخت کے نیچے عبادت کر رہے ہیں مگر خدا نے آپ پر رحم نہیں فرمایا ورنہ وہ اسی درخت کو ہرا بھرا کر کے آپ کے سر پر چھاؤں کا انتظام کر دیتا۔ ہندو پر وہمت کی اس تقریر پر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ میرے خدا کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہم مسلمان اس کی ذات پر توکل رکھتے ہیں۔ وہ بڑا غفور رحیم ہے اگر وہ چاہے تو اس درخت کو فوراً ہرا بھرا کر دے کیونکہ وہ بر شے پر قادر ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے آیت کریمہ پڑھی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ عجیب الدعوات نے آپ کی دعا قبول کی اور شیشم کا خشک اور کہنہ سال درخت فوراً ہرا بھرا ہو گیا اس کی شاخیں بڑھ گئیں، ہندو یا تریوں کا پورا قافلہ یہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا اور آپ کے دست مبارک پر حلقہ گوش اسلام ہوا۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان ص ۱۹۴)

۲۹۰. حضرت امام بری کی روحانی عظمت

ایک مرتبہ ایک نعل شہزادے سنی شاہ حسین کو نایاب پتھروں اور زمرہ کی تلاش تھی۔ وہ ہزارہ کے علاقے میں آیا۔ باوجود کافی کوشش کے اس کو زمرہ کی کان کا سراغ نہ مل سکا۔ وہلی کی جانب روانگی سے قبل شہزاد نے حضرت بری شاہ لطیف قادری کی عظمت، بزرگی اور خداداد روحانیت کی شہرت سنی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے شہزادے سے پوچھا کہ ایک بادشاہ کو فقیر کی کٹیا میں کیا کام؟ شہزادے نے عرض کی کہ حضرت! میں بیروں کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں، کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، آپ

میری کوئی مدد فرمائیے۔

آپ نے فرمایا شہزادے ایک مرتبہ پھر پہاڑوں پر جاؤ اور اس پٹان کو جس پر قدیمی زبان میں کوئی عبارت رقم ہو، اٹھاؤ۔ اس کے نیچے زہرہ کی کان تھیں مل جائے گی۔ شہزادہ آپ کے حکم کے مطابق مطلوبہ کان کی طرف چل پڑا۔ اور اس نے اس پٹان کے نیچے انتہائی قیمتی اور نایاب میروں کی کان دریافت کر لی اور میروں کا طشت بھر کر آپ کی خدمت میں بھی لایا۔ آپ نے اس سے طشت لے کر ندی میں الٹ دیا۔ شہزادہ حیران ہوا اور عرض کی کہ حضرت! آپ نے اتنے قیمتی پتھروں کو اس طرح ضائع کر دیا ہے، آپ نے جواب دیا، شہزادے قیمتی پتھر تو وہ تھا کہے نزدیک ہیں۔ میرے لیے تو وہ محض سنگریزے ہیں۔ اور اگر تھیں ان پتھروں کے زریاں کا دکھ ہوا ہے تو ان تھیں بند کرو، تھیں اس سے بھی قیمتی پتھر دکھا سکتا ہوں۔ شہزادے نے آنکھیں بند کیں تو وہ حیران رہ گیا کہ شاہ صاحب کے حجرے میں اتنے قیمتی پتھر بکھرے پڑے تھے جن پر ان تھیں بھی نہیں ٹھہرتی تھیں۔ حضرت امام بری سرکار کی اس کرامت کا شہزادے پر اس قدر اثر ہوا کہ اس کا ظاہر باطن روحانی عظمت سے روشن ہو گیا۔ اس نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اپنی زندگی گزاروں گا تو حضرت کے قدموں میں۔ اس کے بعد اس شہزادے نے آپ سے طریقت اور سلوک کے اسباق لیے۔ ذکر الہی کے طریقے سیکھے اور ایک لمحہ کے لیے بھی آپ کا دامن نہ چھوڑا۔ آپ کو بھی اس شہزادے سے بہت انس اور محبت تھی۔ آپ اس پر ہمیشہ تملطف فرمایا کرتے تھے اس کو ہمیشہ اپنے نزدیک جگہ دیتے۔ (حیات امام بری)

۲۹۱۔ حضرت امام بری کی دعا کا اثر

روایت ہے کہ ایک بوزھی عورت نے پہلے حضرت شاہ چن چلرخ کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ دعا فرمادیں کہ رب کریم مجھے بیٹا عنایت فرمائے۔ حضرت شاہ چن چلرخ نے فرمایا کہ بیٹا نہیں بیٹی ملے گی وہ عورت پھر بری امام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان سے بھی بیٹی کی التجا کی۔ آپ نے مراقبہ کرنے کے بعد فرمایا کہ تمہاری قسمت میں بیٹا آیا ہے۔ اس عورت نے عرض کی کہ میں تمہی حاضر ہوئی ہوں کہ اگر میری قسمت میں بیٹا نہیں تو بھی آپ کی دعا سے میرا کام ہو جائے گا۔ جب اس عورت نے بہت عجز و نیاز کا اظہار کیا تو حضرت بری امام نے فرمایا کہ جاؤ اللہ کریم تمہیں حسب خواہش بیٹا عنایت فرمائے گا۔ چنانچہ اللہ کریم نے جب اس عورت کو راہ کا عنایت فرمایا تو بری امام کی ماضی کی نیت سے چل پڑی۔ جب راولپنڈی پہنچی

تو خیال آیا کہ شاہ چن چراغ صاحب کی بھی حاضری دینی چاہیے۔ چنانچہ شاہ چن چراغ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ خداوند کریم نے بری امام کی دعا سے مجھے میٹھا عطا کیا ہے۔ شاہ چن چراغ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹیا نہیں بیٹی ہے۔ جب دیکھا تو فی الحقیقت بیٹی ہی تھی۔ آخر حیران و پریشان ہو کر حضرت بری امام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا واقعہ عرض کیا تو بری امام نے فرمایا کہ پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں تمہاری گود میں لڑکا ہے، جب دیکھا تو لڑکا ہی تھا۔ پھر واپسی پر شاہ چن چراغ کی حاضری دی اور کہا کہ بری امام کی دعا سے لڑکا ہے۔ آپ نے فرمایا لڑکا نہیں لڑکی ہے۔ جب دیکھا تو فی الواقع لڑکی تھی وہ عورت بہت غمزہ ہوئی اور پھر خیال آیا کہ بری امام کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرائی جائے۔ چنانچہ دوبارہ جب بری امام کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ کی دعا سے وہ لڑکی لڑکا بن گئی۔ بعد ازاں بری امام نے اس عورت کو فرمایا کہ جاتے ہوئے شاہ چن چراغ کے پاس مت جانا۔ اور سیدھی گھر کی طرف چلے جانا۔ چنانچہ اس بڑھیلے نے حسب الحکم ایسا ہی کیا اور بامراد ہو کر گھر چلی گئی۔ (حیاتِ امام بری)

۲۹۲۔ سکونِ قلبی

ایک صوفی منش آدمی بیان کرتا ہے کہ میں شروع شروع میں معرفت کے حصول کے لیے پھرتا رہا۔ اور اپنی ناکامی کی وجہ سے اپنی ذات پر ہی تارا ضلگی کا اظہار کرتا رہا۔ اس مقصد کے حصول نے میرے دل کو بے آرام کر دیا تھا۔ میں دیوانہ طور گھومتا پھرتا اور اپنی ناکامی پر ماتم کرتا رہا۔ اور کسی طرح بھی اس اضطراب سے سکون حاصل نہ ہوا۔ اگر جنگل میں جاتا تو میرا جنون اور بڑھ جاتا اور اگر خلوت میں ہوتا تو پھر بھی کسی طرح آرام نہ ہوتا تھا۔ آخر میں حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی شیخ سرہندی قدس سرہ النورانی کی خانقاہ کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق کی بات کہ آپ اپنے دروازے کے اندر کھڑے ہوئے اور آپ کے اصحاب ایک حلقے میں دست بستہ اور ادب سے سر جھکائے ہوئے اس طرح کھڑے تھے کہ گویا ان کے بدن میں جان ہی نہیں تھی۔ میں ابھی تک آپ کے دروازے پر نہیں پہنچا تھا کہ آپ نے میرے پہنچنے پر متوجہ ہو کر اپنا سر مبارک دروازے سے نکال کر مجھے اشارہ فرمایا کہ "اے شخص جلدی سے میرے پاس پہنچ جا۔" میں تیزی سے آگے بڑھا اور آپ کے قریب ہو گیا۔ آپ نے کمال بندہ نوازی سے

اپنا ہاتھ میری گردن میں ڈالا اور میرا سر اپنی بغل میں لے کر فرمایا کہ جو تمہیں نعمت حاصل ہوئی ہے تیرے ہم عمروں میں سے کوئی بھی حاصل نہیں کر سکا۔

حضرت مجدد الف ثانی قلب ربانی قدس سرہ النورانی کا یہ ارشاد گویا آبِ زلال تھا جس نے میری پیاس کی آگ بجھادی اور بیقرازی بے آرامی تمام کی تمام سکون میں بدل گئی۔

۲۹۳۔ تجارتِ لقمہ حلال ہے

ایک سید صاحب جو تجارت کا کام کرتے تھے لیکن حقیقت میں اہل دل تھے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی سے خاص عقیدت رکھتے تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے بہت سے مشائخ کی حاکم دی ہے اور ہر ایک سے ذکر و مراقبہ سیکھا ہے لیکن ایک دن میں سرہند شریف پہنچا اور عشاء کے وقت حضرت مجدد الف ثانی قلب ربانی قدس سرہ النورانی کے دیار عالیہ پر حاضر ہوا۔ اور مورد الطاف ہو کر آپ سے ذکر حاصل کرنے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں ذکر کا طریقہ بتایا جائے گا۔ میں نے بہت تنگ دلی سے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے بہت سے مشائخ سے اذکار حاصل کیے ہیں لیکن ان کے ثمرات اور برکات کی امید آپ کی بارگاہ سے ہے۔ آپ مراقبہ میں چلے گئے اور اپنی خاص توجہ سے مجھے نوازا۔ پھر تراستغرق اور وارفتگی نے مجھ پر بہت زیادہ غلبہ کیا، یہاں تک کہ صبح کے وقت تک مجھے اپنا ہوش نہ رہا۔ آخر جب دوسری صبح مجھے ہوش آیا تو میں آپ سے ترک و تجرید کے لیے عرض گزار ہوا۔ آپ نے فرمایا،

”تجارتِ لقمہ حلال اور نفقہ عیال کا وسیلہ ہے، اسے نہ چھوڑو۔ اور جو کچھ تمہیں پہنچا ہے اسے مضبوطی سے پکڑو۔“ پھر آپ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی: ”رَجَالٌ لَا تُلْهِيمُهُمْ تِجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنِ ذِكْرِ اللَّهِ“ اللہ کے نیک بندوں کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

۲۹۴۔ حضرت مجدد الف ثانی کا روحانی تصرف

ایک درویش آدمی جس کا نام میر شرف الدین حسین تھا، بیان کرتا ہے کہ ایک دن میرے دل میں

خیال گزرا کہ چند نقیصہ قسم کے کپڑے جو میرے گھر میں موجود تھے اور کچھ مصالحہ جات جو کھانوں وغیرہ میں ڈالے جاتے ہیں آپ کی خدمت میں بھیجوں۔ میں نے ان چیزوں کو نکال کر اکٹھا کیا اور اپنے رضاعی بھائی اللہ یار نامی کے ہاتھ روانہ کیا۔ اتفاق سے ایک عورت جو میری عزیزہ تھی اور میرے گھر میں مہمان تھی، کہنے لگی کہ اس قسم کے کپڑے درویش لوگ کیا کریں گے۔ وہ خود تو انھیں پہنیں گے نہیں۔ میں نے کہا بالفرض اگر آپ نہ پہنیں گے تو آپ کے اہل خانہ تو پہنیں گے۔ بچہ اللہ یار نامی شخص نے وہ کپڑے اور مصالحے آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کیے تو آپ نے ایک نظر دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ مصالحہ جات لے جائیں۔ اور کپڑوں کے بلے میں فرمایا کہ میر شرف الدین حسین سے کہو کہ یہ کپڑے واقعی نفاست میں یکتا ہیں مگر درویشوں کے کس کام؟ اور بعض عورتیں جو تھکے گھروں میں ہیں انھیں دے دو۔ کیونکہ وہ عورتیں اس قابل ہیں کہ پہن سکیں۔ اس طرح کپڑے وغیرہ آپ نے واپس کر دیے۔ یہ منظر دیکھ کر وہ عورت تائب ہو گئی۔

۲۹۵۔ روحانی عنایات

حضرت مولانا محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ جو نہایت نیک اور پارسا اور اہل علم آدمی تھے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اور کابل کے علاقہ میں رشد و ہدایت کا کافی کام کیا، انھوں نے بیان کیا کہ حضرت شیخ محمد صدیق نامی شخص جو کولاب کے رہنے والے تھے اور اب کابل میں سکونت اختیار کی، انھوں نے بیان کیا کہ میں تجربہ تفریط کی وضع میں برہان پور کی طرف روانہ ہوا رہائے میں جب سر ہند پہنچا تو میں نے حضرت مجدد الف ثانی قطب زبانی قدس سرہ النورانی کے اوصاف و مناقب جو پہلے سُننے تھے ان سے بھی زیادہ سُننے۔ لوگوں نے بتایا کہ اگر تمام دنیا میں گھوم کر دیکھو گے، تو جو کچھ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی سے حاصل ہو سکتا ہے اس کا ذرہ برابر حصہ بھی کہیں سے نہیں مل سکتا۔ یہ بات سن کر میں بہت خوش ہوا اور بلا توقف آپ کے آستانہ عالیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جب میں آپ کے آستانہ عالیہ میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ ظہر کی نماز ادا فرما کر اصحاب کے ساتھ مراقبے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں بھی ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ فارغ ہوئے تو میں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ آپ نے میرا باطنی حال دریافت فرمایا اور فرمایا، اے درویش! جو کچھ تمھارے دل میں ہے مجھ سے بیان کرو اور اتنا کارا راستہ مت اختیار کرو۔ میں نے اپنا حال بیان

کرنے سے انکار کیا اور عرض کیا حضور والا! میرے کو کوئی احوال نہیں۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی نے میرے حالات ابتداء سے آخر تک بیان فرمادیے۔ آپ کا فرمان سن کر میں بہت پریشان ہوا پھر آپ نے خلوت نشینی اختیار کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ کل نماز اشراق کے بعد آنا۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر حاضر ہوا۔ اتفاق یہ ہوا کہ آپ نماز اشراق ادا کر کے خلوت میں تشریف لے گئے تھے مقوڑی دیر کھڑا رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک صوفی منش آدمی مسجد میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے میں نے کہا کہ حضرت مجدد قدس سرہ جب تشریف لائیں تو ان سے کہہ دینا کہ ایک درویش آپ سے ملنے کے لیے آیا ہے۔ چونکہ آپ باہر تشریف نہ رکھتے تھے اس لیے اس نے دعا کی درخواست کی۔ اور برہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس صوفی نے کہا کہ آپ نے مجھے آپ کے لیے یہاں بٹھا رکھا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اگر محمد صدیق نامی درویش آئے تو مجھے خبر کر دینا۔ حالانکہ میں نے اپنا نام حضرت مجدد قدس سرہ کو نہیں بتایا تھا۔ وہ صوفی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری درخواست دعا پہنچائی۔ آپ نے مجھے اندر بلوایا اور خود اٹھے، وضو کیا اور نماز تحیۃ الوضوء ادا کی، پھر مراقبہ میں چلے گئے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا یہاں آؤ۔ میں آگے بڑھ کر آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے پھر مراقبہ کیا۔ اس کے بعد ذکر قلبی فرمایا اور متوجہ ہوئے۔ میرے حالات میں انقلاب آنے لگا۔ ایک ہی ساعت میں اس قدر روحانی عنایات فرمائیں کہ برسوں کی ریاضت ذرہ برابر تھی اور ہر حال جو آپ پر وارد ہوتا آپ اس کی حکمت عملی کا ظہور فرمادیتے۔

۲۹۶. حضرت مجدد الف ثانی کی توجہ کا اثر

حضرت مولانا محمد امین نامی ایک آدمی جو حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی شیخ سرہندی قدس سرہ النورانی کا بہت زیادہ عقیدت مند تھا آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض پر واز ہوا کہ حضور نواب شیر خواجہ جو والد کی طرف سے سید ہے لیکن والدہ محترمہ کی طرف سے خواجہ نامادہ ہے اور اس کے آباؤ اجداد باہر سے مقام ارفع حاصل کر کے آئے ہیں۔ آپ اگر توجہ فرمائیں تو اس کو شراب نوشی سے نجات مل جائے آپ اسکی اصلاح فرما کر مومن بنا دیں اگر اس کی اصلاح ہو جائے تو ایک بہت بڑی جماعت اصلاح پا جائے گی۔ چونکہ اس کے حقوق میرے ذمے ہیں اس لیے آپ کی خدمت میں عرض پر واز

ہوں۔ یہ بات سن کر آپ عالم سکوت میں ڈوب گئے لیکن جب مولانا نے بار بار اصرار کیا تو پھر ایک دن آپ نے توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: "مولانا! میں شیر خواجہ کے حال کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ فسق و فجور کی گھنگھور گھٹاؤں میں پھنسا ہوا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اسے اس دلدل سے نجات مل جائے مگر میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ انشاء اللہ اسے اس فعل سے نجات مل جائے گی اور اسے راہِ راست کی طرف کھینچ لاؤں گا۔"

بالآخر عرصہ دراز کے بعد شیر خواجہ نے تمام فسق و فجور سے توبہ کی اور عبادتِ الہی میں مشغول ہو گیا اور آپ کا یہ فرمان کہ آخر اسے اس دلدل سے نجات مل جائے گی، قولِ صادق ہوا۔

۲۹۷. حضرت میاں میر کی کرامت

میر محمد خانی، حاجی علی کو سوی کے باسے میں کہتے ہیں کہ یہ مرد عزیزیت صاحبِ زہد و تقویٰ تھا۔ حضرت میاں جیورجہ اللہ علیہ سے اسے سچی اداوت اور پُر خلوص عقیدت تھی۔ اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان سے استفادہ ہوتا۔ ہر پانچ سال میں ایک مرتبہ لاہور سے اپنے وطن جاتا۔ اس عرصے میں وہ تجارت بھی کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اپنے وطن سے لاہور واپس آیا، میر محمد مذکور کے والد کے گھر ٹھہرا اور بیان کیا کہ میں نے اس سفر میں حضرت میاں جیورجہ اللہ علیہ کی ایک عجیب کیفیت دیکھی ہے۔ ایک دن اسفہان اور یزد کے درمیان ہمارا قافلہ دریا کے کنارے اترتا ہوا تھا۔ میں اپنے چند رفیقوں کے ساتھ کھانا پکانے میں مشغول تھا۔ اچانک دور سے ایک شخص باس فائزہ پہنے نظر آیا۔ اسے دیکھنے سے مجھے بہت فرحت اور راحت محسوس ہوئی، یہاں تک کہ وہ بزرگ میرے قریب آ گیا۔ غور سے دیکھا تو یہ حضرت میاں جیورجہ اللہ علیہ تھے جو مجھے بلا ہے تھے۔ میں بڑے شوق سے دوڑتا ہوا خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے پائے مبارک پر سر رکھ دیا۔ حضرت مجھ سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا، آپ کا کارواں نشیبی جگہ پر ٹھہرا ہوا ہے، بہت بڑا طوفان آنے والا ہے۔ جلدی کرو اپنے ساز و سامان اور خیمے کو کہیں اونچی جگہ منتقل کرو اور اہل قافلہ کو بھی مطلع کر دو۔ اس اثنا میں میں نے چاہا کہ حضرت سے دریافت کروں کہ اس سرزمین میں تشریف آوری کیونکر ہوئی۔ نیز کھانا کھانے کے لیے بھی التماس کروں کہ اچانک ناگواری آواز میں سنائی دیں۔ حضرت کی طرف متوجہ ہوا تو انھیں کہیں نہ پایا۔ وہ نظروں سے غائب ہو چکے۔ اس واقعے سے میرے دل پر

بہت خوف طاری ہوا اور وہاں سے لوٹ کر اپنا خیمہ اور ساز و سامان اونچی جگہ پر لے گیا اور اہل قافلہ کو بھی اوپر آنے کو کہا۔ لوگوں نے کہا اس قسم کی تیز دھوپ میں نیسے کہاں اکھاڑیں اور کیا تکلیف اٹھائیں بعض لوگوں نے میری بات پر اعتماد کر کے اس پر عمل کیا اور اونچی جگہ پہنچ گئے۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ شدید طوفان آیا اور جن لوگوں نے میری بات سنی ان سنی کر دی اور وہیں نشیب میں رہ گئے۔ وہ مع اسباب طوفان کی نذر ہو گئے۔ راوی کا کہنا ہے کہ جن لوگوں نے میری بات کا یقین کر لیا اور بلند مقام پر آگئے، وہ نچ گئے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس وقت حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں تشریف فرما تھے۔

۲۹۸. گونگے کی زبان درست ہونے کا واقعہ

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میرا بیٹا نزع کی حالت میں ہے۔ یہ امید لے کر آیا ہوں کہ آپ توجہ فرمائیں گے۔ حضرت نے جب اس کی گھبراہٹ، اور پریشانی دیکھی تو ان پر استغراق کی کیفیت طاری ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کیفیت میں کچھ کمی واقع ہوئی تو آپ نے پانی کا پیالہ طلب کیا۔ اس پر دعا پڑھی اور اس شخص کو دیا کہ اسے لے جائے اور اپنے بیٹے کو پلائے۔ جب وہ پانی اسے پلایا تو اسے شفا ہو گئی۔ پھر وہی شخص اپنے بیٹے کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ سات سال کا ہو گیا ہے لیکن گونگا ہے بول نہیں سکتا۔ حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ نے اس لڑکے کو فرمایا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ لڑکے کی زبان کھل گئی اور اس کا گونگاپن جاتا رہا۔ اور پھر یہ بھی ہوا کہ تھوڑی ہی مدت میں اس نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ حضرت نے اس پر یہ عنایت بھی کی کہ وضو کرتے ہوئے جس رومال سے ہاتھ اور منہ پونچھتے تھے وہ اسی کوفے دیا اور فرمایا جس وقت کوئی بیماری تمہارے بیٹے کو لاحق ہو یہ رومال اس کے سر پر پیٹ دینا۔ خدا شفا دے گا۔ اس شخص نے اس عطیہ مقدس سمجھا اور رومال کو سر آنکھوں پر لگا کر لے لیا۔ کہتے ہیں یہ رومال آج تک اس کے پاس ہے۔ جب کبھی اس کو یا اس کے بیٹے کو کسی قسم کی بیماری یا تکلیف ہوتی ہے تو وہ اسی طرح کرتا ہے جیسے حضرت نے ہدایت فرمائی تھی۔ چنانچہ اسی دن اسے شفا ہو جاتی ہے۔ (سکینۃ الاولیاء)

۲۹۹۔ سانپ کی عقیدتمندی

داراشکوہ نے سکینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ عبدالواحد بنیانی کو جو حضرت کے مرید تھے اور ایک سال انھوں نے حضرت کی باسعادت خدمت میں گزارا تھا، کہا کہ آپ اتنی مدت خدمت میں رہے ہمیں حضرت کی کچھ کرامات بتائیے۔ وہ بولے کہ آپ کی کرامات حد سے زیادہ ہیں۔ بس یہ سمجھیے کہ جیسا آپ فرماتے ہیں ویسا ہو جاتا تھا۔ بہر حال ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن حضرت میاں جیو مزار کامران کے باغ کے سامنے دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاؤں میں تکلیف تھی۔ میں پاؤں دبا رہا تھا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا سانپ چلا آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے آنے دو۔ جونہی وہ قریب آیا، حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے۔ سانپ آپ کے حضور میں بلند ہو کر بیٹھ گیا اور کچھ کہا جسے میں نہ سمجھ سکا۔ حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا، خوب! ایسا ہی سہی۔ سانپ اٹھا، تین مرتبہ حضرت کے گرد گھرا اور چلا گیا۔ میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ سانپ نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا، سانپ نے یہ کہا تھا کہ میں نے تیرے کیا تھا کہ جب آپ کو دیکھوں گا تو آپ کے گرد طواف کروں گا۔ جواب میں میں نے کہا بہتر! ایسا ہی سہی۔

۳۰۰۔ بہشت کا میوہ

میاں حاجی محمد بنیانی نے یہ کرامت بیان کی کہ میں نے حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا کہ چار فقیر مل کر سیوستان کے پہاڑوں میں سفر کر رہے تھے کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ تین دن انہیں کھانے پینے کو کچھ میسر نہ آسکا۔ اسی سوچ میں تھے کہ کوشش کریں کہ کھانے کو کچھ مل سکے۔ ان میں سے ایک نے کہا میں آگے چل کر کوئی چیز میاں کرنا ہوں تم آہستہ آہستہ چلے آؤ۔ وہ فقیر حقوڑی دوڑ گیا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے راستے میں پھلوں سے لدا ہوا ایک درخت دیکھا۔ اس کی شاخیں پھل کے بوجھ سے جھک کر زمین تک آ رہی تھیں۔ درخت کے نیچے ٹھنڈے پانی کا چشمہ بہ رہا تھا۔ فقیر درخت کے نیچے آیا۔ حسب خواہش پھل کھایا، پانی پیا اور کہنے لگے کہ اس جیسا پھل دنیا میں اور کوئی نہیں۔ شاید بہشت کا میوہ ہے۔ انھوں نے ساتھی کا حصہ لے لیا اور چل پڑے۔ حقوڑی ہی دوڑ گئے تھے کہ وہ

ساتھی ان سے ملا جو خوراک کا بندوبست کرنے کے لیے گیا تھا۔ وہ بولے افسوس تم موجود نہ تھے ہمیں میوے سے بھرا ہوا درخت اور بہتا پانی میسر آیا۔ تمہارا حصہ ہم ساتھ لے آئے ہیں۔ لو اور کھاؤ۔ اس نے جواب دیا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر حضرت میاں جو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بابا! وہ درخت وہ میوہ، وہ چشمہ وہی فقیر تو تھا جو خوراک کی تلاش میں نکلا تھا۔ حاجی محمد کہتے ہیں کہ وہ فقیر دراصل حضرت میاں جو رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

۳۰۔ ہندو جوگی کا قبولِ اسلام

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سید اشرف جہانگیر سمانی بھدو ٹنڈ چلے گئے۔ یہ جگہ چھوٹے بڑے مندروں سے بھری پڑی تھی۔ یہاں زیادہ ہندو لوگ ہی رہا کرتے تھے۔ ہندو جوگی اپنے تعصب کی وجہ سے مسلمانوں کو اس علاقہ میں آنے ہی نہ دیتے۔ یہاں کے بڑے مندر کا جوگی اپنے آپ کو اژدہا کی شکل میں تبدیل کر کے لوگوں کو حراساں کیا کرتا تھا۔ کئی دفعہ مسلمانوں کی مسجد میں داخل ہو جاتا اور مسجد کے صحن میں کندلی والا سانپ بن جاتا اور لوگ خوفزدہ ہو جاتے۔ سید اشرف جب بھدو ٹنڈ پہنچے تو ان کو ہندو جوگیوں کی کارکنوں سے مطلع کیا گیا۔ آپ کو بھی مندروں کے علاقے میں جانے سے لوگوں نے منع کیا مگر آپ نے فرمایا اب تو میں اپنا قیام بھی بڑے مندر میں ہی رکھوں گا۔ یہ کہہ کر سید اشرف بڑے مندر کی طرف گئے۔ مندر کے اندر پہنچے تو آپ نے بہت سے جوگیوں کو بیٹھا دیکھ کر فرمایا کمال وہ جوگی کہاں ہے جو اپنے آپ کو اژدہا کی شکل میں تبدیل کر لیتا ہے۔ یہ بات سن کر ایک نوجوان پجاری چہرہ رخ پا ہو گیا اور سید اشرف کی طرف حملہ کرنے کی نیت سے بڑھ سید اشرف نے نظر پھر کر دیکھا اور ان کی آن میں سارے کے سارے پجاری پتھر کے بن گئے۔ پھر سید اشرف مندر کے اندر چلے گئے۔ وہاں ایک بے لباس جوگی ایک بت کے آگے بیٹھا جا پ کر رہا تھا۔ آپ کی آہٹ پا کھنصے سے آپ کی طرف مڑا اور تہایت بدتمیزی سے بولا "تم نے میرے چلیوں کو پتھر کا بنا دیا ہے اب میری تپتیا میں مغل ہونے آ گیا ہے۔ آج تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جاؤ گے۔" سید اشرف مسکرانے اور فرمایا "تم ایک باکمال پنڈت ہو مگر ابھی نامکمل ہو۔ یہ بات سید اشرف کے منہ سے نکلی ہی تھی کہ پنڈت نے چمکا ڈر کی طرح مندر کے ستونوں کے درمیان اڑنا شروع کر دیا۔ سید اشرف نے مسکرا کر فرمایا۔ تم اژدہا کے ساتھ ساتھ چمکا ڈر کا روپ بھی بدل لیتے ہو۔ یہ کہنا تھا کہ پنڈت ایک کپڑے

کی شکل میں تبدیل ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور تڑپنے لگا۔ اب سید اشرف کو اس پر ترس آنے لگ گیا۔ آپ نے اس کو سیدھا کیا اور وہ اس طرح اپنی اصلی شکل میں واپس آ گیا مگر اس کی تڑپ دیدنی تھی۔ وہ فوراً سید اشرف کے قدموں میں گر گیا اور آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ آپ نے اس کا نام کمال پنڈت ہی رکھ دیا۔ بعد میں اس کے ۵۰۰ چیلے بھی مسلمان ہو کر سید اشرف کی مریدی میں داخل ہو گئے اور وہ مندر ایک بہت بڑی خانقاہ میں تبدیل ہو گیا اور اس قصبہ کا نام بھی مسلمانوں کی اکثریت کی وجہ سے کثرت آباد رکھ دیا گیا۔

۳۰۲۔ روحانی توجہ کا اثر

ایک روز سید اشرف دلی کی مسجد میں نماز فجر ادا کرنے گئے۔ وہاں ان کی ملاقات ممتاز بزرگ مولانا محمد کریم الدین سے ہوئی۔ مولانا کریم الدین کو مدت سے نماز میں لذت حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ وہ مسجد میں حضوری کے خواہشمند تھے۔ مولانا صفت میں سید اشرف کے ساتھ شانہ جوڑ کر کھڑے ہوئے تھے۔ جب نماز شروع ہوئی تو مولانا کریم الدین کو یوں محسوس ہوا کہ ان کے پاؤں زمین پر نہیں ہیں اور کعبہ شریف ان کے سامنے ہے۔ دوسری رکعت میں انہوں نے اپنے آپ کو عرشِ معلیٰ پر پایا اور نماز ختم ہونے سے پہلے مقام جبروت پر پہنچ گئے۔ جب نماز ختم ہوئی تو مولانا محمد کریم الدین کی حالت غیر ہو چکی تھی۔ آپ کو سید اشرف نے سہارا دیا اور فرمایا مولانا! لذت سفر میں بے قیام میں نہیں۔ ایک جگہ کھڑے رہو کہ تو حیوان بھی تنگ پڑ جاتے ہیں۔ آپ سالوں سے ایک جگہ مقیم ہیں۔ مولانا محمد کریم الدین نے سید اشرف کو ایسا دریا کہا جس کا کوئی ساحل نہ ہو اور آپ وہ شہباز تھے، کونین جس کے بازو ہوتے ہیں۔

۳۰۳۔ بادشاہ کی اصلاح کا ضابطہ

ایک مرتبہ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے بادشاہ کی اصلاح کے لیے فرمایا کہ بادشاہ اپنے اوقات کو اس طرح ترتیب دیں کہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اشراق تک وظیفہ پڑھیں، پھر علماء و صلحاء کے ساتھ صحبت رکھیں اور چاشت کے وقت تک ان سے عدل و انصاف کے متعلق قرآنی آیات کے مطالب پوچھیں۔ اسی جگہ وزیروں اور ندمیوں کو بلائیں اور یہ لوگ فوجوں کے جو معروضات پیش کریں ان کا مناسب جواب دیں۔ ہر شخص کے مدعا کو پورا کریں۔ اس کے بعد دربار عام ہو، جس میں رعایا، اور

مسلمانوں کے قنایا اور دعاوی پیش ہوں اور شریعت کے مطابق انصاف کے ساتھ فیصلہ ہو۔ مشائخ اور سلوک کے معروضات کو حتی الوسع کسی کے توسط سے سنیں، مساوات، قناتہ اور مشائخ کی درخواستوں کو صدر پہنچائے۔ اس گروہ کے لیے ایک ایسے شخص کو صدر مقرر کریں جو متدین اور ہمدرد ہو بلکہ اسے صوفی مشرب بھی ہونا چاہیے۔ وزیر تمام علوم و فنون سے آراستہ ہونے کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ دیندار ہو وکالت کا منصب ایسے شخص کو دیں جو پسندیدہ اخلاق کا حامل، نہایت عقلمند، سریع الفہم اور حاضر جواب ہو۔ اس قسم کے ہر شخص کو کوئی نہ کوئی مناسب جگہ دیں۔ حکومت کو چلانے میں تخلیط مناسب سے کام نہ لیں۔ ایک کے کام کے متعلق دوسرے سے نہ پوچھیں۔ قیلولہ کے وقت آرام کے لیے چلے جائیں۔ قیلولہ کے بعد نماز پڑھیں اور کبھی نماز نہ چھوڑیں۔ ظہر کی نماز کے بعد جس قدر ہو سکے قرآن کی تلاوت کریں خصوصاً سورۃ قد سمع اللہ کی موافقت کریں۔ کیونکہ سلاطین اس سورۃ کی موافقت کرتے چلے آئے ہیں، سلطان محمود غازی عفا اللہ عنہ برابر اس سورۃ کو پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ کو دولت اور شوکت اس سورۃ کی بدولت نصیب ہوئی۔ حضرت ابراہیم شاہ بھی ایسا ہی کرتے اور فرماتے تھے۔ خود میں نے جو سلطنت چھوڑی تو یہی چیز جو میں نے اپنے برادر عزیز محمد شاہ سے کہی وہ یہ تھی کہ اس سورۃ کی برابر تلاوت کریں اور وہاں الغیب کے مقابلے سے اجتناب کریں۔ کوئی کام شریعت کے خلاف انجام نہ دیں اور عدل و انصاف کے اصول میں ایک نقطہ سے بھی انحراف نہ کریں تاکہ سلطنت میں خلل واقع نہ ہو۔

(لطائف اشرفی)

۳۰۴۔ ولی اللہ سے تمسخر کرنا اچھا نہیں

حضرت اشرف جہانگیری کی خدمت میں بعض حاسدین ایک زندہ شخص کو کنن پہنا کر لائے اور حضرت سے درخواست کی کہ نماز جنازہ پڑھا دیجیے۔ ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ جب نماز کے واسطے تکبیر ہو تو مردہ اٹھ کر حضرت کو سلام کرے اور کہے، حضرت دیکھ لیں آپ کی کلمات، مرنے کو آپ زندہ کرتے ہیں اس طرح حاسدین نے حضرت کا مذاق اڑانے کی ٹھان رکھی تھی۔ حضرت کو پہلے ہی نور باطن سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ لوگ مذاق کر رہے ہیں پہلے تو حضرت نے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔ جب حاسدین نہ مانے، تو انہیں ساتھیوں کو لے کر نماز شروع کی۔ جب تکبیر ہوئی اور مردہ نہ اٹھا تو ان حاسدوں نے

پاس آکر دیکھا تو وہ شخص مردہ تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ لوگ بہت روئے پیٹے اور اپنا قصور معاف کرایا۔ جب حضرت نے ان کا قصور معاف کر دیا تو مردہ زندہ ہو گیا اور لوگ اپنے ساتھی کو لے کر واپس لوٹ آئے۔

۳۰۵۔ حضرت مخدوم کا تدبیر

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بڑے اکابر اولیاء میں سے ہوئے ہیں اس لیے آپ کے وقت کے بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضری دینا سعادتمندی خیال کیا کرتے تھے آپ بھی بادشاہوں سے بڑی مہربانی اور تملطف سے پیش آتے۔ ان کو بہترین مشورے دیا کرتے تھے۔ ۱۶۲۷ء میں سلطان فیروز شاہ تغلق نے دوسری مرتبہ ٹھٹھہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی اور پل توڑ کر اپنی فوجوں سمیت سندھ میں داخل ہو گیا اور ٹھٹھہ کے حکمران جام بابینہ اور اس کے لشکر کو قلعہ بند کر دیا۔ یہ غائبانہ فصولوں کی کٹائی کا زمانہ تھا کیونکہ فصلیں پک کر تیار ہو گئی تھیں۔ فیروز شاہ نے دریا کے کنارے ڈیرے ڈال رکھے تھے اور وہیں پر مورچہ بندی بھی کر رکھی تھی۔ سندھی فوجیں قلعہ سے نکل کر بڑی بہادری سے لڑیں جس پر فیروز شاہ کو یقین ہو گیا کہ فتح ممکن نہیں۔ اس نے دہلی سے اپنے وزیر خان کو حکم دیا کہ مزید فوجیں اور ایک سندھ روانہ کرے۔ جب دہلی کا لشکر سندھ پہنچا تو بساط ہی الٹ چکی تھی۔ فیروز شاہی فوجوں نے گندم کے کھیتوں پر قبضہ کر لیا تھا اور غلہ کی عدم دستیابی نے سندھ میں قحط ڈال دیا۔ اہل سندھ بڑی پریشانی کا شکار ہو گئے اور ان کو جان کے لالے پڑ گئے۔ یہ صورتحال دیکھ کر سندھ کے حکمران جام بابینہ نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمت میں مدد کے لیے ایک قاصد روانہ کیا آپ اس وقت اُچ شریف میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فوراً ٹھٹھہ جانے کی تیاری کی جب آپ ٹھٹھہ کے قریب پہنچے تو فیروز شاہ اپنی افواج سمیت آپ کی پذیرائی کو آیا اور دعا کے لیے عرض کی۔

مخدوم جہانیاں نے فرمایا۔ فیروز شاہ اب تمہیں چند دنوں میں فتح ہو جائے گی کیونکہ ٹھٹھہ میں ایک بڑی تھار سیدہ عورت رہتی تھی اور اس کی برکت سے ٹھٹھہ فتح نہ ہوتا تھا۔ اب کچھ روز ہوئے وہ اللہ کو پاری ہو گئی ہے اب ٹھٹھہ ضرور فتح ہو جائے گا۔ جب جام بابینہ اور اس کی افواج کو مخدوم جہانیاں کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے آپ سے ٹھٹھہ آنے کی درخواست کی اور ساتھ ہی اپنی مشکلات کا بھی تذکرہ کیا۔ مخدوم

جہانیاں نے جام بابینہ کو تشفی دی کہ تمہیں اور تمہاری افواج کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ جب فیروز شاہ کو فتح ہو گئی تو مخدوم صاحب نے اسے حکم دیا کہ تم ٹھٹھہ سے اپنی فوجیں ہٹا لو اور جام بابینہ کے حوالے کر دو۔ مخدوم صاحب کی شخصیت کا یہ اعجاز تھا کہ دونوں حکمرانوں کو مایوسی بھی نہ ہوئی اور دونوں افواج ناقابلِ تلافی جانی اور مالی نقصانات سے بھی بچ گئیں۔ تمام بادشاہانِ وقت مخدوم صاحب سے بڑی عقیدت رکھا کرتے تھے آپ سے دعا کرنے والے بادشاہ بنفسِ نفیس حاضر ہوا کرتے تھے۔ (تذکرہ حضرت جہانیاں جہاں گشت)

۳۰۶۔ عقیدت مندی کا صلہ

سلطان محمد تغلق کو آپ کے ساتھ بڑی ہی عقیدت تھی اس نے آپ کو شیخ اسلام کا خطاب دیا اور چالیس خانقاہیں آپ کے تصرف میں دے دیں۔ مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ جس روز مجھے چالیس خانقاہیں بادشاہ نے عطا کیں اسی روز ہی میں نے رات خواب کے عالم میں اپنے مرشد عالی شیخ رکن الدین سے ملاقات کی، انھوں نے مجھے حکم دیا کہ خانقاہوں کو چھوڑ کر فوراً حج کے لیے روانہ ہو جاؤ ورنہ تمہاری ساری عبادت اور ریاضت اکارت ہو جائے گی۔ اور تم غرق ہو جاؤ گے۔ چنانچہ میں جب بیدار ہوا تو میں نے فوراً حج کا ارادہ کر لیا۔ اس مقصد کے لیے میں اپنے والد بزرگوار سید احمد کبیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اجازت طلب کی جب اجازت مل گئی تو میں حج کے لیے روانہ ہوا۔ میرے پاس نہ اور راہ کے لیے ایک پائی تک نہ تھی اور سواری کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ میں پیرل ہی حج کے لیے روانہ ہو گیا۔ راستے میں میری ایک شخص سے ملاقات ہو گئی جو حج پر جا رہا تھا مگر کسی مجبوری کے تحت اس کو اپنا حج کا پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔ اس نے اپنے حج کے لیے سارا اسباب اور رقم مجھے دے دی اور ایک گھوڑا بھی دیا۔ میرے ہمراہ مولانا نظام الدین بھی تھے۔ وہ بیمار تھے۔ میں نے گھوڑا ان کو دے دیا اور خود پیرل چل کر مکہ شریف پہنچا۔ اس روز اگر میں حج پر نہ جاتا اور خانقاہ میں قبول کر لیتا تو مجھ پر غور سوار ہو جاتا اور میں کچھڑ میں گر جاتا اور کبھی نہ نکل پاتا۔ مگر میرے مرشد نے میری رہنمائی کی اور مجھے صراطِ مستقیم پر گامزن کیا (تذکرہ اولیائے پاکستان)

۳۰۷۔ اتباعِ سنت کی تلقین

مخدوم صاحب مردوں کے ریشمی لباس استعمال کرنے کے سخت خلاف تھے۔ ایک مرتبہ فیروز شاہ تعلق نے حضرت کی خدمت میں ۳۴ جوڑے کپڑوں کے بھیجے آپ نے ان کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ لباس شریعت کے مطابق ہوئے تو پہنوں گا ورنہ نہیں۔ فرمایا کہ ریشمی لباس اور سونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں پر حلال کیا گیا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا کپڑا باریک ہو اس کا گویا دین باریک ہو۔ اگر بیان دار گرتا پہننا آپ بدعت سمجھتے تھے اور بغیر گریبان کا کرتا پہن کر سنت کی پیروی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید نے آپ کو نعلین کا بوڑا پیش کیا آپ نے خوش ہو کر قبول کیا کہ نعلین پہننا سنت ہے۔ مدینہ شریف میں جب آپ تشریف فرما تھے تو آپ کو ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک دیکھنے کا موقع ملا تو آپ نے بے اختیار ان کو چوم لیا اور آنکھوں سے لگایا۔ آپ کو آنحضرت کی سنت سے اس قدر عقیدت تھی کہ آپ پیروی سنت میں ایندھن بھی خود چن کر لایا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی تحفہ لائے تو اس کو قبول کر لیا جائے لیکن حتی المقدور اس تحفہ کے جواب میں بھی کچھ دیا جائے اور اگر کچھ جواباً دینے کی قدرت نہ ہو تو دعائے خیر ہی دے دینی چاہیے۔ آپ جب بھی کسی سے کوئی ہدیہ یا تحفہ قبول فرماتے تو اس کو جواباً کچھ نہ کچھ ضرور عنایت فرمایا کرتے تھے لیکن اگر کوئی تحفہ شریعت اور سنت کے خلاف ہوتا تو معذرت کے ساتھ واپس کر دیا کرتے تھے (مذکرہ حضرت جہانیاں جہاں گشت)

۳۰۸۔ شیطان کے دھوکے سے بچنے کا طریقہ

ایک مرتبہ مخدوم جہانیاں نے ارشاد فرمایا کہ میں مکہ معظمہ سے بھکرہ واپس آیا تو وہاں لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اور کے پاس ایک پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے اسے ناز معاف کر دی۔ یہ سن کر میں اس کے پاس گیا اور دوسرے بڑے لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا، میں نے اسے سلام نہیں کیا بلکہ اس کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تم ناز کیوں نہیں پڑھتے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن اللہ کا قہر کے درمیان ناز سے

فرق ہوتا ہے۔ اس درویش نے جواب دیا کہ میرے پاس جبرئیل آتے ہیں اور جنت سے کھانے لاتے ہیں۔ خدا کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے لیے نماز معاف کر دی گئی اور تم خدا کے خاص مقرب ہو میں نے اس درویش سے کہا کہ کیا یہودہ بکو اس کرتے ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو نماز معاف نہیں ہوتی، تجھ جیسے جاہل کے لیے کیسے معاف ہو سکتی ہے۔ وہ جبرئیل نہیں شیطان ہے جو تیرے پاس آتا ہے اور تجھے دھوکا دیتا ہے۔ جبرئیل تو وحی لانے والے فرشتے ہیں جو سوائے پیغمبروں کے کسی کے پاس نہیں آتے۔ رہا وہ کھانا جو تمہارے پاس آتا ہے وہ بھی سراسر غلیظ ہے۔ اس درویش نے کہا وہ کھانا تو بہت مزیدار ہوتا ہے اور میں اس میں لذت محسوس کرتا ہوں۔ میں نے کہا اب اگر وہ شتر تمہارے پاس آئے تو تم "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم" پڑھنا۔ میں دوسرے دن پھر اس درویش کے پاس گیا، وہ مجھے دیکھ کر میرے قدموں میں گر پڑا۔ اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے آپ کے کہنے پر عمل کیا۔ جب وہ فرشتہ آیا تو میں نے لا حول پڑھی۔ وہ فوراً میرے سامنے سے غائب ہو گیا اور وہ کھانا جو اس نے مجھے دیا وہ غلیظ ہو کر میرے ہاتھوں سے گر گیا۔ یہاں تک کہ میرے سارے کپڑے ناپاک ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے اس بے نمازی درویش کو توبہ کرائی اور اس کی جس قدر نمازیں فوت ہوئی تھیں ان کی قضا پڑھوائی۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان)

۳۰۹۔ سفارش کا عجیب انداز

فیروز شاہ تغلق کا ایک وزیر خان جہان شروع شروع میں مخدوم جہانیاں سے سخت نفرت کرتا تھا اور مخدوم جہانیاں کی مخالفت میں پیش پیش رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ایک غریب آدمی کے بیٹے کو کسی وجہ سے قید میں ڈال دیا۔ اس کا باپ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے بیٹے کی بے گناہی ظاہر کر کے سفارش کا طالب ہوا۔ حضرت مخدوم خان جہاں کے پاس گئے اور اس کو سفارش کی مگر اس نے آپ سے ملنا بھی گوارا نہ کیا اور اندر سے کہلا بھیجا کہ آپ چلے جائیں میں آپ کی کوئی بات نہ مانوں گا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اے مخدوم آپ آئندہ میرے دروازے پر نہ آئیں لیکن اس کے باوجود مخدوم جہانیاں تقریباً انیس مرتبہ خان جہاں کے پاس گئے۔ آخری مرتبہ تو اس نے کہلا بھیجا کہ اے مخدوم جہانیاں! تو ہے تو سید مگر غیرت تم میں نام کو نہیں۔ میں تمہیں کتنی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ میرے گھر مت آؤ مگر تم ہو کہ آنا جانا

تک نہیں کرتے۔

مخدوم جہانیاں نے جواب دیا کہ اے خان جہان میرے عزیز! میں تمہارے در پر جتنی مرتبہ بھی آتا ہوں ایک مظلوم کی دادرسی کے لیے آتا ہوں اور مجھے اس کا ثواب مل رہا ہے لہذا تم میری غیرت اور بار بار آنے کی پروا نہ کرو۔ بات تو اس مظلوم کی ہے جس کی فریاد ابھی تک نہیں سنی جا رہی اور میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تو اس مظلوم کو اپنی قید سے نجات دے دے تاکہ تو بھی ثواب حاصل کرے۔ یہ سنکر جہان خان بڑا شرمندہ ہوا۔ اسی وقت اپنے محل سے باہر نکلا اور آپ کے قدموں میں گر گیا۔ آپ نے اس کو اٹھایا اور کہا کہ تو کوئی شرمندگی محسوس نہ کر، تمہیں مظلوم کی بے گناہی کا احساس ہو گیا ہے اور قدرت نے تمہیں ظلم سے باز رکھا، یہی بات کم نہیں ہے۔ جہان خان پر آپ کی باتوں سے رقت طاری ہو گئی اور وہ اسی روز آپ کا مرید ہو گیا اور اس کے بعد اس نے کسی پر ظلم نہیں کیا۔ اور ہمیشہ آپ کی تعلیمات اور احکام پر عمل پیرا رہا۔

(مرآة الاسرار ص ۴۱۴)

۳۱۰۔ قرض لے کر سخاوت

ایک مرتبہ مخدوم جہانیاں کی خدمت میں سید شمس الدین عراقی مسعود کسی حاجت کے لیے حاضر ہوئے آپ نے خادم سے پوچھا کہ اس وقت کوئی فتوح آئی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت! اس وقت تو کوئی چیز نہیں۔ فرمایا جاؤ اور کسی بیٹے سے قرض لے کر آؤ۔ مسعود عراقی کی ضرورت پوری کرو۔ یہ سنا کر مسعود عراقی بولے، حضرت! کافر سے قرض لینا تو مکروہ ہے۔ مخدوم جہانیاں نے فرمایا کہ قرض ضرورت کے لیے لیا جاتا ہے اور ضرورت کا فرار مسلمان دونوں سے قرض لے کر پوری کی جاسکتی ہے۔ آپ نے بیٹے سے قرض لے کر مسعود عراقی کی ضرورت پوری کر دی اور پھر جو بیٹی فتوح آگئیں تو فوراً بیٹے کا قرض چکا دیا۔ آپ کے دروازے پر سے کوئی سائل خالی واپس نہیں جاتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے کہ جب تک میرے گھر پر سینکڑوں لوگ کھانا نہ کھائیں میرا دل خوش نہیں ہوتا اور یہ آپ کی فیاضی ہی تھی جس نے آپ کو ہمیشہ غریب نواز بنائے رکھا۔

(تذکرہ مخدوم جہانیاں)

۳۱۱۔ تلاشِ مُرشد کا واقعہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بلھے شاہ اپنے شہر قصور میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ یکدم آپ پر نیند غالب آگئی اور خواب میں دیکھتے ہیں کہ نیک انسان باشرع ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور بلھے شاہ ان کے سامنے کھڑے ہیں ان بزرگوں نے آپ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ آپ نے کہا کہ میں سید عبداللہ بن سید درویش ہوں ان کے پاس ایک دودھ کا پالہ پڑا ہوا تھا انہوں نے اٹھا کر اپنے منہ سے لگایا اور پھر بلھے شاہ کو دیتے ہوئے کہا کہ بیٹا یہ لو دودھ اسے پی لو۔ حضرت بلھے شاہ کا کہنا ہے کہ میں نے خواب میں دودھ پی لیا اور اس کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ دودھ پینے سے میرا دل روشن ہو گیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے تاکید کی کہ بیٹا اب مرشد تلاش کر کے بیعت کر لو۔

حضرت بلھے شاہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ کچھ دیر کے بعد آپ گھر واپس آئے اور اپنے والد محترم کو یہ واقعہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا بیٹے تم سے بھول ہو گئی۔ اگر ایسے بزرگ سے ملاقات ہو گئی تھی تو ان سے کہنا تھا کہ آپ کو چھوڑ کر اور کونسا مرشد تلاش کروں، آپ نے والد صاحب سے عرض کی اب فرمائیے وہ کہاں مل سکتے ہیں؟ آپ کے والد صاحب نے بتایا کہ اس وقت وہ موضع ساندہ میں مقیم ہیں بلھے شاہ اسی وقت گھر سے روانہ ہوئے اور ساندہ کی مسجد میں آکر لیٹ گئے۔ چنانچہ سید عبدالعلیم سے پھر ملاقات ہوئی تو انہوں نے بلھے شاہ کو مولوی محمد عنایت قادری شطاری سے رجوع کرنے کو کہا وہاں سے آپ گھر تشریف لائے اور اپنے والد کو حقیقت سے آگاہ کیا اور بیعت کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے اجازت دیدی اور ایک دستارِ مرشد کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے اور کچھ رقم دی اور ساتھ ہی یہ نصیحت بھی کی کہ کہیں تکبیر میں نہ آجانا بلکہ نہایت عجز و عقیدت کے ساتھ مرشد کی خدمت میں حاضر ہونا اور جو تعلیمات وہ دیں ان کو غور سے سن کر ان پر عمل کرنا۔

والد صاحب سے رخصت ہو کر بلھے شاہ لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں انہیں خیال آیا کہ میں تو سید ہوں اور جدِ امجد کی طرف سے میرا روزیہ بھی مقرر ہے۔ اس لیے شاہ عنایت کو مجھے بیعت میں لینے کے لیے کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے۔ ان دنوں مولوی شاہ عنایت قادری بھٹی دروازہ میں اونچی مسجد کے پیش امام تھے اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا جب آپ شاہ عنایت کی خدمت

میں پہنچے اور اپنا مدعا بیان کیا تو آپ نے فرمایا پہلے ایک کام کرو پھر مرید کریں گے، اب دوپہر کا وقت ہے۔ وہ کام کر کے مغرب کی نماز پڑھو، ساتھ آکر پڑھنا۔ کام یہ ہے کہ پانچ سو روپیہ، پانچ سو روپیہ اور پانچ سو روپیہ کی ایک پوشاک اور پانچ سو روپیہ کے طلائی کنگن لے آؤ پھر بیعت کریں گے۔

آپ وہاں سے نکلے تو بہت پریشان تھے کہ ان شرائط کیسے پورا کروں، اتنی تو میری اوقات بھی نہیں ہے اور گھر سے کچھ نقد لے کر بھی نہیں آیا ہوں جو دو ہزار روپیہ کی شرائط پوری کر سکوں۔ اسی ادھیڑ میں دریا نے راوی کے کنارے آکر بیٹھ گئے۔ در سوچنے لگے۔ یہاں تک کہ بہت ہی مایوس ہو گئے اور دل میں آیا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ دریا میں دو ب مروں تاکہ بتر مندہ ہونے سے تزیج جاؤں۔ اسی وقت کسی نے آپ کو آواز دی ”لو کے ذر میری بات سنو“ آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک نقاب پوش سوار گھوڑے سے اتر رہا تھا اس نے قریب آکر آپ سے کہا میں نہانا چاہتا ہوں، ذرا میرا گھوڑا تھام رکھو اور میرے سامان کی حفاظت کرو۔ اس نقاب پوش نے پہلے آپ کو پانچ سو روپیہ کی تھیلی پکڑائی، پھر ہاتھوں سے طلائی کنگن اتار کر دیے اور پھر اپنی قیمتی پوشاک جو پانچ سو روپیہ کی تھی آپ کے حوالے کر کے دریا میں غوطہ زن ہو گیا اور ایسا غوطہ لگایا کہ پھر نہ ابھر سکا۔ آپ ظہر سے عصر تک وہاں بیٹھے رہے۔ بالآخر یہ سوچ روہاں سے اٹھے کہ وہ بیچارہ تو دریا میں ڈوب گیا ہے اور قدرت نے یہ چیزیں مجھے مہیا کر دی ہیں جو مرشد نے مانگی تھیں۔ چنانچہ آپ یہ چیزیں لے کر شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے مولوی شاہ عنایت کی پوشاک اور گھوڑے کو پہچان لیا اور مولوی صاحب کے پاس لے گئے۔ مولوی صاحب نے آپ سے سب چیزیں لے لیں اور فرمایا بر خور دار! بس یہی شتی تھی کہ ڈوب مرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے تم تو سید ہوا اور بڑے خوب ہو اور تمہارا دس روپیہ روزینہ بھی مقرر ہے جبکہ میں ایک باغبانی کرنے والا آ رہا ہوں۔ میں تمہیں کیا فیض دے سکتا ہوں۔ آپ نے عرض کی، جناب! میرا سب کچھ آپ کی نذر اور آپ پر نچھاور ہے۔ حضرت بلھے شاہ کی یہ عقیدہ تندی اور خلوص دیکھ کر شاہ عنایت نے آپ کو بیعت کر لیا اور باطنی علوم سے بہرہ ور کیا۔

۳۱۲۔ میرے عشق نچایا کر کے مٹیا مٹیا

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بلھے شاہ کے مرشد، حضرت شاہ عنایت قادری بلھے شاہ سے

ناراض ہو گئے اور نئے میں آکر ان سے روحانی فیض سلب کر لیا تا ملائگی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت بلھے شاہ جن دنوں قصود میں رہتے تھے وہاں ایک مرتبہ یوں ہوا کہ ان کے استاد حافظ غلام تفسی کی لڑکوں کی شادی ہوئی تو اس شادی کے دو دن آپ حافظ صاحب کے مہمانوں کی خدمت اور میزبانی میں مصروف تھے کہ عین اسی دن آپ کے پیرو مشدک کے بھتیجے اور داماد مولوی ظہور محمد صاحب خاص طور پر لاہور سے ملنے آئے مولوی ظہور محمد صاحب اپنے خسر سے روحانی سلسلہ تلمذ بھی رکھتے تھے اور اس لحاظ سے حضرت بلھے شاہ کے پیر بھائی بھی تھے حضرت بلھے شاہ کو مہمان خصوصی کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے ایک دوست کو بدایت کی کہ ان کی خاطر ملاقات میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جائے اور فرمایا کہ مہمانوں سے فائدہ ہو کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اتفاق سے حضرت بلھے شاہ تمام رات شادی کے کام سے فرست نہ پاسکے ادھر مولوی ظہور محمد صاحب اپنی جگہ بہ تن منتظر ہے باہمی التفات کی بنا پر انھیں پوری توقع تھی کہ حضرت بلھے شاہ ضرور ملنے آئیں گے مگر وہ نہ گئے تو قدرتی طور پر وہ مایوس ہو گئے۔ صبح ہوئی تو مولوی ظہور محمد صاحب بلا اطلاق لاہور واپس چلے گئے اور اپنے خسر سے حضرت بلھے شاہ کی بے اعتنائی کی شکایت کی اور یہ تاثر دیا کہ انھوں نے ضرور تو کبر کی وجہ سے مجھ سے ملنا کسر شان سمجھا۔ حضرت شاہ عنایت نے ہی اپنے چیمپے شاگرد کی غیر متوقع بے رحمی کو سخت ناپسند کیا اور جلالت میں آکر حضرت بلھے شاہ کو اپنے روحانی فیض سے محروم کر دیا۔

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ حضرت بلھے شاہ نے فوجا محسوس کر لیا کہ ان کا دامن مرضدک فیض سے خالی ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ نے شادی کے کام دھندوں کو چھوڑا، اپنے ڈیرے پٹے اور درویشوں کو جمع کیا اور ستارہ سے خطاب ہونے کو مہمان کو جانے سے کہیں نہ رکا۔ انھوں نے بتایا کہ وہ فرد کے ترکے ہی کسی کو خبر دینے بغیر چلے گئے۔ حضرت بلھے شاہ نے اپنے ڈیرے کا انتظام ستانہ کے سپرد کیا اور قصود کو کچھ عرصہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔ بڑی دقتوں کے بعد آپ اپنے مرشد شاہ عنایت کے خطاری سلسلہ کے بزرگ شیخ محمد غوث گواہری کے مقبرہ پر حاضر ہوئے جو قلعہ گواہار میں واقع ہے اور قریب ہی بندکے نامہ راگی تان سین نامہ قریب ہے۔ خواب میں آپ کو شیخ محمد غوث گواہری کی زیارت ہوئی جنھوں نے آپ کو عرفان کی دولت بخشی اور تان سین کی قبر پر میری کے دھانڈ پتے کھانے کی بدایت فرمائی۔ صبح آپ نے حسب فرماں تان سین کی قبر پر درخت سے پتے کھانے جس سے آپ

میں موسیقی کا کمال پیدا ہو گیا اور آپ کی طبیعت کو سکون حاصل ہوا۔

گوالیار سے آپ قصور آئے اور ایک دن ٹھہر کر لاہور چلے گئے۔ وہاں ان قوالوں سے ملے جو حضرت شاہ عنایت کی محفل میں عارفانہ کلام گایا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں بتایا کہ آپ مغنیہ کے بھیس میں اپنے پیر کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ قوالوں نے حضرت شاہ عنایت کے فرضی ہندوستانی مغنیہ کے فن موسیقی کی بہت تعریف کی اور پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت شاہ عنایت بولے، ہم اس مغنیہ کو خوب جانتے ہیں اور جمعہ کے دن سماع کی اجازت دے دی۔ حضرت علی شاہ بہت خوش ہوئے۔ جمعہ کے روز آپ نے مغنیہ کا بھیس بدلا اور قوالوں کے ساتھ مرشد کی محفل میں جا پہنچے۔ مرشد کے فراق میں آپ نڈھال ہو چکے تھے۔ قدم بوسی کی تمتانے بے کل کر دیا تھا۔ جن مصائب کے ساتھ روٹھے پیر کو منانے کے لیے ہندوستان کا سفر کیا تھا اس سے آتش شوق اور بھی بھڑک اٹھی تھی۔ اس پر موسیقی نے بھی کلام کے اثر میں سوز و درد بھر دیا تھا اور کلام کو جادو اثر بنا دیا تھا پھر مرشد کو جلد از جلد منانے کا خیال ہی آ رہا تھا۔ لہذا آپ نے بڑے درد بھرے لہجے میں کلام گانا شروع کیا۔ ساری محفل نے آپ کے گانے کا اثر قبول کیا آپ کا وہ کلام آج تک بہت مقبول ہے۔

تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا

ایسے عشق دے کو لوں ساتوں ہٹک نہ ٹٹے لاہور جانے بیڑے کون موڑے ہٹائے
اک عشق دی بھگی وچ مور بولیندا ساتوں قبلہ کے کعبہ پیارا یاروسیندا

ساتوں گھائل کر کے پھر خیر نہ لبیا

تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا

جب آپ کافی گا چکے تو شاہ عنایت نے فرمایا "تو بجا ہے؟" تو آپ نے عرض کی نہیں میں بھلا (بھولاموا) ہوں۔ مرشد نے اٹھ کر آپ کو گلے لگایا اور یوں مرشد و مرید میں صلح ہو گئی اور آپ کی ولایت آپ کو واپس کر دی اور کہا "بے فکر ہو آئندہ تمہاری ولایت تم سے کوئی نہیں چھینے گا۔"

(تذکرہ اولیائے پاکستان)

۳۱۳۔ خدا کی بانٹ

شاہ عنایت صاحب کے ہاں کا ایک دلچسپ واقعہ بھی مجھے شاہ سے منسوب و مشہور ہے۔ شاہ عنایت صاحب نے کچھ نیاز کی شیرینی مجھے شاہ کو تقسیم کرنے کے لیے دی۔ مجھے شاہ نے عرض کی یا پیر و مرشد! میں کس طریقہ پر بانٹوں، اللہ کی بانٹ پر یا محمد کی بانٹ پر؟ شاہ صاحب نے فرمایا اللہ کی بانٹ پر تقسیم کر دو۔ آپ نے شیرینی تقسیم کی، کسی کو بہت کم کسی کو بہت زیادہ، کسی کو کچھ بھی نہ دیا اور یوں شیرینی ختم کر دی۔ شاہ عنایت نہایت متعجب ہوئے اور مجھے شاہ سے پوچھا، یہ کیا کیا ہے؟ تو مجھے شاہ نے بے ساختہ جواب دیا کہ خدا کی تقسیم تو ایسی ہی ہے، کسی کو کم کسی کو زیادہ کسی کو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے خود ہی فرمایا تھا کہ خدا کی بانٹ یا نبی شاہ عنایت اور حاضرین آپ کے کلمات سے بہت محظوظ ہوئے۔

۳۱۴۔ اللہ جیسے چاہے گناہ سے بچالے

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے بچپن کا واقعہ ہے جو اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ آپ ماوراء النہر والی تھے۔ قصہ یوں ہے کہ توترہ کے امر اور رؤسانے ایک روز طوائفوں کا مجرا کروایا۔ حضرت کو ان باتوں کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ وہ محض تماشا دیکھنے چلے گئے تھے۔ یہ بزرگ و بوکے محفل رات گئے تک جاری رہی۔ آپ بھی وہاں پر کھڑے ناچ گانا دیکھتے رہے۔ اچانک آپ کو نیند آگئی اور آپ اسی جگہ جہاں کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے سو گئے۔ خواب میں آپ نے ایک بزرگ کو دیکھا جو آپ پر سخت ناراض تھے۔ انھوں نے آپ کے منہ پر زور سے طمانچہ مالا اور فرمایا، تم ان طوائفوں کا تماشہ دیکھنے آئے تھے، تمہیں معلوم نہیں یہ کتنی بُری بات ہے یہ کہہ کر وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میری جیب آنکھ کھلی تو وہاں جاکھی تھیں لیکن میرے رخسار پر پلٹنے کے واضح نشان تھے بلکہ اس بزرگ کی انگلیاں میرے گالوں پر جم گئی تھیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے کئی سالوں بعد میں جب قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی صاحب سے بیعت ہوا تو میں یہ دیکھ کر حیران و پریشان ہو گیا کہ یہ وہی بزرگ تھے جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا اور انھوں نے مجھے تھپتھپا کر طوائفوں کا تماشہ دیکھنے کی سزائش کی تھی۔

۳۱۵۔ حق کی عقیدت مندی کا واقعہ

میاں یار محمد بلعانی روایت کرتے ہیں کہ خواجہ سلیمان تونسوی درگ (ایک جگہ کا نام) میں تشریف فرما تھے کہ ایک روز ایک شخص اپنی بیوی کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی پر حق کا سایہ ہے آپ خدا کے لیے اس کا کوئی علاج فرماویں۔ حضرت خواجہ صاحب نے حق کو حکم دیا کہ تمہارے اس بیماری عورت کو کیوں گرفتار کر رکھا ہے اس کی جان چھوڑ دو۔ حق نے عرض کی اے خواجہ خواجگان! چند روز سے میرا بچہ سخت بیمار ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بچے کی بیماری دور کرنے کا تعویذ حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن اس کام کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو میں نے اس عورت کو گرفتار کر لیا تاکہ اس کے وسیلہ سے آپ کی زیارت بھی ہو جائے اور میں اپنے بچے کے لیے تعویذ بھی حاصل کر سکوں۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ تم تعویذ کس طرح حاصل کرو گے؟ اس حق نے عرض کی کہ آپ تعویذ کو فلاں پتھر کے نیچے رکھ دیں میں وہاں سے حاصل کروں گا۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے مطلوبہ تعویذ پتھر کے نیچے رکھ دیا۔ حق نے اس طرح اس عورت کی جان چھوڑ دی۔ اور خود تعویذ لے کر مفقود ہو گیا۔ عورت اچھی ہو گئی اور اپنے شوہر کے ساتھ چلی گئی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلیمان ملک سے انسان ہی فیضیاب نہیں ہوتے تھے بلکہ جن بھی آپ کے در سے درد کا درمان حاصل کیا کرتے تھے۔

۳۱۶۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کا روحانی تصرف

ایک روز خواجہ غریب نواز اپنے مریدوں کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔ یہ واقعہ موضع جسور کا ہے۔ ذکر و فکر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اچانک آپ کا روئے مبارک متغیر ہو گیا۔ آپ نے سر زانو میں جھکالیا اور کافی دیر مراقبہ میں بیٹھے رہے۔ کافی دیر کے بعد آپ نے پھر سر اٹھایا اور خداوند کریم کا شکرانہ نواقل کی صورت میں ادا کیا۔ حاضرین اس امر سے متعجب ہوئے کہ چہرہ مبارک کی تغیر کا کیا موجب ہے۔ نور خان گرمانی آپ کا مرید و مشیر تھا اور اس پر آپ کی کمال عنایت بہت زیادہ تھی اور وہ بے تکلف بھی تھا۔ اس نے ہمت کر کے پوچھا، حضرت! آپ کو کیا ایک کیا ہو گیا تھا کہ آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اوائل عمری میں ایک شخص عمر خان جو مکمل کارہننے والا تھا میرا مرید ہوا۔ وہ شخص خاصا متمول تھا اس نے مجھے

ایک گھوڑی تحفہ دی اور چند پکے مکان میرے لیے تیار کروائے، کچھ کنویں بھی میری نذر کیے مگر میں نے سوائے گھوڑی کے کچھ قبول نہ کیا۔ گھوڑی بھی اس کے اصرار کی وجہ سے مجھے قبول کرنا پڑی۔ میں اس کے لیے ہمیشہ دعائے خیر کرتا تھا اور وہ بھی تونسہ میں میرے پاس اکثر آیا جایا کرتا تھا۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ وہ بالکل اُن پڑھ تھا۔ آخری عمر میں اس کے دشمنوں نے اس کی جاہلیت سے فائدہ اٹھایا اور اس کو بہکایا کہ تم نے ایک افغان روہیلہ کی مریدی اختیار کی ہے جبکہ تمہارے اپنے شہر میں ایک سے ایک بڑھ کر مرشد موجود ہیں۔ وہ شخص لوگوں کے بہکائے میں آگیا اور اس نے تونسہ شریف آنا جانا بند کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد وہ سخت بیمار ہو گیا اس کی شکل مسخ ہو گئی اس نے کتے کی طرح لوگوں پر بھونکنا اور کاٹنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اپنے کپڑے پھاڑ کر گلیوں میں جھانگنے لگا۔ ہر وقت اس کی زبان پر کفر کے کلمات رہتے گئے۔ اس کی یہ بدتر حالت دیکھ کر ایک شخص موسیٰ نامی نے اس عمر خان کو کہا کہ تم نے اپنے مرشد کی توہین کی ہے۔ یہ اس کی تمہیں سزا مل رہی ہے لہذا اب بھی تم توبہ استغفار کر کے اپنے مرشد کی طرف رجوع کرو تو تمہاری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ عمر خان نے موسیٰ کی بات کو توجہ سے سنا اور دل سے توبہ کر لی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا۔ اس کی مشکلیں آسان ہو گئیں اور اس کی زبان پر کلمہ شریف جاری ہو گیا۔ پھر اسے احساس ہو گیا کہ میں نے لوگوں کے کہنے سے جو غلط کام کیا اس کی مجھے سزا ملی ہے۔ آج عمر خان پر وقت نزع آگیا اور جان کنی کے عالم میں اس کو شدید تکلیف ہو رہی تھی اور اس نے مجھے یاد کیا تھا۔ میں نے اس کے واسطے درگاہ الہی میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی مہربانی کی اور دولت ایمان لے کر قوت ہوئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرشد کامل کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرید کا ہر حال میں خیال رکھے اور اس کی دستگیری کرے۔

۳۱۷- دعائے خیر

ایک مرتبہ ایک دولت مند مال و زر کے نشے میں پور حضرت سلیمان تونسوی کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا یا خواجہ! یا مجھے موسیٰ بنا دو یا فرعون بنا دو۔ حضرت نے سکوت کیے رکھا۔ اس شخص نے اپنا دعا دہرایا۔ آپ پھر خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ جب اس شخص نے اپنی بات دہرائی تو آپ نے فرمایا، تم نے کہا ہے کہ تمہیں موسیٰ بنا دیا جائے یا فرعون۔ جہاں تک موسیٰ کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے نبی تھے اور نبوت تو

ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے اس لیے تمہارا موٹی بنا ناممکن نہیں ہاں البتہ فرعون بنا چاہتے ہو تو وہ بن سکتے ہو۔ وہ شخصی سحت شرمندہ ہو اور آپ سے معافی کا طلبگار نہ ہو۔ آپ نے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور اس کو ظاہری و باطنی دولت سے مالا مال کر دیا اور نصیحت کی کہ ایسی خواہش آئندہ مت کرنا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے تم پر کرم کر دیا ہے ورنہ تم فرعون بنا دیے جاتے تو تمہاری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جاتیں۔

۳۱۸۔ درود شریف کا دس گنا اجر

ایک مرتبہ امیر تیمور سید امیر علی ہمدانی کی بارگاہ میں حاضر تھے، امیر تیمور نے حضرت سے سوال کیا حدیث شریف میں آیا ہے کہ سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنی مرتبہ درود شریف پڑھا جائے گا اس کا دس گنا ثواب ملے گا۔ اس بات کی صداقت جانا چاہتا ہوں کہ یہ کہاں تک سچ ہے۔ اس کے جواب میں سید امیر علی ہمدانی نے فرمایا کہ تم آج شام کے وقت میرے پاس آنا میں تمہیں تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔ اب سید امیر علی نے عصر کی نماز کے بعد تمام نمازیں سے بات کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی بادشاہ کی دعوت کرنے کا خواہشمند ہو تو اسے اس کی اجازت ہے۔ آپ کے حکم کے جواب میں قی القور چالیس آدمی بادشاہ کی دعوت کرنے کے لیے تیار ہوئے جن کی دعوت سید امیر علی نے قبول کر لی۔ ان تمام میں سے سب سے پہلے ایک بوڑھے غریب آدمی کے گھر سید امیر علی گئے وہاں سے کچھ کمایا اور دوسرے گھر چلے گئے۔ سچی کہ چالیس گھروں میں باری باری جا کر انھوں نے کھانا کھایا جس کی گھر میں آپ گئے۔ وہاں لوگوں نے یہی دیکھا کہ امیر تیمور کھانا کھانے آیا ہے اور کھانا کھا کر چلا گیا ہے۔ تمام کھانوں سے فارغ ہو کر سید امیر علی پر ایک غزل وارد ہوئی۔ غزل تحریر کرنے کے بعد وہ مسجد میں آئے اس وقت عشاء کی نماز کا وقت تھا لوگ مسجد میں جمع ہو رہے تھے۔ وہاں وہ لوگ بھی آئے جنھوں نے سید امیر علی ہمدانی کی دعوت دی تھی۔ وہ سب لوگ دوسروں کو بتا رہے تھے کہ بادشاہ آج ان کا ہمان ہو رہا ہے۔ آپ نے بادشاہ کو بلایا اور فرمایا ان سب لوگوں سے ملو اور ان کی بات سنو۔ یہ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے بیک وقت چالیس گھروں سے کھانا کھایا ہے۔ اگر ایک ادنیٰ سا انسان ایک وقت میں چالیس گھروں سے کھانا کھا سکتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو نبیوں کے تاجدار ہیں وہ درود شریف کیوں نہیں سن سکتے اور اس کا جواب کیوں

نہیں دے سکتے۔ بادشاہ بہت شرمندہ ہوا اور زار و قطار رونے لگا اور وہ جو چالیس گھروں میں ایک ایک غزل لکھی گئی جن کی تعداد بھی چالیس تھی انہیں جہاں اسرار کے نام پر طبع کیا گیا ہے۔

۳۱۹۔ اللہ پر بھروسے کا اجر

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سید امیر علی ہمدانی سفر میں تھے کہ دوران سفر آپ کو اٹھائیس روز تک بھوکا پیاسا رہنا پڑا، کہیں سے پانی اور غذا میسر نہ آئی۔ آپ نے عہد کر لیا کہ کسی شخص سے بھی کوئی چیز طلب نہ کروں گا۔ کچھ دیر کے بعد ایک شخص پانی کا کٹورا بھر کر لایا آپ نے اس سے پانی لینے سے انکار کر دیا وہ شخص چلا گیا۔ آپ کی راہ میں ایک کنواں بھی آیا۔ آپ نے کنویں کو دیکھا تو پیاس کی شدت بڑھ گئی۔ آپ نے کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ پانی سیا مگر جب باہر نکلنا چاہا تو نکلا نہ گیا کیونکہ کنواں بہت گہرا تھا۔ آپ بہت پریشان ہوئے۔ اسی اثنا میں ایک شخص کہیں سے آگیا اس نے اپنی پگڑی اتاری اور پگڑی کا ایک سر کنویں میں بڑھا کر کہا اس پگڑی کو پکڑ لیں۔ آپ نے پگڑی کا سر اچھڑایا اور اس طرح آپ کنویں سے باہر آ گئے۔ آپ نے کنویں سے باہر آ کر اپنے اس محسن کا شکریہ ادا کرنا چاہا تو آپ کی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہ شخص ان کی آن میں عائب ہو گیا آپ نے بہت تلاش کیا مگر بے سود۔ آخر آپ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد کے لیے شاید کوئی فرشتہ بھیجا تھا جس نے اس مصائب کے بحر بیکراں میں میری مدد کی۔ آپ نے فوراً شکرانے کے نفل ادا کیے۔

۳۲۰۔ حضرت علی ہمدانی کی کرامت

ایک دفعہ آپ کا واسطہ ایک سادھو سے پڑ گیا اس نے آپ سے کہا کہ آپ اگر اپنے آپ کو خدا کے اتنا قریب سمجھتے ہیں تو کوئی حیرت انگیز کرامت اور کرشمہ دکھائیں، آپ نے فرمایا میاں سادھو! میں ایک غریب الوطن مسافر ہوں۔ میں تمہیں کیا کرامت دکھاؤں، تم ہی کوئی کرامت دکھاؤ۔ اب سادھو شیخی میں آگیا۔ اس نے بتوں کی طرف دیکھا تو سارے رُت تاجپنے لگے سید امیر علی شاہ ہمدانی نے جب بتوں کو اس طرح تاجپتے دیکھا تو انہوں نے مرید کو کہا کہ اپنے پاؤں سے جوتے اتار دیں، انہوں نے جوتے اتار دیے تو وہی جوتے اُڑ اُڑ کر ان بتوں پر برسنے لگے سادھو نے دیکھا تو فوراً تائب ہو گیا اور تمام فضا کلمہ طیبہ کی

۳۲۱۔ اللہ کے دوست کا امتحان

امیر تیمور بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ رات کے وقت گھوڑے پر پورے شہر کا گشت کر کے اپنی رعایا کا حال معلوم کیا کرتا تھا اور دوسرے روزان کے متعلق فیصلے صادر کیا کرتا تھا۔ ایک روز وہ حسب معمول شہر میں چکر لگا رہا تھا کہ اس نے ایک غمناک آواز سنی۔ وہ آہ و بکا کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک بڑھیا روہی تھی اور بارگاہ ایزدی میں فریاد کر رہی تھی، اے رب العالمین! ہمارے بادشاہ اور وزیر کو موت دیدے اور قاضی شہر کی عمر دے کر دے۔ بادشاہ اس حیرت انگیز دعا کو سن کر بڑا پریشان ہوا۔ کافی دیر وہ سوچتا رہا، کہ بڑھیائے کس طرح معلوم کرے کہ وہ بادشاہ اور وزیر سے کیوں اس قدر تالاں ہے کہ ان کی موت چاہتی ہے اور قاضی سے اتنی خوش کیوں ہے جو اس کی لمبی عمر کے لیے دعا گو ہے۔ کافی دیر بعد اس نے بڑھیائے کے دروازے پر دستک دی۔ جب بڑھیائے نے دروازہ کھولا تو بادشاہ نے نہایت بیچارگی اور مسکینی سے پوچھا کہ اے نیک عورت! میں ایک مسافر ہوں لیکن میں نے تمہاری عجیب و غریب دعا سنی ہے کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ تم بادشاہ وقت اور وزیر سے اتنی زیادہ رنجیدہ کیوں ہو جو ان کی موت چاہتی ہو اور قاضی سے اتنی خوش کیوں ہو کہ اس کی مدد ازئی عمر کی دعا کر رہی ہو، اس بڑھیائے نے کہا اجنبی! میں بادشاہ کی بیماری کا اس لیے خواہش مند ہوں کہ اگر بادشاہ بیمار ہو گا تو وہ وافر مقدار میں صدقہ و خیرات کرے گا اور اس کی خیرات سے میں اپنے غریب بھوکے بچوں کی روٹی کا سامان کروں گی۔ ہمارے چند دن بہتر گزار جائیں گے وزیر کی موت کی اس وجہ سے خواہش مند ہوں کہ وہ نہایت نیک سیرت انسان ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اس کا خاتمہ نیک اعمال پر ہو جائے اور وہ رب العالمین کے دربار میں اعلیٰ مقام پائے اور نجات حاصل کرے اور قاضی شہر کی دلازئی عمر اس لیے چاہتی ہوں کہ وہ اپنی بد اعمالیاں زیادہ سے زیادہ کر سکے تاکہ اس کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کوئی نہ ہو اور قیامت کے روز اس کو زیادہ سے زیادہ عذاب ملے۔

بادشاہ تیمور جو مسافر کے روپ میں تھا، نے آبدیدہ ہو کر اس بڑھیائے سے کہا اے نیک عورت! میں اس وقت تو تہی دست ہوں، میرے پاس صرف ایک تسبیح ہے، تم وہ مجھ سے لے لو اور اس کو فروخت کر کے اپنے بچوں کو لپیٹ بھرنے کا سامان کرو۔ اور اگر وقت نے مہلت دی تو میں تمہاری ضرورت کو درنگا

یہ کہہ کر اجنبی مسافر (بادشاہ) چلا گیا۔ ادھر بڑھیا وہ تسبیح لے کر اپنے ہمسائے کے پاس گئی تاکہ اس کو فروخت کر سکے۔ اس ہمسائے نے جو یوں تو سیدھا مگر پرلے درجے کا بخیل انسان تھا جب تسبیح کو دیکھا تو اس کی دال ٹپک پڑی۔ بڑھیا تسبیح کی قیمت سے نا آشنا تھی کیونکہ تسبیح یا قوت اور لعل و مرجان کی تھی اور مذکورہ ہمسائے کسی طرح اس سے وہ تسبیح بھینا ناپا ہوتا تھا۔ اس نے بڑھیا کے ساتھ الٹی چال چلی کہ یہ تسبیح تو میری ہے۔ اس کو کل کسی نے چرایا ہے اور میں اس کی تلاش میں تھا۔ اب مجھے پتہ چلا کہ یہ تم نے چرائی ہے۔ میں اب تم پر مقدمہ دائر کروں گا۔ بڑھیا گھبرا گئی اور بولی میں بالکل بے قصور ہوں۔ یہ تسبیح تو مجھے ایک اجنبی نے دی تھی میں نے ہرگز نہیں چرائی۔ اب اس سید ہمسائے نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور کہنے لگا، اچھا اگر تو نے تسبیح نہیں چرائی تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔ میں تم پر اتنا ترس کھاتا ہوں کہ تمہیں عدالت میں نہیں کھینچتا۔ بڑھیا نے اسی میں عافیت جانی اور اجنبی کو کوستی اپنے گھر چلی گئی۔

انگلی رات امیر تیمور پھر حسب معمول گشت پزیر نکلا اور قصد بڑھیا کے محلے میں آیا اور اس نے بڑھیا کے گھر سے پھر وہی دعاستی جس میں بادشاہ کی بیماری، فذیر کی موت اور قاضی وقت کی درازی عمر کا ذکر تھا یاد شاہ نے بڑھیا کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بڑھیا اس کو دیکھتے ہی اس پر برس پڑی اور اس کے منہ میں جو آیا کہتی چلی گئی۔ جب اس کا غصہ فرو ہوا تو بادشاہ نے اس سے اصل واقعہ سنانے کو کہا۔ بڑھیا نے بلا کم و کاست اپنے سید پڑوسی والا سارا قصہ سنا دیا۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا۔ اس نے بڑھیا کو بتایا کہ میں اجنبی نہیں، بلکہ بادشاہ وقت ہوں اور میں نے تمہاری ضرورت پوری کرنے کی غرض سے اپنی قیمتی تسبیح تمہیں دی تاکہ تم اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کا سامان ہیا کر سکو مگر تمہارے ساتھ تمہارے بخیل پڑوسی نے بڑی زیادتی کی ہے۔ اس کی سزا اس کو ضرور ملے گی۔ اگلے روز بادشاہ نے بڑھیا اور اس کے بخیل سید پڑوسی کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ دربار میں تمام وزراء، امراء اور دیگر صاحب تشریف فرما تھے۔ بادشاہ نے بڑھیا کو حکم دیا کہ ساری روٹا دوتاؤ۔ بڑھیا نے شروع سے آخر تک ساری بات دربار میں بیان کر دی۔ فیصلہ یہ کیا گیا کہ بڑھیا کو خاطر خواہ انعام دیا جائے جس سے وہ بار زندگانی آسانی سے اٹھا سکے اور اپنے بچوں کی کفالت بہتر طریقے سے کر سکے اور اس کے بخیل سید ہمسائے کو سزائے موت دے دی۔ اسی پریس نہ کی گئی بلکہ اس علاقے میں، حقینے سادات گھرانے تھے ان کو بھی نیست و نابود کرنے کا فرمان جاری کر دیا گیا۔ اس طرح بہت سے سید گھرانے لقمہ اجل ہو گئے۔

انہی سید گھرانوں میں ایک شخص سید امیر علی ہمدانی بھی تھے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد بیسار تھی اور یہ خطر ملاحظہ تھا کہ اگر امیر علی ہمدانی پر ہاتھ ڈالا گیا تو ملک نقص امن کا شکار ہو جائے گا۔ امیر تمپور نے کافی سوچ بچار کی کہ کسی طرح کوئی ایسا جملہ پیدا ہو جائے جس سے سید امیر علی ہمدانی کو بھی ٹھکانے لگا دیا جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ بادشاہ کافی مدت اسی ادھیڑ بٹن میں مشغول رہا۔ ایک روز اس کے ذہن میں عجیب سا خیال پیدا ہوا جس سے اس کی خواہش پوری ہو سکتی تھی۔ بادشاہ نے سوچا کہ امیر علی ہمدانی کی ولایت کا امتیاز لیا جائے اور اگر وہ قیل ہو گئے تو ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس طرح کوئی شخص انگلی نہیں اٹھا سکے گا چنانچہ بادشاہ نے ایک بکری چوری کروائی اور اس کو ذبح کر کے پکوا یا پھر اس نے سید امیر علی ہمدانی کو ان کے مریدوں سمیت کھانے پر مدعو کیا۔ بادشاہ کا خیال تھا کہ چوری کی ہوئی بکری جب آپ کھائیں گے اور اس کے متعلق کچھ یہ جان سکیں گے اس طرح آپ کی ولایت کے تمام پردے اٹھ جائیں گے اور ان کو قتل کرنا آسان ہو جائے گا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دلی کو بھی بادشاہ کی بری نیت سے باخبر کر دیا۔ آخر دعوت کے روز سید امیر علی ہمدانی اپنے مریدوں کے ہمراہ بادشاہ کے دربار میں تشریف لائے۔ دسترخوان بچھا دیے گئے اور کھانا لگ گیا ابھی کسی نے لقمہ بھی نہ توڑا تھا کہ ایک بڑھیا روتی پیتی آئی اور بادشاہ سے فریاد کی کہ میں نے ایک بکری سید امیر علی ہمدانی کو تحفے کے طور پر دینے کے لیے پال رکھی تھی اس کو کوئی چڑا کر لے گیا ہے لہذا اب میں کیا کروں اور کہاں سے بکری لاؤں۔ میں تو سید امیر علی کے آگے بڑی شرمندہ ہوں۔ یہ سن کر حضرت صاحب نے بڑھیا سے کہا، تم اپنی بکری مجھے دے دو۔ تم زبان سے بکری مجھے دے دو گی تو بکری مجھ تک پہنچ جائے گی تو بڑھیا نے کہا کہ حضرت! وہ بکری آپ کے لیے تھی اس لیے میں نے آپ کو دے دی۔ حضرت نے فرمایا میں نے وہ بکری قبول کی۔ اس کے بعد آپ نے کھانا تناول کرنا شروع کیا۔ بادشاہ اس عجیب و غریب صورتحال سے بڑا پریشان ہوا اور نادام ہو کر آپ سے معافی کا طلب گار ہوا۔ آپ نے اسے زیادتی کرنے پر معاف کر دیا۔ بعد ازاں وہ آپ کی روحانیت سے متاثر ہو کر آپ کے ماننے والوں میں شامل ہو گیا۔

۳۲۲۔ پیغمبر کی قبر کی خدمت کا صلہ

حضرت غوث علی شاہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ دوران سفر ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس کا

حال دریافت کیا تو کہنے لگا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار کا جا روپ کش ہوں۔ چھ مہینے میں ایک مہینے کی رخصت ملتی ہے۔ ہفتہ بھر گھر پر گزار کر پھر آستانہ پر حاضر ہو جاتا ہوں۔ جب میں بیس سال کی عمر کا ہوا تھا تو مجھے حرم شریف کی زیارت کا خیال آیا۔ جا بجا مقدس مقامات کی زیارت کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار متبرکہ پر پہنچا۔ دل یہاں پہنچ کر کچھ ایسا مانوس ہوا کہ میں یہیں کا ہو رہا اور جا روپ کشی اختیار کر لی۔ سات آٹھ برس کے بعد ایک فقیر میرے وطن کا واپس آسکلا اور پیام دیا کہ تمہاری بیوی نے کہا تھا، کہ اگر کہیں مل جائے تو کہہ دینا کہ تمہارے بچوں کی شادی کا وقت آ گیا ہے اور خرچ کو کوڑی بھی نہیں جس طرح ہو سکے آ جاؤ۔ اس وقت سے میں فکر مند تھا کہ میرے پاس زاد راہ بھی نہیں اور سفر و دراز کا بے کس طرح اس مصیبت سے نجات ملے۔ اسی خیال میں سو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ قلاں مقام پر پتھر کے نیچے پانچ سو ریال رکھے ہیں ان کو لو اور گھر چلے جاؤ لیکن بچوں کی شادی کر کے جلد واپس چلے آنا تمہارے منتظر رہیں گے۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو اس خواب کو محض خیال سمجھا۔ دوسری رات پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقام پر جا کر دیکھو تو سہی۔ میں نے اس مقام پر جا کر دیکھا، تو درحقیقت وہاں پانچ سو ریال پائے تیسری شب آپ نے ارشاد فرمایا کہ کل ضرور چلے جاؤ اور جلد واپس آؤ۔ میں وہاں سے مدینہ منورہ میں آیا۔ وہاں کچھ مدت قیام کا ارادہ تھا۔ خواب میں حضور سرور کائنات نے ارشاد فرمایا کہ یہاں سے جلد چلے جاؤ کیونکہ حضرت موسیٰ تمہارے منتظر ہیں۔ میں وہاں سے روانہ ہو گیا گھر پہنچا۔ بچوں کی شادی سے فارغ ہوا تو گھر چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ ایک رات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں فرمایا کہ کیا تو واپس نہیں آنا چاہتا۔ میں نے عرض کیا کہ پیدل چلنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ حضرت کے آستانے پر موجود ہوں۔ اس روز سے میرا یہ حال ہے کہ چھ مہینے کے بعد عرض کر کے سو رہتا ہوں اور صبح کو اپنے گھر بیدار ہوتا ہوں اور پھر آٹھ دن بعد اسی طرح حضرت کے آستانے پر پہنچ جاتا ہوں۔ میرے حال پر موسیٰ علیہ السلام کی بہت مہربانی ہے جس وقت چاہتا ہوں حضرت سے گفتگو کر لیتا ہوں۔

ایک دن عرض کیا کہ حضرت مجھے کچھ تعلیم فرمائیے، ارشاد فرمایا تو تمہل نہ ہو گا گریباں بعد انتقال کے تم کو کچھ دیں گے اب میں اپنے گھر آیا ہوں۔ چار دن تو گزر گئے ہیں تین دن باقی ہیں پھر اسی آستانے پر پہنچ جاؤنگا نہایت خوشی میں حضرت کے مدفن زندگی بسر کر رہا ہوں۔

۳۲۳۔ ایک فقیر کی روحانی توجہ کا اثر

حضرت سید غوث علی شاہ قلندر فرماتے ہیں کہ جب ہم حج بیت اللہ کا قصد کر کے بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے تو ہم نے کپتان سے پوچھا، میاں تمہیں کوئی مردِ خدا بھی ملا ہے یا نہیں۔ کپتان نے کہا جی ہاں ملے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارا جہاز حاجیوں کو لے کر روانہ ہوا تو ایک فقیر اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے والد کے پاس آ بیٹھا اور کہنے لگا کہ اس سفر میں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے ہم بھلا اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے؟ والد نے جواب دیا، سو اجیتے میں پہنچ جائیں گے۔ فقیر نے کہا اتنا طویل سفر تو تمہارے لیے دشوار ہے ہمارا جی متلاتا ہے، پہلے سے یہ معلوم ہوتا تو ہم کبھی جہاز پر سوار نہ ہوتے۔ والد نے بطور مزاح کہا، اگر کچھ ہمت ہو تو زور لگاؤ تاکہ جہاز جدہ کے ساحل پر جا لگے۔ فقیر نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے کون سی بندرگاہ آتی ہے والد نے کہا عدن۔ پھر مجھ پھر جدہ، فقیر نے کہا بس اب نگر ڈال دو جدہ آ گیا ہے۔ یہ کہہ کر خود اٹھ کر اپنی جگہ پر چلے گئے۔ والد حیران تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ فوراً ہی ایک خلامی کو تحقیقِ حال کے لیے بھیجا۔ اس نے واپس آ کر بتلایا کہ جدہ کی بندرگاہ آ گئی۔ والد نے اس فقیر کو بہت تلاش کیا لیکن پتہ نہ چلا۔

۳۲۴۔ جادو اور روحانیت کا مقابلہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت غوث علی شاہ نے ایک چار کے لڑکے سے پوچھا، تم روزانہ کہاں جاتے ہو اور سارا سارا دن کیا کرتے رہتے ہو؟ اس لڑکے نے جواب دیا کہ میں جہاں بھی جاتا ہوں یا جو کچھ بھی کرتا ہوں ایک دن اس کے متعلق ہر کسی کو معلوم ہو جائے گا۔ آپ نے کہا مگر اس میں راز داری کی کیا بات ہے؟ چار کے لڑکے نے کہا میں نے کہہ جو دیا کہ یہ بات زیادہ دیر راز نہ نہیں رہے گی۔ آپ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ راز میں اپنی کوشش سے معلوم کر لوں؟ آخر کار چار کے لڑکے نے ہار مان لی اور سارا ماجرا سنانے لگا۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں ایک منتر سدا رہا ہوں اور اس منتر کا جاپ میں فریلے کے کنارے کھڑے ہو کر کرتا رہتا ہوں۔ غوث علی نے جواب دیا اچھا بس روزم اپنا یہ منتر سدا لو گے تو مجھے ضرور بتا دیتا میں بھی تمہارے منتر کا کمال دیکھوں گا۔

اس کے بعد آپ اپنے گھر چلے گئے۔ کافی دنوں کے بعد وہ لڑکا آپ کے گھر پہنچا اور بتایا کہ میں نے اپنا جاپ مکمل کر لیا ہے۔ اگر دیکھنا چاہو تو میرے ساتھ آ جاؤ۔ غوث علی اسی وقت لڑکے کے ساتھ چل دیے۔ لڑکے نے دریا کے کنارے پہنچ کر چاول پکائے اور پھر ایک بکرے کو قربان کیا۔ پھر پوچھا کرتے کے بعد منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ جیسا اس نے منتر مکمل کیا تو بہت خوش ہوا اور بولا: "میاں جی! بھگوان کی کرپا سے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔" غوث علی نے کہا کہ میں کس طرح اس بات پر یقین کروں کہ تم کامیاب ہو گئے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا میں جو کہہ رہا ہوں۔ غوث علی نے کہا جب تک میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھوں گا یقین نہیں کروں گا۔ لڑکے نے کہا، چلو پھر تمہیں ابھی اپنے منتر کا تماشا دکھاتا ہوں۔ لڑکے نے ایک کنکر زمین سے اٹھایا، کچھ پڑھا اور پڑھ کر اس کنکر کو درخت پر سے مارا۔ درخت کو فوراً آگ لگ گئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ ہو گیا۔ غوث علی نے کہا کیا تم کسی آدمی کو بھی راکھ کر سکتے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا کیوں نہیں۔ میں ہر چیز کو جلا کر راکھ کر سکتا ہوں۔ غوث علی نے لڑکے سے کہا کہ تم مجھے راکھ کر کے دکھاؤ تو مانوں۔ لڑکے نے گہرا کہا کہ اگر میں نے تمہیں جلا دیا تو تمہارے گھر والوں کو کیا جواب دوں گا؟ آپ نے سیتہ تان دیا اور کہا، تم اپنا کمال تو دکھاؤ ویسے بھی میں تو راکھ ہو جاؤں گا اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ لڑکے کو بھی اس بات پر غصہ آ گیا اور بولا، میاں جی! آپ مجھے غصہ نہ دلائیں ورنہ آپ اپنی زندگی سے ماٹھ دھو بیٹھیں گے۔ آپ نے جواب دیا تم بے فکر رہو۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ اس پر لڑکے کو طیش آ گیا اور اس نے کہا، پھر تیار ہو جائیے میاں جی، مرنے کے لیے۔

پھر لڑکے نے کنکر پکڑ کر اس پر منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ غوث علی اس لڑکے پر اپنی نظریں جمائے کھڑے تھے جب لڑکے نے منتر مکمل کر لیا تو کنکر کو غوث علی کی طرف پھینکا۔ غوث علی نے اپنے گرد حصار کھینچ لیا جس کی وجہ سے وہ محفوظ رہے مگر غوث علی نے اپنے دل میں سوچا کہ حصار میں قید ہو کر منتر سے بچے تو کیانچے۔ آپ نے اس لڑکے سے کہا، تم دوبارہ منتر پڑھو۔ میں پہلے حصار میں قید تھا اب میں آزاد تمہارے منتر کا سامنا کروں گا۔ لڑکے نے دوبارہ منتر پڑھا اور کنکر غوث علی کی طرف پھینکا۔ کنکر غوث علی سے ٹکرایا اور واپس گیند کی طرح اچھل کر چار کے لڑکے کو لگا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ غوث علی پریشان ہو گئے۔ اسی پریشانی کی حالت میں چار کے پاس پہنچے اور اسے سارا واقعہ سنایا۔ چار نے بچارہ بھاگ بھاگ

وہاں پہنچا۔ اس کا لڑکا اوندھے منہ زمین پر پڑا تھا اور اس کے جملہ مساموں سے خون جاری تھا چار لڑکے کو اٹھا کر سیدھا غوث علی کے ناناکے پاس تشکایت لے کر گیا۔ آپ کے نانانے جب سارا ماجرا سنا تو غوث علی کو فوراً طلب کیا اور ان سے کہا غوث علی! میں کیا سن رہا ہوں؟ غوث علی نے جواب دیا، ناناجان! آپ نے جو سلسلے بالکل درست سنا ہے۔ یہ لڑکا اپنی قوت اور طاقت مجھ پر آزما رہا تھا جبکہ میں بھی اس کے مقابلے میں اپنی قوت آزما رہا تھا اس میں میرا کوئی دوش نہیں ہے۔ یہ سب سن کر آپ نے نانانے غوث علی کو کئی طلبے رسید کیے اور کہا تو نے شیخ عبدالقادر جیلانی کو کوئی معمولی ہستی سمجھ رکھا ہے اور وہ تیری کہاں کہاں مدد کرتے رہیں گے۔ اس کے بعد انھوں نے سورۃ المنزل پڑھنا شروع کر دی۔ پڑھتے جاتے اور چار کے لڑکے پر دم کرتے جاتے۔ یہ عمل کافی دن تک جاری رہا۔ تب کہیں جا کر وہ لڑکا درست ہوا اور بالکل اچھا ہو گیا۔

۳۲۵۔ غیبی رزق کا واقعہ

حضرت غوث علی شاہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ قلندر صاحب کے چکر میں جا کر ٹھہرے۔ شاہ امیر الدین بھی وہاں تشریف لائے۔ فرمانے لگے کہ میاں جنگل میں رہ کر کیا کھاؤ گے؟ ہم نے کہا صاحب جو خدا کھلائے گا۔ کچھ دیر بعد ایک شخص آیا اور چاول، گھی اور مرغ لے آیا ہم نے اس سے کہا کہ بھائی! اگر تم قلندر صاحب کی نذر لائے ہو تو یہ پانی پت یا کر نال لے جاؤ اور اگر زندہ قلندر کے واسطے لائے ہو تو ہمارے پاس رکھ دو۔ اس شخص نے کہا صاحب! میں تو آپ کے واسطے لایا ہوں۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا اور بلا فائدہ پکایا۔ پھر تو ہمیشہ یہی کیفیت رہی۔ چھ ماہ تک ہم وہاں ٹھہرے رہے۔ ہر روز کچھ نہ کچھ خدا کے فضل و کرم سے آتا رہا اور ہم اس کا شکر بجا لاکر کھاتے رہے۔

۳۲۶۔ محفل سماع میں وجد کا قصہ

غوث علی کی کم سنی میں ایک دفعہ آپ کے نانا محمد حیات ایک مشہور بزرگ حاجی لعل کی خدمت میں جا رہے تھے۔ غوث علی کی والدہ نے ان سے کہا، باوا جان! اپنے ساتھ غوث علی کو بھی لیتے جائیے اس پر بھی کچھ کرم ہو جائے گا۔ محمد حیات کے کہا بیٹی! مجھے اس کو حاجی لعل کے پاس لے جانے میں کوئی

اعتراض نہیں مگر اس کی عمر ابھی کیا ہے، صرف آٹھ سال۔

ان دنوں غوث علی کے والد احمد علی بھی وہلی سے آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے بھی سسر سے کہا با واجان! میں خود بھی آپ کے ساتھ حاجی لعل کے پاس چلوں گا اور غوث علی کو بھی ان سے ملواؤں گا۔ اس اصرار کی وجہ سے محمد حیات خاموش ہو گئے۔ پھر تینوں حاجی لعل صاحب کی طرف چل دیے۔ جب یہ تینوں ان مقبرہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے نانا اور باپ دونوں کو نظر انداز کرتے ہوئے غوث علی کی طرف دیکھا۔ حاجی لعل غوث علی کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ باقی دونوں بزرگ بہت حیران ہوئے کہ یہ حاجی صاحب کو کیا ہو گیا ہے۔ غوث علی کا ہاتھ حاجی لعل کے ہاتھ میں تھا۔ حاجی لعل کہہ رہے تھے، صاحبزادے تم کہاں تھے؟ میرے پاس تمہاری ایک امانت پڑی ہوئی ہے اور میں اس امانت کو تمہارے حوالے کرنے کے واسطے تمہیں تلاش کر رہا تھا۔

اس کے بعد کمرے کے سب دروازے بند کر دیے گئے اور وہاں موجود قوالوں نے قوالی شروع کر دی۔ اس دوران کسی نے بتایا کہ حضرت حاجی لعل کسی کو اپنے اتنا قریب نہیں آنے دیتے مگر تمہاری قسمت بہت اچھی ہے کہ تمہیں حاجی لعل نے اپنے پاس بٹھایا اور اپنی خاص توجہ تمہیں دے رہے ہیں۔ قوال نہایت انہماک سے قوالی سنا رہے تھے۔ حاجی لعل حسین پرورد کی سی کیفیت طاری ہو گئی پھر اسی کیفیت میں اپنے غوث علی کی طرف خاص نظروں سے دیکھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے حاجی صاحب غوث علی پر اپنی نظر کرم کر رہے ہیں۔ اس کے بعد غوث علی کو بھی اپنی ہوش نہ رہی۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے غوث علی نے نانا نے شکایتاً کہا، حاجی صاحب! یہ آپ نے کیا کر دیا ابھی اس بچے کی عمر ہی کیا ہے۔ آپ نے اتنی سخت نظریں اس بچے پر کیوں ڈالیں؟ اس سے پہلے کہ حاجی صاحب کچھ کہتے، احمد علی نے اپنے سسر کو سمجھایا کہ با واجان! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہمیں تو حاجی صاحب کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انھوں نے ہمارے بیٹے کو اتنی کم سستی میں اس دولت سے مالا مال کر دیا۔ میرا بچہ بہت خوش نصیب ہے۔ غوث علی کو اسی غمش کی حالت میں ذہ گھلے گئے۔ گھلے بہت پریشان ہوئے۔ یہ غمش تقریباً آٹھ روز تک غوث علی پر طاری رہی۔ جب نویں دن آپ کو ہوش آیا تو اس وقت آپ بہت سنجیدہ ہو چکے تھے اور چہرے پر حلال اور برباری کا راج تھا۔

۳۲۷. حضرت غوث علی شاہ کی مہمان نوازی

دوران سیاحت حضرت غوث علی شاہ کا واقعہ ہے کہ آپ کچھ دن آگرے میں رہے پھر وہاں سے گولیار کی طرف چل دیے۔ راستے میں کسی گاؤں سے گزر ہوا۔ اس گاؤں میں تمام لوگ تقریباً ہندو تھے آپ کو کسی مسلمان کی تلاش تھی تاکہ رات بسر کر سکیں۔ کسی شخص نے آپ کو ایک تیلی کا پتہ بتایا۔ آپ فوراً اس تیلی کے گھر پہنچے اور رات بسر کرنے کے واسطے اس شخص سے کہا۔ تیلی نے کہا میں جی! مجھے خوشی ہے کہ آپ جیسے برگزیدہ بندے نے مجھے خدمت کا موقع دیا ہے مگر مجھے افسوس ہے کہ میرے گھر میں بالکل جگہ نہیں ہے ویسے اگر آپ مجبور کرتے ہیں تو ذرا جائے میرے گھر میں۔ غوث علی اس گھر میں رہ گئے مگر انھیں جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ اس گھر میں واقعی نہیں رہ سکتے اس لیے انھوں نے تیلی سے کہا کہ تمھارے گھر کے سامنے درخت کے نیچے ایک چبوترہ ہے اگر تم اجازت دو تو میں وہاں لیٹ جاؤں۔ تیلی نے جواب دیا، مجھے تو کوئی اعتراض نہیں مگر چوکیدار نے اگر آپ کو تنگ کیا تو آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ نے جواب دیا اگر اس نے مجھے تنگ کیا تو اس سے کہدوں گا کہ میں تیلی کا رشتہ دار ہوں۔ یہ کہتے ہوئے آپ کے دل کو بہت رنج ہوا۔ اس کے بعد آپ چبوترے پر جا کر لیٹ گئے۔ رات کو جب چوکیدار نے آکر آپ کی بابت پوچھا تو آپ نے اسے تیلی کے پاس بھیج دیا۔ چوکیدار تیلی کو ساتھ لے کر چبوترے پر پہنچا اور تیلی سے پوچھا، کیا یہ تیرا مہمان ہے؟ مجھے تو تمھارا مہمان نہیں لگتا۔ کیونکہ اس کے اور تیرے ٹھلے میں زمین آسمان کا فرق ہے، مجھے تو لگتا ہے یہ آدمی دہلی سے آیا ہے۔

حضرت غوث علی نے جواب دیا تم ٹھیک کہتے ہو میں واقعی اس آدمی کا مہمان نہیں بلکہ یہ سب اس نے میرے کہنے پر کیا ہے اور میں دہلی ہی سے آیا ہوں۔ چوکیدار نے یہ سنا تو بہت خوش ہوا اور آپ کو اپنے گھر لے گیا۔ راستے میں چوکیدار سے تفصیلی تعارف بھی ہوا۔ چوکیدار نے بتایا کہ میں بھی دہلی کا رہنے والا ہوں۔ چوکیدار نے گھر پہنچ کر آپ کو کھجری پکا کر کھلائی اور پھر آپ سے نماز تہجد کی ترکیب پوچھی۔ غوث علی نے اس کو نماز کی ترکیب بتادی۔ چوکیدار آپ کی تین دن تک خاطر مدارت کرتا رہا۔ اس کے بعد آپ گاؤں چھوڑ کر آگے روانہ ہو گئے۔

۳۲۸۔ ایک مجذوب کے روحانی تصرف کا واقعہ

حضرت مولانا سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ہم پہلی مرتبہ پیران بکیر گئے تو دو وقت کا فاقہ ہوا۔ ہم نے حضرت مخدوم کے مزار پر جا کر کہا کہ حضرت آپ تے تو عمر بھر گولہ ولا پر گزارا کیا ہم کو جو کا ہی رکھیے گا۔ غور سے دیکھا تو قبر پر سیاہ سانپ لپٹا ہوا تھا ہم اپنا حال کہہ کر چلے آئے۔ پھوڑی دیر بعد ایک خادم کھانا لایا اور معذرت کرنے لگا کہ میں بھول گیا تھا۔ آپ معاف فرمائیں۔ ہمیں وہاں سال بھر رہنے کا اتفاق ہوا۔ ایک بار تمام خادمانِ درگاہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے عرس پر چلے گئے تھے۔ وہاں سولے برسے اور کافر شاہ مجذوب کے کوئی نہ تھا۔ وہ عارضۃً اسہال میں مبتلا تھے۔ ایک دن ہم سے کہا کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے، میرا بدن اور کپڑے سب ناپاک ہیں۔ کپڑے تالاب پر دھو لاؤ اور مجھے نہلا دو۔ ہم نے کپڑے دھو دیے اور ان کو خوب نہلا دیا۔ بعد نماز مغرب چادر تان کر لیٹ گئے اور السلام علیکم کہہ کر جان بحق ہوئے۔ اس زمانے میں مزار کے آس پاس بڑا گھنا جھگل تھا۔ ہم ان کی لاش کی نگہبانی کرتے رہے۔ جب آدمی رات گزری تو خیال آیا کہ لاش کو تنہا چھوڑتے ہیں تو اس بات کا خوف ہے کہ کوئی جانور نہ کھا جائے اور اگر لاش کی حفاظت کے لیے بیٹھتے ہیں تو نماز قضا ہوتی ہے۔ ہم اسی فکر میں تھے کہ وہ مجذوب "اللا اللہ کہہ کر اٹھ بیٹھے۔ ہم نے لاشوں پر ٹھی اور اپنا عصا سنبھالا۔ خیال تھا کہ کوئی بھوت لاش کے اندر حلول نہ کر گیا ہو۔ ماننے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ وہ گھبرا کر بولے، میاں غوث علی شاہ! خیر دار، میں کوئی جن بھوت نہیں ہوں۔ میں تو وہی کافر شاہ ہوں۔ تم فکر مند تھے اس لیے میں دربارِ الہی سے دوپہر کی رخصت لے کر آیا ہوں۔ اب تم نماز پڑھو میں دو گھنٹی دن چڑھے مردوں گا۔ ہم نے اپنا عصا کھدیا ان سے باتیں شروع کیں۔ اول تو ہم نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ دوسرے یہ کہ آپ کو فیض کہاں سے ہوا؟ تیسرے یہ کہ مرتے کے بعد کیا گزری؟ کافر شام نے جواب دیا کہ میں تیموریہ خاندان کا شہزادہ ہوں اور فیض باطنی مجھ کو حضرت مخدوم علی احمد صاحب کی روح پر فتوح سے ہوا ہے اور وہاں کا حال مختلف ہے۔ مجھ پر خیر گزری۔ زیادہ حال بیان کرنے کی اجازت نہیں۔ تم جب آؤ گے تو خود معلوم کر لو گے۔ اب جاؤ نماز پڑھو دیر ہو رہی ہے مگر اشراق پڑھ کر حلقہ چلے آنا۔ جب ہم ٹھیک وقت پر پہنچے تو آپ نے فرمایا لو اب ہم جاتے ہیں۔ تم دفن کنن کا کچھ فکر نہ کرنا۔ مولوی قلندر صاحب جلال آبادی اور ان کے دو طالب علم آتے ہی ہوں گے۔ وہ تمہارے

مددگار ہوں گے۔ دو چادریں ان کی اور ایک ہماری، ان میں لپیٹ کر دفن کر دینا اور میری قبر مخدوم صاحب کے پانداز بتانا پھر آپ نے کہا کہ اب انگوٹھوں میں سے جان نکل گئی ہے۔ اب ٹخنوں میں آئی اور اب گھٹنوں میں، اب کمر میں اب سینے میں اور اب طاق میں۔ السلام علیکم کہہ کر رخصت ہو گئے۔ تقوڑی دیر میں مولوی صاحب بھی تشریف لائے، ان کی وصیت کے مطابق انھیں دفن کر دیا۔ پھر ہم نے تمام حال مولوی صاحب سے بیان کیا۔ وہ بہت دیر تک متحیر ہے اور کہتے لگے کہ حقیقت میں یہ درویش اپنے فن کا پورا تھا۔

۳۲۹. دشمن سے درگزر کرنے کا واقعہ

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی اپنی خانقاہ کے اندر مراقبے میں اس طرح غرق تھے کہ ان کو تراب درویش کی آمد کی خبر قطعی نہ ہوئی۔ تراب کو حضرت سے پرانی دشمنی تھی۔ آج بھی وہ قتل کے مذموم ارادے سے آیا تھا۔ حضرت کو ہوش سے بیگانہ دیکھ کر اس کو اپنا ارادہ پورا ہوتا نظر آیا۔ اس نے اپنے قبیلے سے خنجر نکالا اور حضرت چراغ دہلوی پر گیارہ کاری ضربیں لگائیں۔ جب آپ زخموں سے چھوہ ہو گئے تو اس نے بھاگ جانے کا ارادہ کیا لیکن گلی میں تراب کے خون آلود کپڑوں کو دیکھ کر لوگوں کو شک گذرا تو انھوں نے اس کو پکڑ لیا۔ اس نے اپنے آپ کو چھپانے کی بہتیری کوشش کی مگر بے سود۔ لوگوں نے اس کو بھاگنے نہ دیا ہر شخص کا یہی سوال تھا کہ تم کس کو قتل کر کے آئے ہو۔ تراب نے اس بارے میں سلسل خاموشی طاری رکھی۔ آخر لوگوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ جب جسمانی ضربوں کی مزید برداشت نہ رہی تو اس نے سب کچھ اگل دیا کہنے لگا کہ میں حضرت چراغ دہلوی کو قتل کر کے آ رہا ہوں۔ لوگوں پر عجیب مافی کیفیت طاری ہو گئی۔ سب فوراً حضرت کے پاس پہنچنا چاہتے تھے لیکن تراب کو چھوڑنا بھی دانش مندی نہ تھی۔ چنانچہ چند لوگوں نے اسے زیر حراست رکھا اور باقی حضرت چراغ دہلوی کی طرف دوڑ پڑے۔

خانقاہ کا فرش خون معصوم سے رنگین ہو چکا تھا۔ حضرت بے ہوش پڑے تھے ان کو فوراً طبی مدد کے لیے طبیب کے پاس لے جایا گیا۔ خون زیادہ بہ جانے کی وجہ سے حضرت کی حالت تشویشناک تھی ہر قسم کی دعائی اگر مائی جانے لگی۔ مگر حضرت کو کوئی افاقہ نہ ہو رہا تھا۔ سلسل سسی کے بعد آپ ہوش میں تو آ گئے مگر شدید کرب و اذیت کے باوجود آپ کے لب متبسم تھے۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ تراب کدھربے، لوگوں

تے سوال کیا، حضرت آپ کو کیسے پتہ چلا کہ آپ پر حملہ تراب نے کیا ہے، آپ نے جواب دیا کہ بیشک مجھے پتہ ہے لیکن میں نے اس کو اس لیے نہیں روکا کہ میرا وقت ابھی نہیں آیا اور میں اس کے حملے سے مروں گا نہیں۔ اس لیے میں نے اس کی دل شکنی مناسب نہیں سمجھی اور اس کو حملہ کرنے دیا۔ مولیٰ نے آپ کو باتیں کرنے سے منع کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے لیے اس حالت میں بولنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے مگر آپ نے جواب دیا، میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ابھی میرا وقت نہیں آیا تو پھر خطرہ کس بات کا۔ فوراً تراب کو میرے سامنے لاؤ میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید حضرت اسے بلا کر کوئی سزا دینا چاہتے ہیں اس لیے اٹھوں نے عرض کی کہ حضرت! آپ فکر نہ کریں بلکہ آرام کریں۔ تراب ہماری قید میں ہے، وہ کہیں بھاگ نہیں سکتا۔ آپ ٹھیک ہو جائیں تب اس کو آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور پھر آپ جو بھی اس کو سزا دیں گے اس سے اس کا پینا مشکل ہوگا۔

اپنے ذرا ترشی سے حاضرین کو حکم دیا، تراب میرا مجرم ہے اس کے متعلق کسی قسم کا فیصلہ بھی مجھ ہی کو کرنا ہے۔ چنانچہ تراب کو فوراً میرے سامنے پیش کیا جائے۔ لوگوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور تراب کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے تراب سے سوال کیا، اے تراب! تم نے مجھ پر کتنے وار کیے، تراب خاموش رہا۔ آپ نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا مگر اس مرتبہ بھی وہ خاموش رہا۔ شاید وہ یہ سوچ رہا تھا کہ حضرت مجھ سے ایسا سوال اس لیے کہے ہیں کہ وہ مجھ کو میرے جرم کے مطابق سزا دیں گے۔ حضرت چراغ دہوی نے اپنا سوال ایک مرتبہ پھر دہراتے ہوئے فرمایا، تراب تم کیوں نہیں بتاتے کہ تم نے ہم پر کتنے وار کیے، ہم تمہیں سزا نہیں انعام دینا چاہتے ہیں اس لیے گھبراؤ نہیں۔ تراب کی حالت ایسی تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اور وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔ اسی کپکپاہٹ میں اس نے عرض کیا، حضرت آپ کی لوگوں میں مقبولیت کی وجہ سے مجھے حسد پیدا ہو گیا تھا اور میرے دل میں ہر وقت ایک ہی خیال رہتا تھا کہ میں بھی اتنی عبادت کرتا ہوں مگر مجھے وہ شہرت اور عزت نصیب نہیں ہوئی۔ اسی جلن اور حسد میں اگر میں آپ پر حملہ آور ہوا ہوں۔

حضرت نے فرمایا میں نے تم سے حملہ کرنے کی وجہ نہیں پوچھی بلکہ میں صرف اتنا جانتا چاہتا ہوں کہ تم نے مجھ پر کتنے وار کیے؟ یہ سن کر تراب بھکتے ہوئے بولا حضرت! اس بد نصیب نے آپ پر کیا وہ وار کیے ہیں۔ حضرت نے دوبارہ پوچھا کہ وار انام انام سے کیے تھے یا زور زور سے؟ اس وقت

تراب کی حالت دیدنی تھی اور وہ شرم کے مارے زمین میں رڑ جا رہا تھا اس نے تخیل ہوتے ہوئے کہا، حضور! میں نے اپنی پوری طاقت سے حملہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس طرح تو تھکے ہاتھوں کو بہت تکلیف پہنچی ہوگی۔ خیر ہم اس وقت تمہاری تکلیف کا علاج کرنے کے تو قابل نہیں مگر پھر بھی اس کا صلہ تمہیں کچھ نہ کچھ ضرور دیں گے۔ اس پر آپ نے اپنے خادم سے کہا جاؤ اور ہمارے کمرے میں ایک نئی پوشاک پڑی ہے اور ایک تھیلی میں کچھ اشرفیاں ہیں وہ لے آؤ۔ خادم تمہیں حکم کے لیے اسی وقت چل پڑا اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ پوشاک اور اشرفیاں لے کر حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا۔

حضرت چراغ دہلوی نے وہ پوشاک اور اشرفیاں تراب کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ تمہاری اس تکلیف کا ادنیٰ سا بدل ہے جو تم نے مجھ پر حملہ کرتے ہوئے اٹھائی۔ اس وقت اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں پھر کبھی آنا اور میرے پاس جو کچھ ہو گا میں تیرے حوالے کر دوں گا۔ اور اس وقت تو آزاد ہے جہاں تمہارا دل چاہتا ہے چلا جا۔ اس کے بعد خادم کو حکم دیا کہ تراب کو چھوڑ دیا جائے اور اس پر کسی قسم کی گرفت نہ رکھی جائے۔ یہ جہاں جانا چاہتا ہے مجھے اس سے کوئی گلہ نہیں۔ کیونکہ میرے مرشد حضرت محبوب الہی نے حکم دیا تھا کہ دنیا تجھ پر ظلم کرے گی اور تمہیں طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دی جائیں گی مگر تمہارا کمال یہ ہو گا کہ تم ان تمام کو خندہ پیشانی سے برداشت کرو گے اور کسی پر کوئی گلہ روا نہیں رکھو گے۔ تو میں آج اپنے مرشد عالی مقام کے احکام کی بجا آوری کرتے ہوئے تراب کو چھوڑ رہا ہوں۔

۳۳۰۔ حضرت چراغ دہلوی کے ایشارہ کا واقعہ

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کو اپنے مرشد کے ساتھ شدید محبت تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت محبوب الہی نے یکسوئی کے ساتھ عبادت کرنے کے لیے دہلی میں کیلو کھڑی نامی جگہ پر اپنی خانقاہ بنا رکھی تھی۔ خانقاہ کی بالائی منزل پر حضرت عبادت کیا کرتے تھے اور حضرت نصیر الدین اس خانقاہ میں غلام بے مرام کی طرح اپنے مرشد کی خدمت کرتے تھے۔

ایک روز حسب معمول فجر کی نماز اور ذکر و فکر کے بعد حضرت محبوب الہی اپنی خانقاہ کی بالائی منزل میں تشریف لے گئے۔ خانقاہ کے ساتھ ہی دریا بہتا تھا۔ وہاں پر لوگ صبح سویرے نہایا کرتے تھے

اس روز بھی ایک درویش نے کپڑے اتارے اور ان کو ساحل پر رکھا اور خود دریا میں اتار گیا، نہانے میں وہ اس قدر مشغول تھا کہ اسے اپنے کپڑوں کا ہوش نہ رہا۔ اچانک ایک چور آیا اور اس نے درویش کو پانی میں ڈکی لگاتے دیکھا اور ان کے کپڑے اڑا کر لے گیا۔ جب درویش تہا دھو کر ساحل پر آیا تو اپنے کپڑے نہ پا کر شور مچاتے لگا۔ اس کے ارد گرد لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہو گیا اور اس قدر شور مچنے لگا کہ اس کی آواز حضرت محبوب الہی کی خانقاہ تک بھی پہنچ گئی۔ حضرت نصیر الدین شورشین کو خانقاہ سے باہر نکلے اور اس درویش کو خاموش رہنے کی تلقین کی کہ مبادا اس کے شور سے حضرت محبوب الہی کی عبادت میں خلل پڑے درویش نے چراغ دہلوی کی بات سنی تو اور زور زور سے چیخنے لگا اور کہنے لگا میرا لباس کوئی چمرا کر لے گیا ہے تو کیا میں خاموش ہو جاؤں۔ اگر مجھے خاموش کرنا ہے تو مجھے میرا لباس لا کر دو۔

چراغ دہلوی بولے صبر کرو تمہارا لباس ابھی مل جاتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ خانقاہ میں گئے۔ وہاں جا کر آپ نے ایک تہبند باندھی اور کپڑے اتار کر اس درویش کو دے دیے۔ درویش نے حیرانی سے پوچھا، مگر یہ کپڑے تو میرے تہیں۔ آپ نے اپنے کپڑے کیوں مجھے اتار کر دیے ہیں۔ حضرت چراغ دہلوی بولے کہ تمہیں کپڑے چاہئیں، کپڑے لو اور اپنا راستہ بنا لو۔ مجھے خدشہ ہے کہ تمہارے شور سے میرے مرشد کی عبادت میں خلل پڑے گا۔ وہ درویش کپڑے لے کر چلا گیا اب جب سارے کپڑوں سے عاری صرف دھوتی میں ملبوس چراغ دہلوی خانقاہ میں پہنچے تو ساتھی مریدوں نے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ ابھی چراغ دہلوی کچھ بتانے کے لیے تیار ہو رہے تھے کہ خادم نے آکر بتایا کہ اوپر حضرت یاد کر رہے ہیں اس حالت میں آپ کھلاؤ پر جانے میں تامل ہوا مگر نہ جانا بھی گستاخی تھی۔ ڈرتے ڈرتے جب آپ بارگاہ مرشد میں پہنچے تو حضرت محبوب الہی نے فرمایا، نصیر الدین، گھبراؤ مت۔ ہم تمام واقعہ سے باخبر ہیں اور ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے کہ تم ہمارے سعادت مند اور بلند مرتبہ مرید ہو۔ اس کے بعد حضرت محبوب الہی نے اپنی پوشاک نصیر الدین چراغ دہلوی کو عطا کی۔ اس تحفہ مرشد کو حاصل کر کے چراغ دہلوی کو اس قدر خوشی ہوئی، وہ کہتے تھے کہ مجھے پوری کائنات مل گئی۔ دوسرے مرید بھی رشک کرتے تھے کہ ایسا خوش نصیب مرید روئے زمین پر نہ ملے گا جس پر مرشد کا اس قدر تعلق ہے۔

۳۳۱۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کی دعا کا اثر

سلطان محمد تغلق ٹھٹھہ کی مہم پر روانہ ہوا تو فوج کے ساتھ حضرت چراغ دہلوی بھی تھے مگر بادشاہ اس بات سے بے خبر تھا کہ حضرت ساتھ ساتھ ہیں آپ کی شمولیت امیر الہی کے پیش نظر تھی۔ ٹھٹھہ میں پہنچ کر جنگ جاری ہوئی۔ یاغیوں کی سرکوبی ابھی پوری طرح نہ ہو پائی تھی کہ سلطان محمد تغلق کا انتقال ہو گیا۔ لشکر میں بادشاہ کی بہن خدادند زادہ بھی موجود تھی۔ وہ ایک مدت سے اس بات کی متمنی تھی کہ اس کا بیٹا خسرو بادشاہ کا جانشین بنے۔ چنانچہ اس نے اس موقع پر اپنے دیرینہ خواب کی تکمیل کرنی چاہی۔ لیکن مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی مشیت ایزدی کی تکمیل کرنا چاہتے تھے چنانچہ انھوں نے حکم ربی کے تحت بادشاہ کے برادر علم زاد کمال الدین جو مردانہ وجاہت کا بھرپور شاہک تھا اور قابلیت کے لحاظ سے بھی اس قابل تھا کہ اسے بادشاہ بنایا جائے۔

حضرت چراغ دہلوی نے کمال الدین کے خیمہ میں جا کر اسے حکم خدادندی سنایا اور فرمایا کہ تم اگر وعدہ کرو کہ مخلوق خدا کے ساتھ عدل و انصاف اور محبت کا سلوک کرو گے تو تمہیں خدادند تعالیٰ بادشاہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ کمال الدین نے عرض کی، حضرت! میں تو عاجز اور ناتوان سا آدمی ہوں اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس کام پر مامور کرنے والا ہے تو وہی مجھے اس قدر ہمت اور طاقت دے گا کہ میں رعایا پروری اور جہانداری کے فرائض کی انجام دہی کما حقہ کر سکوں۔ حضرت نصیر الدین نے فرمایا تم وعدہ اور ارادہ تو کرو مدد تو بہر حال خدا نے ہی کرنی ہے اور نیت جس کی نیک ہو اسے خدا نے کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ اس کے بعد حضرت نے کمال الدین کو ۳۵ کھجوریں دیں اور فرمایا تم ہندوستان پر ۳۹ سال تک حکومت کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے دہلی سے ٹھٹھہ تک مجھے اسی مقصد کے لیے بھیجا تھا۔

دوسری طرف خدادند زادہ مرحوم بادشاہ کی بہن اپنے بیٹے کو بادشاہ بنانے کا اُدھار کھلے بیٹھی تھی اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنے بیٹے کی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ لیکن تمام امراء اور دیگر افواج کے سربراہ خدادند زادہ کے بیٹے کی حکومت کو پسند نہیں کرے تھے تاہم جہانتِ اطہار ان میں نہ تھی۔ سیف الدین نامی ایک سپاہی اور کھردری شخصیت کا انسان تھا اس نے خدادند زادہ کو منع کیا کہ تم اپنے بیٹے خسرو کو بادشاہ بنانے کا ارادہ ترک کر دو کیونکہ ایک ولی کامل نے کمال الدین کی بادشاہت کا

اعلان کر دیا ہے اور ولی کا عمل خدا کا حکم ہوتا ہے۔ اس لیے خدا کے حکم سے اگر سرتابی کروگی تو تمہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہ باتیں سن کر خداوند زارہ نے اپنے بیٹے کی بادشاہت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

یوں کمال الدین فیروز شاہ تغلق کے نام سے بادشاہ بنا اور ٹھٹھہ کی فتح کے بعد جب فوج بادشاہ فیروز شاہ کی قیادت میں واپس دہلی جا رہی تھی تو ملتان کے مقام پر خواجہ جہان جو محمد تغلق کا وزیر اعظم تھا اس نے فیروز شاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے فوج کشی کی۔ اب فیروز شاہ گھبرایا اور حضرت نصیر الدین چیراغ دہلی سے دعا کی درخواست کی اور آپ کی دعا نے بادشاہ کو جنگ سے نجات دلادی۔ مگر ہانسی کے نواح میں پہنچ کر خواجہ جہان ایک مرتبہ پھر محمد تغلق کے کسی نام نہاد بیٹے کی قیادت میں فوج کش ہو گیا۔ یہ بات بڑی عجیب تھی کہ بادشاہ مرحوم محمد تغلق کی کوئی اولاد زریہ نہ تھی۔ پھر یہ خواجہ جہان بادشاہ کے نامعلوم کون سے بیٹے کو لے کر گیا۔ اب فیروز شاہ نے دوبارہ نصیر الدین چیراغ دہلی کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ اس پر حضرت نے فرمایا میں تمہیں ٹھٹھہ سے باحفاظت لایا ہوں۔ اب ہانسی سے آگے کا علاقہ حضرت قطب الدین منور کا ہے۔ وہ حضرت محبوب الہی نے چہیتے مرید ہیں ان سے دعا کرو۔ چنانچہ بادشاہ نے اسی وقت اپنا قاصد حضرت قطب الدین منور کی خدمت میں روانہ کیا اور عرض کی حضرت! میں حضرت نصیر الدین کی دعاؤں سے ٹھٹھہ میں بادشاہی کے منصب پر فائز ہوا ہوں۔ اور زبردست مصائب سے بچتا ہوا ہانسی تک پہنچا ہوں۔ اب دہلی تک جانے میں مجھے کئی اور میدانوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ میرے لیے دعا فرمائیں۔ حضرت قطب الدین منور نے جواب دیا۔ فیروز شاہ! تمہیں حضرت چیراغ دہلی نے مجھ ضعیف کے سپرد کیا ہے تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تمہیں دہلی کی بادشاہت بھی عطا فرمائے گا۔

دہلی میں مرحوم بادشاہ کا ایک اور وزیر جنگ کی تیاریوں میں تھا مگر جب حضرت نصیر الدین اور قطب الدین منور کی سربراہی میں فوج دہلی پہنچی تو وہاں کی ہوا بدل چکی تھی۔ تمام امراء و وزراء خواتین اور رعایا خفیہ طریقے سے نکل نکل کر دہلی کے باہر آگئے اور فیروز شاہی لشکر میں شامل ہو گئے۔ باغی وزیر خود اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوا اور معافی مانگی۔ بادشاہ نے اسے معاف کر دیا مگر رعایا اور درباریوں نے بادشاہ کو خواجہ جہان کو قتل کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ اس کی

صلح ریکاری پر مبنی تھی اور اس سے کسی وقت بھی بادشاہ کو خطرہ درپیش ہو سکتا تھا۔ دہلی پر مکمل قبضہ کر لینے کے بعد بادشاہ ہانسی پہنچا اور وہاں پر جمعہ کی نماز ادا کی۔ اس موقع پر حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی اور حضرت قطب الدین نور نے ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ ملاقات کرتے ہوئے دونوں ایک دوسرے کے قدموں پر جھک گئے۔ بادشاہ یہ انکسار نہ منظر دیکھ کر رو رہا تھا۔ پھر دونوں بندگان نے بادشاہ سے کہا ہم نے سنا ہے کہ تم نے خوری کا شغل کرتے ہو۔ اس شغل سے اہل حاجت کی کار برآری میں رخنہ پڑتا ہے۔ بادشاہ نے آئندہ کے لیے خوری ترک کرنے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے دونوں بزرگوں کے ساتھ اور بھی بہت سے وعدے وعید کیے تھے اور پورے ۳۹ سال تک ہندوستان پر حکومت کی۔

فیروز شاہ کا ایک وزیر خان جہان جو ہندو تھا اس نے حضرت نصیر الدین کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور مسلمان ہونے کے بعد اس نے بہت ہی عبادت و ریاضت کی۔ مجاہدوں کا کوئی حد اور شمار نہ رہا۔ سرکاری کاموں کے دوران بھی وہ ذکر و فکر میں مشغول رہتا تھا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو اسے حضرت محبوب الہی کے قریب میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

۳۳۲. مُرشد کی اطاعت میں بہتری ہوتی ہے

جب نصیر الدین بہن سے ملاقات کے لیے دہلی سے اودھ جاتے تھے تو وہاں کے لوگ آپکی بزرگی سے متاثر ہو کر آپ کو ہر وقت گھیرے رکھتے۔ آپ سے طرح طرح کے سوالات اور مسئلے و مسائل پوچھتے۔ یہ باتیں نصیر الدین کو ناگوار گزار کرتی تھیں۔ ان کا تو منشا تھا کہ وہ اودھ میں جتنے روز قیام کریں بہن کے ساتھ نشست کے علاوہ باقی وقت کسی دیرانے میں یاد الہی اور ذکر الہی میں بسر کریں۔ مگر ایسا کرنے سے پہلے وہ مرشد پاک سے اجازت لینا ضروری خیال کرتے تھے مگر احترام کی وجہ سے ان میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ وہ اس بارے میں حضرت محبوب الہی سے بات بھی کر سکیں۔ اودھ سے واپسی پر انھوں نے اپنی اس مشکل کا ذکر حضرت امیر خسرو سے کیا کہ اس طرح وہ حضور مرشد سے اجازت کے خواہشمند ہیں۔ امیر خسرو نے وعدہ کیا کہ جو بھی موقع ملا وہ حضرت سے آپ کے مسئلہ پر بات چیت کریں گے۔ ایک رات پاؤں دباتے ہوئے امیر خسرو نے حضرت محبوب الہی سے نصیر الدین کا مسئلہ بیان کیا

حضرت محبوب الہی کی پشیمانی شکن آلود ہو گئی۔ انھوں نے قدمے ناراضگی سے فرمایا۔ نصیر الدین کو

آخر خلق خدا سے کیوں بیزاری ہے اور وہ ان سے کیوں فوری چاہتا ہے۔ اسے دیرانے کی بجائے آبادی میں رہ کر خدا کی عبادت کرنی چاہیے۔ یہ کہہ کر حضرت نے امیر خسرو کو حکم دیا کہ اسی وقت نصیر الدین کو میرے پاس بھیجا جائے۔ امیر خسرو نے فوراً نصیر الدین کو طلب کیا اور کہا کہ آپ کو حضرت یاد فرمائیے میں دُرتے دُرتے نصیر الدین حضرت محبوب الہی کے پاس پہنچے۔ آپ کو دیکھتے ہی حضرت نے فرمایا، نصیر الدین تمہیں آبادی چھوڑ کر جنگل میں بسیرا کرنے کا خیال کیوں آیا؟ نصیر الدین نے عرض کی حضرت میں چاہتا ہوں کہ دنیاوی علاقے سے دور ہو جاؤں۔ دنیا اور لذت ترک کر کے ہر وقت یاد الہی میں بسر کروں اور ذکر الہی سے لمحہ بھر کے لیے بھی غافل نہ رہوں۔ مگر ایسا کرنے سے پہلے میں آپ کی اجازت چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں تو وہی عمل کروں گا جس کا آپ حکم فرمائیں گے۔ حضرت محبوب الہی نے نصیر الدین سے سوال کیا کہ تمہارے والد صاحب کیا کام کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ روٹی کے سوداگر تھے۔ میں کہہ کر محبوب الہی مسکرائے اور فرمایا خوب! وہ لوگوں کو گرمی پہنچایا کرتے تھے اور تم لوگوں کو اپنی گرمی سے محروم رکھنا چاہتے ہو۔ یہ کہہ کر حضرت محبوب الہی نے نصیر الدین کو اپنے قبیلہ پر صاحب حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا دوا قوسنایا۔

ایک روز میں (یعنی محبوب الہی) اپنے مرشد بابا فرید کی خدمت میں حاضر تھا۔ اتفاق سے وہاں میرا ایک دوست آگیا جو دنیا دار اور وضع دار تھا۔ اس نے میرا مذاق اڑایا اور کہا کہ نظام! ایسی روٹی کرنے سے بہتر تھا کہ تم معلمی کا پیشہ اختیار کرتے۔ کم از کم تمہیں کوئی مالی آسودگی بھی حاصل ہوتی۔ اس کسب میں تو تم ہمیشہ تنگ دست اور بھوکے رہو گے۔ میں اپنے دنیا دار دوست کی بات سن کر بڑا آزرہ خاطر ہوا اور اسی حالت میں اپنے پیر بابا فرید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے میری حالت دیکھ کر سوال کیا، یا با نظام! کیا بات ہے تمہارا چہرہ اُترا ہوا ہے؟ میں نے حضرت کی بات سن کر سکوت ہی کیا میرے بولنے سے پہلے میرے بابا فرید نے خود ہی فرمایا نظام بابا! اگر تمہارا دوست تمہیں اس فقیرانہ زندگی سے باز کر کے معلمی اختیار کرنے کا مشورہ دے تو تم کیا کرو گے؟

میں تو مرشد عالی کی کشفی دست برد پر ہی حیران رہ گیا اور میرے منہ سے کوئی بات نہ نکلی۔ اس پر

بابا نے فرمایا

نہ ہمسری تو مرا خویش گرد برد ترا سعادت یاد امرانگو تساری

(یعنی اپنے ساتھ میری برابری کا خیال دل میں نہ لائے تھے تیری خوشحالی مبارک میرے لیے یہ عاجزی ہی کافی ہے)

اس کے بعد بابا نے مجھے کھانے کا خوان دیا جو ڈھکا ہوا تھا اور وہ مجھے اپنے دوست کو دینے کے لیے حکم دیا۔ جب میں اپنے دوست کے پاس وہ خوان لے کر گیا تو میرا دوست دیکھ کر حیران رہ گیا اس میں مرغن اور لذیذ کھانے تھے۔ میں نے اس کو بابا کا ارشاد سنایا کہ آسودگی اور خوشحالی ایسی چیزیں نہیں جو ہم درویش لوگ نہیں حاصل کر سکتے بلکہ ان کا حاصل کرنا تو ہلکے بائیس ہاتھ کا کھیل ہے ہم تو ان چیزوں کو خود ہی پسند نہیں کرتے کیونکہ درویشی اور ان چیزوں کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ دوست بہت شرمندہ ہوا اور اس نے نہ صرف مجھے مبارکباد دی بلکہ خود بھی بابا فرید کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی اور ان کے عقیدت مندوں میں داخل ہو گیا۔

حضرت نظام الدین اولیاء نے اپنا یہ واقعہ نصیر الدین کو سنایا اور فرمایا تم عزت نشینی اور دیرانہ پسندی کا خیال اپنے دل سے نکال دو۔ دنیا تمہیں بیشک بہت ستانے گی مگر تم کو ان کے جو رستم، اور زیادتیاں برداشت کرنا ہوں گی کیونکہ چراغ جب جلتے تو ہمیں صرف اس کی جلتی ہوئی روشنی محسوس ہوتی ہے ہم اس کی جلن کا تصور نہیں کر سکتے کہ وہ کتنی اذیت سے جل کر ہمیں روشنی پہنچا رہا ہے اور تم بھی ایک چراغ کی طرح دنیا میں روشن ہو گے اور تمہاری روشنی دنیا کو تب ہی فائدہ پہنچا سکے گی کہ تم اذیت اور تکلیف برداشت کرو گے۔ اسی روز آپ کو حضرت محبوب الہی نے چراغِ دہلی کا خطاب دیا۔ اس کے بعد حضرت چراغِ دہلی کو لوگوں نے بڑی سے بڑی اذیت دی مگر آپ نے اپنے مرشد کے حکم کو ذہن میں رکھ کر انہیں برداشت کیا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو دین و دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بڑے سے بڑے مراتب عطا فرمائے ہیں۔

۳۳۳۔ حضرت آدم بنوری کا نام لینے سے جن بھاگ گیا

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت آدم بنوری کی خانقاہ میں ایک شخص نے آکر ایک مرید سے کہا کہ شیخ سے کہہ دو کہ ان کے قصبے بنوہ سے ایک شخص ملاقات کو حاضر ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو اندسے آدم مرید نے اس کو اندیہ پہنچا دیا وہ شخص آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے بنوہ کے حالات پوچھے اور ہالیان بنوہ کی خیریت دریافت کی۔ پھر پوچھا تمہارا آنا کس غرض سے ہوا؟ اس نے کہا حضرت! میں عاجز آکر حاضر ہوا ہوں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ آپ کو میری مدد کرنا ہوگی۔ آپ نے اس شخص کو تسلی دی

اور فرمایا تم پریشان کیوں ہو؟ میں ضرور مدد کروں گا بتاؤ کیا بات ہے؟ اس شخص نے عرض کیا حضرت میری ایک بیٹی ہے وہ جوان ہوئی تو میں نے اس کی شادی کر دی۔ بس شادی کرتے ہی میں پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ آپ نے پوچھا وہ کس طرح؟ اس نے عرض کیا شادی کے بعد پتہ چلا کہ میری لڑکی کسی جنت کے زیر اثر ہے۔ اس کا شوہر اس کے پاس نہیں جاسکتا۔ جیسے ہی جانے کی کوشش کرتا ہے اس کو معلوم نہیں کون دھکے دے کر دور کر دیتا ہے ابھی تک یہ خیریت ہے کہ میرے داماد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا پھر آپ نے پوچھا کہ وہ جن کیا کرتا ہے؟ اس پر اس شخص نے جواب دیا کہ وہ میری بیٹی کو لے کر ایک کمرے میں بند ہو جاتا ہے اور اندر کسی کو داخل ہی نہیں ہونے دیتا۔ آپ نے کہا تو پھر میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ اس نے جواب دیا، میں چاہتا ہوں کہ جنت میری بیٹی کا پیچھا چھوڑے۔ آپ نے فرمایا وہ پیچھا چھوڑے گا تو پریشان نہ ہو۔

اس شخص کا خیال تھا کہ آپ اس کو از قسم تعویذ کوئی چیز مرحمت فرمائیں گے مگر آپ نے کچھ بھی نہ دیا کچھ دیر خاموش کچھ پڑھتے رہے اس کے بعد فرمایا، جا بنور واپس جا، میرا نام لے کر جنت سے کہہ دے کہ وہ بھاگ جائے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ اس شخص نے مایوسی سے پوچھا، بس یا کچھ اور؟ آپ تعویذ وغیرہ نہیں دیں گے؟ آپ نے فرمایا تعویذ کی کوئی ضرورت نہیں، لڑکی کے کان میں میری طرف سے کہہ دے کہ شیخ آدم کا یہ فرمان ہے کہ میری لڑکی کے پاس سے چلا جا ورنہ شیخ تجھ کو جلا دے گا۔ وہ شخص دل برداشتہ ہو کر چلا گیا اور اپنی بیٹی کے کان میں وہی کلمات ادا کر دیے اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا کہ اس کے بعد اس کی بیٹی بالکل درست رہی اور اس کے شوہر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ (اولیاء کرام)

۳۳۴. غلے میں برکت کا واقعہ

حضرت آدم بنوری کی خانقاہ سے ہزاروں آدمی فیض یاب ہوتے تھے۔ لنگر عام جاری تھا لیکن ایک دفعہ یہ بڑی خبر سنتے میں آئی کہ بارش نہ ہونے کے سبب وہ علاقہ قحط سالی کا شکار ہو چکا ہے خانقاہ کے منتظمین کو بڑی فکر ہوئی کہ اب کام کس طرح چلے گا۔ جو غلہ موجود تھا وہ چند دنوں میں ختم ہو جائے گا تو مزید کہاں سے آئے گا؟ آخر حجب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو شیخ آدم کی خدمت میں پہنچے۔ اور مؤدبانہ عرض کیا حضرت! ہم سب بہت پریشان ہیں۔ آپ ہی بتائیں کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے

آپ نے پوچھا کیوں پریشان ہو، پریشانی کی وجہ؛ منتظمین نے عرض کیا، حضرت! شاید آپ کے علم میں ہو کہ یہ پورا علاقہ خشک سالی کا شکار ہو چکا ہے اور کچھ ہتہ نہیں کہ یہ صورتحال کب تک برقرار رہے آپ نے پوچھا پھر تمہیں کیا پریشانی ہے؛ عرض کیا پریشانی یہ ہے کہ جو غلہ سردست موجود ہے چند دنوں میں ختم ہو جائے گا اس کے بعد خانقاہ کا کام کیونکر چلے گا؛ آپ نے فرمایا کیا باتارہ میں گندم بالکل نہیں ہے؛ جواب دیا گیا حضرت بالکل نہیں، کہیں بھی نہیں۔

آپ نے قدرے تامل کے بعد کہا کہ مجھ کو غلہ دان کے پاس لے چو۔ منتظمین نے آپ کو غلہ دان کے پاس پہنچا دیا۔ آپ اس کے پاس کھڑے ہو کر کچھ پڑھتے رہے اس کے بعد خانقاہ کے منتظم اعلیٰ کو حکم دیا کہ اس غلہ دان کا منہ اوپر سے بند کرانے، مٹی کا ردا چڑھا دے۔ منتظم نے عرض کیا کہ آپ کا حکم ہے تو اس کی تعمیل ہو جائے گی لیکن حضرت یہ تو فرمائیں کہ اگر غلہ دان کا منہ بند کر دیا جائے تو پھر اس میں سے غلہ کس طرح نکالا جائے گا؛ آپ نے فرمایا، غلہ دان کے نیچے سوراخ کر کے غلہ اس میں سے نکالتے رہو۔ اللہ برکت دے گا۔ آپ کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کیا گیا لیکن چند مرید بہت مایوس تھے اور ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ اس سے فائدہ کیا ہوگا؛

مریڈوں نے غلہ دان کا منہ بند کر دیا اور نیچے ایک سوراخ کر دیا اب غلہ کو اسی سوراخ کے راستے سے نکالا اور پہنچایا جا رہا تھا۔ ہر روز بقدر ضرورت غلہ نکال لیا جاتا۔ یہ عمل مہینوں جاری رہا مگر غلہ دان کا غلہ کم نہیں ہوا۔ مرید جب بھی غلہ نکالتے یہی سوچتے کہ شاید آخری بار غلہ نکال رہے ہیں لیکن جب مہینوں بعد بھی یہ عمل جاری رہا اور غلہ کم نہ ہوا تو سبھی کو اتنی حیرت ہوئی کہ وہ اس پر کسی قسم کے تبصرے تک سے عاجز رہ گئے پھر چھ ماہ پورے گزر گئے اور غلہ کم نہ ہوا۔

نئی فصل آئی تو کھیتوں میں گندم کی یا بیاں بہلہانے لگیں اور قحط سالی دور ہو گئی آپ نے منتظمین سے پوچھا اب غلے کا کیا حال ہے؛ منتظم نے جواب دیا اب کوئی پریشانی نہیں غلے سے بازار بھرے پڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو اب غلہ دان کا منہ کھول دیا جائے کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی مریڈوں نے آپ کے حکم پر غلہ دان کا منہ کھول دیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس میں جتنا غلہ پہلے تھا اتنا ہی اب بھی موجود ہے۔ ہر شخص نے ایک دوسرے کا منہ دیکھنا شروع کر دیا جس میں حیرت کے ساتھ ساتھ خوف بھی شامل تھا۔ اب خانقاہ میں گندم کی کوئی کمی نہ رہی تھی اور اس کا نگر ایک

دن بھی بند نہ ہوا۔ اس واقعے کی شہرت نے دور دور کے لوگوں کو اکھاڑ کر اس خانقاہ میں پہنچانا شروع کر دیا۔ (اولیاء کرام)

۳۳۵۔ خواب میں حضرت عبدالقادر جیلانی کی زیارت

ایک مرتبہ شاہ ابوالمعالی بہت حیران پریشان اور نجیدہ خاطر تھے آپ کو حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے دیدار کے شوق نے بے کل و بے چین کر رکھا تھا آپ کی اس اضطراری کیفیت سے آپ کے مرشد عالی مقام شیخ داؤد زریعیہ کشف مطلع ہوئے انھوں نے آپ کو فوراً طلب کیا اور فرمایا تم اپنی بے چینی کو ختم کر دو۔ وہ مبارک گھڑی عنقریب آجائے گی جب تم اپنے دل کی بات کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ شاہ ابوالمعالی ہر وقت اس تیک ساعت کے منتظر رہنے لگے۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے مرشد شیخ داؤد آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر ایک محفل میں لے گئے وہاں اور بھی بہت سے لوگوں کے علاوہ حضرت غوث اعظم بھی تشریف فرما ہیں اس وقت حضور غوث اعظم کی دائیں طرف ایک صاحب تشریف فرما تھے ان کا نام بھی ابوالمعالی عراقی تھا۔ شاہ ابوالمعالی پیران پیر کی بائیں طرف فروش ہو گئے۔ شاہ ابوالمعالی کے دل میں ابوالمعالی عراقی کے بارے میں ایک خیال آیا کہ یہ بزرگ شاید شیخ داؤد سے زیادہ مرتبے کے ہیں جو ان کو پیران پیر کے دربار میں زیادہ تلمظ حاصل ہے۔ ابھی یہ خیال آپ کے دل ہی میں تھا کہ آپ کو حضرت پیران پیر نے فرمایا ابوالمعالی! تمہارا مرشد تو میرا دل ہے اور دل جسم کے اندر ہوتا ہے۔ یہ سن کر شاہ ابوالمعالی کی آنکھ کھل گئی۔ آپ اپنے خواب سے اس قدر خوش تھے جسے بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپ کی خدمات پیران پیر سے ہو گئی تھی آپ کی یہ خوشی بے ٹھکانہ تھی۔ آپ کئی روز تک شکرانے کے دو گانے پڑھتے رہے آپ کو پیران پیر کے علاوہ اپنے مرشد شیخ داؤد سے بھی بڑا پیار تھا آپ ان کی عقیدت میں ہر وہ کام کرتے تھے جو انھوں نے کیا ہوا آپ نے اپنے پیر صاحب کی عنایات اور لطف و کرم کا بہت اعتراف کیا ہے۔

۳۳۶۔ روحانی توجہ کا اثر

شاہ ابوالمعالی کے ایک مرید کا دل روحانیت اور عبادت میں بالکل نہیں لگتا تھا اس کو آپ کے

حلقے میں آئے ہوئے کافی عرصہ ہو گیا تھا مگر اس کی حالت جوں کی توں ہی تھی حالانکہ دیگر مریدوں کے کیف و جذب کی حالت دیدنی ہو اکتی تھی اور وہ اپنے معمولات میں بڑی لگن اور ذوق کے ساتھ مصروف رہا کرتے تھے۔ اس مرید نے اپنے دل میں سوچا کہ حضرت شاہ صاحب صرف خاص خاص مریدوں پر تملطف فرماتے ہیں۔ باقیوں پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ اس شخص نے دل میں یہ بھی سوچا کہ پہلے زمانے میں ایک ولی کامل نجم الدین کبریٰ جیسے صاحبِ عظمت و صاحبِ حال بزرگ ہوا کرتے تھے۔ جو صرف ایک نظر میں مرتبہ ولایت پر پہنچا دیا کرتے تھے اور ان کو اسی وجہ سے ولی تراش کہا جاتا تھا مگر آج حال یہ ہے کہ انسان بزرگانِ دین کے درپردہ توں پڑا ہے مگر اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

شاہ ابوالعالی کو بذریعہ کشف و القاس مرید کے احساسات و جذبات سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا۔ آپ کو بہت دکھ ہوا کہ ایک شخص جو راہِ الہی پر چلنے کا آرزو مند ہے لیکن فیضِ یابی سے محروم ہے اور اس کے دل میں مذہب سے بیزاری کے خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ آپ کو سخت پریشانی اور خطرہ لاحق ہوا کہ ایسی صورت میں خواہ مخواہ ایک شخص کا دین امد و عقیدہ ربا دہ ہو جائے اور وہ خلا اور رسول کی نظروں سے گر کر ضلالت سے دوچار ہو جائے۔ آپ نے اسی وقت اس شخص کو طلب کیا اور فرمایا جو تم سوچتے ہو وہ غلط ہے آج بھی ایسے صاحبِ کرامت اور صاحبِ ارشاد لوگ موجود ہیں جن کی ایک نگاہ سے ولایت کے مراتب حاصل ہو جاتے ہیں آپ نے پھر اس مرید کی طرف بھرپور نگاہوں سے دیکھا یہ آپ کی طلسماتی نگاہوں کا اعجاز تھا کہ وہ مرید بیخود ہو گیا اور کافی دیر ہوش و حواس سے بیگانہ پڑا رہا اور جب ہوش میں آیا تو ہر وقت ذکر و عبادت میں مصروف رہتا۔ کسی سے کوئی بات نہ کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ شاہ صاحب کو جب ان کی وفات کی خبر ملی تو فرمایا، ہر شخص کو اس کام کے برداشت کی تاب نہیں ہوتی مجھے پہلے ہی معلوم تھا تبھی میں نے اس پر ایسی توجہ نہیں دی تھی مگر اس کے اندر وہ غلط جذبے سر اٹھا رہے تھے ان کو سرد کرنے کے لیے اس پر توجہ دینی ضروری ہو گئی تھی۔ پھر آپ نے اس کے بعد مانے مغفرت کی۔

۳۳۷۔ ٹھٹھہ شہر فتح ہونے کی بشارت

اکبر کے دور حکومت میں جبکہ اکبر لاہور ہی میں تھا تو ایک مرتبہ اس نے ٹھٹھہ کے محاصرے پر ایک

فوجی لشکر روانہ کیا اس لشکر میں عبدالرحیم مرزا خانخانان کو لشکر کا سپہ سالار بنایا گیا۔ فوجی لشکر کو جنگی آلات سے خوب لیس کیا گیا۔ ضرورت کا تمام سامان فوجیوں کو مہیا کیا گیا۔ اکبر بادشاہ کا مشہور مشیر ابوالفضل فیضی بھی اکبر بادشاہ کے پاس تھا۔ بادشاہ براہم کام میں اس سے مشورہ لیا کرتا تھا جو رائے وہ دیتا اکثر اس پر عمل درآمد کیا جاتا۔ ہم پر جانے سے پہلے عبدالرحیم خانخانان نے ابوالفضل سے پوچھا کہ کیا لاہور شہر میں کوئی اللہ کا بندہ ہے کہ جس سے میں دعا کے لیے التجا کروں اس نے کہا ہاں ہوں ایک شخص شاہ حسین نامی رہتا ہے جو ہر لحاظ سے فقیر کامل معلوم ہوتا ہے مگر وہ اکثر اوقات لوگوں کو ملامت کے طور پر گالی بھی نکال دیتا ہے اس لیے اس سے ملنے سے پہلے یہ بات اپنے ذہن میں رکھ لو کہ اگر وہ تجھے ایک دو گالیاں بھی نکال دے تو اس کا براہ منانا اور جس کام کے لیے تو دعا کرواٹے گا اللہ تعالیٰ نے چاہا تو قبول ہوگی اور تجھے ہر لحاظ سے کامیابی نصیب ہوگی لہذا اگر تو چاہتا ہے کہ دشمن پختہ حاصل کی جائے تو اس بزرگ کے پاس جانا۔ تاکہ تیرے سخت سے سخت کام بھی آسان ہو جائیں۔ خانخانان نے جب ابوالفضل کی یہ بات سنی تو حضرت شاہ حسین کے پاس جانے کے لیے فوراً تیار ہو گیا۔ بلکہ ابوالفضل خود بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ وہ شاہ حسین کے پاس پہنچ گئے اتفاق سے شاہ حسین اس روز ایک دوست کے گھر مہمان تھے اس دوست نے آپ کی مہمان نوازی میں طرح طرح کے کھانے چن رکھے تھے مگر شاہ حسین نے اپنے دوست سے کہا کہ جاؤ آٹے میں شکر اور گھی ڈال کر تین روٹیاں پکا لاؤ۔ اس نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کی اور تین روٹیاں پکوا لیا جو دسترخوان پر دوسری چیزوں کے ساتھ رکھ دی گئیں۔ حضرت شاہ حسین نے کہا کہ کھانا کھالیا جائے اور دو روٹیاں حفاظت کے ساتھ رکھ دی جائیں۔ دوست نے ویسا ہی کیا۔ آدھی رات کے وقت عبدالرحیم خانخانان سپہ سالار ہند اور ابوالفضل آپ کے مکان کے باہر آگئے اور انہوں نے دروازے پر دستک دی آپ نے اپنے دوست سے کہا کہ روٹیاں کھانے والے آگئے ہیں۔ دیکھو جلدی دروازہ کھولو اور انہیں اندر لاؤ۔ چنانچہ دوست اٹھا اور اس نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ عبدالرحیم خانخانان اور ابوالفضل شاہ حسین کے پاس اندر آگئے۔ اور بعد نیاز کھڑے ہو گئے۔ خانخانان کے پاس پانچ سو سونے کے درہم تھے جو اس نے شاہ حسین کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کیے آپ نے ان دونوں سے بیٹھنے کو کہا لہذا وہ دونوں بیٹھ گئے۔

اس کے بعد حضرت شاہ حسین نے فرمایا کہ میری بات سنو، تم ٹھٹھہ شہر کی طرف جاؤ انشاء اللہ فتح نصیب ہوگی اور یہ اپنے پانچ سو درہم واپس لے لو کیونکہ میں نے اللہ کے حضور التجا کر دی ہے کہ ٹھٹھہ تمہارے نام پر فتح ہو جائے گا۔ اس کے بعد شاہ حسین نے ان دونوں کو رخصت کیا اور عبدالرحیم خانخانا ملتان کی طرف آگے بڑھا۔ ملتان میں حضرت بہاء الدین زکریا کے مزار پر بھی اس نے حاضری دی۔ اور حاضری کے بعد وہی پانچ سو درہم بالا پیر کی تندر کیے جو اس دور میں حضرت بہاء الدین زکریا کے سجادہ نشین تھے اس کے بعد واپس آیا مگر بالا پیر صاحب نے بھی درہموں کی وہ دونوں تھیلیاں واپس کر دیں۔ خانخانا اس بات پر بڑا حیران ہوا کہ کیا معاملہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اس تحفہ کو قبول نہیں کرتا۔ اسی وقت گھوٹے پر سوار ہو کر پھر بالا پیر کی خدمت میں جا پہنچا اور عرض کی کہ اے شیخ کامل! مجھ سے کیا خطا ہو گئی ہے کہ آپ نے یہ تحفہ واپس کیا۔ شیخ کبیر عرف بالا پیر نے کہا کہ آپ اس بات کو دل پر نہ لگائیں، اور نہ افسوس کریں بلکہ انھیں اپنے پاس ہی رکھیں کیونکہ مجھے حضرت بہاء الدین زکریا ملتان نے بذریعہ کشف مطلع کیا ہے کہ وہ درہموں کی یہ تھیلیاں جو حضرت شاہ حسین کی خدمت میں پیش کی گئی تھیں اور انھوں نے واپس کر دیں، اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں تھیں دی گئی تھیں بلکہ انھوں نے اس میں اپنی عرض شامل کی تھی کہ ٹھٹھہ فتح ہو جائے اس لیے شاہ حسین نے یہ تحفہ لینا پسند نہ فرمایا۔ اس پر خانخانا نے کہا کہ حضور اب میں بغیر کسی عرض کے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں آپ اسے قبول فرمائیے۔ اس پر شیخ کبیر نے کہا کہ اگر یہ واقعی اللہ کی راہ میں ہیں تو انھیں قبول کرنے میں کوئی ہرج نہیں خانخانا سوچ میں ڈوب گیا کہ حضرت شاہ حسین نے تو ہمیں ٹھٹھہ فتح ہونے کی خوشخبری سنا دی ہے پھر انھی کی بات پر مجھے دل سے یقین کر لینا چاہیے آخر یہ لشکر ٹھٹھہ پہنچا اور انھوں نے ٹھٹھہ پر حملہ کیا شاہ حسین کی دعا سے دشمن کو شکست فاش ہوئی اور ٹھٹھہ فتح ہو گیا۔ والی ٹھٹھہ مرزا جانی کو گرفتار کر کے خانخانا کے پاس لایا گیا اس نے خانخانا سے اپنی جان کی امان مانگی اور کہا کہ ٹھٹھہ آپ کا ہی ہے اور میری جان بخشی کی جائے۔ میں اکبر بادشاہ کی رعایا ہی بن کر رہوں گا۔ خانخانا نے اس پر مہربانی کی اور اسے وہاں کا نائب مقرر کر کے ٹھٹھہ کے تمام امور اس کے حوالے کر کے لاہور واپس آ گیا اور لاہور آ کر حضرت شاہ حسین کا شکریہ ادا کیا۔ اور آپ کو بتایا کہ آپ کی دعا سے ٹھٹھہ فتح ہو گیا ہے۔

۳۳۸. آپ کی دُعا سے بارش ہو گئی

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شاہ حسین اپنے ڈیرے پر یادِ الہی میں بیٹھے ہوئے تھے بہت سے فقراء بھی موجود تھے یکا یک دل میں خیال آیا کہ آج کہیں لاہور شہر سے باہر سیر کے لیے چلتے ہیں آپ نے اس خیال کا اظہار اپنے پاس بیٹھے ہوئے فقراء اور مردوں سے کیا۔ ان سب نے آپ کی سُننے سے اتفاق ظاہر کیا لیکن اس کے ساتھ یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ سہرا تمام فقراء کو بیٹھے روغنی نان کھلائیں گے اس پر حضرت شاہ حسین ہنس پڑے اور کہا کہ ہاں میرا اللہ (انشاء اللہ) تمہاری خواہش پوری کرے گا پس وہاں سے حضرت شاہ حسین ہنسی خوشی لاہور سے باہر ایک طرف چل پڑے۔ ایک جگہ سے دیکھنے والی کو عبور کیا اور ایک آبادی کی طرف بڑھے اس آبادی کا نام منڈیا نوالہ تھا۔ حضرت شاہ حسین سیر کرتے ہوئے اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ جب گاؤں کے لوگوں نے دیکھا کہ یہ بہت سے فقراء کھانا سے آگے ہیں تمام گاؤں میں یکدم چرچا ہو گیا۔ تمام گاؤں کے لوگ انہیں دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے۔ فقراء کو دیکھتے ہی ان کے ذہنوں میں یہ بات آئی کہ کیوں نہ ان سے بارش کے لیے دعا کروائی جائے کیونکہ ایک عرصے سے خشک سالی تھی۔ لوگ پانی کی بند کو توڑیں بے تھے لہذا انہوں نے سوچا کہ بہتر موقع ملتا آیا ہے کہ اللہ کے ان فیقروں سے بارش کی دعا کروائی جائے۔ حضرت شاہ حسین کی شہرت پہلے ہی کافی تھی اور لوگ غائبانہ طور پر آپ کے نام سے متعارف تھے۔ جب انہوں نے ان فقراء میں حضرت شاہ حسین کو دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ بڑے بلند پایہ فقیر ہیں اور ان کی دعا سے اللہ ضرور بارش کرے گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے فقراء کو بارش کی دعا کے لیے کہنا چاہا۔ ان کے ذہن میں یہ بات بھی اٹھی تھی کہ اگر یہ فقراء سچے ہوں گے تو بارش ضرور ہوگی اور اگر صرف انہوں نے ظاہری طور پر فیقروں کا بادہ اوڑھا ہوگا تو بارش نہیں ہوگی۔ اس طرح ان فیقروں کی آزمائش ہو جائے گی کہ یہ اصلی ہیں یا نقلی۔ اس سوچ کے تحت انہوں نے حضرت شاہ حسین کے تمام ساتھی فقراء کو پکڑ لیا اور رسوں سے باندھ دیا۔ صرف حضرت شاہ حسین آزاد رہ گئے اور ان کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگے کہ حضرت ہمیں بارش کی سخت ضرورت ہے اس لیے بارش کے لیے دعا فرمائیں۔ اس گاؤں کے معروف لوگوں میں ایک شخص پہاڑ خان نامی بھی تھا جو بڑا رئیس اور امیر کبیر تھا۔ وہ بھی فیقروں کا بڑا

معتقد تھا، وہ آیا اور اس نے فقراء کے متعلق تمام باتیں سنیں مگر اس نے بھی وہی مشورہ دیا کہ حضرت شاہ حسین سے بارش کے لیے دعا کرواؤ۔ اگر ان کی دعا سے بارش نہ ہوئی تو ہم ان کے فیروں کو نہ دو کو ب کریں گے اور انھیں تمام لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار کریں گے۔ اس کی اس تجویز پر تمام لوگوں نے ہاں میں ہاں ملا دی۔ ادھر حضرت شاہ حسین نے یہ سوچا کہ ان فیروں کے پاس کیوں نہ جاؤ کہ جنہیں ان لوگوں نے باندھ رکھا ہے۔ چنانچہ اس نیت سے آپ ان کی طرف چل دیے۔ جب قریب پہنچے تو منس پڑے اور کہا کہ یا الہی! یہ تو میرے ساتھ میٹھی روٹیاں کھانے آئے تھے مگر یہاں ان کے ساتھ کیا ہوا۔ تو ہی ہمیں عزت دینے والا ہے۔ آج تجھ سے یہ لوگ تیری فقیری کی دلیل اور ثبوت مانگ رہے ہیں لہذا تو ان پر اپنی رحمت کا مینہ برسادے اور میرے ساتھیوں کو ان سے رہائی دلوا۔ دوسری طرف انھوں نے فیروں کو قید کرنے والے لوگوں سے کہا کہ تم نے فیروں کو ناجائز قید کیا ہے اگر تم نے انھیں نہ چھوڑا تو تم پر پانی کی بجائے آگ برسے گی کیونکہ اللہ کے فیروں کے ساتھ زیادتی کرنا اللہ کو پسند نہیں۔ اور آپ نے لوگوں کو مطلع کر دیا کہ ان فیروں کو چھوڑ دو، ورنہ اللہ تم سے ناراض ہوگا۔ ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور انھوں نے فقراء کو چھوڑ دیا۔ آخر آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، تو یکایک کالے بادل نمودار ہوئے اور آپ اللہ کی محبت میں ڈوب کر ناچنے لگے۔ بس آپ کا قص کرنا ہی تھا کہ خوب زور دار بارش ہونے لگی۔ حتیٰ کہ ان کے کھیت اچھی طرح سیراب ہو گئے مگر بارش مسلسل ہوتی جا رہی تھی اور انھیں خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں یہ رحمت کی بجائے رحمت نہ بن جائے لہذا کیوں نہ حضرت شاہ حسین کے پاس چلیں اور انھیں کہیں کہ بارش رکنے کی دعا فرمائیے آپ نے ان کے کہنے پر بارش رکنے کی دعا فرمائی تو بارش فوراً بند ہو گئی۔ اس گاؤں کے تمام لوگ اور پہاڑیوں نے آپ کے پاس آئے، آپ کا شکریہ ادا کیا اور پہاڑیوں نے خصوصی طور پر متاثر ہو کر آپ کا مرید بن گیا اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا گیا۔ اور گاؤں والوں نے خوشی کے طور پر گھی والی میٹھی روٹیاں پکائیں اور تمام فقراء کو کھلائیں۔

۳۲۹۔ روحانیت کا کمال

حضرت شاہ حسین کے زمانہ میں ایک عالم دین تھا جو دینی علوم بھی بڑا ماہر تھا۔ علم حدیث، علم

منقولات اور علم صرف میں کمال کی مدد کو پہنچا ہوا تھا، غرضیکہ وہ علم ظاہر میں بر لحاظ سے فاضل بنے نظر تصور کیا جاتا اور بہت کم علماء اس کے مقام کے تھے۔ اس کا تعلق شاہی دربار سے بھی تھا۔ اس لیے اگر کسی شخص کو کسی شرعی مسئلے کا حل درکار ہوتا تو وہ اس کی طرف رجوع کرتا اور وہ اپنی دانائی سے مشکل سے مشکل مسئلوں کو حل کر دیتا اور علوم و فنون کے ایسے ایسے نکات سے شرع کرتا کہ لوگ ذمگ رہ جاتے۔ یعنی وہ تمام علوم میں یکتائے زمانہ تھا اس نے شراب پینے والوں کو توبہ کرنے کا حکم جاری کیا جس سے بہت سے شرابی توبہ کر گئے۔ ایک روز اسے پتہ چلا کہ ایک فقیر شاہ حسین نامی بھی شراب پیتا ہے اور اس کے باوجود لوگ اس کی فقیری کو کبھی مانتے ہیں۔ چنانچہ اس نے شاہی فرمان کے ذریعے سمجھانے کی غرض سے شاہ حسین کو بلا بھیجا۔ آپ چلے گئے۔ ملاقات ہونے پر اس نے کہا کہ آپ فقیر ہوتے ہوئے شراب، جام اور صراحی کیوں رکھتے ہیں، کس اسلام یا فقیری میں شراب پینا درست ہے؟ پھر شراب پی کر آپ جو قصص و سرود کرتے ہیں یہ کونسے مشائخوں کا طریقہ ہے؟ پھر تم فقیر ہو کر داڑھی بھی منڈولتے ہو۔ جبکہ شرعاً فقراء کے لیے داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ مجھے ذرا یہ تو بتائیے کہ آپ نے کونسی شرع اپنا رکھی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہماری شریعت اللہ کی محبت، ہماری داڑھی رنائے الہی اور ہماری شراب اللہ کا عشق ہے۔ میں خلاف شرع نہیں بلکہ تو بذات خود خلاف شرع ہے۔ تیرے عالم دین ہونے کا مقصد تکبر اور بڑائی ہے جو ہم فقروں میں نہیں تیری نیت اخلاص سے خالی ہے، تیرا وعظ اثر سے خالی ہے، تیرے عمل میں محبت نہیں، غرضیکہ تیرا باطن پاکیزہ نہیں، مگر ہم فقروں کا ظاہر اور باطن ایک ہے اس لیے اصل غلام مصطفیٰ ہم ہیں، تم علماء لوگ نہیں۔

ہمارا دل اور روح شریعت مصطفیٰ میں رنگا ہوا ہے اگرچہ ظاہر میں تمہیں زرد دکھائی دیتا ہوں لیکن اندر سے دنیا کو ترک کر چکا ہوں اور اس کی ذات کے عرفان میں فنا ہو چکا ہوں اور اس مقام پر وہ چیزوں کے اثرات کو بدل دیتا ہے۔ آؤ آزماؤ۔ آپ نے ایک شراب کا پیالہ منگایا، پھر خدمت الملک کو پیسے کے لیے کہا، انہوں نے کہا یہ خلاف شریعت ہے۔ آپ نے فرمایا پیو یہ شراب نہیں شربت ہے۔ دیکھا تو وہ شربت تھا۔ اس نے کہا میں یہ نہیں پیتا۔ آپ نے فرمایا چلو دودھ پی لو، دیکھا تو وہ دودھ بن گیا اس نے پھر بھی تہ پیا۔ حتیٰ کہ وہی شراب سات تاثیروں میں بدلی یعنی شربت، پانی، گلاب کا عرق، چائے، دودھ، سرکا اور قہوہ۔ وہ یہ تبدیلی دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا۔ آپ نے فرمایا تم یہ دیکھتے ہو کہ

میں شراب پیتا ہوں۔ میں شراب نہیں پیتا بلکہ تمہیں وہ شراب نظر آتی ہے۔ اسل میں اللہ اس شراب کی تاثیر کو تبدیل کر کے مجھے شراب معرفت پلاتا ہے اس لیے میں خلاف شرع کیسے ہوا۔

۳۲۰۔ آپ کی دعا سے مٹی سونا بن گئی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ یعقوب نامی ایک شخص آپ کے پاس آیا اسے کیمیا گری میں بڑا کمال حاصل تھا وہ سونا بنانے میں اپنے آپ کو بڑا ماہر سمجھتا تھا۔ اس نے چاہا کہ حضرت شاہ حسین کو اپنے فن سے آگاہ کرے۔ اس غرض سے اس نے اپنے پاس سے ایک پڑیا نکالی جس میں کیمیا گری کا کمال یعنی اس کا اپنا بنایا ہوا سونا موجود تھا۔ وہ سونا اس نے حضرت شاہ حسین کو دکھایا کہ میں یہ بناتا ہوں اور سونا دکھاتے ہوئے اپنے فن کیمیا پر بڑے فخر اور ناز کا اظہار فرمایا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں یہ نسخہ آپ کو بتا دیتا ہوں اور آپ بھی سونا بنا کر اپنی مادی ضروریات پوری کر لیا کریں اس پر حضرت شاہ حسین ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ اللہ کے فقیر ذات خود کیمیا ہوتے ہیں اس لیے انہیں سونا بنانے کی کیا ضرورت ہے پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ اے صاحب فن! تو نے یہ کیمیا کتنے عرصے میں حاصل کی اور کتنی محنت سے کام لیا ہے اور اس فن کو سیکھنے پر کتنا روپیہ خرچ کیا۔ کتنی رقم کا تو نے پارہ خریدا اور پھر جنگل بوٹی کی تلاش میں کتنا عرصہ گزارا۔ پھر اسے خشک کر کے کوٹ چھان کر پائے سے ملایا اس طرح تو نے زندگی کا بہت ہی قیمتی وقت اشیاء اکٹھی کرنے میں لگا یا۔ پھر تو نے کوئی پوشیدہ مکان تلاش کیا ہوگا جہاں تجھے دوسرے نہ دیکھ سکیں۔ پھر تو نے بھٹی تیار کی ہوگی اور مٹی کا برتن لیا ہوگا جسے بھٹی پر رکھا ہوگا اور دل میں یہ سوچتا ہوگا کہ جلدی جلدی کروں تاکہ کوئی دیکھ نہ لے۔ گویا کہ ہر رہ محنت تو نے بڑی جانفشانی سے کی جس کی تجھے ضرورت تھی۔ پھر تو سونا بنانے میں کامیاب ہوا۔ اللہ کے فقروں کو ایسا سونا بنانے کی کیا ضرورت جو اللہ کی یاد سے غافل کرے۔ اللہ کے بندے تو مٹی کو ہاتھ لگائیں تو اسے سونا بنا دیتے ہیں پھر آپ نے اسے کہا او میرے ساتھ۔ حتیٰ کہ آپ ایک ایسی جگہ پر گئے جہاں سوائے زمین کے کچھ نہ تھا آپ نے تھوٹے سے فاصلے پر اپنے ستر کو ڈھانچے ہوئے ایک جگہ پر پیشاب کیا۔ پھر اس کے بعد پیشاب سے فارغ ہو کر اس شخص کو بلایا اور کہا کہ اٹھا لو سونا، دیکھا کہ جہاں پر آپ نے پیشاب کیا تھا اتنی جگہ سونا بن گئی اور فرمایا اے کیمیاگر! تجھے تو اپنی کیمیا گری پر ناز تھا اور

مجھے صرف اپنے اللہ پر بھروسہ ہے، اللہ پر بھروسہ کرنے والے دنیا کے سونے سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ تو نے جس طریقے سے سونا بنایا اس نے تجھے اللہ سے دور کر دیا تو غفلت کا شکار ہوا مگر میں نے جس طرح سونا بنایا تو میں نے سونے والے کو دریافت کر لیا۔ اس لیے اے نادان! اللہ کو ڈھونڈ، کیمیا کو کیا ڈھونڈتا ہے۔ اگر تجھے خدا مل گیا تو کیمیا گری خود ہی آ جائے گی، کیمیا گر حضرت شاہ حسین کی یہ باتیں سن کر حیران ہو گیا اور آپ کے قدموں میں گر گیا اور سچے دل سے راہِ حق کا طالب بن گیا اور آپ کے مریدانِ باصفا میں شامل ہو گیا۔

۳۴۱۔ چشم زدن میں مادھو کو گنگا پر لے جانے کی کرامت

مادھو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر حضرت شاہ حسین کی محبت میں پوری طرح اسیر تھے شب و روز کا بیشتر وقت حضرت شاہ حسین کی صحبت میں گزارتے۔ مادھو کے والدین چونکہ ہندو تھے اس لیے وہ ہر سال اپنے مذہبی عقیدے کے مطابق دریائے گنگا پر شنان کرنے جایا کرتے تھے ایک مرتبہ جب گنگا پر جانے کا موقع قریب آیا تو مادھو بھی اپنے والدین اور دیگر ہندوؤں کے ساتھ شنان پر جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت شاہ حسین سے ملاقات پر آپ نے انھیں بتایا کہ عنقریب ہی میرے خاندان اور میری قوم کے کچھ لوگ دریائے گنگا پر جانے والے ہیں اور ان کے ساتھ میں نے بھی جانے کا ارادہ کیا ہے۔ اگرچہ محبت اور وفا کی بنا پر میں ایک لمحہ بھی آپ سے جدا نہیں ہو سکتا مگر گھر والوں کے ساتھ شنان گنگا پر نہ جانے سے خاندان کے سامنے تادم ہوں گا۔ اس پر حضرت شاہ حسین نے فرمایا میرے پیارے! تم اس بارے میں فکر نہ کرو۔ تم یہیں میرے پاس رہو، میری صحبت سے فیض یاب ہوتے رہو۔ انشاء اللہ جب شنان کا دن آئے گا میں تمہیں فوراً وہاں پہنچا دوں گا۔ اور یہ بات کسی کو نہ بتانا کہ میں نے تمہیں چشم زدن میں وہاں پہنچایا ہے اگر تو مجھے اجانت سے گاتو میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا اور جانے میں جتنے دن ہیں تم میرے پاس اطمینان سے رہو۔ محبت کا تقاضا تھا کہ مادھو شاہ حسین کی یہ بات سن کر ان کا کہنا مان گئے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ گنگا کی طرف نہ گئے۔ آخر شنان گنگا کا دن آ گیا۔ مادھو کے دل میں بڑی حسرت تھی کہ کاش میں اپنے خاندان کے ساتھ وہاں گیا ہوتا۔ بیٹابی کے ساتھ آپ نے حضرت شاہ حسین کو بتایا کہ حضور آج ہی گنگا پر

شنان کا دن ہے۔ آپ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ میں تجھے یکدم دہاں پہنچا دوں گا لہذا اب وعدہ پورا فرمائیے اور مجھے دہاں پہنچا دیجیئے۔ تاکہ میں بھی ان کے ساتھ غسل کروں۔ حضرت شاہ حسین نے جب یہ بات سنی تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، چہرہ جلالِ فقر سے جگمگا گیا اور مادھو سے کہنے لگے آؤ آگے بڑھو۔ میرے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھو اور اپنی آنکھیں بند کر لو۔ مادھو نے بعد نیاتہ حکم کے مطابق حضرت شاہ حسین کے پاؤں پر اپنے پاؤں کو رکھ دیا اور دونوں ہاتھوں سے کندھوں کو پکڑ لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ حضرت شاہ حسین نے اللہ کے حضور التجا کی کہ یا الہی! تو جسے چاہے اپنی طاقت سے ان کو اور واد میں کہاں سے کہاں پہنچا سکتا ہے لہذا آج میری لاج رکھ اور میرے اس پاپنہ والے کو اور مجھے بھی گنگا کے کنارے پہنچا دے۔ آپ کے دل میں اس التجا کا آنا ہی تھا کہ اللہ نے اپنی طاقت سے مادھو اور شاہ حسین کو گنگا کے کنارے پہنچا دیا۔ پھر حضرت شاہ حسین نے مادھو سے کہا۔ اب اپنی آنکھیں کھولو۔ جب مادھو نے اپنی آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ گنگا کے کنارے کھڑے ہیں۔ اس یکدم پہنچنے پر مادھو سوچ میں ڈوب گیا کہ آخر میں یکدم یہاں کیسے پہنچ گیا۔ اس میں کیا بھید ہے۔ یہ سوچ کر حضرت شاہ حسین سے عرض کی کہ سرکار مجھے ذرا یہ تو بتا دیجیئے کہ ہم یہاں آن واحد میں کیسے پہنچے۔ حضرت شاہ حسین نے کہا میرے پیارے! تجھ پر یہ بات کھل جائے گی مگر یہاں اصرار نہ کر کہ یہ راز کیا ہے۔ تو گنگا میں شنان کر لے اور اپنی قوم کے پاس چلا جا۔ وہ دیکھ دہ سبک منہ نہا رہے ہیں۔ غسل کے بعد میرے پاس آ جانا۔ میں یہاں تمہارا منتظر ہوں۔ مادھو حضرت شاہ حسین کے کہنے پر اپنی قوم کے دوسرے لوگوں کے پاس چلے گئے اور وہاں نہانے لگے۔ اس کے خاندان کے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ مادھو تو ہمارے ساتھ غسل کر رہے حالانکہ ہم تو اسے لاہور ہی میں چھوڑ آئے تھے پھر یہ اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گیا جبکہ ہم کتنے دنوں کا سفر طے کر کے یہاں پہنچے ہیں۔ وہ حیران ہوئے اور مادھو سے پوچھنے لگے کہ تم یہاں یکدم کیسے پہنچ گئے ہو جبکہ ہم تمہیں لاہور میں چھوڑ آئے تھے۔ مادھو نے کہا بس میں نے ارادہ کیا کہ تمہارے پاس آ جاؤں اور شنان گنگا سے پو تر دینی پاک ہو جاؤں، بس کسی کی نگاہِ فیض نے مجھے یہاں پہنچا دیا۔ اب میں نے غسل کر لیا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں اسی وقت لاہور کی جانب روانہ ہو جاؤں، مجھے امید ہے کہ جس نے مجھے یہاں پہنچایا تھا وہ مجھے واپس بھی لے جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ اپنی قوم سے جدا ہوئے اور اس مقام پر آ گئے جہاں حضرت شاہ حسین

کھڑے تھے اور اس بات کے منتظر تھے کہ مادھو آئے اور ہم واپس لاہور چلیں۔ پس حضرت شاہ حسین نے پہلے کی طرح مادھو کو کہا کہ میرے پاؤں پر پاؤں رکھو اور آنکھیں بند کر لو۔ مادھو نے ویسے ہی کیا۔ جب آنکھیں کھولیں تو وہ لاہور میں اس مقام پر کھڑے تھے جہاں سے گئے تھے۔

مادھو ذہنی طور پر حضرت شاہ حسین کے اس کمال کا بید معترف ہوا اور سوچ میں ڈوب گیا کہ میں اپنے غلط راستے کو چھوڑ کر کیوں نہ اسی خدا کو مانوں جسے حضرت شاہ حسین مانتے ہیں اور اس رسول کا امتی بن جاؤں جس کے امتی حضرت شاہ حسین ہیں۔ یہ سوچ کر حضرت شاہ حسین کے قدموں پر گر گیا اور کہا کہ حضرت! مجھے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان کیجئے میں تو آج تک سچی راہ کو بھولا ہی رہا۔ اس پر حضرت شاہ حسین نے آپ کو مشرف بہ اسلام کر کے دولت ایمان سے نوازا۔ جب یہ خبر مادھو کے والدین تک پہنچی تو وہ مادھو سے سخت ناراض ہوئے۔ اس پر مادھو نے کہا کہ مجھے ماں باپ چھوڑنا گوارا ہے لیکن دولت ایمان کو ترک کرنا گوارا نہیں۔ آخر مادھو حضرت شاہ حسین کے سچے دل سے مرید ہو گئے اور آپ پر دل و جان نچھاور کرنے لگے اور کفر کی راہ سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ لیا۔

۳۲۲. روحانی بیعت کا واقعہ

حضرت سلطان باہوجی سن بلوغ کو پہنچے تو ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ قصبہ شور کوٹ کے قریب کھڑے تھے۔ اچانک ایک صاحبِ حشمت، صاحبِ نور اور بارعب سوار نمودار ہوا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو پیچھے بٹھایا۔ پہلے تو آپ ڈرے لیکن کچھ دیر بعد دل کو ٹھہرایا، جرأت کی اور سوال کیا کہ حضرت آپ کی تعریف کیا ہے اور مجھے کہاں لے جانے کا ارادہ ہے۔ اس پاکیزہ دل سوار نے پہلے توجہ کی اور اس کے بعد اپنی زبان درفشان سے ارشاد فرمایا میرا نام علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے اور میں تجھے حسب الارشاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مجلسِ پاک میں لے جا رہا ہوں۔ سین کر آپ مطمئن ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو حاضر مجلس کر دیا اس وقت حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ عنہم جمعیں بھی اہل بیت اطہار کی نورانی مجلس میں حاضر تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس سے اٹھے اور حضرت سلطان العارفين قدس سرہ سے ملاقات کی اور توجہ فرما کر رخصت ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمانؓ

جب تینوں خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باری باری رخصت ہو گئے اور مجلس میں صرف اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین ہی رہ گئے۔ تو حضور سلطان العارفین قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چہرہ اورد سے اس قسم کے آثار نظر آتے تھے کہ میری بیعت کے لیے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اٹھیں ارشاد ہو گا مگر نظاہر خاموش تھے۔ کچھ دیر کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک میری طرف بڑھائے اور ارشاد فرمایا۔ میرے ہاتھ پڑو۔ مجھے دونوں مبارک ہاتھوں سے بیعت کی اور تلقین فرمائی۔ آپ کے مبارک ہاتھوں کے پکڑنے کی دیر تھی کہ میرے لیے درجات اور مقامات کا کوئی حجاب باقی نہ رہا۔ دور اور نزدیک کی ہر چیز یکساں دکھائی دینے لگی، لوح محفوظ کے تمام پردے اٹھ گئے۔ اول آخر ظاہر باطن ایک جیسا ہو گیا۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب ”عین الفقر شریف“ میں فرماتے ہیں کہ مرشد کامل ایسا ہی ہونا چاہیے جو طالب کو ایک ہی نظر سے مراتب انتہا کو پہنچا دے اور تمام حجابات کو دور کر کے اسے مشابہت میں غرق کر دے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جب نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تلقین فرما چکے تو سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے مجھے فرمایا کہ تو میرا فرزند ہے۔ میں نے حضرت سبطین الشریفین امام السعیدین حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے مبارک قدموں کو چوما اور اپنی کانوں میں غلامی کا حلقہ پہنایا۔

سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کے بعد مجھے فرمایا کہ خلق خدا سے محبت کرنا کیونکہ تمہارا مرتبہ دن بدن جگہ گھڑی بہ گھڑی ترقی پر ہو گا اور ابد الابد تک ایسا ہی ہو تا رہے گا کیونکہ یہ حکم سروری اور سرمدی ہے۔ اس کے بعد آقائے نامدار مالک کون و مکاں، محبوب رب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے قطب الاقطاب، غوث الاعلیٰ، محبوب سبحانی، حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا۔ حضرت سیرت کبیر قدس سرہ العزیز نے مجھے سرفراز فرمانے کے بعد خلقت کے لیے ارشاد و تلقین کا حکم دیا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ دیکھا ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا جو سر میں موجود ہیں اور جو کچھ سنا ان ظاہری کانوں سے سنا اور جو جسم مجلس ہاں میں حاضر ہوا۔ اس روز کے بعد آپ پر ذات الہی کے آثار و جذبات اسی طرح متجلی ہونے لگے کہ سینکڑوں آدمیوں کو ایک ہی

نگاہ سے ایک ہی قدم پر خدارسیدہ واصل باللہ کر دیتے تھے۔ چنانچہ لاکھوں طالبانِ حق کی مرادیں آپ کی نظرِ کرم سے برائیں سبحان اللہ! مالک کائنات جل مجدہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے بلا محنت و مشقت اپنا قرب وصال بخش دے۔ یہ اس کی عنایت اور خاص فضل ہے اس فیضِ یابی کے بعد حضرت سلطان العارفين سلطان باہو قدس سرہ ہر وقت اور ہر گھڑی وحدانیت میں مستغرق، حق تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدوں سے مشرف اور ذاتِ مطلق کے جلال و جمال کے دیدار میں مست رہتے تھے۔

۳۲۳۔ بیعتِ مُرشدِ کامل

حضرت سلطان العارفين سلطان باہو کی والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا! تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے اب تمہیں کسی مرشدِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے آپ نے عرض کیا کہ مجھے خدا کی معرفت حاصل ہے اور میرے مرشدِ کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا پھر بھی ظاہری مرشد کیڑا لازی ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی کا شرف حاصل ہونے کے، حصولِ ارشاد اور تلقین کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ چلنا پڑا جس کا مفصل ذکر سورہ کہف میں موجود ہے۔ یہ سن کر آپ نے عرض کیا، آپ میرے لیے کافی مرشد ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا! عورتوں کو بیعت اور تلقین کرنے کا حکم نہیں کیونکہ امہات المؤمنین اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اربعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے کسی کو بیعت کی تلقین نہیں کی، پس مجھے بیعت کا حکم کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ میں مرشدِ کامل کہاں سے تلاش کروں؟ فرمایا کہ خدا کی زمین میں چل پھر کر تلاش کرو اور بابرکت ہاتھ سے اشارہ مشرق کی طرف کیا۔ آپ فوراً اٹھے، والدہ ماجدہ کو سلام کہا اور دیارِ رائے کی طرف چل پڑے جب آپ دریا کے کنارے پہنچے تو وہاں آپ نے حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ عام کا شہرہ سنا جو ایک گاؤں میں (جس کا نام بغداد تھا) سکونت رکھتے تھے۔ آپ وہیں ان کے پاس پہنچے تو آپ خاموش ہو کر بیٹھ گئے پھر اپنا مقصود عرض کیا۔ حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے درویش! تم چند روز ٹھہرو۔ مجاہدہ کرو اور تمہاری ڈیوٹی مسجد کا پانی بھرنے ہے۔ آپ نے پانی بھرنے کے لیے مشک مانگی اور درویشوں نے مشک لا کر دی آپ نے ایک ہی

مشک بھر کر ڈالی تو مسجد کا حمام اور تمام صحن پانی سے بھر پور ہو گیا۔ درویشوں نے یہ واقعہ شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے حضرت سلطان العارفين قدس سرہ کو بلایا اور فرمایا کہ درویش! کیا تمہارے پاس دنیا کا مال ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا تو پھر یاد رکھو دو کام نہیں ہو سکتے پہلے مال و متاع سے فارغ ہو لو پھر اس مقصد کے لیے یہاں آنا۔ یہ سنا کر آپ فوراً گھر واپس آئے۔

چونکہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی ولی اللہ تھیں اس لیے انہوں نے پہلے ہی سے آپ کے اس غرض سے لوٹنے کا ذکر آپ کی پاکیزہ ازدواج سے کر دیا تھا اور انہیں اپنا اپنا زیور یا اور نقدی محفوظ کر لینے کا حکم بھی دے دیا تھا۔ انہوں نے زیور وغیرہ زمین میں دفن کر دیا۔ تاکہ بوقت ضرورت کام آئے۔ اس وقت سلطان العارفين قدس سرہ کے فرزند حضرت نور محمد علیہ الرحمۃ شیرخوارگی کی حالت میں گہوارے میں تھے۔ جب آپ تشریف لائے تو والدہ ماجدہ نے آٹے کی وجہ پوچھی۔ حضور نے عرض کیا کہ شیخ نے دنیاوی مال و متاع کو دور کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر کوئی مال نظر آتا ہے تو لے کر دور کر دو۔ آنحضرت قدس سرہ نے بچے کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی جو نظر بد سے بچاؤ کے لیے ڈالی گئی تھی۔ آپ نے اسے اتار کر باہر پھینک دیا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر کوئی دنیاوی مال ہے تو دو تاکہ اسے باہر پھینک دوں۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا تمہارے گھر میں مال کہاں۔ آپ نے عرض کیا ابھی مجھے بدبو آتی ہے۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا اگر بدبو آتی ہے تو جہاں ملتا ہے لے کر باہر پھینک دو۔ چنانچہ جس جگہ زیور وغیرہ دبایا ہوا تھا وہاں سے نکال کر آپ نے باہر پھینک دیا اور فارغ ہو کر شاہ حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم دنیاوی مال سے تو فارغ ہو گئے اب اپنی عورتوں کا کیا کرو گے؟ چنانچہ آپ دیدار ذات کے مست الست اسی وقت واپس گھر لوٹے تاکہ اپنی ازدواج کو آزاد کر دیں۔ اللہ! اللہ! یہ ہے خدا کی سچی طلب! شاہ صاحب نے آپ کا امتحان کتنا سخت لیا۔ مگر آپ ہیں کہ خدا کی طلب میں کسی چیز کی پروا نہیں کر رہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی مستورات کو اطلاع دی کہ میرا بیٹا اب تم سے قطع تعلق کی غرض سے آ رہا ہے۔ تم ہوشیار ہو جاؤ اور میرے پیچھے بیٹھ جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خدا کی طلب میں مست تمہارے حق میں کوئی شرعی کلمہ کہہ دے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اتنے میں سلطان العارفين قدس سرہ بھی تشریف لے آئے۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا تمہاری مستورات تمہیں اپنے حقوق بخش دیتی ہیں

اگر تم خدا کو حاصل کر کے آؤ گے تو بہتر، ورنہ تمہیں ان کے حقوق ادا کرنے کے لیے آنے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ آپ شریعت کے سخت پابند تھے اس لیے اپنی والدہ ماجدہ کی فرمانبرداری میں کوئی کسر اٹھانے رکھتے تھے۔ والدہ صاحبہ کی نصیحت بھی آپ پر اثر کر گئی۔ اپنی مستورات کی زبان سے ان کے حقوق کی معافی قبول کر کے پھر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب نے نظر کاملہ سے توجہ فرمائی پھر آپ سے حصول مراد کے متعلق پوچھا۔ آپ نے عرض کیا یا شیخ! جو مقامات آپ کی توجہ سے آج منکشف ہوئے ان سے تو میں اپنے گہوارے میں ہی گزر چکا تھا۔

فرمایا کہ اے درویش! جس نعمت کے تم مستحق ہو وہ ہمارے امکان سے باہر ہے البتہ ہم تمہاری اتنی راہنمائی کرتے ہیں کہ جس جگہ مختار انصیب ہے وہ جگہ بتا دیتے ہیں وہاں جا کر اپنا انصیب لے لو پھر حضرت شاہ صاحب نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ تم میرے شیخ سیدالسادات حضرت پیر عبدالرحمن شاہ صاحب دہلوی قادری کی خدمت میں جاؤ جو ظاہر شاہی منصب دار ہیں۔ چنانچہ حضرت سلطان الغارین قدس سرہ نے حضرت شاہ حبیب اللہ رحمہ سے دہلی رخصت ہونے کے بعد اثنائے سفر میں ایک ایسا مجذوب دیکھا جس نے آپ کے خلیفہ سلطان حمید عکبر والے کی پشت کی طرف سے ہو کر سلطان حمید پر کھڑی کا ایک ایسا وار کیا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس مست نے دوسری طرف کھڑی مارنے کے لیے اٹھائی تو حضرت سلطان الغارین قدس سرہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا اے صاحب! بس کہ ہم درویش اہل سحر اہل سنت والجماعت ہیں۔ ہمیں ایسا وار کرنا روا نہیں۔ وہ مست باز آیا اور چلا گیا۔ پھر آپ نے سلطان حمید کو حالت سکر سے صحو میں لا کر روانہ ہونے سے پہلے فرمایا کہ اے حمید! اگر ہمیں خبر نہ ہو جاتی اور وہ مجذوب دوسری دفعہ تمہیں کھڑی مار بیٹھتا تو ہم بھی تمہیں مستی سے ہوش میں نہ لا سکتے۔

پھر آپ وہاں سے رخصت ہو کر آگے تلاشِ حق میں سفر طے کرتے ہوئے شہر دہلی کے قریب آ پہنچے ادھر حضرت شیخ سید عبدالرحمن نے بھی اپنے ایک درویش کو فرمایا کہ فلاں راستے اس شکل و صورت کا اور اس حلیہ کا ایک فقیر آرہا ہے جاؤ اور اسے ہمارے پاس لے آؤ۔

غور فرمائیے کہ ایک ولی کامل کی فراست، وسعتِ علم اور نگاہ کتنا کام کر رہی ہے سیدالسادات حضرت پیر صاحب شاہی منصب دار ہیں۔ آپ بیک وقت حکومت کی طرف سے سپرد کیے ہوئے کام

کو بھی سر انجام دے رہے ہیں۔ طالبانِ حق کی تلقین کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حضور نبی کریم رُوف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ پاک سے بھی غیر حاضر نہیں اور اسی وقت میں سینکڑوں میل دور سے آنے والے طالبِ صادق کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ اس کے آنے کی غرض اور ارادے کا بھی علم رکھتے ہیں۔ اس کا اٹھا ہوا قدم جس زمین پر پڑنے والا ہوتا ہے اس زمین کو بھی جانتے ہیں، آنے والا ایسی دور ہے اور آپ وہیں بیٹھے ایک درویش کو یہ کہہ کر بھیج رہے ہیں کہ جاؤ اس شکل و صورت کا ایک انسان قلاں فلاں راستہ سے ہوتا ہوا فلاں گلی سے شہر میں داخل ہونے والا ہے اسے ہمارے پاس لاؤ۔ ولی اللہ کی یہ ایک ادنیٰ سی کرامت ہے۔ یہاں تو آنے والے اور بلانے والے دونوں کی مرضی ہی ایسے تھی ورنہ اگر وہ چاہتے تو پہلا قدم ہی اٹھا کر منزلِ مقصود پر پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ اولیاء اللہ کی صف میں ان مقدس ہستیوں کو وہ مرتبہ اور مقام حاصل تھا جس مرتبہ کے اہل اولیاء اللہ کو باذن اللہ تعالیٰ زمان و مکان پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔ یہ جیب چاہتے ہیں وہی وقت ہوتا ہے ہو جاتا ہے اور اسی طرح مکان کو بھی اپنی مرضی کے مطابق قبض کر لیتے ہیں۔

آدم بر سر مطلب! وہ درویش حکم سنتے ہی آپ کے بتائے ہوئے راستے کی طرف چل پڑا۔ حضرت سلطان العارفين قدس سرہ بھی اسی راستے چلے آئے تھے۔ جب وہ درویش آپ کے پاس پہنچا تو آپ کو سید السادات حضرت پیر صاحب کے بتائے ہوئے حلیہ اور شکل و صورت کو پا کر اپنے ہمراہ کر لیا اور حضرت پیر صاحب کی خدمت میں لا حاضر کیا۔ سید السادات حضرت پیر صاحب نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور خلوت میں لے گئے اور ایک دم میں ایک ہی نگاہ سے نعمتِ عظمیٰ سے مالا مال کر دیا۔ فیضِ ازلی سے مستفیض فرمایا آپ کی امانت آپ کے سپرد کی اور ساتھ ہی گھر جانے کی اجازت بھی فرمادی۔ آپ نعمت سے پُر اور فیضِ رسانی کے جذبات سے لبریز تھے، باہر تشریف لائے اور ہر خاص و عام پر توجہ کرنے لگے۔ لوگوں نے بھی جب دیکھا کہ ایک فقیر کامل قیمتی گوہرِ مفت تقسیم کر رہا ہے تو موقعہ کو غنیمت جانا اور دھڑا دھڑا فیض حاصل کرنا شروع کر دیا۔ پھر کیا تھا، ہٹوں کے اندر اندر بے شمار مخلوقِ خدا جمع ہو گئی بانہارا اور گلیاں لوگوں سے بھر گئیں۔ راستے بند ہو گئے اور تمام شہر میں غل سا مچ گیا۔ حضرت پیر صاحب کے درویش بھی ادھر آ نکلے۔ جب مخلوقِ خدا کو اس طرح سے جمع دیکھا تو وجہ دریافت کر کے حضرت پیر صاحب عبدالرحمن قادری (یعنی اپنے شیخ) کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور عرض کیا حضرت! آج شہر میں ایک ولی اللہ داخل ہوا ہے جو اپنی توجہ سے عام مخلوق خدا کو جنابت الہی میں لاتا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اچھی طرح معلوم کر کے آؤ کہ وہ درویش کون ہے، کہاں کا رہنے والا ہے اور کس خاندان اور سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے؟ درویش دہاں پہنچے تو دیکھتے ہی پہچان لیا دوڑتے ہوئے پیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! یہ تو وہی درویش ہے جسے آپ نے تلقین فرمائی ہے، اور فعین بخش کر رحمت کیا ہے۔ یہ سن کر آپ کو سخت رنج ہوا اور فرمایا کہ جاؤ اسے میرے پاس لے آؤ۔ درویش واپس گئے اور حضرت سلطان العارفين قدس سرہ کو حضرت پیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ حضرت پیر صاحبؒ نے جھڑک کر فرمایا کہ اے درویش! ہم نے تجھے یہ خاص نعمت عنایت کی اور تو نے عام کر دی؟ آپ نے عرض کیا سیدی! جب بڑھیا عورت روٹی پکانے کا تو بازار سے خریدتی ہے تو اسے بجا کر دیکھتی ہے کہ آیا یہ مجھے کام دیتا ہے گا، اس میں کوئی خرابی تو نہیں؟ اور جب ایک لڑکا لکڑی کی کمان خریدتا ہے تو اسے کھینچ کر دیکھتا ہے کہ اس میں بچک کافی ہے یا نہیں؟ سو میں نے جو آپ سے نعمت عظمیٰ حاصل کی۔ میں بھی اس کی آزمائش کرتا تھا، کہ مجھے آپ سے کس قدر نعمت عطا ہوئی ہے اور اس کی ماہیت کیا ہے۔ پس جس طرح حضرت سید المرسلین احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے مجھے حکم ہوا تھا کہ خلق خدا سے ہمت کر، اسی طرح آپ نے بھی حکم دیا تھا کہ اے آزماؤ اور فعین کو عام کرو۔ انشاء اللہ العزیز قیامت تک یہ نعمت ترقی پر ہوگی۔

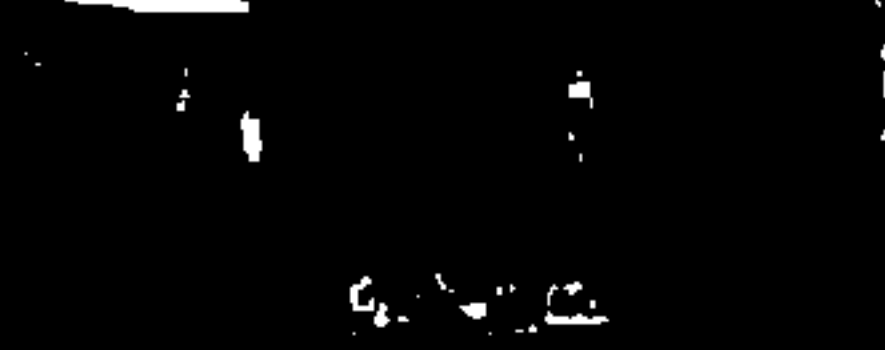
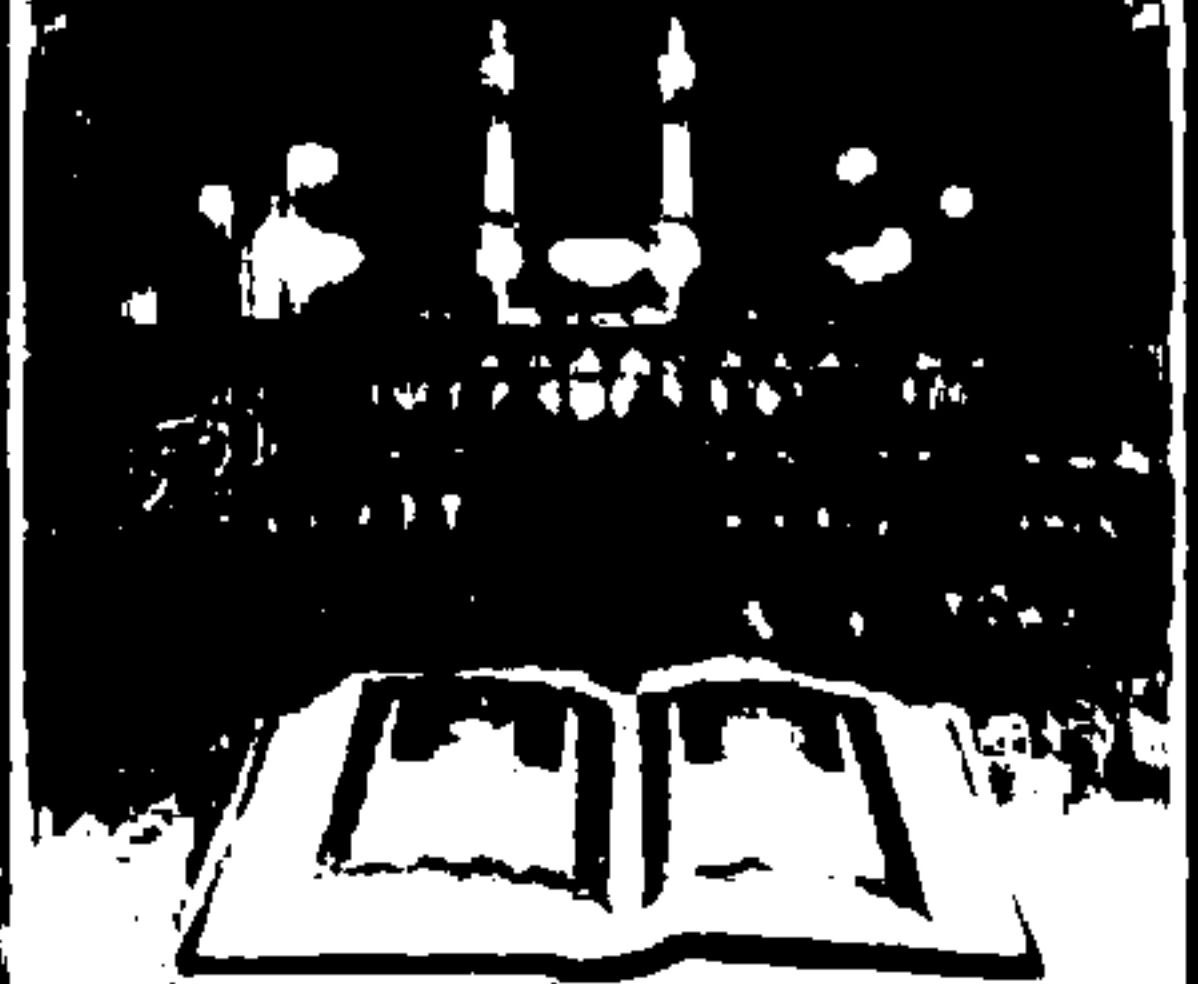
اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



عَلَى رَسولِكَ مُحَمَّدٍ



رَبِّكَ مُحَمَّدٌ



عَلَى رَسولِكَ مُحَمَّدٍ

وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ



عَلَى رَسولِكَ مُحَمَّدٍ



اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ

